حسین، پُراسرار، فتنہ گر، فتنہ ساز، چمپا کلی کی آپ بیتی،
چمپا کلی

حسین، پُراسرار، فِتنہ گر، فِتنہ ساز، چمپا کلی کی آپ بیتی،

ایم اے راحت

ا

مکتبۂ عمران ڈائجسٹ

۳۷ - اردو بازار - کراچی

چمپاکلی

اب تک پڑھے جانیوالے تمام پُراسرار سلسلوں میں
سب سے زیادہ پُراسرار سلسلہ
اسرار و تحیر میں ڈوبی ہوئی ایک پُراسرار عورت کی
داستان جس کا نام چمپا کلی تھا، حسین فسوں گر
چمپا کلی نے نجانے کتنے جنم لئے تھے، اس کا
ہر جنم انوکھے اور حیرت انگیز
واقعات سے بھرا پڑا تھا، خوفناک
اور تحیر خیز رازوں کا انکشاف
آپکو بھی چونکا دیگا

بار اوّل ــــــــ ۱۹۸۶ء
قیمت ــــــــ [illegible] روپے
پریس ــــــــ گزار پریس کراچی

ہندو

عقیدہ گردشِ کائنات کو چار ادوار میں تقسیم کرتا ہے۔ ان چار ادوار کو اس نے ست یگ، ترتیا یگ، دواپر یگ اور کل یگ کے ناموں سے منسوب کیا ہے۔ اس عقیدے کے مطابق آخری یگ کے خاتمے پر پھر سے پہلا یگ یعنی ست یگ شروع ہو جاتا ہے اور ان چاروں یگوں کی گردش جاری رہتی ہے۔ گو اس عقیدے سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ دنیا کی ابتداء کہاں سے ہوئی اور انتہا کہاں ہے لیکن اس عقیدے پر تمام ہندو متفق ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بھگوان نے سب سے پہلے پانچ عناصر پیدا کئے۔ اوّل خاک دوم آگ سوم پانی چہارم ہوا اور پنجم آکاس جسے آسمان یا جی ہوا بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ آسمان پر درخشاں ستارے وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سچی عبادت کی اور یہ درجہ پایا۔ برہما کی کتاب "وید" سے پتہ چلتا ہے کہ انسان عدم سے عالمِ وجود میں آیا اور چار حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اوّل برہمن، دوم چھتری، سوم ویش، اور چہارم شودر۔ برہمنوں کو عبادت اور مذہبی معاملات کی نگہداشت سونپی گئی۔ چھتریوں کو دنیاوی انتظام سونپا گیا۔ اور حکومت و سیاست کی باگ ان کے ہاتھوں میں دے دی گئی۔ ویشوں کے ذمہ کھیتی باڑی اور دوسرے پیشے کئے گئے اور شودروں کو ان تینوں گروہوں کی خدمت گاری پر متعین کیا گیا۔

چنانچہ ہندو عقیدہ اس بات پر متفق ہے کہ بدلتے ہوئے ادوار میں انسان کی نمود ہوتی ہے اور وہ ایک یگ پورا کر کے اپنے کرموں کے مطابق دوسرے یگ میں جنم لیتا ہے۔ اچھے کرم یعنی عمل اسے دوسرے جنم میں اچھی زندگی دیتے ہیں اور برے عمل نئے جنم میں اسے کرموں کا پھل بھگتنے کے لئے مجبور کر دیتے ہیں اس طرح یگ بدلتے رہتے ہیں اور انسان کی نمود و نما ہوتی رہتی ہے۔ اور اس نمود و نما کو وہ آواگون کا عمل کہتے ہیں۔ مسلم عقیدہ اس سے متفق نہیں ہے اور اس عمل کو باطل قرار دیتا ہے۔ لیکن ہندو آواگون کو اپنے دھرم کا ایک حصہ مانتے ہیں اور اس پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں آواگون کے ہزاروں قصے مشہور ہیں اور چمپا کلی کی مشہور داستان انہی حصوں میں سے ایک ہے۔

ہستناپور کے راجہ بھرت کی کتھوبی نسل کا راجہ کورو تھا جس کی اولاد کوروؤں کے نام سے مشہور ہوئی اور اس نسل کی چھٹی پشت میں راجہ چتر برج پیدا ہوا جس کی حکومت بہت وسیع تھی۔ راجہ چتر برج کے دو بیٹے تھے جن میں ایک کا نام دھرتراشٹر تھا اور دوسرے کا نام پنڈو۔ دھرتراشٹر بڑا تھا لیکن وہ آنکھوں سے اندھا تھا اس لئے چتر برج کے بعد حکومت پنڈو کو ملی اور اس کی اولاد پانڈو کہلائی راجہ پنڈو کے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کا نام یدھشٹر، ارجن اور سہدیو تھے۔ ادھر دھرتراشٹر کے ایک سو ایک بیٹے تھے جو دو رانیوں سے پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سب سے بڑا بیٹا دریودھن تھا۔

چتر برج کے بیٹے دھرتراشٹر کو اپنے اندھا ہونے کا بڑا ہی افسوس تھا کیونکہ صرف آنکھیں نہ ہونے کی وجہ سے حکومت اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ گو راجہ پنڈو نے اس کے لئے دریائے سوتا کے کنارے ایک خوبصورت محل تعمیر کرا دیا تھا اور اسے وہ ساری سہولتیں مہیا کر دی تھیں جو کسی راجہ کو حاصل ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود اندھے کے دل میں ہمیشہ یہی غم رہتا تھا کہ حکومت کا حقدار وہ تھا اور حکومت ملی پنڈو کو۔ دھرتراشٹر کی بیوی گندھاری راجہ قندھار کی بیٹی تھی جس کی وجہ سے راجہ قندھار کی پوری پوری توجہ اور مدد اسے حاصل تھی۔ اور اکثر راجہ قندھار اس سے کہا کرتا۔

"یہ تو ٹھیک ہے کہ اندھا ہونے کی وجہ سے تم حکومت کے قابل نہیں تھے۔ لیکن آگے کی سوچو۔ اگر تم راجہ ہوتے تو تمہارے بعد کی حکومت تمہاری اولاد یعنی کوروؤں کے پاس آتی۔ لیکن اب یہ حکومت پنڈو کی موت کے بعد پانڈوؤں کے قبضے میں چلی جائے گی اور اس کے بعد نسل در نسل اس کی اولادوں میں چلتی رہے گی اور آہستہ آہستہ لوگ کوروؤں کو بھول جائیں گے کیا تم نے اس بارے میں کبھی سوچا ہے؟"

"میں کیا سوچوں مہاراج۔ اس بارے میں کیا کر سکتا ہوں"

"جس نے یہ سوچا وہ جیون میں کچھ نہیں کر سکتا۔ دریودھن تمہارا سب سے بڑا بیٹا ہے۔ پنڈو کی موت کے بعد حکومت اسے ملنی چاہئے۔ ابھی سے اس کے لئے کچھ کرنا ہوگا ورنہ کوروؤں کی نسل ختم ہو جائے گی۔"

اور یہ بات ہمیشہ دھرتراشٹر کے دل میں کھٹکتی رہتی تھی۔ وہ سوچتا تھا کہ اگر وہ مر گیا اور اس کی موت کے بعد راجہ پنڈو کی موت ہوئی تو پھر کوئی طاقت حکومت کوروؤں میں منتقل نہیں کر سکتی لیکن دھرتراشٹر اس کے باوجود اپنے بھائی کے خلاف کسی سازش کے حق میں نہیں تھا۔

اس کی یہ کیفیت تھی لیکن راجہ قندھار کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ ہستناپور کی عظیم حکومت اس کے نواسے دریودھن کے پاس آ جائے تاکہ قندھار کی حکومت کی توسیع ہو سکے۔ اس کے دشمن جان لیں کہ ہستناپور کی مضبوط حکومت راجہ قندھار کے نواسے کے پاس ہے اور اگر کسی نے قندھار کی طرف آنکھ اٹھائی تو اسے دو طاقتور حکومتوں سے ٹکرانا پڑے گا۔

کافی عرصہ تک وہ مسلسل کرتا رہا کہ دھرتراشٹر کے دل میں یہ بات آئے اور وہ کوئی

جب وہ اس بات سے مایوس ہو گیا تو اس نے
خود ہی سوچنا شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں اس نے
اپنی بیٹی کندھاری سے بھی مشورہ کیا۔
"کیا تم نہیں بتا سکتیں کہ تمہارے سوتیلوں میں سے کوئی
آسانی سے راجہ کہلا سکے؟" اس نے کندھاری سے پوچھا۔
"کیوں نہیں۔ لیکن میں محسوس کرتی ہوں کہ پنڈا کبھی بھی یہ
حکومت کسی کے قبضے میں نہیں آنے دیگا۔"
"کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا۔ حکومتیں حاصل کرنے کے
لئے تو انسان کو کیسے کیسے جتن کرنے پڑتے ہیں۔"
"پر میں ناری ہوں مہاراج۔ میں کیا کروں؟"
"تم کبھی پنڈا کے محل جاتی ہو؟"
"ہاں جب دل چاہتا ہے۔ خود پنڈا میری عزت کرتا ہے
اور بار بار وہ اپنی کسی الجھن میں مجھ سے مشورہ کرنے آتا ہے۔"
"کیا کوئی ایسی ترکیب نہیں ہو سکتی کہ راجہ پنڈا کو ختم کر دیا جائے؟"
"یہ کام میں کیسے کر سکتی ہوں؟"
"کچھ سوچو کندھاری۔ یہ موقع نکل گیا تو پھر کچھ نہیں ہوگا۔ اگر راجہ
پنڈا چلا جاتا اور تمہارے بھی کوئی سہارا ہوتا تو پھر پنڈا کی موت کے
بعد حکومت اسی کے قبضے میں آ جاتی۔ لیکن اگر وہ پہلے مر گیا تو
حکومت دیوتا شنکر کی ہوگی راج دریودھن کرے گا۔ اور پھر پانڈوں
کی کچھ نہیں چلے گی۔ اس لئے سوچنا ہے جلدی کرو۔ جتنی دیر کرو گی اتنے
ہی خطرات بڑھ جائیں گے۔"
"مگر مہاراج میں کیا کروں گی۔ دیوتا شنکر کی مدد کے بغیر تو
میں کچھ بھی نہیں کر سکوں گی۔" کندھاری نے اپنے باپ سے کہا۔
"وہ اندھا تمہاری کبھی مدد نہیں کرے گا۔ جو کچھ کرنا ہے
تم خود کرو۔ میں اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں۔ ہاں دریودھن
کے ماتھے پر مجھے چندرماں کی چمک نظر آتی ہے جس کا مطلب ہے کہ
وہ راج ضرور کرے گا۔ اب یہ تو کوئی اور ہی جانے کہ وہ راجہ کیسے
بنے گا۔"
باپ کی بات کندھاری کے دل کو لگی۔ لیکن وہ پریشان تھی۔
راجہ پنڈا کو قتل کرنا معمولی کام نہیں تھا۔ وہ دریودھن سے بھی یہ کام
نہیں لینا چاہتی تھی۔ اگر دریودھن کا نام دوسروں کو پتہ چل گیا تو ممکن ہے
آگے چل کر اسے ایک خونی کے نام سے پکارا جائے اور اسے حکومت
کرنے میں مشکل پیش آئے۔
اب وہ دن رات اسی سوچ میں گھلی رہتی تھی۔ یہ کام وہ اس
خاموشی سے کرنا چاہتی تھی کہ دیوتا شنکر کو بھی نہ معلوم ہو۔ شاید وہ اس
سے بدظن ہو جائے اور اس منصوبہ کی دھجیاں اڑا دے جس کے

بغل سے اس کا ایک ... تھا۔
کتنے ماہ کی بات تھی کہ راجہ پنڈا کے محل میں تقریب ہو رہی تھی۔
طاق طاق دیئے روشن تھے۔ پنڈت گا رہے تھے اور نجومی سے
سامنے رقص ہو رہے تھے۔ تب کندھاری کی نگاہ ایک رقاصہ پر پڑی۔ جو
اسے یوں لگا جیسے چندرماں زمین پر اتر آیا ہو۔ کرن کرن سمٹ کر انسانی روپ
اختیار کر گئی ہوں۔ جیسے بجلی رقص کر رہی ہو۔ وہ اپنی دھن میں ناچ
رہی تھی۔ اور دیکھنے والوں کے دل اس کے قدموں تلے کچلے جا رہے تھے۔
خود رانی کندھاری بھی اس کا حسن دیکھ کر انگشت بدنداں تھی۔ اسے
خطرہ ہوا کہ یہ لڑکی اگر راجاؤں کی نگاہ میں آگئی تو بڑی قتل و غارت
گری کا باعث بنے گی۔ نہ جانے کیوں ابتک اس کے چرچے نہیں
ہوئے تھے۔
رانی کندھاری اسے دیکھتی رہی۔ رقاصہ جی توڑ کر ناچ
رہی تھی اور اس کا انگ انگ سو سو بل کھا رہا تھا۔ پھر وہ تھک
گئی اور اس کی رفتار سست پڑتی گئی۔ ناچ ختم ہو گیا اور لوگ
بدھائی دینے لگے تو رقاصہ نے گھونگھرو کھول دیئے۔ اور انہیں
ہاتھوں میں سمیٹ کر چل پڑی۔ رانی کندھاری کے جی میں نہ جانے
کیا سمائی کہ وہ خود بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔
جب لڑکی پنڈا کے محل سے بھی نکل آئی تو کندھاری کو فکر
ہوئی۔ اس کا ٹھکانہ کہاں ہے۔ اور جب وہ خود محل میں نہ ہوگی تو
کیا لوگ یہ نہ سوچیں گے کہ رانی کندھاری کہاں گئی۔
لیکن اس نے وسوسے دل سے نکال دیئے اور خاموشی سے
لڑکی کا تعاقب کرتی رہی۔ اسے جنگل کی طرف جاتے دیکھ کر رانی کو اور
حیرت ہوئی۔ اب تو اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی خاص ہی معاملہ
ہے۔ اور یہ پراسرار لڑکی دل میں کچھ بھید رکھتی ہے۔ یوں رانی
کندھاری کے دل میں تجسس نے سر ابھارا اور اس نے فیصلہ کر لیا
کہ یہ بھید معلوم کر کے ہی دم لے گی۔
رات کا وقت تاریک جنگل جہاں ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دے۔
کہیں سے درختوں کے جھنڈ سے تو تاروں کی چھاؤں میں لڑکی کا ہیولا
نظر آ جاتا۔ کندھاری اب اس طویل سفر سے پریشان ہونے لگی تھی۔
اور سوچ رہی تھی کہ واپس لوٹ جائے۔ لیکن اتنی دور نکل آنے کے
بعد اس طرح واپسی بھی عجیب تھی۔ یہ بھید اس کے من میں بھید ہی
رہے گا۔ دیکھے تو سہی یہ کون ہے۔ بالی سی عمر میں اتنا حوصلہ ہونا کمال
کی بات ہے۔ کوئی جوان لڑکی تو اتنی رات گئے ان جنگلوں میں گھسنے کا
تصور بھی نہیں کر سکتی تھی لیکن وہ کیسے اطمینان سے جا رہی تھی۔
رانی کندھاری کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ جنگل گھنے اور
خطرناک ہو گیا تھا۔ جھاڑیوں سے کیڑے مکوڑے بھی بڑھ رہے تھے۔ کون جانے

کب کوئی ناگ نکلے اور ٹانگ سے لپٹ جائے۔ کوئی زہریلا کیڑا پاؤں
میں ڈس لے۔
وہ چلتے چلتے کئی بار رکی۔ لیکن اسے یوں لگ رہا تھا جیسے
کوئی مضبوط ڈور اس کے اور آگے جانے والی لڑکی کے درمیان بندھی
ہو جو اسے کھینچ رہی ہو۔ چنانچہ رکنے کے بعد وہ پھر چل پڑتی تھی۔
یہاں تک کہ جنگل ختم ہو گیا۔ اور اب وہ ٹوٹے قلعے کے پاس نکل آئی۔
یہ بھوت محل تھا۔ جو صدیوں پہلے تعمیر ہوا تھا اور راجہ بھرت
کی پانچ نسلوں نے اس میں سکونت اختیار کی تھی کیونکہ یہ ایک تعمیر
کی خوبصورت ترین عمارت تھی۔ اور اس کا شمار ہوتا تھا۔ لیکن چھٹی نسل کے
آنے تک یہ بوسیدہ ہو گیا اور اس کے نیچے تہہ خانے کی دراڑیں نکل آئیں
جس کی وجہ سے چھٹی نسل کے راجہ چترسین نے وہاں سے کافی دور ہٹ
کر نیا محل تعمیر کر لیا اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ اس کے بعد سے
یہ محل راجاؤں کی اقامت گاہ کے طور پر استعمال ہوتا آیا تھا اور اب اسے
قلعہ کی حیثیت بس ایک تاریخ رہ گئی تھی۔
سال میں پورے چاند کی ایک رات کو یہاں آنے کا رواج تھا
اور بوسیدہ بتوں کی پوجا کر کے پرکھوں کی یادیں تازہ کی جاتی تھیں۔ لیکن
بس سال میں ایک رات۔ باقی دنوں میں قلعہ ویران پڑا رہتا تھا۔ پنڈا
نے یہ رسم بھی ترک کر دی تھی۔ اور چھ سال گزرے وہ یہاں سے سارے
قدیم بت اٹھوا لے گیا تھا جن کے لئے اس نے نئے محل میں ایک جگہ
مخصوص کرا دی تھی۔ اس کے بعد سے پوران ماشی کی اس رات کی
روایات بھی ختم ہو گئی تھیں۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ راجاؤں کے
لئے ان جنگلوں کو پیدل عبور کرنا بڑا مشکل کام تھا اکثر یہاں آنے والوں
کو سانپ اور بچھو ڈس لیا کرتے تھے۔ بہت سے لوگ مر چکے تھے اس
لئے کسی نے اس رسم کو توڑنے کی مخالفت نہیں کی تھی۔
چھ سال کے بعد کندھاری نے خود کو اس قلعے کے ٹوٹے ہوئے
دروازے کے پاس دیکھا تو اسے بہت خوف محسوس ہوا۔ لیکن وہ جانی
لڑکی کا تو جیسے یہی گھر تھا۔ وہ اطمینان سے اندر داخل ہو گئی اور ٹوٹی
دیواروں کے درمیان چلتی ہوئی بالآخر ایک چبوترے کے پاس رک
گئی۔ پھر اس نے چبوترے کی ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں عبور کیں اور پھر
اوپر پہنچ گئی۔ سارا قلعہ بھائیں بھائیں کر رہا تھا اور رانی کندھاری کا دل
دہشت سے دھڑک رہا تھا۔ وہ یہاں تک چلی تو آئی تھی لیکن سوچ رہی
تھی کہ کیا اب یہاں سے زندہ واپسی ممکن ہوگی۔ واپسی کا راستہ۔ اور
ٹوٹے قلعے کی پراسرار دیواریں اسے نگل نہ لیں گی۔ یہ ایسی جگہ تھی
جہاں دن میں آنے والوں کے دل دہل جائیں۔ نہ کہ یہ رات کا وقت
تھا۔
وہ خود بھی آگے بڑھی اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اس

لڑکی کے سامنے آ جائے۔ اس سے باتیں کرے۔ اس کا [illegible]
پھر اس سے پوچھے کہ وہ اس رقاصہ ہے تو یہ [illegible]
لیکن یہ بات نہیں تھی۔ چنانچہ وہ خود بھی سیڑھیاں چڑھ کے اوپر پہنچ گئی
لڑکی جھکی ہوئی کچھ کر رہی تھی۔ اور پھر چبوترے پر تیز روشنی پھیل گئی۔
لڑکی نے ایک دیا روشن کر دیا تھا۔
لیکن رانی کندھاری نے کبھی ایسی روشنی نہیں دیکھی تھی یہ روشنی
سرخ تھی اور خوب تیز تھی۔ اتنی تیز کہ وہ دور تک دیکھ سکتی تھی۔ اور
پھر اس سرخ روشنی میں اس نے لڑکی کو دیکھا جو اب اس کی طرف
رخ کئے مسکرا رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ بہت حسین تھی یوں لگ رہا تھا جیسے
ننھے دیئے روشن ہو گئے ہوں اور اس روشنی میں اس کا چاند جیسا چہرہ
بھی خوب چمک رہا تھا۔ پھر اس کی مدھر آواز ابھری۔
"رانی کندھاری میرے پاس آؤ۔" اور ترنم تھا اس کی آواز
میں کیا سحر تھا کہ کندھاری کھنچی چلی گئی۔ اب وہ اس کے بالکل سامنے
تھی۔ لڑکی بدستور مسکرا رہی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے اس کے انگ
انگ میں دیئے جل رہے ہوں۔ نہ جانے یہ روشنی کہاں سے منعکس ہو
رہی تھی۔
"میرے پیچھے کیوں آئی ہیں؟" وہ بدستور مسکراتی ہوئی بولی۔
"تم کون ہو۔ میں تمہارا بھید جاننا چاہتی تھی۔" کندھاری نے
جواب دیا۔
"میرا بھید جان کر کیا کرو گی؟"
"بس میرے من میں آئی تھی۔ تم اتنی سندر ہو کہ راج محل میں
جا سکتی ہو۔ میں نے سوچا تھا لوگ ابتک تم سے واقف کیوں نہیں ہیں؟"
رانی کندھاری نے صاف لہجے میں کہا۔
"اس لئے کہ اس سے پہلے میں کبھی کسی کے سامنے نہیں آئی۔"
وہ مسکرا کر بولی۔
"کیوں؟"
"اس سوال کا جواب میرے لئے مشکل ہے۔ اس لئے اس کا
جواب نہ مانگو۔" حسین لڑکی نے پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ وہ
بے حد حسین تھی۔ اس کے چہرے پر ایسی کشش تھی کہ انسان اسے دیکھے تو
بس دیکھتا رہ جائے۔ لیکن رانی کندھاری نے محسوس کیا کہ اس کی آواز
میں چنچل پن ہے۔ وہ الھڑپن اس کے چہرے پر نہیں ہے جو اس عمر کی
لڑکیوں کے چہرے پر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس یوں لگتا تھا جیسے اس
نے اس سنسار کو بہت قریب سے دیکھا ہو اور اس کے بارے میں
بہت کچھ جانتی ہو۔ رانی کندھاری کو اس کی یہ متضاد کیفیتیں عجیب
لگ رہی تھیں۔
"ٹھیک ہے۔ میں اس کا جواب نہیں مانگتی پر دوسرے سوال

توڑ سکتی ہوں۔"

"کرو۔" اس نے اطمینان سے کہا۔

"تم کہاں رہتی ہو؟"

"یہیں۔ اسی بھرت نواس میں۔"

"یہاں۔ اس ویرانے میں؟" کندھاری حیرت سے بولی۔

"ہاں۔ مجھے یہی جگہ پسند ہے۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مگر یہاں تو تمہیں بڑی پریشانی ہوتی ہوگی۔ اور پھر آبادی کو چھوڑ کر تم یہاں کیوں رہتی ہو۔ اکیلی رہتی ہو یا تمہارے ماتا پتا اور دوسرے رشتہ دار بھی یہاں رہتے ہیں؟"

"مجھے یہاں کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ جگہ تو بڑی سکون کی جگہ ہے۔ اس سنسار میں میرے نہ کوئی ناطے دار ہیں اور نہ ماتا پتا۔"

"اکیلی ہو؟"

"ہاں۔ جنم جنم سے۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" کندھاری نے پوچھا۔

"چمپاکلی۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"سندرتا میں تو تم چمپاکلی سے بھی بڑھ کر ہو۔ پر ہو بڑی عجیب۔ تمہیں ناچتے دیکھ کر میں حیران ہوگئی تھی اور یہی حیرانی مجھے تمہارے پیچھے لے آئی۔ جب تم یہاں رہتی ہو تو پھر اتنا سفر کرکے وہاں کیوں گئی تھیں؟"

"پنڈا کے محل میں؟"

"ہاں۔"

"تم سے ملنے۔ تمہیں یہاں لانے۔" اس نے بڑی پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور رانی کندھاری حیران رہ گئی۔

"تمہیں کیسے معلوم تھا کہ میں وہاں آؤں گی؟"

"یہ کوئی انوکھی بات تو نہیں۔ پورن ماشی کی رات بڑی شبھ ہے۔"

"مگر تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتی تھیں؟"

"اس لئے کہ میرا ایک کام تم سے ہے۔ اور تمہارا ایک کام مجھ سے ہے۔ اور اس رات سے اچھا موقع اور کوئی نہیں ملے گا اس بات کو طے کرنے کا۔"

"میرا کام تم سے ہے؟" کندھاری پھر حیران رہ گئی۔

"ہاں۔ میں نے ٹھیک کہا۔"

"انوکھی بات کر رہی ہو چمپاکلی۔ بھلا نہ میں تمہیں جانوں۔ نہ میں نے کبھی تمہیں دیکھا۔ پھر میں کوئی کام تم سے کیوں لینے لگی؟" کندھاری نے ہنس کر کہا۔

"یہ بات نہیں کندھاری۔ تم بھول رہی ہو۔ تمہیں یاد نہیں ہے۔ یاد کرو۔ اسی محل میں۔ اس چبوترے پر تم نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور اس بھید کو ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کیا تم یاد کر سکتی ہو؟"

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی؟" کندھاری پریشانی سے بولی۔

"میں سمجھا دوں گی۔ تم یہ بتاؤ کندھاری تمہارے پاس ایک چندن ہار ہے جس میں چھ موتی لگے ہوئے ہیں اور ساتویں کنٹھی خالی ہے۔"

"ہاں ہے۔ مگر وہ تو۔ وہ تو میں نے کبھی نہیں پہنا کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا تمہیں کیسے معلوم ہے؟"

"اس کا ساتواں موتی کہاں گیا؟" چمپاکلی مسکرا کر بولی۔

"میں۔ میں کیا جانوں؟" کندھاری تعجب سے بولی۔

"آؤ۔ میں تمہیں بتاؤں کہ ساتواں موتی کہاں ہے۔ ہم دونوں نے مل کر پورو کو زمین میں گاڑ دیا تھا۔ جب تم نے اسے مارا تھا تو اس نے بچنے کی کوشش کی تھی اور چندن ہار کا موتی ٹوٹ کر اس کی مٹھی میں بند رہ گیا تھا۔ پھر تم اسے تلاش کرتی رہیں۔ اور وہ تمہیں یاد بھی نہ آیا۔ لیکن میں نے اسے کھوج لیا۔ یہیں اس چبوترے کے پیچھے ہم نے پورو کو دفن کرکے سندراج کو تخت پر بٹھایا تھا۔ کیا تمہیں اپنا بیٹا سندراج بھی یاد نہیں ہے اس نے تو تمہارے جیون میں نو سال تک راج کیا تھا۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔" اس نے کہا۔ اور کندھاری نے محسوس کیا آگے قدم بڑھانے میں اس کے اپنے کسی ارادے کو دخل نہیں ہے۔ وہ کسی غیر مرئی ڈور میں بندھی ہوئی ہے۔ اور آگے بڑھ رہی ہے۔

تب خوبصورت لڑکی اسے چبوترے کی دوسری طرف کی سیڑھیاں اتار کر نیچے لے گئی اور آخری سیڑھی کے اختتام پر اسے ایک گڑھا نظر آیا۔ یہ گڑھا سیڑھی ٹوٹ جانے کی وجہ سے بن گیا تھا یا نمایاں ہوگیا تھا۔

چلتے وقت چمپاکلی نے وہ سُرخ روشنی کا دیا بھی اٹھا لیا تھا۔ جو پیتل کا بنا ہوا تھا اور کافی بڑا تھا۔ اس نے دیئے کی روشنی گڑھے میں اتاری اور کندھاری پھر خوفزدہ ہوگئی۔ گڑھے میں چند انسانی ہڈیاں اور ایک کھوپڑی نظر آ رہی تھی۔

"یہ پورو ہے۔ راجہ پورو۔ جس کی حکومت بہت بڑی تھی اور جو بیس گھوڑوں کے سونے کے رتھ پر نکلتا تھا اور اس رتھ کے راستے میں آ جانے والے کی جان بخشی نہیں ہوتی تھی۔ کچھ یاد ہے؟"

"تم کب کی بات کر رہی ہو۔ مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا۔"

"اچھا ٹھہرو۔ میں تمہیں کچھ اور دکھاؤں۔" چمپاکلی نے دیا گڑھے کے کنارے رکھ دیا اور پھر جھک کر گڑھے میں ہاتھ ڈال دیا اس نے اس پنجر کا ایک ہاتھ نکال لیا تھا جس کی سوکھی ہوئی انگوٹھی انگلیوں کے پنجر کے درمیان ایک موتی چمک رہا تھا اور بلاشبہ یہ موتی کندھاری کے اس چندن ہار کا وہ گمشدہ موتی تھا جس کی گمشدگی کے بارے میں اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔

کندھاری دنگ رہ گئی۔ چمپاکلی نے موتی نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا "اسے پہچانتی ہو؟"

"ہاں۔ یہ موتی اسی چندن ہار کا ہے۔"

"چلو آؤ یہاں سے۔ مجھے اس بات سے دلچسپی نہیں ہے کہ تمہیں کچھ یاد آتا ہے یا نہیں۔ مجھے تو بس اس کہانی سے دلچسپی ہے جو اب دوبارہ دوہرائی جا رہی ہے۔" چمپاکلی نے اس کے ساتھ واپس چبوترے پر آتے ہوئے کہا۔

"کونسی کہانی؟" کندھاری کی آواز میں سرسراہٹ نمایاں تھی۔

"راجہ پورو کی کہانی۔ جو اب پنڈا کے نام سے مشہور ہے۔ سندراج کو اس سنسار میں دریودھن کہا جاتا ہے۔ اور کندھاری آج بھی پورو کو ختم کرکے سندراج کو تخت پر بٹھانا چاہتی ہے۔ میں نے جھوٹ کہا؟"

کندھاری کا سر پھر چکرا گیا تھا۔ یہ بات اس کے لئے ایسی انوکھی ہوگی اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ اس حسین صورت کے پیچھے کوئی ایسی ہستی ہوگی اسے گمان بھی نہ تھا۔ اس کے بدن میں سرد لہریں دوڑ رہی تھیں۔

"مجھ سے جھوٹ کہنا چاہو گی تب بھی نہ کہہ سکو گی کندھاری۔ جو سچ ہے وہ سچ ہے اور میں نے اس لئے کہا کہ میرا ایک کام تم سے ہے۔ اور تمہارا مجھ سے ہے۔"

کندھاری سوچتی رہی پھر بولی "میرا کیا کام تم سے ہے؟"

"میں پہلے کی طرح پورو کے قتل میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں تمہارا کام کر دوں گی اس کے بعد اپنا کام بتاؤں گی۔ لیکن وچن دو۔ اگر وچن دے کر تم نے میرا کام نہ کیا تو میں تم سے بدلہ لوں گی۔"

"کیا تمہارا کام مشکل ہے؟"

"نہیں۔ پر تم اسے بھول بھی سکتی ہو۔ اس لئے تمہیں وچن دینا ہوگا۔" حسین لڑکی نے پراسرار انداز میں کہا۔ کندھاری عجیب الجھن میں گرفتار ہوگئی تھی۔ یہ انوکھی لڑکی بڑی حیرتناک تھی۔ اس کی باتیں ناقابل فہم تھیں۔ لیکن اس نے جو کچھ کہا تھا اس کے ٹھوس ثبوت بھی فراہم کئے تھے۔ اس کے علاوہ کندھاری کے دل میں جو بات تھی وہ بھی اس کے ہونٹوں سے پھوٹ پڑی تھی۔

بیشک کندھاری یہی چاہتی تھی، اس کی دلی خواہش تھی کہ پنڈا مر جائے اور اس کے بعد حکومت دھرتراشٹر کو مل جائے تاکہ باپ کے نام سے بیٹا حکومت کرے اور اس کے بعد ہستناپور کی حکومت پشت در پشت کوروں کے خاندان کو منتقل ہوتی رہے اور پانڈو اس سے محروم ہو جائیں۔

لیکن انوکھی لڑکی نے راجہ پورا اور دوسرے نام یعنی سندراج وغیرہ جو لئے تھے وہ کندھاری کی سمجھ سے باہر تھے، ایک لمحے کے لئے اس نے اپنے ذہن پر زور دیا۔ اس نے سوچا کہ یہ سب کچھ کہیں پچھلے جنموں کی تو بات نہیں ہے، لیکن گزری ہوئی باتیں کسے یاد رہتی ہیں؟ اسے بالکل یاد نہ آ سکا کہ کسی دور میں وہ سندراج کی ماں تھی۔ لیکن لڑکی جو کچھ کہہ رہی تھی اس کا کوئی نہ کوئی مفہوم تو ضرور تھا، جب اسے خود کچھ یاد نہ آ سکا کہ کسی دور میں

"میں تیری باتیں نہیں سمجھ پا رہی چمپاکلی، پر جو کچھ تو کہہ رہی ہے اس میں سچائی ضرور ہے، چنانچہ میں تیرے سب کہے پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔"

"کیا تو سچ کہہ رہی ہے کندھاری۔" حسین لڑکی نے تیکھی چتون کو بل دیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں وشواش کر۔" چمپا بولی۔

"میں یہی چاہتی ہوں کندھاری کہ تو مجھ سے جو وعدہ کرے اسے ہمیشہ یاد رکھے۔ میں تجھے وچن دیتی ہوں کہ میں اگر اپنے وچن میں کامیاب ہوگئی تو پھر وہ سب کچھ کروں گی جو تیرے من کی بھاونا ہے۔"

"اس بات کو تو بھی یاد رکھ چمپاکلی کہ میں بھی تیری ہر بھاونا پوری کروں گی۔"

"تو وچن دیتی ہے کندھاری۔"

"ہاں۔" رانی کندھاری نے کہا اور چمپاکلی نے اپنا حسین ہاتھ پھیلا دیا۔

"اگر یہ بات ہے تو میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بھگوان کی سوگند کھا کر مجھے یہ وچن دے کہ اس کام کے بدلے میں تجھ سے جو کچھ مانگوں گی تو مجھے دے گی۔"

"ہاں میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتی ہوں کہ اپنا وچن پورا کروں گی۔" رانی کندھاری نے اس کے خوبصورت ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ برف کی طرح ٹھنڈا اور یخ ہاتھ لیکن نہایت ملائم جیسے دھواں۔ یوں چمپاکلی اور رانی کندھاری کے درمیان ایک معاہدہ ہوگیا۔

تب چمپاکلی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے دیئے کے نزدیک

گئی۔ اس نے دیئے کے قریب پہنچ کر رانی کندھاری سے کہا۔
"اس میں جھانکو کندھاری، دیکھو یہ کیا ہے۔" اور پہلی بار رانی کندھاری نے دیئے میں جلتے ہوئے تیل کو دیکھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اب اسے سُرخ روشنی کا راز معلوم ہو گیا تھا۔ دیئے میں تیل کی جگہ گاڑھا گاڑھا انسانی خون بھرا ہوا تھا اور ایک انسانی اس خون میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جس کا اُوپری سرا آگ کی طرح روشن تھا۔ گویا وہ انگلی دیئے کی بتی کا کام دے رہی تھی۔
کندھاری کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں سُرخ روشنی کے سائے اس کے لرزیدہ بدن کو دیواروں پر منعکس کر رہے تھے۔ تب اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔
"یہ ۔۔ یہ کیا ہے چمپا کلی؟" اس نے پوچھا۔ اور چمپا کلی کے ہونٹوں پر وہی حسین اور پُراسرار مسکراہٹ پھیل گئی جواب تک رانی کندھاری اس کے چہرے پر دیکھتی آئی تھی۔
"یہ میرا عہد ہے کہ جب تک میں اپنا عہد پورا نہ کر لوں گی، خون کا یہ دیا روشن رہے گا۔ لیکن میں تمہیں اس بارے میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتی۔ آنے والا سمے سب کچھ خود ہی بتا دے گا۔" چمپا کلی نے کہا۔
"لیکن ۔۔ لیکن یہ خون کس کا ہے چمپا کلی؟"
"افسوس رانی کندھاری! میں ابھی یہ بھی نہیں بتا سکتی۔ مجبوری ہے۔"
"تو پھر تم نے مجھے یہ انوکھی چیز کیوں دکھائی ہے؟"
"اس لئے کہ تم اپنے وچن کا خیال رکھو۔ اور اسے پورا ہو جانے کے بعد اس کا پالن کرو۔"
"میں تو تم سے وعدہ کر چکی ہوں۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ میرے اپنے کام کے سلسلے میں تم میری کیا سہایتا کر سکتی ہو؟" رانی کندھاری نے پوچھا۔
"رانی کندھاری تمہارے پتا راجہ کندھار نے جو مشورہ تمہیں دیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ اگر حکومت کوروں کو منتقل نہ ہوئی تو تاریخ میں ایک بہت بڑا خلاء رہ جائے گا۔ تاریخ کا یہ خلاء پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ راجہ پنڈا اس سنسار میں نہ رہے۔ لیکن راجہ پنڈا کی ہلاکت اتنی آسان نہیں ہے جتنی تم لوگوں نے سمجھی ہوئی ہے۔ ممکن ہے یہ بات تمہیں معلوم نہ ہو رانی کندھاری، لیکن اپنے پتی دھرت راشٹر سے پوچھو کہ راجہ پنڈا کی جنم کنڈلی میں کیا لکھا گیا ہے۔ اس کی جنم کنڈلی جن سادھوؤں نے بنائی تھی انہوں نے راجہ پنڈا کے پتا چترسرج کو یہ ہدایت دے دی تھی کہ جنم کنڈلی کا ذکر کسی سے نہ کیا جائے۔ چنانچہ جنم کنڈلی محفوظ رکھی چلی آئی ہے اور تمہیں یہ سُن کر حیرت ہوگی کہ خود راجہ پنڈا کو بھی اس بارے میں نہیں معلوم۔ چنانچہ بہتر یہ ہوگا کہ جنم کنڈلی کھول کر دیکھی جائے اور اس سے راجہ پنڈا پر اثر ڈالا جائے۔" چمپا کلی نے پوچھا۔
"جنم کنڈلی میں کیا لکھا ہے؟ کیا تمہیں اس بارے میں کچھ معلوم ہے چمپا کلی؟" رانی کندھاری پر تجسس نگاہوں سے چمپا کلی کی صورت دیکھتے ہوئے کہا۔ اور مسکراتی ہوئی لڑکی کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔
"ہاں پنڈتوں نے راجہ پنڈا کے جیون کے بارے میں جیوتش ودیا سے کام لیتے ہوئے یہ پیشن گوئی کی تھی کہ راجہ پنڈا کی موت فطری نہیں ہو گی وہ سانپ کے کاٹے کا شکار ہوگا اور یہ سانپ اس کے دشمن اس تک پہنچائیں گے۔ پنڈتوں نے یہ بھی کہا کہ راجہ پنڈا اپنی تمام تر حفاظتی کوششوں میں ناکام ہو جائے گا۔ تمہارا کام یہ ہے رانی کندھاری کہ تم اپنے پتی دھرت راشٹر سے کہو کہ تم نے ایک سپنا دیکھا ہے اور اس سپنے میں تمہیں کسی نے بتایا ہے کہ راجہ پنڈا کی موت قریب ہے، تم اس سے یہ بھی کہو کہ راجہ پنڈا کو چاہیئے کہ اپنی جنم کنڈلی کھول کر دیکھے اب اس کی موت قریب ہے، اس کے بعد جو کچھ ہو رانی کندھاری اسے تم ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے دیکھتی رہو۔ البتہ اس دوران اپنی یہ ساری کوششیں مکمل کر لو کہ پنڈا کی موت کے بعد حکومت تمہارے اندھے پتی کو مل جائے۔ اگر حکومت کے حصول کے لئے کچھ اور روگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے تو بعد میں تمہیں پریشانی ہوگی" چمپا کلی نے بتایا اور رانی کندھاری پُر خیال انداز میں اس کی صورت دیکھنے لگی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔
"تم نے مجھے جو باتیں بتائی ہیں چمپا کلی وہ بڑی ہی عجیب اور بڑی ہی تعجب خیز ہیں۔ لیکن تم مجھے جن حالات کے تحت ملی ہو اس کے تحت مجھے مجبور ہونا پڑا ہے کہ میں تمہاری باتوں پر پورا پورا وشواس کروں۔"
"دیکھو رانی کندھاری تم اس سارے معاملے کو اس طرح مت سوچو کہ میں تمہیں کوئی دھوکا بھی دے سکتی ہوں۔ میں نے ایک طویل سفر کیا ہے۔ اتنا لمبا سفر کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتیں اور یہ سفر کرنے کے بعد میں یہاں تک پہنچی اور یہاں سے تمہارے پاس کیونکہ میرا اور تمہارا جنم جنم کا رشتہ ہے۔ تم مجھے نہیں پہچان سکیں رانی کندھاری، لیکن میں تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں اور اس کی وجہ جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں ابھی نہیں بتاؤں گی۔" چمپا

کلی نے کہا۔
"ٹھیک ہے میں تمہارے کہے پر عمل بھی کروں گی۔" رانی کندھاری نے کہا۔ پھر بولی "اب تم مجھے واپس پہنچا آؤ، ورنہ اگر میری تلاش ہو گئی تو مجھے یہ جواب دینا مشکل ہو جائے گا کہ میں نے یہ سمے کہاں بتایا۔" رانی کندھاری نے کہا اور چمپا کلی مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔
"کیا تمہیں معلوم ہے کہ نئے محل تک جانے کا راستہ پہلے ہی سے اسی محل کے نیچے سے ہی ہے۔"
"کیا مطلب؟" رانی کندھاری چونک پڑی۔
"آؤ رانی کندھاری تمہیں تمہارے سوال کی کچھ اور باتیں بھی بتاؤں۔ میں تمہیں وہ چیزیں بھی دکھاؤں جن کے بارے میں تمہیں کچھ بھی یاد نہیں رہا، آؤ میرے ساتھ" چمپا کلی آگے بڑھ گئی۔ اور رانی کندھاری اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔
اس حسین لڑکی کی چال بھی بڑی دلکش تھی۔ سُرخ دیا اس نے چلتے سے بجھا دیا تھا اور یہ دیا ایک طاق میں محفوظ تھا۔ چمپا کلی اسے لئے ہوئے محل کے اندرونی گوشوں میں پہنچ گئی۔ پھر اس نے ایک ٹوٹے ہوئے ستون کی چند اینٹیں ہٹائیں اور اندر تاریکی نظر آنے لگی۔
"آؤ میرے ساتھ" اس نے کندھاری کا ہاتھ پکڑ لیا۔ کندھاری اس بھیانک غار میں اُترتے ہوئے خوفزدہ تھی۔ لیکن چمپا کلی نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور بولی۔
"تم بالکل چنتا مت کرو، میں تمہارے ساتھ ہوں اور جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی" اس نے کہا اور رانی کندھاری اس کے ساتھ غار میں اُتر گئی۔
یہ ایک لمبی سُرنگ تھی جس میں وہ دونوں بآسانی ساتھ ساتھ چل رہی تھیں اس سُرنگ میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن چمپا کلی اس طرح آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ جیسے یہ سارے راستے اس کے اچھی طرح جانے پہچانے ہوں اور وہ ان راستوں کے پیچ و خم سے اچھی طرح واقف ہو یا پھر رات کی تاریکی میں وہ اسی طرح دیکھ سکتی ہو جیسے دن کی روشنی میں۔
یہ سُرنگیں زیادہ لمبی نہیں تھیں۔ حالانکہ جتنا فاصلہ طے کر کے کندھاری اس جنگل کو عبور کر کے چمپا کلی کے پیچھے پیچھے آئی تھی اس کے تحت واپس جانے میں کافی وقت لگ جاتا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اس نے محسوس کیا کہ جیسے وہ کھلی اور تازہ ہوا میں نکل آئی ہے اور جب وہ غار کے دوسرے دہانے سے باہر نکلی تو ششدر رہ گئی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی اتنا لمبا راستہ کسی بھی طریقے سے اتنا چھوٹا ہو سکتا ہے۔
وہ پنڈا کے محل کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ جہاں کی رونقیں بدستور جاری تھیں۔ یہ رونقیں ساری رات جاری رہتی تھیں اور صبح کو جب چاندنی کی روشنی پھیکی پڑ جاتی اور ستارے ماند پڑ جاتے تب اس جشن کا خاتمہ ہوتا تھا۔
رانی کندھاری نے حیران نگاہوں سے محل کے اس حصے کو دیکھا اور بڑبڑانے لگی۔
"تعجب ہے چمپا کلی جو فاصلہ میں نے اتنی دیر میں طے کیا تھا وہ اتنا چھوٹا کیسے ہو گیا؟"
چمپا کلی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تو رانی کندھاری نے پلٹ کر دیکھا اور ایک بار پھر حیران رہ گئی۔
وہاں چمپا کلی کا کوئی وجود نہیں تھا وہ پتہ نہیں زمین میں سما گئی تھی یا فضاؤں میں کہیں گم ہو گئی تھی جس سوراخ سے وہ باہر نکلی تھیں اب اس کا بھی وجود نہیں تھا۔ رانی کندھاری منہ پھاڑ کر رہ گئی تھی۔
کافی دیر تک وہ چمپا کلی کی تلاش میں ادھر اُدھر نگاہیں دوڑاتی رہی لیکن چمپا کلی کا اب کوئی وجود نہیں تھا۔

--•--

دھرت راشٹر کو ہستنا کی حکومت نہیں ملی تھی لیکن اسے اپنی اس کمی کا احساس تھا جو آنکھوں کے نہ ہونے سے تھی اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ بن آنکھوں کے حکومت سنبھالنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ پنڈا کی حکومت کو اس نے دل و جان سے تسلیم کیا تھا اور بھائی کے لئے اس کے دل میں گنجائش بھی تھی۔
لیکن کبھی کبھی اس کے دل کے گوشوں میں یہ خیال بھی ضرور آتا تھا کہ اس کی یہ کمی اس کی اولاد کو بھی حکومت سے محروم رکھے گی اور پانڈے ہستنا پور اور اس کے نواحوں میں حکومت کرتے رہیں گے۔ حالانکہ یہ ضروری تھا کہ پنڈا کے بعد حکومت دریودھن کو دی جاتی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ راجہ چترسرج کی اولادوں میں سے دوسری نسل کا سب سے بڑا بیٹا دریودھن ہی تھا۔ لیکن اس نے کبھی پنڈا کے سامنے یہ بات منہ سے نہیں نکالی تھی وہ جانتا تھا کہ حکومت بڑی عجیب چیز ہوتی ہے۔ اقتدار کا نشہ سارے رشتے بُھلا دیتا ہے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ اس کی اس خواہش کا اظہار پنڈا کے دل میں تشویش بن جائے اور اس نے دھرت راشٹر اس کی اولادوں اور اس کی رانیوں کو جو سہولتیں دے رکھی ہیں وہ انہیں اس سے محروم کرنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ اپنے ذہن میں آنے والے اس فاسد خیال کو وہ ہمیشہ جھٹک دیا کرتا تھا۔

کندھاری ایک چالاک عورت تھی۔ حالانکہ راجہ کندھار سے کبھی پہلے یہ باتیں اس کے ذہن میں آئی تھیں اور وہ محسوس کرتی تھی کہ خود اس کے اور اس کے بچوں کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ لیکن دھرتراشٹر کے مزاج کو سمجھتے ہوئے اس نے یہ بات کبھی زبان سے نہیں نکالی تھی۔ البتہ دل ہی دل میں وہ جھلستی رہتی۔ چنانچہ راجہ دھرتراشٹر کو یہ بات کبھی معلوم نہ ہو سکی کہ اس کی بیوی کے دل میں کیا ہے۔

جشن کی رات کے اختتام پر وہ واپس دریا کے کنارے اپنے اسی محل میں آ گیا جو پنڈو نے اس کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ بلاشبہ یہ محل چھوٹا تھا اور اس پائے کا نہ تھا جس پائے کے محل میں راجہ پنڈو رہتا تھا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ راجہ اور دوسرے افراد میں کوئی نہ کوئی فرق ہونا لازمی امر ہے۔ چنانچہ اس نے اس بات پر بھی کبھی کسی پریشانی یا افسوس کا اظہار نہیں کیا۔

اس وقت بھی وہ اپنے محل کی چھوٹی سی بارہ دری میں بیٹھا سوچ میں گم تھا کہ اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اور اس آہٹ کو وہ اچھی طرح پہچانتا تھا۔ آنکھوں کی غیر موجودگی نے اس کے ذہن میں دوسری حسیات جگا دی تھیں۔ چنانچہ وہ آوازوں کو پہچان لیا کرتا تھا۔ تبھی اس کی گمبھیر آواز ابھری۔

"کندھاری شاید یہ تم ہو؟"

"ہاں مہاراج میں ہی ہوں۔" کندھاری نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

"اوہ۔ تمہاری سانس میں کسی قدر فکر مندی کے آثار ہیں میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم کسی قدر پریشان ہو۔ میری آنکھیں نہیں دیکھ رہیں پر من دیکھ رہا ہے کہ تمہارے چہرے پر اور خاص طور سے تمہاری پیشانی پر غور و فکر کی لکیریں پھیلی ہوئی ہیں۔ آؤ میرے پاس بیٹھو۔ مجھے بتاؤ تمہیں کیا پریشانی ہے۔" راجہ نے نرمی سے کہا اور رانی کندھاری اس کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی۔

"ہیں۔۔۔ میں سچ مچ بڑی پریشان ہوں مہاراج۔" رانی کندھاری نے فکر مند لہجے میں کہا اور دھرتراشٹر کسی قدر مضطرب ہو گیا۔

"مجھے اس پریشانی کی وجہ بتاؤ کندھاری۔"

"میں نے رات کو ایک عجیب سپنا دیکھا ہے۔ اور اگر تم وشواش کرو مہاراج تو میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ یہ سپنا میں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" دھرتراشٹر نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں میں جاگ رہی تھی اور میری آنکھیں ایک انوکھا سپنا دیکھ رہی تھیں۔"

"کیا سپنا تھا وہ؟" دھرتراشٹر نے پوچھا۔

"میں نے دیکھا مہاراج کہ آسمان سے ایک تارہ ٹوٹا اور ایک روشن لکیر بناتا ہوا میرے قدموں میں آ گرا۔ میں نے ڈری ہوئی نگاہوں سے اس چیز کو دیکھا جو میرے پیروں میں آ پڑی تھی تو وہ چیتھڑے میں لپٹی ہوئی ایک کتاب تھی۔"

"کتاب؟" دھرتراشٹر متعجب ہو گیا۔

"ہاں مہاراج کتاب۔ میں نے اس کتاب کا چیتھڑا کھولا تو مجھے اس میں راجہ پنڈو کی جنم کنڈلی نظر آئی۔"

"اوہ۔" دھرتراشٹر حیرت سے ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "کیا تم نے اس جنم کنڈلی کو کھول کر دیکھا؟"

"ہاں یہی تو پریشانی ہے۔"

"کیوں؟" دھرتراشٹر متحیر لہجے میں بولا۔

"میں نے اسے کھول کر دیکھا اور بڑی انوکھی باتیں دیکھیں، بڑی ہی عجیب باتیں لکھی ہوئی تھیں اس میں۔"

"اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ مجھے بتاؤ، مجھے بتاؤ۔ کیا انوکھی باتیں تھیں؟" دھرتراشٹر اب پوری طرح اس پراسرار داستان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"میں نے جنم کنڈلی پڑھی مہاراج تو اس میں انوکھے انکشافات پائے۔ اس میں لکھا تھا کہ راجہ پنڈو کی موت اس عمر میں ہو گی جب اس کے پانچ بیٹے ہوں گے اور وہ اپنی حکومت کے گیارہ سال پورے کر چکا ہو گا۔"

"اچھا پھر۔۔۔ اور کیا پڑھا تم نے اس میں؟"

"لکھا تھا مہاراج راجہ پنڈو کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہو گی۔ وہ ایسی جگہ مرے گا جہاں عام لوگ نہیں مرتے۔"

"بڑے افسوس کی بات ہے بڑی تشویش کی بات ہے نجانے تم نے یہ سپنا کیوں دیکھا؟"

"اس سے میرا دل لرز رہا ہے مہاراج۔ میں جانتی ہوں کہ راجہ پنڈو ہم لوگوں پر بہت مہربان ہے، وہ ہمارا اپنا ہے حالانکہ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ پنڈو کی موت کے بعد ہستنا پور کی یہ حکومت ہمارے بیٹوں کو ملنی چاہیے لیکن میں نے کبھی اس بارے میں نہیں سوچا، یہ تو بھگوان کی مرضی پر ہوتا ہے۔ میں تو یہ جانتی ہوں کہ راجہ پنڈو کی زندگی ہی ہمارے لوگوں کے لئے بہتر ہے۔ ہمیں یہ بات سوچنا بھی نہیں چاہیے کہ وہ مر جائے۔"

"بھگوان نہ کرے، وہ میرا بھائی ہے۔" دھرتراشٹر نے کہا۔

"میں جانتی ہوں مہاراج پر ایک بات کبھی کبھی میرے من میں کرودھ پیدا کرتی ہے۔"

"وہ کیا؟" دھرتراشٹر نے کہا۔

"وہ یہ مہاراج کہ خاندانی ریت کے مطابق پنڈو کے بعد حکومت دریودھن کو ملنی چاہیے۔ مگر میرا یہ خیال ہے کہ حکومت دریودھن کے بجائے ارجن کو ملے گی کیونکہ پنڈو کے بیٹوں میں وہی سب سے بڑا بیٹا ہے۔"

"اگر حکومت ارجن کو بھی ملے تو ہمیں اس سے کیا۔ ارجن بھی تو ہمارا اپنا ہی ہے۔"

"ٹھیک ہے مگر بہت سے لوگ اس بات کو نہیں مانیں گے۔"

"نہ مانیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ جب ہم کہہ دیں گے کہ ہمیں حکومت نہیں چاہیے تو لوگوں کی زبانیں خود بخود بند ہو جائیں گی۔ مگر ہم یہ سوچیں ہی کیوں، ابھی پنڈو کی عمر ہی کیا ہے۔ ابھی تو وہ جیئے گا اور ایسے سپنے۔ بس کیا کہا جائے دماغ کی خرابی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔" دھرتراشٹر نے کہا اور کندھاری مسکرانے لگی۔

اس کی یہ مسکراہٹ دھرتراشٹر نہیں دیکھ سکا تھا لیکن کندھاری کے تاثرات پتہ چلانا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی اور پھر اسی فکر مند انداز میں بولی۔

"میری تو ایک رائے ہے مہاراج۔"

"کیا؟" دھرتراشٹر نے پوچھا۔

"جیسا کہ تم نے کہا پنڈو ہمارا اپنا ہے تو اگر میرا یہ سپنا تم اسے بتا دو تو اس میں کیا حرج ہے۔"

"اس سے فائدہ کیا ہو گا کندھاری؟" دھرتراشٹر نے کہا۔

"کچھ نہیں۔ پنڈو کی جنم کنڈلی تو اس کے پاس محفوظ ہو گی۔"

"ہاں۔ مجھے معلوم ہے اس کی جنم کنڈلی بنائی گئی تھی بڑے بڑے پنڈتوں نے اس کی یہ جنم کنڈلی بنائی تھی اور اسے محفوظ کر دیا تھا۔ نہ جانے کیوں مہاراج چترویرج نے اسے دوسروں کے سامنے نہیں رکھا تھا۔ شاید یہ پنڈتوں ہی کی ہدایت تھی۔" دھرتراشٹر نے کہا۔

"اوہ تمہیں یہ بات معلوم ہے۔" رانی نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں۔"

"تو مہاراج آپ نے اس بارے میں کیا سوچا؟" کندھاری نے پوچھا۔

"میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ پنڈو سے اس کا ذکر کرنا مناسب بھی ہو گا یا نہیں۔"

"میری رائے ہے کہ تم بھیا جی سے یوں کہو کہ وہ اپنی جنم کنڈلی کھول کر دیکھیں۔" رانی کندھاری بولی۔

"اور اگر اس نے مجھ سے اس کی وجہ پوچھی تو۔" دھرتراشٹر نے سوال کیا۔

"تو پھر تم اسے بتا دینا کہ اس کی بھابھی جی اس کے لئے پریشان ہے۔ وہ ایک سپنا دیکھ چکی ہے اور اس کے لئے اس کی حالت خراب ہے۔"

"ہوں۔" دھرتراشٹر خیالات میں ڈوب گیا۔ راجہ پنڈو اس کی عزت کرتا تھا لیکن اس بات سے کہیں وہ غلط تصور ذہن میں نہ ڈال لے اور پھر جنم کنڈلی میں یہ بات نکل آئی تو وہ بھی کتنی پریشانی کی بات ہو گی۔ وہ سوچتا رہا اور پھر اس نے خود ہی گردن جھٹک دی۔ ہنہ۔ یہ بھی کوئی سوچنے کی بات ہے۔ سپنوں کی بات سپنوں ہی کی بات ہوتی ہے، اس میں حقیقت کا کیا دخل لیکن اگر رانی کندھاری کی یہ پریشانی اور سپنا اگر راجہ پنڈو کو سنا دیا جائے تو کم از کم وہ دل میں اس بات کا احساس ضرور کرے گا کہ اس کی بھابھی کندھاری اسے کتنا چاہتی ہے، اسی خیال کے تحت اس نے فیصلہ کر لیا کہ راجہ پنڈو سے اس سلسلے میں ملاقات ضرور کرے گا۔

راجہ پنڈو نے دھرتراشٹر کی تشویش سنی تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں بھائی جی مہاراج، اگر بھگوان نے میری موت اسی طرح لکھی ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" راجہ پنڈو نے کہا۔

"نہیں پنڈو۔ میں جانتا ہوں کہ عورت کی بات قابل توجہ نہیں ہوتی لیکن اگر تم چاہو تو صرف ہمارے من کو شانتی دینے کے لئے جنم کنڈلی کھول کر دیکھو، اس میں کیا حرج ہے۔ یوں بھی تم نے اپنی جنم کنڈلی آج تک کھول کر نہیں دیکھی، دیکھیں تو سہی اس میں ایسی کونسی بات ہے، جس کی وجہ سے مہاراج نے اسے پوشیدہ رکھا۔"

"اور بھائی جی مہاراج اگر بھابھی جی کی یہ بات سچ نکلی تو؟" پنڈو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ احساس نہیں تھا کہ سچ مچ ایسی کوئی بات ہو سکتی ہے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ ساری بیکار باتیں ہیں سپنوں کی بھلا کیا حقیقت۔ چنانچہ اس نے ہنستے ہوئے یہ سوال کیا تھا۔

"تو پھر ہم اس کا کوئی اپائے کریں گے۔ پنڈتوں کو بلائیں گے ان سے پوچھیں گے مشورہ لیں گے کہ کیا کیا جائے۔" دھرتراشٹر نے کہا اور پنڈو ہنسنے لگا۔

"میں صرف آپ کی آگیا کے پالن کے لئے یہ سب کچھ کروں گا۔"

سجاتی جی اور یہ سچی بات ہے کہ میں نے آج تک اپنی جنم کنڈلی کھول کر نہیں دیکھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے آج تک اس بارے میں سوچا ہی نہیں۔ اگر آپ کہتے ہیں تو ٹھیک ہے میرے ذہن میں بھی یہ خیال جاگ اٹھا ہے کہ اسے دیکھ لوں۔" راجہ پنڈا نے کہا۔

"تو پھر میرے سامنے ہی دیکھ لو۔" دھرتراشٹر نے کہا اور راجہ پنڈا بڑے بھائی کی بات ماننے کے لئے تیار ہو گیا۔

جنم کنڈلی خزانے میں نہایت محفوظ جگہ رکھی ہوئی تھی لیکن لوگوں کو ہدایت دے کر اسے حاصل کرنا کونسا مشکل کام تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جنم کنڈلی سامنے آ گئی اور طویل عرصے کے بعد راجہ پنڈا نے اپنی قسمت کے لکھے کو کھولا۔

جنم کنڈلی کے اوراق اس کے سامنے تھے۔ انہیں نہایت حفاظت سے محفوظ کیا گیا تھا اور راجہ پنڈا نے اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ زور زور سے پڑھ رہا تھا اس کے بارے میں بہت سی دعائیں اور اشلوکوں کے بعد لکھا تھا جسے پنڈا روانی سے پڑھتا چلا گیا۔

"اور پنڈا کی عمر کا ایک مخصوص حصہ اس سے جب اس کی حکومت کے گیارہ سال بیت جائیں گے اس کے لئے خراب ہو گا اس کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہو گی اور یہ اٹل ہے۔"

پنڈا کی آواز لرز گئی۔ اس نے متحیرانہ نگاہوں سے دھرتراشٹر کو دیکھا اور پھر جنم کنڈلی کو آگے پڑھنے لگا۔ بہت سی باتیں تھیں لیکن سب سے اہم بات یہی تھی جو رانی گندھاری نے سپنے میں دیکھی تھی اور اس جنم کنڈلی میں موجود تھی جس کی تخلیق آج سے بہت پہلے ہوئی تھی۔ لیکن پنڈا اسے پڑھ کر حیران رہ گیا تھا اور دھرتراشٹر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔ کافی دیر تک دونوں خاموش رہے، پھر پنڈا نے کہا۔

"تعجب کی بات ہے بھائی جی مہاراج، یہ الفاظ تو اس میں لکھے ہوئے ہیں۔" اس کی آواز کی لرزش دھرتراشٹر نے صاف محسوس کی تھی۔

اب جبکہ موت کی تصدیق ہو گئی تھی تو پنڈا کے اندر ایک ہلچل مچ گئی تھی اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑتا جا رہا تھا۔ دھرتراشٹر کی کیفیت بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھی۔

"تو تو کیا کیا جائے۔ یہ تو سچ مچ بڑی پریشانی کی بات ہے۔"

"یہ تو اچھا نہیں ہوا بھائی جی مہاراج۔" پنڈا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا۔" دھرتراشٹر نے پوچھا۔

"اس سے تو بہتر تھا کہ ہم اس جنم کنڈلی کو کھول کر ہی نہ دیکھتے۔" پنڈا نے لرزیدہ آواز میں کہا۔

"نہیں پنڈا اس کا دیکھنا اچھا ہی ہوا، مجھے اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ یہ بات میری زبانی تمہارے کانوں تک پہنچی لیکن اس کا معلوم ہونا بہت ضروری تھا۔ بھگوان نے سنسار میں اپنے بہت سے روپ چھوڑے ہیں کبھی کبھی انسان پر کرودھ بھی آتا ہے اور اس کا ستارہ برج میں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن پنڈت اشلوک پڑھ کر اور پوجا کر کے بری گھڑی ٹال دیتے ہیں، میں جانتا ہوں کہ تم سارے پنڈتوں کو جمع کر لو اور بھگوان کیرتن شروع کرا دو۔"

"ٹھیک ہے بھائی جی مہاراج میں کچھ کروں گا۔" پنڈا نے کہا اور اندھے بھائی کو اطمینان دلا کر رخصت کر دیا۔ لیکن خود اس کا اطمینان رخصت ہو گیا تھا، موت کا خوف اس کی آنکھوں میں پھیل گیا تھا۔ رانی گندھاری کا سپنا اور پھر جنم کنڈلی میں لکھے ہوئے الفاظ اس کے لئے شدید خوف کا باعث بن گئے تھے۔ وہ اپنے سائے سے بھی خوف محسوس کر رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے محل کے کونے کونے میں سانپ لہرا رہے تھے۔ کالے کالے زہریلے سانپ جن کی زبانیں اسے ڈسنے کے لئے باہر نکل رہی ہوں اور جن کی ننھی ننھی چمکدار آنکھیں للچائے ہوئے انداز میں اسے گھور رہی ہوں۔

وہ وحشت زدہ ہو کر اس جگہ سے نکل آیا۔ جنم کنڈلی کو پہلے کی طرح بند کر کے واپس خزانے میں رکھ دیا گیا تھا لیکن پنڈا کا سکون رخصت ہو گیا تھا اس نے کسی کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ چلتے سمے اس نے دھرتراشٹر کو بھی یہی ہدایت کر دی تھی کہ اس بات کا تذکرہ دوسروں سے نہ کیا جائے ورنہ زبانیں سنبھالے کیا کیا کہیں گی، کیا کیا افواہیں تراش لی جائیں گی۔

دوسری طرف رانی گندھاری کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں دریودھن کے راجہ بننے کے خواب پلنے لگے تھے اور وہ اس بات کی شدت سے خواہش مند تھی کہ دیکھو اب کس وقت راجہ پنڈا کے مرنے کی خبر سننے میں آتی ہے۔

دھرتراشٹر کے واپس آنے پر اس نے پوچھا تھا کہ کیا اس نے راجہ پنڈا کو سمجھانے کی کوشش کی، اس کے جواب میں دھرتراشٹر نے ساری تفصیل اسے سمجھا دی تھی۔

رانی گندھاری نے یہ سن کر بڑے افسوس کا اظہار کیا تھا کہ جنم کنڈلی میں بھی وہی بات نکلی جو کچھ اس نے سپنے میں دیکھا تھا۔ تب اس نے دھرتراشٹر سے پوچھا۔

"مہاراج کیا آپ نے اس بارے میں راجہ پنڈا کو کوئی ہدایات دیں؟"

تب دھرتراشٹر اسے بتایا کہ پنڈا نہیں چاہتا کہ یہ خبر عام ہو جائے۔

"مگر مہاراج بھیا جی نے اپنی حفاظت کے لئے بھی کچھ کیا ہے؟"

"میں نہیں بتا سکتا کیونکہ بھیا جی نے ابھی اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں بتایا۔ اور یوں بھی رانی گندھاری جو بات جوتشیوں نے برسوں پہلے بتائی ہے اب اس میں کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے۔ یوں بھی ہم لوگ اپنے طور پر بھگوان کی کیرتن کرائیں گے اور بھگوان سے دعا مانگیں گے کہ پنڈا اس کشٹ سے نکل جائے۔" لیکن گندھاری نے لعنت بھری نگاہوں سے اس اندھے کو دیکھا تھا۔ جس نے سارا جیون بھائی کے زیر سایہ رہ کر گزار دیا تھا اور کبھی اپنا حق مانگنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ دھرتراشٹر کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے بیٹوں کو راج گدی پر بٹھائے۔ لیکن اس کے دل میں اس بات کی شدید خواہش تھی۔ تب اس نے سوچا کیوں نہ دریودھن سے بھی اس بارے میں بات کرے۔ تاکہ اس کے من کا حال بھی کھل کر اس کے سامنے آ جائے۔ سو اس نے اسی رات اپنے سب سے بڑے بیٹے دریودھن کو بلا بھیجا اور دریودھن اپنی ماتا کے چرنوں کو چھو کر ایک جانب بیٹھ گیا۔

"میں نے اس وقت تجھے ایک ایسے کام کے لئے بلایا ہے دریودھن جسے سن کر میں نہیں جانتی تیرے من میں کیا خیال ابھرے لیکن میری بات غور سے سن، میں جو کچھ کہہ رہی ہوں وہی کچھ تیرے ناناجی نے بھی کہا تھا۔"

"ایسی کیا بات ہے ماتاجی۔"

"کیا تو نے کبھی یہ سوچا دریودھن کہ تو چندر برج کا سب سے بڑا پوتا ہے۔"

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے ماتاجی۔ وہ تو میں ہوں۔" دریودھن نے سادگی سے کہا۔

"راجہ پنڈا کے بیٹے بھی تو ہیں جن میں سب سے بڑا ارجن ہے۔"

"ہاں ہے اور ارجن میرا بھائی ہے۔"

"پگلے اس سنسار میں سارے رشتے اپنے لئے ہوتے ہیں منش سب سے پہلے اپنے بارے میں سوچتا ہے اس کے بعد رشتے ناطوں کے بارے میں، راجہ پنڈا کو حکومت صرف اس لئے مل گئی کہ تیرا باپ اندھا تھا، ورنہ بڑے ہونے کے ناطے سے حکومت تیرے پتا کو ملنی چاہیے تھی۔ پرنت میں جانتی ہوں کہ راجہ پنڈا نے یہ بات کبھی نہ سوچی ہو گی کہ حکومت حکومت کے حقدار دریودھن کو ملے۔ کیونکہ تو مہاراج چندر برج کا سب سے بڑا پوتا ہے، مگر تیرے اندر ایک بہت بڑی خامی ہے دریودھن، وہ یہ کہ تو ایک ایسے باپ کا بیٹا ہے جو کسی طور حکومت کرنے کے قابل نہیں ہے۔" گندھاری نے کہا اور دریودھن سوچ میں ڈوب گیا۔

سچ بات تو یہ تھی کہ دریودھن نے کبھی اس بارے میں سوچا تک نہیں تھا۔ آج رانی گندھاری کے احساس دلانے پر اسے احساس ہوا تھا کہ حکومت کا جائز حقدار تو وہ خود ہے، اور جب یہ احساس اس کے من میں جاگ اٹھا تو گرمی کی تیز لہریں اس کے تن بدن میں دوڑ گئیں۔

"آپ نے ٹھیک کہا ہے ماتاجی۔ حکومت ارجن کے بجائے مجھے ملنی چاہیے۔"

"تو غور سے سن، اور میں تجھ سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں یہ میں ہی نہیں بلکہ تیرے ناناجی بھی یہی کہتے ہیں کہ راجہ پنڈا تجھے حکومت کبھی نہیں دے گا۔ لیکن اگر راجہ پنڈا مر جائے تو ابھی حکومت اس کے بیٹے کو منتقل نہیں ہو گی جب تک کہ دھرتراشٹر زندہ ہے، حکومت دھرتراشٹر کو ہی ملے گی اور اس کے نام پر تو راج گدی سنبھالے گا، کیونکہ اب تو موجود ہے اور یہ کام کر سکتا ہے۔ کیا تو اس کے لئے تیار ہے دریودھن۔" رانی گندھاری نے غور سے دریودھن کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تیار کیا ہوں ماتاجی، یہ کام تو ہونا چاہیے، بھگوان کی سوگند اس سے پہلے میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا تھا مگر مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ چاچا جی ہمیں اس طرح نظر انداز کریں گے۔ یہ تو انہیں خود کرنا چاہیے تھا۔"

"اس سنسار میں کوئی کسی کے لئے کچھ نہیں کرتا دریودھن اپنا حق مانگو، نہ ملے تو چھین لو، اس سنسار کا وطیرہ یہی ہے، وہ لوگ ہمیشہ پیچھے رہتے ہیں جو آگے بڑھ کر اپنا حق چھین نہیں لیتے۔" گندھاری نے کہا اور دریودھن گردن ہلانے لگا۔ تب ماں اس کے کانوں میں آہستہ آہستہ کچھ کہتی رہی اور دریودھن کی آنکھیں خوشی سے چمکتی رہیں، آخر میں اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے ماتاجی اب تم دیکھو گی کہ دریودھن ایسا کچا بھی نہیں ہے۔ میں خود کو حکومت کرنے کا اہل ثابت کر دوں گا۔" دریودھن نے کہا اور ماں کے چرن چھو کر باہر نکل گیا۔

لیکن پنڈا کا سکون ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا تھا۔ موت کے بھیانک ہاتھ اسے اپنی گردن کی طرف بڑھتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ ایک ایک چیز سے چونکتا تھا۔ بس ہر سمے یہی خطرہ رہتا تھا کہ بس ابھی کہیں سے کوئی سانپ نکلے گا اور اسے ڈس لے گا، اس خوف کی وجہ سے وہ دن بدن کمزور ہوتا جا رہا تھا، راج پاٹ کے کاموں پر بھی وہ صحیح طور پر توجہ نہیں دے رہا تھا۔ جس کا احساس مہامنتری کو ہو گیا اور انہوں نے اس سے یہ سوال کر ڈالا۔ پنڈا تو خود بھی ان سے یہ بات کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ ہی گئی تھی۔

مہامنتری کو اس نے سارے حالات بتائے اور منتری بھی کسی سوچ میں گم ہو گئے۔

"آپ نے اپنی آنکھوں سے پڑھا ہے مہاراج کہ جنم کنڈلی میں یہی بات لکھی ہے۔"

"ہاں۔ پر اس بات کو ٹالنا ہوگا منتری جی اور اس کے لئے میرے من میں ایک ترکیب آئی ہے۔"

"کیا مہاراج؟"

"میں چاہتا ہوں منتری جی کہ ایک ایسا مینار بنایا جائے جو زمین سے بہت اونچا ہو اور اس مینار پر ایک ایسی جگہ ہو جہاں میں رہ سکوں، راج پاٹ کے اب سارے کام میں وہیں بیٹھ کر کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن میری خواہش ہے کہ یہ کام جتنی جلد ممکن ہو سکے ہو جائے۔ مجھے اب اپنے چاروں طرف سانپ ہی لہراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔"

"آپ چنتا نہ کریں مہاراج، جو کام آپ نے میرے سپرد کیا ہے اسے میں بہت جلد پورا کروں گا۔" مہامنتری نے کہا۔

راجہ کا حکم تھا دیر کس بات میں ہوتی۔ تھوڑے ہی دن کے اندر اندر راج محل سے کچھ فاصلے پر ایک ایسا مینار تعمیر ہو گیا جس کے اوپر ایک خوبصورت [illegible] گاہ بنائی گئی۔ مینار اتنا سپاٹ اور چکنا تھا کہ اس کے اوپر اگر چیونٹی بھی چڑھنا چاہتی تو پھسل کر گر جاتی۔ راجہ پنڈا نے اپنے لئے انتہائی معقول بندوبست کر لیا تھا اور پھر وہ مینار کی اونچی رہائش گاہ میں منتقل ہو گیا۔

مالی کنڈھاری کو بھی یہ ساری اطلاعات مل رہی تھیں اور وہ کسی قدر تشویش کا بھی شکار تھی۔ چمپا کلی نے اس سے جو کچھ کہا تھا اسے پورا ہونا چاہئے اور اس بات کا یقین اسے پہلے بھی ہو گیا تھا کہ راجہ پنڈا کی جنم کنڈلی میں وہی کچھ لکھا تھا جو کچھ چمپا کلی نے اسے بتایا تھا۔ لیکن کیا راجہ پنڈا اپنی جان کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ کیا جیوتش ودیا جھوٹی پڑ جائے گی۔ بہرحال ہر وقت اس کے ذہن میں یہی خیال رہتا تھا۔

دوسری جانب راجہ پنڈا اس عمل میں اگر کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کی حفاظت کے لئے جو اقدامات کئے تھے اس کے خیال میں وہ کافی تھے۔ مینار کے چاروں طرف سپاہیوں کا پہرہ رہتا تھا اور انہیں ہدایات تھیں کہ اگر کوئی کیڑا مکوڑا بھی اس طرف آنے کی کوشش کرے تو اسے کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔ راجہ کے لئے جو غذا لائی جاتی اسے بھی اچھی طرح دیکھ لیا جاتا تھا۔

اس طرح مینار محل کی حفاظت کے اقدامات نہایت اطمینان بخش تھے۔ مینار محل میں جو کوئی بھی آتا اسے ہدایت تھی کہ وہ اپنا لباس اچھی طرح جھاڑ پونچھ کر راجہ صاحب کے پاس آنے کی کوشش کرے۔

عام طور سے کھانے پینے کی چیزیں ایک مخصوص ذریعے سے اوپر پہنچ جاتی تھیں۔ ملنے جلنے والوں پر بھی خاص طور سے پابندی تھی۔ یعنی صرف ایسے لوگ راجہ سے ملاقات کے لئے آ سکتے تھے جن پر راجہ کو مکمل بھروسہ ہوتا تھا۔ یہ بات بھی ذہن میں تھی کہ کہیں کوئی سازش نہ کی جائے۔ حالانکہ سازش کرنے والوں کا کوئی تصور راجہ پنڈا کے ذہن میں نہیں تھا اس نے اپنی حکومت کو بہت مستحکم کر لیا تھا اور اپنے مخالفوں کو تقریباً ختم کر دیا تھا یوں بظاہر اب اسے کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا۔

یوں وقت گزرتا رہا۔ راجہ پنڈا کا خیال تھا کہ یہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے، حکومت بس یہاں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے نہ ملنے جلنے کی کوئی آسانی نہ رانیوں اور اولادوں کے درمیان وقت گزارنے کی فرصت۔ اس کے پانچوں بیٹے باری باری اس سے ملاقات کرنے کے لئے آتے تھے، رانیاں بھی یہاں آ جاتی تھیں لیکن کسی کو یہاں قیام کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ راجہ پنڈا بھی اپنی حفاظت کرنے کا خواہش مند تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ گنگا کے کنارے پجاریوں کی ایک فوج بٹھا دی گئی تھی جو دن رات مالا جپ جپ کر راجہ پنڈا کی تقدیر کا یہ سیاہ داغ دھونے کی کوششوں میں مصروف تھی راجہ پنڈا کا خیال تھا کہ جب یہ جیوتش کہہ دیں گے کہ راجہ پنڈا کا ستارہ برج کی نحوست سے نکل آیا ہے تو وہ مطمئن ہو جائے گا اور حسب سابق اپنا کام جاری کر دے گا۔ لیکن بعض اوقات یہ سب کچھ حقیقت بن جاتا ہے جیسے عام حالات میں ایک وہم کے

سوا کچھ نہیں کہا جاتا۔

راجہ پنڈا کی خوراک کے لئے جو کچھ آتا تھا اسے اچھی طرح دیکھ بھال کے لئے لایا جاتا تھا۔ لیکن اس وقت راجہ پنڈا نے خوبصورت سیبوں میں سے ایک خوشنما سیب اٹھایا تو اسے اس میں ایک سوراخ نظر آیا۔

ننھا سا سوراخ جس کے گرد کا حصہ خشک تھا، اس سیب کو دیکھ کر راجہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، لوگوں نے اس کے لئے بھیجے جانے والے پھل پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ ورنہ اگر توجہ دی جاتی تو یہ کانا سیب راجہ پنڈا کی خدمت میں کس طرح آتا۔ کس کی یہ مجال ہوئی۔ اس نے غصے سے فیصلہ کیا کہ کل سیب لانے والوں کو سزا دے گا، لیکن کون جانتا تھا کہ تقدیر خود اس کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی ہے۔

کانا سیب اٹھا کر اس نے ایک جانب رکھ دیا اور پھر ایک دوسرا سیب اٹھا کر اسے دانتوں سے کترنے لگا۔ لیکن اتفاقیہ طور پر ہی اس کی نگاہ کانے سیب کی جانب اٹھ گئی تھی۔ سیب کے سوراخ میں سے کوئی پتلی سی چیز آہستہ آہستہ باہر نکل رہی تھی۔

راجہ اس ہلتی ہوئی چیز کو دیکھ کر یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ کیا ہے اور پر تجسس انداز میں اٹھ کر اس کے نزدیک آ گیا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کی آنکھیں خوف اور دہشت سے پھیل گئی تھیں۔

کانے سیب میں سے ایک خوبصورت پتلا سا سانپ نکل رہا تھا۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے سیب کے سوراخ سے باہر نکل آیا اور باہر نکلنے کے بعد دفعتاً اس کا جسم بڑھنے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک سیاہ زہریلا سانپ بن گیا جس کے نچلے حصے پر سفیدی نظر آ رہی تھی۔

راجہ کی قوتیں سلب ہو گئی تھیں، وہ چاہتا تھا کہ یہاں سے نکل بھاگے۔ باہر جا کر اپنے آدمیوں کو آواز دے لیکن یوں لگتا تھا جیسے راجہ کے تن بدن میں جان ہی نہ ہو۔

سانپ کی پراسرار نگاہیں راجہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور اس کی زبان آہستہ آہستہ باہر نکل رہی تھی اس کا چہرہ پھیل گیا تھا اور وہ خوفناک انداز میں راجہ کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ راجہ چند ساعت اسی طرح کھڑا رہا اور دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک دہشت ناک چیخ نکلی۔ اس نے پلٹ کر بھاگنا چاہا۔ لیکن سانپ اس سے زیادہ پھرتیلا تھا اس نے اچھل کر راجہ کی گردن پر دانت گاڑ دیئے۔ راجہ نے اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن چکنا سانپ پھسل کر اس کی گرفت سے نکل گیا اور راجہ کی گردن سے خون بہنے لگا۔

راجہ خوف و دہشت سے چیخنا چاہتا تھا لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی آواز ہی گھٹ کر رہ گئی ہو چند ساعت اس کے ہاتھ کشمکش انداز میں پھیلے رہے پھر آہستہ آہستہ اس کے جسم میں نیلاہٹ دوڑ گئی۔ وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا تھا۔ اور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

•

سانپ اپنا کام ختم کر کے واپس اسی جگہ آیا اور پھر اس کا جسم اسی انداز میں گھٹنے لگا اور پھر وہ سیب کے اندر داخل ہو گیا۔

کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ راجہ کی موت اس طرح واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ حالات حسب معمول رہے۔

دوسری صبح جب راجہ جھروکوں میں نہ آیا تو نیچے کھڑے ہوئے پہرے داروں کو تشویش ہوئی پھر جب دیوان اس سے ملنے کے لئے آیا تو اس نے راجہ کے بارے میں پہرے داروں سے پوچھا۔ پہرے داروں نے جواب دیا کہ آج صبح سے راجہ جھروکوں میں نہیں آیا، دیوان کو حیرت ہوئی اور پھر اس نے معلومات کرنے کی غرض سے وہ تیاریاں مکمل کر لیں جن کے ذریعے اوپر جایا جا سکتا تھا اور تھوڑی ہی دیر میں پورے ہستناپور میں کہرام مچ گیا۔ وہی ہوا تھا جو راجہ کی جنم کنڈلی میں تھا۔ راجہ پنڈا کو سانپ نے ڈس لیا تھا راجہ مر گیا تھا۔

•

پنڈا کی موت کسی بھی شبہے کا باعث نہیں تھی یہ سب کچھ تو اس کے بھاگ میں لکھا تھا، دوش کس کو دیا جاتا لیکن اس کے بعد پنڈا کے پانچوں بیٹوں نے حکومت کا دعویٰ کر دیا۔ ان دعویٰ کرنے والوں کے نام ارجن، سہدیو، یدھشٹر، بھیم سین اور نکل تھے۔ یہ لوگ اعزاء کے ساتھ مل کر حکومت کے دعویدار بن گئے۔ وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ اصول کے مطابق راجہ پنڈا کی اولاد کو حکومت منتقل ہونی چاہئے لیکن دوسری طرف دھرتراشٹر کو گندھاری نے اکسانا شروع کر دیا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم اپنے بھائی سے بہت پریم کرتے تھے مگر اب وہ اس سنسار میں نہیں ہے۔ حکومت کے کام کو سنبھالنا تمہاری ذمہ داری ہے اور راجہ چتر ویرج کے خاندان کے سب ہی لوگوں کا خیال ہے کہ حکومت اب تمہاری ہے، تم چونکہ حکومت کا کام نہیں سنبھال سکتے اس لئے چتر برج کے سب سے بڑے پوتے کی حیثیت سے دریودھن تمہارے نام سے حکومت کرے گا۔" ابتدا میں تو دھرتراشٹر نے اس طرف کوئی دھیان نہ دیا۔

لیکن کنبھاری کی مسلسل کوششوں سے وہ بھی اس بات پر رضامند ہو گیا کہ حکومت اسے ملنی چاہیئے تب اس نے امراء کے ساتھ مل کر اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔

راجہ دھرت آشتر نے لوگوں سے کہا تھا کہ وہ اندھا ضرور ہے لیکن اس کا بڑا بیٹا امورِ سلطنت سنبھالے گا۔ لوگ اس کی اس حیثیت کو ماننے پر تیار ہو گئے۔ اور یوں دھرت آشتر راجہ بن گیا لیکن اصل راجہ در اصل دریودھن ہی تھا۔

دریودھن بے حد چالاک اور کسی قدر سنگدل نوجوان تھا۔ وہ کسی حد تک انتہائی مکاری سے کام کرنے کا عادی تھا۔ اس کے کانوں میں یہ بھنک بھی پڑ چکی تھی کہ پانڈوں نے سلطنت کے دعویدار ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اور وہ آئندہ اس کی سلطنت میں کوئی رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان کی تباہی کے منصوبے سوچنے لگا۔

دوسری طرف دھرت آشتر کو بھی ارجن، نکل، سہدیو، جدھشٹر اور بھیم سین کی کارروائیوں کا علم ہو گیا تھا۔ ان پانچوں نے وہ رشتے نہیں نبھائے تھے جو ان کے اور پنڈو کے درمیان تھے۔ پانچوں ہی باغیوں کی شکل میں نظر آنے لگے [illegible] اپنے حواریوں کے ساتھ مل کر منصوبے بناتے تھے جن کا علم اکثر دھرت آشتر کو ہو جاتا تھا۔

اس کے سامنے دریودھن بھی تھا جس کے بارے میں دھرت آشتر ایک باپ ہونے کی حیثیت سے بہتر طور پر جانتا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر دریودھن پانڈوں کی تباہی پر تل گیا تو پھر پانڈوں کو جان بچانا بے حد مشکل ہو جائے گا اور دھرت آشتر نہیں چاہتا تھا کہ جنگ کے شعلے بھڑکیں۔ اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ پانڈوں کو شہر سے باہر آباد کر دیا جائے۔ اور اس فیصلے پر عمل درآمد ہونے لگا۔

لیکن جب دریودھن کو اس بارے میں معلوم ہوا تو اس نے معماروں کے سربراہ کو اپنے پاس طلب کیا۔

"بلوچند کو یہ حکم ملا تھا کہ وہ پانڈوں کے لئے شہر سے باہر گھر تعمیر کریں اور بلوچند ہی دریودھن کے پاس پہنچا تھا۔ دریودھن نے اس دبلے پتلے معمار کا استقبال کیا اور بلوچند دریودھن کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"بلوچند میں نے تمہیں ایک خاص کام سے بلایا ہے کیا یہ بات تمہارے کان تک پہنچ چکی ہے کہ میرا پتا اندھا ہے اور اندھا ہونے کی وجہ سے مہاراج چتربرج نے انہیں حکومت سے محروم کر دیا لیکن جب اس کے پاس دریودھن کی آنکھیں پہنچ گئیں تو پنڈا کی حکومت بھی اس کے پاس پہنچ گئی۔ دھرت آشتر اگر حکومت کے قابل ہوتا تو پہلے ہی یہ حکومت اسے کیوں نہ مل جاتی جبکہ وہ حکومت کا حقدار بھی تھا۔ اس بات سے میرا مطلب یہ ہے کہ تم سمجھ گئے ہو گے کہ اصل حکومت دھرت آشتر کی نہیں بلکہ میری ہے۔"

"اوش مہاراج اوشش۔ یہ بات میں ہی کیا سب ہی جانتے ہیں۔"

"تو پھر تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ راجاؤں کے حکم سیوا میں رکھنے کے لئے ہوتے ہیں۔ ان کے راز زندگی کی امانت ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی انسان یہ امانت کھو بیٹھے تو پھر اسے موت کے علاوہ کہیں اور پناہ نہیں ملتی۔"

بلوچند نے گہری نگاہوں سے دریودھن کو دیکھا۔ زیرک آدمی تھا سمجھ گیا کہ دریودھن کوئی خاص بات کہنا چاہتا ہے۔ اس نے مسکرا کر گردن ہلائی اور بولا۔

"بلوچند خود بھی یہی چاہتا ہے مہاراج کہ جب آنے والا وقت مہاراج دھرت آشتر کے بعد راجہ دریودھن کو مطلق العنان دیکھے تو اس کے چند دوستوں کا تعاون بھی مانے اور بلوچند انہی جانثاروں اور وفاداروں میں سے ہو۔" بلوچند نے کہا اور دریودھن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ تم یقیناً اس قابل ہو بلوچند کہ ہمارے خاص آدمی کہلاؤ۔"

"شکریہ مہاراج۔" بلوچند عاجزانہ انداز میں بولا۔ "آپ یہ بتائیں کہ وہ خاص کام کیا ہے جس کی وجہ سے مہاراج نے بلوچند کو یاد کیا۔"

"ہاں میں جو بات تم سے کرنا چاہتا ہوں اس کے بارے میں غور سے سن لو اور یہاں سے یہ فیصلہ کر کے اٹھو کہ تم اسے انجام دے سکو گے یا نہیں۔"

"مہاراج فیصلہ کرنا تو آپ کا کام ہے جب آپ بلوچند پر بھروسہ کر بیٹھے ہیں تو پھر آپ اس کے فیصلے کی بات نہ کریں۔ بلوچند کا فیصلہ وہی ہو گا جو مہاراج کے ہونٹوں سے نکلے گا۔"

"بدھائی ہو بلوچند بدھائی ہو۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ پانڈوں کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ارجن اور اس کے بھائی راجہ پنڈا کی حکومت پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھتے رہتے ہیں۔ حالانکہ راجہ پنڈا کا بھائی ابھی زندہ ہے اور حکومت کے لئے اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہے۔ اگر وہ نہ بھی ہوتا تو مہاراج چتربرج کا سب سے بڑا پوتا میں ہوں اور حکومت مجھے ملنی چاہیئے تھی۔ حکومت پنڈا کی اپنی نہیں ہے جو اس کے بیٹوں میں آسانی

سے تقسیم ہو جاتی بلکہ حکومت پنڈا کے باپ کی ہے اور پنڈا کو اسی لئے ملی تھی کہ حکومت کا اصل حقدار آنکھوں سے اندھا تھا اور اصل حقدار وہی تھا جو عمر میں سب سے بڑا تھا۔ سو اس کے بعد اب میں حکومت کا اصل حقدار میں ہوں تب یہ ارجن کیوں سلطنت کا دعویدار بنتا ہے۔"

"بالکل غلط ہے مہاراج۔" بلوچند نے جواب دیا۔

"کیا ہم ایسے لوگوں کو باغی قرار نہیں دے سکتے۔" دریودھن نے پوچھا۔

"وہ باغی ہیں مہاراج۔" بلوچند اپنے لہجے میں زور پیدا کرتا ہوا بولا۔

"اور باغیوں کی سزا؟" دریودھن نے پوچھا۔

"موت۔ سرکار موت۔" بلوچند سفاک لہجے میں بولا اور دریودھن نے رخ پھیر لیا۔

"لیکن بلوچند ہم چاہتے ہیں کہ یہ موت اس طرح واقع ہو کہ ہمارے پتا جی کو بھی نہ پتہ چل سکے۔ کیا سمجھے۔ اسی لئے میں نے تمہیں تکلیف دی ہے۔"

"ایسا ہی ہو گا مہاراج، لیکن کیا اس بارے میں آپ کی کوئی خاص ہدایت ہے۔" بلوچند نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"عرض کریں مہاراج۔ بندہ وہی کرے گا جو مہاراج چاہیں گے۔"

"تم واقعی کام کے آدمی ہو بلوچند۔ خیر سنو، مکان تعمیر کرنا تمہاری ذمہ داری ہے، تم اس میں جو مسالہ استعمال کرو گے وہ رال اور راکھ ہونا چاہیئے۔ یہ دونوں چیزیں چنگاری دکھانے ہی سے بھڑک اٹھتی ہیں اور پھر یوں ہو گا کہ ایک رات پانڈوں کا یہ گھر جلتی ہوئی مشعل میں تبدیل ہو جائے گا، اور پنڈا کی اولاد کو حکومت ملنے کا قصہ اور باغیوں کی ساری احمقانہ باتیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ تو یہ ہے میرا خیال بلوچند۔ چنانچہ تمہیں میرے اس خیال کی تکمیل کے لئے سخت محنت کرنا ہو گی اور خبردار اس سلسلے کی تکمیل کے لئے کسی کو علم نہ ہونے پائے یہاں تک کہ دھرت آشتر کو بھی نہیں۔ ہاں ذرا یہ بتاؤ کہ اس سلسلے میں تمہارے ساتھ کام کرنے والے معمار اور کاریگر تمہارے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں گے۔" دریودھن نے پوچھا۔

"آپ اس کی چنتا نہ کریں مہاراج۔" بلوچند نے کہا۔ "سارا کام میرا ہے۔ اور ہاں جب میں اپنے فرض سے فارغ ہو جاؤں تو پھر مہاراج سے امید رکھتا ہوں کہ بلوچند کو کبھی ذہن سے نہیں نکالیں گے۔" بلوچند نے کہا اور دریودھن مسکرانے لگا۔

"پھر ہمارا کام رہ جاتا ہے بلوچند اور یہ سوچنا ہمارا ہی کام ہو گا کہ ہم تمہارے لئے کیا کرتے ہیں۔"

"تو پھر آگیا دیں مہاراج۔" بلوچند نے ایک عزم سے کہا۔ اور وہاں سے چلا گیا۔

پانڈوں کو شہر نکالا مل گیا تھا لیکن وہ خاموش تھے وہ جانتے تھے کہ حکومت دھرت آشتر کی ہے اور دریودھن ان کا خاص دشمن ہے، وہ ہر طرح سے ان کے خلاف کام کر سکتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کسی بھی سلسلے میں انکار نہیں کیا اور خاموشی سے اس مکان میں چلے گئے جو ان کے لئے رال اور راکھ سے تعمیر کرایا گیا تھا۔ لیکن کچھ تجربہ کاروں نے مکان سے اٹھنے والی خوشبو اور اس کی تعمیر کے لئے استعمال ہونے والے مسالوں کو غور سے دیکھا تو انہیں علم ہو گیا کہ مکان کی تعمیر میں رال اور راکھ استعمال کی گئی ہے جو کسی بھی وقت ہلکی سی چنگاری سے بھڑک سکتی ہے اور یوں پنڈا کی تمام اولاد رال اور راکھ کے بنے ہوئے اس مکان میں راکھ بن سکتی ہے۔

چنانچہ تمام پانڈے چوکنے ہو گئے، انہیں اس سازش سے شدید خوف محسوس ہوا اور وہ دن رات نہایت خوف و دہشت میں گزارنے لگے، پانڈو حالانکہ جرأت مند تھے۔ لیکن دھرت آشتر کی حکومت نے انہیں ہلا کر رکھ دیا تھا۔ تب ایک رات ارجن نے اپنے چاروں بھائیوں بھیم سین۔ جدھشٹر، سہدیو اور نکل کو جمع کیا اور اپنی ماں رانی کنتی کو بھی بلا لیا۔

"میں ایک بار پھر تمہیں راجہ دھرت آشتر اور دریودھن کے اس خیال سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ جو ہمارے رشتہ دار ہیں جو ہمارے باپ کے سگے بھائی ہیں، ہم پانڈوں کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں، حالانکہ ہمارے باپ راجہ پنڈا نے ان لوگوں کے ساتھ کبھی برائی نہیں کی اس کے باوجود وہ لوگ ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اور ان کی پہلی خواہش یہی ہے کہ حکومت کو دشمنوں سے محفوظ رکھا جائے اور ہم لوگوں کو جو سلطنت کے دعویدار ہیں کچل دیا جائے تاکہ سلطنت خطرے سے محفوظ رہ جائے۔ اس سلسلے میں ہم ان کی آنکھوں کا سب سے بڑا کانٹا ہیں۔ چنانچہ ہم لوگوں کو چاہیئے کہ اس سلسلے میں خاموشی اختیار کریں اور آنے والے وقت کا انتظار کریں تاکہ ایک مضبوط حیثیت سے ہم اپنے اس دعوے کا اظہار کریں جو ہمیں اس حکومت پر ہے۔"

رانی کنتی جو پانڈو کی بیوی اور پانچوں بیٹوں کی ماں تھی۔ سوچ میں ڈوب گئی اسے دکھ ہوا تھا کہ اس کے سورگ باشی شوہر نے کبھی دھرتراشٹر کے خلاف ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا جو اس کے یا اس کی اولاد کے خلاف ہوتا لیکن دریودھن نے باپ کی شہ پاکر وہ سب کچھ کر ڈالا تھا جو پانڈوں کے ساتھ نہیں کیا جانا۔ تب اس نے کہا۔

"میرے بیٹوں بیٹے مجھے تم یہ بتاؤ کہ تم لوگوں کا ارادہ کیا ہے؟" ارجن آگے بڑھا اور بولا "ماتا کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس گھر کی تعمیر میں کیا استعمال کیا گیا ہے"

"کیا مطلب ارجن" رانی کنتی حیران رہ گئی تھی۔

"ماتا جی یہ گھر رال اور لاکھ سے بنایا گیا ہے۔ سو اب ہم لوگوں کو چاہئے کہ ہم خود اس گھر کو آگ لگا دیں اور خاموشی سے یہاں سے کہیں دور نکل جائیں، مجھے جو باتیں معلوم ہوئی ہیں وہ یہ ہیں کہ بھیل نامی ایک عورت ہمارے گھر میں آگ لگانے کے لئے مخصوص کی گئی ہے۔ وہ اپنے پانچ بیٹوں کے ساتھ یہاں آئے گی اور اس گھر کو لاکھ کا ڈھیر بنا کر چلی جائے گی۔ مگر ہم اس شرارت سے فائدہ اٹھائیں گے اور بھیل اور اس کے بیٹوں کو جلا کر راکھ کر دیں گے۔ تاکہ جب جلے ہوئے گھر سے ان کی لاشیں ملیں تو لوگ بھی سمجھیں کہ پانڈوں کا خاتمہ ہو گیا ہے"

رانی کنتی نے یہ بات پسند کی اور یہی ہوا۔ پانڈوں نے بھیل اور اس کے پانچوں بیٹوں کو اس مکان میں زندہ جلا دیا، پورا مکان آن کی آن میں شعلوں میں گھر گیا اور بھیل اپنے پانچوں بیٹوں کے ساتھ آگ میں جل کر خاک ہو گئی۔ دریودھن کے جاسوس نے اس عورت اور اس کے پانچوں بیٹوں کے جلنے سے یہ سمجھا کہ پانچ بھائی ماں سمیت جل کر ہلاک ہو گئے ہیں اور دریودھن جو بعد میں کورو کہلائے یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ ان کی دلی مراد بر آئی تھی۔ اب روئے زمین پر ان کا کوئی دشمن نہیں رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو دشمن کے خوف سے محفوظ سمجھنے لگے۔

دوسری طرف پانڈو بھی وضع قطع بدل کر اور نام تبدیل کر کے جنگل سے شہر میں آ گئے اور کنپلا میں آباد ہو گئے۔ یہ مقام ہندوستان کے ضلع فرخ آباد کی تحصیل قائم گنج میں واقع ہے اور آج کل اس کا نام کنپل ہے۔

کنپل پہنچ کر پانڈوں نے یہاں کے راجہ کی لڑکی دروپدی سے مشترکہ شادی کر لی، یعنی پانچوں بھائی دروپدی کے شوہر تھے۔ ان کے نزدیک یہ مشترک شادی باہمی اتحاد و محبت کا سبب تھی۔ دروپدی کے متعلق یہ طے کیا گیا کہ وہ ان بھائیوں کے ساتھ باری باری روز باری باری سے رہا کرے۔ چنانچہ پانڈو ایک نئی حیثیت سے کنپل میں مشہور ہونے لگے۔ ان کی شجاعت اور اقبال مندی کے قصے دور دور تک پھیل گئے۔ پانڈوں کی پیشانی سے اقبال مندی کے آثار نمایاں تھے۔ اس لئے ان کی عظمت اور شان دن بدن بڑھتی رہی۔ ان کی شان کے قصے کنپل سے نکل کر دور دور تک پھیل گئے۔ اور جلد ہی یہ اطلاع کوروؤں تک بھی پہنچ گئی۔

دریودھن کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اب وہ دشمنوں سے محفوظ تھا اور راج پاٹ کے کاموں کو نہایت دلچسپی سے انجام دے رہا تھا، رانی گندھاری بھی بہت خوش تھی۔ اس کا باپ راجہ قندھار جو قندھار کا راجہ بھی تھا دریودھن کو حکومت مل جانے کی خوشی میں بے شمار تحائف لے کر ہستنا پور پہنچا تھا۔ اس نے ہستنا پور راج کی توسیع کے لئے بے شمار منصوبے اور اپنی مدد کی پیشکش کر دی تھی۔ رانی گندھاری ہر طرح سے اپنے باپ کے ساتھ تھی۔ اور وہ سب کچھ کرنے کے لئے دریودھن کو مجبور کر رہی تھی جو اس کا باپ کہتا تھا۔ دھرتراشٹر کی حیثیت صرف ایک جسم کی تھی جو اپنی ماں بیٹوں کے کہنے پر ایک خانے سے دوسرے خانے تک چل رہا تھا۔

سو ایک رات جب آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور رانی گندھاری اس خاص محل میں جہاں کبھی وہ ایک مہمان کی حیثیت سے آتی تھی اور چند گھنٹے قیام کر کے چلی جاتی تھی اب رانی کی حیثیت سے رہنے لگی تھی۔

محل کے اس پسندیدہ حصے میں جو اس کا پسندیدہ گوشہ تھا جہاں چاروں طرف ہری بھری گھاس اور پھولوں کے کنج تھے ایک چھوٹی سی بارہ دری میں بیٹھی وہ کسی سوچ میں گم تھی کہ ایک باندی نے کسی خوبصورت لڑکی کے آنے کی اطلاع دی۔ باندی نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"رانی جی وہ لڑکی بڑی ہی سندر ہے اور بڑی ہی بے باک"

"کون لڑکی" رانی گندھاری تعجب سے بولی۔

"ایک حسین سی لڑکی ہے نام چمپا کلی بتاتی ہے ہم نے اس سے کہا کہ وہ رانی گندھاری سے کیوں ملنا چاہتی ہے، سو وہ کہنے لگی یہ بات وہ انہی کو بتائے گی، ہم نے اسے آنے سے روکا تو اس نے ہمیں ڈرا کر کہا کہ جاؤ اور جا کر رانی سے کہہ دو کہ چمپا کلی اس سے ملنے آئی ہے"

"کون ۔۔۔؟" رانی نے مورچھل جھلنے والی کنیزوں کو دونوں ہاتھ اٹھا کر روک دیا اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔

"چمپا کلی نام بتایا ہے اس نے رانی جی" باندی نے جواب دیا۔

"اکیلی ہے وہ" رانی نے پوچھا۔

"ہاں بالکل اکیلی"

"اچھا ٹھیک ہے، تم اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ اور تم سب یہاں سے چلی جاؤ۔ یہاں کسی کو نہیں آنا چاہئے میں چمپا کلی سے کچھ خاص باتیں کروں گی" گندھاری نے کہا اور ساری باندیاں اس کے پاس سے ہٹ گئیں۔

ہرے بھرے باغ کی خوبصورت سی فضا میں کچھ اور خوبصورتی اس وقت بڑھ گئی جب چمپا کلی ناز و انداز سے اٹھلاتی بل کھاتی رانی گندھاری کے پاس پہنچی، اتنی ہی حسین اتنی ہی کومل کہ منش دیکھے تو دل پکڑ کر رہ جائے۔ ایک ایک قدم میں سو سو فتنے جگاتی وہ رانی گندھاری کے پاس پہنچ گئی۔ اور رانی گندھاری اس کے ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ دیکھ کر کسی قدر پریشان سی ہو گئی۔ بجانے کیوں اس بالی سی عمر والی لڑکی کے سامنے خود کو وہ ایک بیوقوف اور احمق سی لڑکی سمجھنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ جبکہ چمپا کلی کی آنکھوں میں ایک گھمبیرتا اور ایک ایسا برتری کا احساس ہوتا جیسے وہ ہستنا پور ہی کی نہیں ساری دنیا کی رانی ہے اور گندھاری اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

تاہم گندھاری کو احساس تھا کہ اس نے چمپا کلی کو وچن دیا ہے اور اس وچن کا پالن ضروری ہے۔ اگر چمپا کلی اسے ترکیب نہ بتاتی اور ان سارے رازوں سے آگاہ نہ کرتی جن کی وجہ سے آج دریودھن ہستنا پور کا راجہ ہے تو شاید گندھاری اس کام میں اتنی آسانی سے کامیاب نہیں ہوتی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک جھوٹی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر اس نے چمپا کلی کا سواگت کیا۔

"آؤ چمپا کلی"

"میری صورت یاد ہے رانی گندھاری" چمپا کلی کے انداز میں کسی قدر طنز تھا۔

"کیوں نہیں تم بھی کیا بھولنے کی چیز ہو" رانی گندھاری نے بڑے پریم سے کہا اور چمپا کلی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اوپر بارہ دری میں بلا لیا۔ پھر اس نے اسے اپنے نزدیک بیٹھنے کی جگہ دی اور بولی۔

"تمہاری سندرتا کو دیکھ کر بھگوان جانے میں بھی اتنی متاثر ہو جاتی ہوں کہ سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ میں تو بس یہ سوچتی ہوں کہ میں تو ایک عورت ہوں مرد تمہیں دیکھ کر اپنے دل کی کیا کیفیت محسوس کرتے ہوں گے" رانی گندھاری نے خوشامدی لہجے میں کہا۔

"مرد مجھے دیکھتے ہی نہیں رانی گندھاری" چمپا کلی نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"بس وہ مجھے دیکھ نہیں سکتے"

"تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی چمپا کلی آخر تم کہنا کیا چاہ رہی ہو"

"بس میں مردوں کو نظر نہیں آ سکتی" اس کے آگے کچھ مت پوچھنا۔ چمپا کلی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ظاہر ہے دیکھ لیں گے تو لٹو ہی ہو جائیں گے سسرے" رانی گندھاری ہنستے ہوئے بولی اور چمپا کلی بھی مسکرانے لگی۔

"میں تمہیں بدھائی دینے آئی ہوں رانی گندھاری۔ دریودھن مہاراج ابھی راجکمار ہی ہیں لیکن حکومت اب انہی کی ہے"

"تمہیں بھی بدھائی ہو چمپا کلی، اگر تم ہماری سہائتا نہ کرتیں تو ہم کچھ نہ کر سکتے"

"لیکن رانی گندھاری اس سہائتا کے پیچھے میرا ایک مقصد بھی چھپا ہوا تھا"

"ہاں ہاں ہمیں یاد ہے"

"تو تم اپنے وچن کا پالن کرو گی"

"ضرور چمپا کلی" رانی گندھاری نے جواب دیا "تم نے کہا تھا کہ میرا کام کرنے کے بعد مجھے تمہارا ایک کام کرنا ہو گا" رانی گندھاری نے چمپا کلی سے پوچھا۔

"کیا تم اس کے لئے تیار ہو رانی گندھاری"۔

"کیوں نہیں۔ رانیاں جب وچن دیتی ہیں تو وہ اس لئے نہیں ہوتے کہ توڑ دیئے جائیں" رانی گندھاری نے جواب دیا اور چمپا کلی کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھائی اور گندھاری کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"تو وقت آ گیا ہے رانی کہ اپنا وچن پورا کرائیں"

"مجھے بتاؤ چمپا کلی تم مجھ سے کیا چاہتی ہو، تمہارا کونسا کام میں کر سکتی ہوں اور یہ تو اور بھی اچھی بات ہے کہ اب میری حیثیت بدلی ہوئی ہے جو چاہو گی حاصل کر سکو گی۔ بتاؤ اپنے وچن کے تحت میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں"

"رانی گندھاری اپنے وچن کے تحت میری شادی تم دریودھن مہاراج سے کر دو" چمپا کلی نے کہا اور گندھاری چونک پڑی۔

اس نے حیرت سے چمپا کلی کو دیکھا اور اس کے اس سوال پر دیر تک پریشان سی رہی، پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے

ہوئے کہا۔

"یہی ہے تمہارا کام چمپا کلی"

"ہاں" چمپا کلی کی آواز پتھر کی طرح سخت تھی۔

"پرنت چمپا کلی یہ تو ایسا کام ہے نہیں جو میرے بس میں ہو۔ دریودھن راجہ ہے، یہ تو ٹھیک ہے وہ اپنے باپ کے نام سے حکومت کر رہا ہے۔ لیکن اسے حکومت پر ہر طرح کا اختیار حاصل ہے۔ میں اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنی مرضی سے تو سارے کام کر سکتی ہوں لیکن کوئی ایسا کام جو کسی دوسرے کا ہو، میرے لئے بہت مشکل ہو گا چمپا کلی"

"رانی کندھاری! ابھی تم کہہ رہی تھیں کہ وچن اس لئے نہیں ہوتے کہ توڑ دیئے جائیں بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ رانیاں وچن اس لئے نہیں دیتیں کہ پورا نہ کر سکیں تو اب تمہیں کیا کشٹ پڑ گیا۔"

"میں نے اپنا وچن پورا کرنے سے انکار نہیں کیا چمپا کلی۔ میں اپنے وچن کا پالن کروں گی لیکن بات صرف اتنی سی ہے کہ دریودھن کیسے تیار ہو گا۔"

"رانی جی کام تو وہ بھی آسان نہیں تھا، اور تم نے دیکھا کہ راجہ پنڈا موت سے بچنے کے لئے اپنا محل اور آسائشیں چھوڑ کر زمین و آسمان کے درمیان معلق ہو گیا۔ پر موت نے اسے نہیں چھوڑا۔ میں آپ سے سچ کہتی ہوں رانی کندھاری اگر وہ اس محل میں نہ جاتا تو ہلاک نہ ہوتا۔ اس کے ہلاک ہونے کے لئے بھی پیشن گوئی تھی کہ اگر وہ زمین و آسمان کے درمیان معلق ہو جائے تو اس کی موت بآسانی ہو سکتی ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے نہایت چالاکی سے کیا اور رانی کندھاری جس طرح اس میں شریک تھی کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ جس طرح میں نے رانی کندھاری کی مدد کی اور راجہ پنڈا کو ہلاک کر کے پانڈوں سے حکومت چھین لی اور کوروؤں کو دلوا دی تو کیا رانی کندھاری یہ معمولی سا کام نہیں کر سکتی کہ وہ دریودھن کو ایک ایسی لڑکی سے شادی کرنے پر تیار کرے جو بقول رانی کندھاری کے خوبصورت بھی ہے" چمپا کلی نے کہا اور رانی کندھاری تو اس بات پر حیران ہی رہ گئی تھی۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ چمپا کلی اس سے اتنا بڑا مطالبہ کر سکتی ہے۔

چمپا کلی دریودھن کی پتنی بننے کے بعد ظاہر ہے رانی بن جائے گی۔ راجہ دریودھن ہو گا اب چمپا کلی جیسی رانی دریودھن کو مل جائے گی تو پھر باقی لوگوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، وہی حکومت کریں گے۔ اور پھر چمپا کلی کی عمر بھی رانی کندھاری کی نگاہوں میں بے حد پراسرار تھی، بلاشبہ وہ ایک نوعمر اور حسین لڑکی تھی لیکن جس طرح اس نے محل میں رقص کیا اور جس طرح وہ رانی کندھاری کو ساتھ لگا کر اڑتے ہوئے محل میں سے نکال کر لے گئی بلاشبہ یہ بڑی عجیب باتیں تھیں۔ اور پھر اس نے کچھ ایسی باتوں کا بھی انکشاف کیا تھا جو صدیوں پرانی تھیں، کوملا کی لاش اور اس کے ہاتھ سے ملنے والا نو لکھے ہار کا موتی، آج تک رانی کندھاری کے ذہن سے محو نہیں ہوا تھا اور یہ بات رانی کو آج تک سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ یہ ساری باتیں چمپا کلی کو کیسے معلوم ہو گئیں۔

اس نے کورا اور نٹ راج کی جو کہانی سنائی تھی وہ بھی رانی کندھاری کے لئے بڑی عجیب تھی۔ لیکن چونکہ چمپا کلی اس کا کام کر رہی تھی اور رانی کندھاری بھی یہ چاہتی تھی کہ راجہ پنڈا سے حکومت کوروں کو منتقل ہو جائے اس لئے اس نے چمپا کلی کی کسی بھی بات کی تردید نہیں کی تھی اور اس سے تو حالات بھی ایسے نہیں تھے۔ لیکن اب چمپا کلی کے بارے میں جاننا ضروری ہے، آخر یہ لڑکی کون ہے۔ کہاں رہتی ہے اور کیا کرتی ہے۔ اور پھر دریودھن سے شادی کوئی معمولی بات تو نہیں تھی، کسی ایسی ویسی لڑکی کو دریودھن کی رانی تو نہیں بنایا جا سکتا تھا کیونکہ وہ لڑکی ہستناپور کی تقدیر کی مالک ہوتی۔

رانی کندھاری کی طویل خاموشی کو چمپا کلی نے بری طرح محسوس کیا، اس کے چہرے سے مسکراہٹ آہستہ آہستہ مفقود ہو گئی۔ اور آنکھوں کی تیز چمک بھی دھندلا گئی، البتہ اب اس کی جگہ ایک پراسرار چمک نے لے لی تھی، اس کی آنکھوں کی تین پتلیوں کے درمیان چمکتے ہوئے ستارے کسی قدر سرخ ہو گئے تھے اور وہ ان سرخ ستاروں سے رانی کندھاری کو دیکھ رہی تھی۔ تب اس کی آواز ابھری۔

"تم بہت گہری سوچ میں ہو رانی کندھاری"

"ایں۔۔" رانی کندھاری نے اس کی آواز سنی اور چونک پڑی۔ وہ جانتی تھی کہ چمپا کلی معمولی عورت نہیں ہے چنانچہ وہ سنبھل کر مسکرائی اور ہکلاتے ہوئے بولی۔

"سوچ تو کچھ بھی نہیں ہے چمپا کلی۔ تم جیسی سندر لڑکی ہے ہی رانی بننے کے قابل۔ مگر بات صرف دریودھن کی ہے" رانی کندھاری نے کہا۔

"دیکھو رانی کندھاری میں اگر چاہوں تو خود دریودھن مہاراج کے سامنے جا سکتی ہوں اور اپنے آپ کو ان کے سامنے پیش کر کے اپنے بھاگوں کا فیصلہ کر سکتی ہوں۔ مگر یہ کام میرے لئے تو ناممکن

ہے۔ اور نا ہی مناسب، تم مجھے ایک ایسی لڑکی کی حیثیت سے راجہ دریودھن کی رانی بناؤ گی جو بے حد پوتر اور پاک ہے اور جسے تم اچھی طرح جانتی ہو۔ یہ کام صرف تمہیں کرنا ہے رانی کندھاری صرف تمہیں" چمپا کلی نے سرد اور ٹھوس لہجے میں کہا۔

رانی کندھاری نے اس کا بھید سنا تو اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہریں دوڑ گئیں، وہ سمجھ چکی تھی کہ چمپا کلی اتنی آسانی سے ہار نہیں مانے گی، تب اس نے ہارے ہوئے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں اپنا وچن ضرور پورا کروں گی لیکن تم مجھے کچھ وقت دے سکتی ہو چمپا کلی"

"کتنا سمے چاہتی ہو"

"بس اتنا کہ دریودھن کو تیار کر لوں" رانی کندھاری نے کہا۔

"ٹھیک ہے اور اس سمے تک مجھے کیا کرنا ہو گا"

"تمہیں تم یوں کرو کہ محل ہی کے ایک حصے میں رہائش اختیار کر لو۔ میں تمہارے لئے بندوبست کر دوں گی" رانی کندھاری نے کہا اور چمپا کلی نے اس پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

یوں لگتا تھا جیسے یہ لڑکی نہایت مضبوط اور کچھ قوتوں کی مالک ہو، وہ بات کرتے ہوئے اپنا لہجہ اتنا سخت اور سرد کر لیتی تھی کہ کندھاری جو اب رانی بن چکی تھی اس کے سامنے تھرتھراہٹ محسوس کرتی تھی۔ وہ محسوس کرتی تھی کہ جیسے کوئی ایسی عورت اس کے سامنے ہے جو جو کچھ نظر آتی ہے وہ نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے۔

چمپا کلی نے اس کی بات منظور کر لی تھی۔ اور اس نے اپنی رہائش کے لئے محل کے ایک دور افتادہ گوشے کو پسند کیا تھا اور رانی کندھاری کو ہدایت کر دی تھی کہ زیادہ لوگوں کو اس کے بارے میں نہ بتایا جائے بلکہ بہتر تو یہ ہو گا کہ باندیوں اور دوسرے لوگوں کو اس سے دور ہی رکھا جائے۔"

"مگر تمہاری سیوا کون کرے گا چمپا کلی" رانی کندھاری نے تعجب سے کہا۔

"مجھے کسی سیوا کی ضرورت نہیں ہے رانی کندھاری" چمپا کلی نے جواب دیا۔ پھر بولی۔ "رانی تم اپنا کام جلد از جلد پورا کر دو"

"ٹھیک ہے چمپا کلی۔ میں تمہیں وچن دے چکی ہوں اس لئے اپنے وچن کا پالن ضرور کروں گی۔ پر ایک انسان کی حیثیت سے میرے من میں کچھ سوال اٹھ رہے ہیں چمپا کلی کیا تم میری سکھی ہونے کی حیثیت سے ان سوالوں کا جواب دینا پسند کرو گی"

"کیا سوال ہیں رانی کندھاری"

"دیکھو چمپا کلی تم نے محل میں مجھے راجہ کوملا کی لاش دکھائی تھی، تمہارا کہنا ہے کہ اسے میں نے قتل کیا تھا جبکہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ تم پچھلے جنم کی بات کرتی ہو بہت کم ہی ایسے ہوں جنہیں پچھلے جنموں کی باتیں یاد رہتی ہوں گی۔ لیکن میں تم سے یہ سوال نہیں کروں گی کہ تم پچھلے جنم کے بارے میں کیونکر جانتی ہو۔ حالانکہ میں تم پر شبہ بھی کر سکتی تھی، میں یہ بھی سوچ سکتی تھی کہ تم جھوٹ بول رہی ہو لیکن نو لکھے ہار کا وہ سچا موتی تمہارے ذریعے مجھے واپس ملا اور یہ وہی موتی ہے جو غائب تھا اس لئے میں نے تمہاری بات پر یقین کر لیا اس کے علاوہ تم نے جو کچھ کہا وہ تم نے پورا کر دکھایا۔ مجھے بتاؤ یہ شکتی تمہیں کہاں سے حاصل ہوئی"

"نہیں رانی کندھاری میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ کچھ باتیں تو میں تمہیں ابھی بتا دوں گی لیکن کچھ باتیں اس سمے بتاؤں گی جب ان کا وقت ہو گا"

"یہ وقت میری سمجھ میں نہیں آتا چمپا کلی"

"آ جائے گا دھیرج رکھو آ جائے گا، سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا، تمہاری یادداشت بھی تو گم ہو چکی ہے۔ تمہیں وہ ساری باتیں یاد نہیں ہیں جو مجھے یاد ہیں، اس لئے ابھی تمہیں سب کچھ بتانا بیکار ہے۔ ہاں آنے والا سمے ساری باتوں کے بھید کھول دے گا۔ تم اس کی چنتا مت کرو اور جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو"

"حالانکہ میرے من میں ایک کرودھ ہے چمپا کلی" کندھاری نے کہا۔

"وہ کیا" چمپا کلی نے سرد لہجے میں کہا۔

"وہ یہ کہ دریودھن میرا بیٹا ہے میں چاہتی ہوں کہ وہ دنیا کی ساری خرابیوں سے محفوظ رہے اور کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے اس کے ساتھ جو اسے نقصان پہنچا سکے اس لئے میں چاہتی تھی کہ جو لڑکی اس کی رانی بنے میں اس کے بارے میں سب کچھ جان لوں۔ لیکن ٹھیک ہے ابھی تم کچھ نہیں بتانا چاہتیں تو نہ سہی" رانی کندھاری نے کہا۔

مقصد یہی تھا کہ چمپا کلی کے بارے میں سب کچھ جانے بغیر وہ اس بات پر آمادہ نہیں ہو سکتی کہ دریودھن سے اس کی شادی کرے۔ تاہم چمپا کلی اسے چند ساعت دیکھتی رہی پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"دیکھو رانی کندھاری میں نے تم سے جس بات کا وعدہ

کیا تھا وہ بغیر کسی شرط کے پورا کر دیا۔ میں نے تو اس سے تمہیں پتا
یہ کام نہیں بتایا تھا۔ چنانچہ اب یہ تمہارا بھی فرض ہے کہ تم مجھ
سے ساری باتیں پوچھے بغیر میرا یہ کام کر دو۔ تمہارے ودیودھن
کو میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہ میرا وعدہ ہے
اور اگر تم نے ایسا کر دیا تو میری جنم جنم کی آشا پوری ہو جائے
گی۔ ایک ایسی آشا جس کے لئے میں نہ جانے کب سے بےکل ہوں
کب سے پریشان ہوں یہ میرا من ہی جانتا ہے۔ چمپاکلی کے
چہرے پر ایک عجیب سی بے چینی ایک عجیب سا اضطراب نظر
آیا۔ اس کی آنکھیں پاتال سے بھی گہری ہو گئیں اور رانی گندھاری
اس پر اسرار لڑکی کو تعجب سے دیکھنے لگی۔ اس کے بعد اسے
کچھ پوچھنے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔

چمپاکلی نے اسے آخری ہدایت دی اور رانی گندھاری
اس جگہ سے واپس لوٹ آئی۔ جہاں وہ چمپاکلی کے ساتھ اسے
اس کی رہائش گاہ دکھانے کے لئے گئی تھی۔ اور جسے چمپاکلی
نے پسند کر لیا تھا۔ راستے میں بھی وہ یہ سوچتی چلی آئی تھی کہ چمپاکلی
نے باندیوں اور نوکروں کو دور رہنے کے لئے کہا ہے۔ وہ کھانے پینے
کا اور اپنے آرام کا بندوبست کیسے کرے گی وہ کون ہے کیا ہے
کوئی بات رانی گندھاری کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

اپنے کمرہ خاص میں واپس آنے کے بعد وہ گہری سوچ میں
ڈوب گئی۔ یہ چمپاکلی نے جو فرمائش کی تھی وہ اس کی توقع سے
بالکل ہی مختلف تھی، وہ سوچ رہی تھی کہ اگر چمپاکلی اس وچن کے
پالن میں دولت، زمین یا کوئی ایسی چیز مانگتی جو بہت ہی قیمتی ہوتی
تو رانی گندھاری راجہ دھترآشٹر سے کہہ کر اپنا وچن پورا کر دیتی
لیکن چمپاکلی نے تو وہ مانگا تھا جو رانی گندھاری کے بس کی بات
نہیں تھی۔ ودیودھن بہت ہی سرپھرا تھا اور وہ کوئی ایسی بات
نہیں مان سکتا تھا جو اس کی مرضی کے خلاف ہو۔ اس طرح رانی
گندھاری کو اس سلسلے میں بہت سی مشکلات پیش آ سکتی تھیں
دوسری بات یہ کہ چمپاکلی جیسی پر اسرار لڑکی کے بارے میں سب
کچھ جانے بغیر وہ اسے ودیودھن کی رانی کیسے بنا سکتی تھی۔

رانی گندھاری بہت دیر تک سوچتی رہی۔ اور جب اس
کی سمجھ میں کچھ نہ آسکا تو اس نے سوچا کہ وہ اپنے پتا راجہ گندھار
سے اس سلسلے میں مشورہ کرے گی۔

رات بیتی دن چڑھ آیا۔ راجہ گندھار بیٹی کے بلانے پر
دوڑا چلا آیا۔ یوں بھی باپ بیٹی ایک دوسرے کے گہرے رازدار تھے
اس نے راجہ گندھار کو ساری صورتحال بتانی چاہی لیکن رانی
گندھاری کو اس بات سے خوف محسوس ہوا کہ کہیں چمپاکلی
جیسی پر اسرار عورت اس بات سے واقف نہ ہو جائے۔
چنانچہ اس نے باپ سے محل میں گفتگو نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور
یونہی سرسری سے انداز میں پوچھا۔

"پتاجی اگر میں آپ سے کوئی ایسی بات کہوں جو کسی کے
خلاف ہو تو کیا یہ بات اسے معلوم ہو سکتی ہے؟"

"میں نہیں سمجھا گندھاری! کیا تجھے مجھ پر شبہ ہے؟"
راجہ گندھار نے اپنی بیٹی گندھاری سے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے پتاجی۔ میں تو یہ کہنا چاہتی تھی کہ
کوئی ایسی ہستی کوئی ایسی ذات جو سمجھ میں نہ آنے والی ہو اور جسے
بے شمار باتیں معلوم ہو جائیں، تو کیا وہ ہمارے درمیان ہونے
والی گفتگو کو دور بیٹھ کر بھی سن اور سمجھ سکتی ہے۔" گندھاری
نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ میں سمجھ گیا کیا تو اس لڑکی کی تو بات نہیں کر رہی
جسے پنڈا سے تجھے حکومت دلانے میں سہائتا کی تھی؟" گندھاری
نے پوچھا۔

راجہ گندھار زیرک اور سمجھدار آدمی تھا، وہ جلد ہی بیٹی
کی پریشانی سمجھ گیا۔ تب گندھاری نے بھی گردن ہلا دی۔

"ہاں پتاجی میں اسی کی بات کر رہی ہوں، لیکن مجھے
ڈر ہے کہ جو باتیں میں کروں گی وہ اسے پسند نہیں آئیں گی اور میں
اس سے اتنی ڈرتی ہوں مہاراج کہ میرا من خوف سے کانپ
رہا تھا۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ میری باتیں سنے۔"

"مگر وہ ہے کہاں اور یہاں سے اس کا کیا تعلق۔؟"

"نہیں مہاراج وہ محل ہی میں ہے۔"

"محل میں کس جگہ؟" راجہ گندھار نے پوچھا۔

"میں نے اس کی رہائش کا بندوبست محل میں ہی کروایا
ہے، جہاں وہ اکیلی رہتی ہے، اور یہ رہائش گاہ محل ہی کے
ایک حصے میں ہے۔"

"اوہو، یہ تو تو نے اچھا نہیں کیا، جب تجھے اس کے
بارے میں کچھ نہیں معلوم تو تو نے اس پر وشواش کیسے کر لیا؟"
راجہ گندھار نے کہا۔

"مہاراج آپ نہیں جانتے وہ کیا چیز ہے، اگر میں اسے
یہاں رہنے کی اجازت نہ دیتی تب بھی وہ یہاں ہی رہتی وہ تیز
چالاک اور زیرک لڑکی ہے۔ عجیب انوکھی سی۔ دیکھنے میں اچھی خاصی
کم سن ہو لیکن اندر سے بے حد پر اسرار عجیب سی۔" گندھاری نے
کہا۔ اور راجہ گندھار گردن ہلانے لگا۔

"ہوں، اس کا مطلب ہے کہ وہ کچھ دھیان گیان بھی جانتی

جانتی ہے۔"

"نا جانتی ہوتی مہاراج تو ہمیں پنڈا کے بارے میں
کیسے بتاتی۔"

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے پرنت تو اس کے بارے میں کیا
باتیں کرنا چاہتی ہے؟"

"میں نے کہا نا مہاراج جو کچھ کہنا چاہتی ہوں وہ یہاں
نہیں کہہ سکتی یہاں سے کہیں اور چلیں۔"

"پھر تو نے مجھے یہاں کیوں بلایا۔ اچھا ہی ہوتا کہ تو میرے
پاس ہی آ جاتی۔"

"میں اب ایسے حالات میں محل کو چھوڑ کر نہیں آ سکتی تھی۔
مہاراج۔" رانی گندھاری پریشانی سے بولی۔

"تب پھر تو ہی بتا میں کیا کروں؟"

"کچھ نہیں مہاراج، یہاں سے کہیں اور چلتے ہیں کسی ایسی
جگہ جہاں ہم آرام سے باتیں کر سکیں۔" رانی گندھاری نے کہا اور
اس کا باپ تیار ہو گیا۔

پھر وہ لوگ محل سے نکل کر ایک ایسی [illegible] گئے
جہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ یہاں وہ بے فکری اور
آزادی سے گفتگو کر سکتے تھے۔ تب رانی گندھاری نے راجہ کو اپنا
مافی الضمیر بتاتے ہوئے کہا۔

"میں نے اس سے بہت تھوڑی سی ملاقات کی تھی، یہ
میری اور اس کی پہلی ملاقات تھی اور جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا
کہ اس نے مجھے کچھ انوکھی کہانیاں سنائی تھیں، مثلاً راجہ کورا جسے
میں نے قتل کر دیا تھا، اس نے مجھے راجہ کورا کی لاش بھی دکھائی
پتاجی اور سب سے بڑی بات یہ کہ راجہ کورا کی لاش کے ہاتھ میں
وہ موتی دبا ہوا تھا جو میرے نولکھا ہار سے غائب ہے، اس نے وہ
موتی نکال کر مجھے دیا اور جب میں نے اسے نولکھے ہار کے دوسرے
موتیوں سے ملا کر دیکھا تو وہ وہی موتی تھا۔ اس بات کا تاحال بھی
نہ مجھے معلوم ہے نہ آپ کو۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے۔"

"اور یہ بھی معلوم ہے پتاجی کہ اس میں سے وہ موتی
کیسے غائب ہوا۔"

"بالکل، یہ بات بھی ہمیں نہیں معلوم۔" راجہ گندھار نے
اعتراف کیا۔

"مگر پتاجی وہ جانتی ہے، اس نے میرے بیٹے [illegible] راج کا
بھی حوالہ دیا جسے میں گدی پر بٹھانا چاہتی تھی۔ کیا یہ ممکن ہے پتاجی
کہ اسے پچھلے جنم کی باتیں یاد ہوں اور پچھلے جنم میں وہ کوئی ایسی ہستی
ہو جو ہمارے نزدیک رہی ہو۔"

"بھگوان ہی جانے تیری باتیں سن کر تو میرے دل میں
طرح طرح کے خیالات آنے لگے ہیں، پر چنتا نہ کر میں ایک ایسے
شخص کو جانتا ہوں جو ہماری مشکلوں کا حل پیش کر سکتا ہے۔"

"کون؟"

"میں تجھے اس کے بارے میں پھر بتاؤں گا، تو پہلے مجھے
پوری بات بتا کیا کہہ رہی تھی؟"

"میں کہہ رہی تھی کہ جب [illegible] میں میری اس سے
پہلی ملاقات ہوئی تو اس نے مجھے ایک چراغ دکھایا اس میں خون
بھرا ہوا تھا اور ایک کٹی ہوئی انگلی خون کے اس پیالے میں
یوں کھڑی تھی جیسے چراغ کی بتی ہو، وہ چراغ شمع روشنی دے رہا
تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے انگلی کے اوپری سرے پر روشنی
ہو رہی ہو۔"

"کیا وہ واقعی روشنی بھی دے رہا تھا؟" راجہ گندھار نے
حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ چراغ بالکل اسی طرح جل رہا تھا جیسے دیئے
میں تیل جلتا ہے۔"

"اچھا تو پھر؟"

"پھر اس نے مجھے پنڈا کی جنم کنڈلی کے بارے میں بتایا
مجھے وہ سب کچھ سمجھایا جو مجھے کرنا تھا اور پھر پتاجی میں
نے اس کی بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کیا اور اس عمل کا نتیجہ آپ
دیکھ رہے ہیں مہاراج، اس کی سہائتا نے ہمیں کہاں سے کہاں
پہنچا دیا۔ شاید آپ کو یہ بھی معلوم ہو کہ پانڈو جل کر ہلاک ہو گئے
ہیں۔ اور اب ودیودھن کی حکومت کو کوئی خطرہ نہیں ہے یہ ساری
آسانیاں ہمیں چمپاکلی کی بدولت نصیب ہوئی ہیں، جب اس نے
مجھے پنڈا کی موت کا طریقہ بتایا تھا تو اس نے مجھ سے ایک وچن
لیا تھا۔"

"وہ وچن کیا تھا؟"

"یہ کہ میرا کام ہو جائے تو مجھے اس کا بھی ایک کام کرنا ہوگا۔"

"تو تم نے وچن دے دیا تھا؟" راجہ گندھار نے پوچھا۔

"ہاں مہاراج میں نے وچن دے دیا تھا، اتنا بڑا کام ہونے کی
خوشی میں، میں یہ بات بھول گئی تھی کہ وہ بات کوئی ایسی بھی ہو سکتی
ہے جو میرے لئے مشکل ہو۔"

"اوہ تو کیا اس نے کوئی ایسا مطالبہ کر دیا ہے جو تم پورا
نہیں کر پا رہیں۔" راجہ گندھار نے پوچھا۔

"ہاں مہاراج ایسا ہی مطالبہ ہے۔" رانی گندھاری کسی

قدر مضمحل ہو گئی تھی۔
"کیا؟" راجہ کندھار نے کہا۔
"اس نے کہا ہے کہ دریودھن کی شادی اس سے کر دی جائے اور ہستناپور کی رانی اسے بنا دیا جائے۔"
"اوہ" راجہ کندھار گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا "نہیں نہیں یہ تو کسی طور ممکن نہیں ہے، دریودھن بیشک چالاک ہے وہ جس طرح حکومت سنبھالے ہوئے ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنے والا وقت اسے تاریخ میں ایک نمایاں مقام دے گا لیکن کوئی ایسی لڑکی جس کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہ ہو، خوبصورت ضرور ہو مگر اس کے ساتھ پر اسرار قوتوں کی مالک بھی تو بھلا اس کے ساتھ دریودھن کی شادی کا [illegible] کی جاتی ہے۔ تم نے اس سے اس کا حسب نسب اور اس کی ذات پوچھی؟"
"نہیں پتا جی وہ یہ سب کچھ بتانے پر راضی نہیں ہے۔ [illegible]لانکہ میں نے اس سے کئی بار اس بارے میں پوچھا لیکن وہ یہی [illegible] کر آنے والا سے ساری باتیں بتا دے گا۔"
"[illegible] تو یہ کام بڑا مشکل ہو جائے گا۔"
"[illegible] میرے وچن کا کیا ہو گا پتا جی" رانی کندھار کی [illegible] اور راجہ کندھار کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ کافی دیر تک [illegible] رہا پھر بولا۔
"یہی بہتر ہو گا کہ مہاراج دھن راج سے اس سلسلے میں [illegible]ات کر لی جائے۔"
"کون کون مہاراج ہے؟"
"تو نہیں جانتی، وہ ایک مہان گیانی ہے جس کی عمر کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا [illegible] بہت بوڑھا ہے۔ میں بچپن سے اسے اسی حالت میں دیکھ رہا ہوں نجانے کون کون اسے اس حالت میں دیکھ چکا ہے۔ وہ بھی بڑا عجیب ہے۔ اور جب دو عجیب غریب شخصیتیں ایک دوسرے کے بارے میں سوچیں گی تو نتائج بھی کچھ عجیب ہی نکلیں گے" راجہ کندھار نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"دھن راج مہاراج کہاں ہیں؟"
"تو اس کی چنتا مت کر ان سے بات کرنا میرا کام ہے" راجہ کندھار بولا۔
"مگر میں اپنے وچن کے سلسلے میں اس سے کیا کہوں؟"
"اس تو اسے یہ کہہ کر ٹال سکتی ہے کہ میں دریودھن سے بات کرنے کے لئے کسی مناسب وقت کے انتظار میں ہوں۔"
"ٹھیک ہے پتا جی۔"
"ہاں تجھے معلوم ہے دریودھن آج کل کیا کر رہا ہے؟"
"نہیں میں نے اس سے کبھی نہیں پوچھا۔"
"معلومات حاصل کر اور ان سے مجھے مطلع کر۔ دوسری طرف میں دھن راج مہاراج سے تیری اس پریشانی کا ذکر کروں گا مجھے [illegible] ہے کہ وہ ہماری سہائتا پر آمادہ ہو جائیں گے" راجہ کندھار نے کہا اور رانی کندھاری کسی حد تک مطمئن ہو گئی۔ تب اس کا باپ واپس چلا گیا اور وہ دریودھن سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے چل پڑی۔

ادھر یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور دوسری طرف دریودھن اپنی سلطنت کو مضبوط کرنے کے چکر میں لگا ہوا تھا۔ اس نے ایک ایسا انتظام قائم کیا تھا جس سے اسے قرب و جوار کے بارے میں اطلاعات ملتی رہیں، پانڈوں سے تو اب اس کا ذہن صاف ہو گیا تھا۔ ان کا اب اس سنسار میں کوئی وجود نہیں [illegible] طرف سے وہ بے فکر ہو گیا۔
لیکن یہ بے فکری زیادہ عرصے تک نہ رہی۔ آہستہ [illegible] ایسی خبریں ملنے لگیں جن سے دریودھن متفکر ہونے لگا۔ اسے علم ہوا تھا کہ کمپلا اور اس کے قرب و جوار میں پانچ ایسے بھائی ابھرے ہیں جن میں پانڈوں کی سی خصوصیات نمایاں ہیں گو ان کے نام بدلے ہوئے ہیں لیکن یوں لگتا ہے جیسے وہ راجہ پنڈا کی اولادوں میں سے ہوں جن کے نام ارجن، بھیم سین، جدہشٹر، نکل اور سہدیو تھے۔
چنانچہ دریودھن نے اس واقع کی تحقیقات کرنے کے لئے چند افراد کو مختص کر دیا اور اس کے آدمیوں نے اسے جو اطلاعات دیں وہ بڑی ہی عجیب تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ پانڈوں کے جلنے کی اطلاع غلط تھی۔ وہ ابھی تک زندہ ہیں اور کمپلا میں مقیم ہیں ان پانچوں بھائیوں نے کمپلا کے راجہ کی بیٹی دروپدی سے مشترکہ باہمی شادی کر لی ہے۔
دریودھن کو یہ ساری تفصیلات سن کر بڑی تشویش ہوئی اس نے سوچا کہ پانڈوں نے اپنی جرأت مندی سے حالات کا مقابلہ کر ہی لیا۔ وہ جلنے سے بھی بچ گئے اور انہوں نے ایک ایسی مضبوط حکومت بھی حاصل کر لی جو آگے بڑھ کر ہستناپور پر حملہ بھی کر سکتی ہے چنانچہ اس نے دن رات کوئی نئی چال چلنے کی کوششیں شروع کر دیں۔
اس نے اپنے مشیروں سے مشورہ لیا اور اپنے چچا زاد بھائیوں

سے دوستانہ مراسم استوار کرنے کی کوشش کی، اور ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ اور انہیں ہستناپور آنے کی دعوت دی۔ پانڈوں نے کوروں کی یہ دوستی قبول کر لی اور ہستناپور جا پہنچے۔
دریودھن نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اور خاص خاطر و تواضع کی۔ دونوں خاندانوں میں حکومت کی تقسیم کے بارے میں فیصلہ ہوا طے یہ پایا کہ اندرپت جسے اب پرانی دہلی کہا جاتا ہے مع آدھی سلطنت کے پانڈوں کے قبضے میں رہے گی۔ اور ہستناپور کوروں کے زیر نگین رہے گی۔ حکومت کی اس تقسیم کے بعد سلطنت کے بہت سے امیروں نے پانڈوں کی اقبال مندی، جرأت مندی اور بلند ظرفی کو دیکھ کر ان کی اطاعت قبول کر لی۔ اس پر دریودھن بظاہر تو خاموش رہا لیکن اس کے اندر خاصی تشویش پیدا ہو گئی۔ وہ دل ہی دل میں پانڈوں کی تباہی کے منصوبے باندھنے لگا۔ راجہ دھرتراشٹر جو صرف نام کا حکمران تھا اور سچ مچ کا اندھا حکمران تھا اس کی حیثیت تو ایک طرح سے ختم ہو کر رہ گئی تھی اور لوگ اب دریودھن کو ہی راجہ سمجھنے لگے تھے لیکن دریودھن کے دل کی حالت بہت خراب تھی۔
پانڈوں کے ساتھ اس نے جو کچھ کیا تھا اس پر اس کا دل ندامت کرتا تھا لیکن حسد کی آگ اس کے وجود کو جلا کر خاکستر کئے دے رہی تھی۔ امیروں اور سلطنت کے بڑے بڑے لوگوں کی اطاعت پر بظاہر وہ خاموش رہا لیکن اس کے دل میں پانڈوں کی تباہی کے لئے بہت سے منصوبے تھے۔
دوسری طرف ارجن، جدہشٹر اور اس کے سارے بھائیوں نے مل کر سلطنت کو وسیع کرنے کا منصوبہ بنایا اور اپنی فوجوں کو لے کر مختلف علاقوں کی سمت چل پڑے۔ چونکہ خدا تعالیٰ بھی پانڈوں پر مہربان تھا اس لئے پانڈوں نے جو سوچا وہی ہوا۔ چاروں بات بھائیوں نے خدا کی مدد سے ساری دنیا میں اپنی فتح کا نقارہ بجا دیا اور ہر ملک کے فرماں رواؤں، امیروں اور راجاؤں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا۔ یہ چاروں بھائی فتح و نصرت سے کامیاب و کامران ہوئے اور ان علاقوں سے جو انہوں نے فتح کئے تھے بے شمار زر و جواہر لے کر اپنے دار الحکومت اندرپت میں پہنچے۔ ان کے پہنچنے پر ان کا عظیم الشان استقبال کیا گیا۔ اور ان کے اہتمام میں جشن بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔
دریودھن نے جب پانڈوں کی یہ شان و عظمت اور رعب جلال دیکھا اور ان کی سلطنت کی وسعت پر نظر کی تو اس کے دل میں حسد کی جو آگ بھڑک رہی تھی اور بھڑک اٹھی۔ اپنے دشمنوں کو ختم کرنے کا خیال اس کے دل میں تیزی سے سر اٹھانے لگا اور اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے وہ طرح طرح کی تدبیریں سوچنے لگا۔
دریودھن کے دربار میں بہت سے مکار، حیلہ باز قسم کے لوگ جمع تھے، وہ دن رات ان سے مشورے کرنے لگا۔ اس کے دل میں شدید خواہش تھی کہ کسی طرح پانڈوں کا اقتدار اور اقبال ختم کر دے اور اپنی سلطنت وسیع تر کرے۔
چالاک درباریوں نے بالآخر دریودھن کو ایک مشورہ دیا اور اس مشورے پر عمل کرنے کے لئے دریودھن دن رات غور و خوض کرنے لگا۔
اس زمانے میں جوا کھیلنے کا رواج عام تھا چالاک درباریوں نے دریودھن کو جوئے میں کوروں کی قسمت کا پانسہ پلٹنے کا مشورہ دیا اور ایک خاص قسم کی چوسر پر جوا کھیلنے کو کہا۔ اس مقصد کے لئے یہ طے پایا کہ جوا کھیلنے کے لئے ایک ایسا پانسہ بنایا جائے جو ہر بار دشمن کے خلاف پڑے۔
دریودھن کو یہ تجویز بے حد پسند آئی اور اس نے اس خاص قسم کے پانسے سے جدہشٹر، ارجن اور ان کے باقی بھائیوں سے جوا کھیلنے کا ارادہ کیا۔
جب یہ سب کچھ طے ہو گیا تو اس نے بڑی لجاجت اور ملائمت کے ساتھ جدہشٹر، ارجن اور ان کے بھائیوں کو ہستناپور آنے کی دعوت دی۔
جدہشٹر جو اب اندرپت کا راجہ تھا، اپنے چچا زاد بھائی کی مکاریوں کو نہ سمجھتا تھا۔ اپنی بے خبری میں ہستناپور پہنچا تو دریودھن نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور خوب اچھی طرح اس کی مدارت کی۔ اس نے ان پانچوں بھائیوں کے اعزاز میں بڑی بڑی دعوتیں کیں اور سارے امراء اور روساء سے بڑے فخر کے ساتھ ملایا۔ جیسے ان سے بڑا اس کا ہمدرد اور کوئی نہیں ہے۔ اس نے بڑی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ یہ پانچوں میرے بھائی ہیں اور اس نے اپنے پانچوں بھائیوں کا حق تسلیم کرتے ہوئے حکومت تقسیم کر دی ہے۔
لوگوں نے اس بات کا بڑا چرچا کیا اور خود جدہشٹر اور اس کے بھائی بھی اپنی یہ شان و عظمت دیکھ کر دریودھن کے پہلے سلوک کو بھول گئے کیونکہ وہ سچے تھے۔
تفریح کے طور پر دریودھن نے جدہشٹر سے جوا کھیلنے کے لئے کہا۔ پانڈوں کو چونکہ دریودھن کی عیاری کا حال معلوم نہ تھا اس لئے وہ بغیر کسی حیل و حجت کے جوا کھیلنے پر راضی ہو گیا۔ اس پر دریودھن نے اپنا وہی مخصوص پانسہ نکالا اور کھیلنا شروع

کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں پانڈو اپنا سب کچھ ہار بیٹھے۔ اور اب بات ملک و مال پر جا پہنچی۔ لیکن پانسہ جب بھی پھینکتا دریودھن ہر چیز کا مالک بنتا چلا گیا۔ لیکن دریودھن نے اس پر اکتفا نہیں کی۔

جب پانچوں بھائی اپنی بیوی دروپدی کو بھی ہار گئے۔ تو دریودھن نے ایک آخری بازی اس شرط پر لگانے کو کہا کہ اگر پانڈو جیت جائیں تو انہیں ان کا سب ہارا ہوا مال و ملک اور بیوی واپس کر دی جائے گی اور اگر ہار جائیں تو وہ آبادی کو چھوڑ کر جنگل میں چلے جائیں اور وہاں بارہ سال تک پرندوں اور چرندوں کے ساتھ زندگی گزاریں اور جب جلاوطنی کی یہ رات ختم ہو جائے تو وہ واپس آبادی میں آئیں اور ایک سال تک گمنامی کی زندگی بسر کریں کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے دیں کہ وہ کون ہیں۔ اور اگر یہ راز کھل گیا تو انہیں پھر بارہ سال کی جلاوطنی بھگتنی ہو گی۔

بدقسمت پانڈو اپنی سچائی کی وجہ سے اور دریودھن کی مکاری اور عیاری کی وجہ سے یہ آخری بازی بھی ہار گئے۔ شرط کے مطابق انہوں نے شہر کی سکونت ترک کر کے جنگل میں بسیرا کر لیا اور پہلی بارہ سال کے لئے دریودھن نے اپنی حکومت کو پانڈوؤں سے محفوظ کر لیا۔

دریودھن اپنی چالاکی سے اپنے راستے کے سب سے بڑے کانٹے کو ختم کر چکا تھا اور اب تو اسے یہ خطرہ بھی نہ رہ گیا تھا کہ پانڈو کسی اور طریقے سے کوئی حیثیت حاصل کر کے اقتدار دوبارہ حاصل کر لیں گے۔ چنانچہ رزم کی محفل سے ہٹ کر وہ بزم کی جانب آیا اور ایک دن اس نے اپنی ماں گندھاری سے فرمائش کی کہ اس کی شادی کر دی جائے۔

خود گندھاری کے دل میں بھی یہ خیال بہت عرصے سے تھا۔ لیکن وہ پریشان تھی۔ چمپا کلی جواب جس محل میں چھپ کر ڈرے رہ رہی تھی اور اس کے ذہن کے پاگل ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔

دوسری طرف راجہ گندھار اپنی کوششوں میں مصروف تھا وہ اپنی بیٹی کی پریشانی کو سمجھتا تھا اور پھر اس کے دل میں یہ بھی خواہش تھی کہ معلوم کرے کہ وہ خوبصورت عورت چمپا کلی کون ہے۔

اس سلسلے میں اس نے ہستنا پور کے سب سے قدیم بوڑھے کا انتخاب کیا جو گیان دھیان کا ماہر اور پُراسرار علوم میں ماہر تھا لیکن دھن راج کی عادت تھی کہ وہ دنیا کی نگاہوں سے عام طور پر روپوش رہتا تھا اور طویل عرصے کے بعد باہر آتا تھا۔ اس دوران وہ ایک غار جس کو باہر سے ایک بہت بڑے پتھر سے بند کر دیا گیا تھا فروکش تھا اور لوگوں کو یہ ہدایت تھی کہ وہ اس غار میں داخل ہو کر اسے پریشان کرنے کی کوشش نہ کریں۔ چنانچہ راجہ گندھار اس کے غار سے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس دوران اس نے بہت سارے لوگوں کو غار سے باہر متعین کر دیا تھا کہ وہ نگاہ رکھیں کہ دھن راج مہاراج کب غار سے باہر آتے ہیں۔

سو ایک دن اسے اطلاع ملی کہ دھن راج مہاراج نے غار کا پتھر ہٹا دیا ہے اور غار سے باہر آ گئے ہیں تو راجہ گندھار اپنے خاص حواریوں کے ساتھ دھن راج مہاراج کے چرنوں میں پہنچ گیا۔ اس نے دھن راج کے چرن چھوئے اور بوڑھے دھن راج کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

دھن راج کے سر کے سارے بال سفید تھے، اس کی بھنوؤں کے بال اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ اس کی آدھی آنکھیں بالوں کے نیچے چھپی ہوئی تھیں، اسی طرح مونچھوں اور داڑھی کے بال لمبے لمبے اور برف کی طرح سفید تھے۔ لیکن ان ساری چیزوں کے باوجود اس کا بدن خاصا گٹھا ہوا اور مضبوط تھا یوں لگتا تھا جیسے اس کے بدن میں کچھ خاص قوتیں کارفرما ہوں۔

راجہ گندھار نے اپنی آمد کا مقصد بیان کرنا شروع کر دیا۔ دھن راج خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا لیکن گندھار محسوس کر رہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک پیدا ہو گئی ہے تب اس نے پُراسرار انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ گیا تو کس کا ذکر کر رہا ہے لیکن اس کے لئے مجھے بڑی چالاکی سے کام کرنا ہو گا۔"

"مجھے بتائیں مہاراج مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

"چلتے پانی کی پوترتا امر ہے سارے جادو پانی میں آ کر ختم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ طاقتیں جو کام نہیں رہتیں جو انسانی بدن میں حلول کر جاتی ہیں۔ تو یوں سمجھ لے اپنی بیٹی گندھاری کو کہ وہ اس خوبصورت عورت کو لے کر پانی کے بیچوں بیچ آ جائے اور پھر اس سے سوال کرے کہ اس کی ذات پات کیا ہے؟"

"مہاراج کیا آپ کا گیان یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ کون ہے؟"

"بتا سکتا ہے پر بتانے سے وہ نہیں ہو گا جو دریودھن کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ میں تجھے بتاؤں گا کہ ستارے دریودھن اور اس کے راج پاٹ کے بارے میں کیا کہتے ہیں لیکن پہلے تو اس مسئلے سے نمٹ لے۔"

"مجھے ایک بات تو بتا دیں مہاراج۔"

"پوچھ۔"

"کیا وہ سندر لڑکی یا عورت سچ مچ کوئی معصوم باشندہ

ناری ہے یا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے۔" راجہ گندھار نے پوچھا۔

"پگلا ہے تو راجہ گندھار اگر وہ خوبصورت اور معصوم ہوتی تو پانڈو جیسا راجہ اس کے ہاتھوں نہ مارا جاتا۔ میں بس تجھے اتنا ہی بتاؤں گا کہ وہ بہت ہی انوکھی عورت ہے اور تجھے اس کے لئے بہت کچھ کرنا ہو گا۔"

"مہاراج میں جانتا ہوں کہ آپ مجھے ساری باتیں بتا دیں تاکہ جب میری بیٹی گندھاری اسے پانی کے بیچوں بیچ لائے تو وہ سب کچھ کر سکے جو اسے اس بلا سے نجات دلا سکے۔" راجہ گندھار نے کہا۔

"میں تجھے بتاتا ہوں۔" دھن راج مہاراج نے کہا اور پھر راجہ گندھار کو آہستہ آہستہ کچھ بتانے لگے۔ راجہ گندھار نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔

"کیا آپ میرے ساتھ اس جگہ تک چل سکیں گے مہاراج جہاں آپ کو یہ سب کچھ کرنا ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں، میں اس سلسلے میں خود تیرے ساتھ ہوں گا۔" دھن راج مہاراج نے کہا۔ اور راجہ گندھار خوش ہو گیا۔

رات کی تاریکی میں وہ دریائے دریل کے بیچوں بیچ اس مقام تک پہنچے جسے کوئی جزیرہ سمجھا جا سکتا تھا۔ گو یہ چھوٹی سی جگہ تھی لیکن بہت خوبصورت تھی۔ اور دریا کے بیچوں بیچ اس کے سبزہ زار بہت خوبصورت نظر آتے تھے۔ راجہ گندھار کو مہاراج دھن راج نے ساری تفصیلات بتائیں اور راجہ گندھار نے تیاریاں شروع کر دیں۔ چند ہفتوں کی مسلسل کوشش کے بعد دریائے دریل کے بیچوں بیچ ایک خوبصورت عمارت تیار ہو گئی اور اس کام سے فارغ ہونے کے بعد دھن راج مہاراج نے وہ دائرہ کھینچ دیا جس کے بارے میں انہوں نے راجہ گندھار کو بتایا تھا۔

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد راجہ گندھار ہستنا پور پہنچا جہاں گندھاری شدت سے اس کی منتظر تھی۔ وہ بیچاری بہت پریشان تھی۔ چمپا کلی کئی بار اس سے کہہ چکی تھی کہ وہ اپنے وچن سے کترانے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن گندھاری نے اسے یہی جواب دیا تھا کہ وہ دریودھن کو تیار کر رہی ہے۔ جونہی دریودھن راضی ہو گا وہ اس کی شادی فوراً چمپا کلی سے کر دے گی۔

چنانچہ جب راجہ گندھار نے اپنی بیٹی کو ساری تفصیلات بتائیں تو وہ بہت خوش ہوئی اور اس نے دھن راج مہاراج سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ تب راجہ گندھار نے اس سے کہا کہ دھن راج مہاراج اس سے ملیں گے پر ابھی نہیں وہ اس سے اس سمے ملیں گے جب چمپا کلی کی اصلیت ظاہر ہو جائے گی۔

"لیکن کیا دھن راج مہاراج نے یہ نہیں بتایا کہ چمپا کلی کون ہے؟"

"نہیں۔ ان سادھو سنتوں کے اپنے بھی کچھ کام ہوتے ہیں گندھاری۔" راجہ گندھار نے کہا۔

"اچھا پتا جی تو میں کوشش کرتی ہوں کہ چمپا کلی کو لے کر کسی طرح اس مقام تک پہنچوں۔" رانی گندھاری نے کہا اور اس رات جب رانی کی ملاقات چمپا کلی سے ہوئی تو اس کے ہونٹوں پر بڑی پیار بھری مسکراہٹ تھی اس نے آگے بڑھ کر چمپا کلی کو سینے سے لگا لیا اور چمپا کلی بھی مسکرانے لگی۔

"آج یہ محبت کیسے پھوٹ پڑی رانی گندھاری؟"

"تو میری بہو بننے والی ہے نا میرے من میں تیرے لئے محبت نہ پھوٹے گی تو اور کیا ہو گا۔"

"او ہو تو کیا تم نے دریودھن سے بات کر لی ہے؟"

"نہیں میں نے دریودھن سے یہ بات نہیں کی پر دوسری بات کی ہے۔"

"وہ کیا۔" چمپا کلی نے پوچھا۔

"دریودھن اپنے سب سے بڑے دشمن پانڈوؤں سے جیت چکا ہے اور اب دریودھن آزاد ہے۔ اس نے مجھ سے اپنی شادی کی بات کی تو میں نے کہا محل کے ہنگاموں میں یہ سب کچھ مناسب نہ ہو گا۔ یوں کرتے ہیں کہ دریائے دریل کے بیچوں بیچ جو خشک جگہ ہے وہاں ہمارا ایک محل ہے وہاں بیٹھ کر یہ ساری باتیں کر لی جائیں گی تو دریودھن نے کہا ہے کہ چمپا کلی کو بھی وہیں بلا لیا جائے تو بہتر ہے۔ تو یوں کریں۔ چمپا کلی کہ ہم دونوں وہاں چلتے ہیں اور دریودھن بھی وہاں پہنچ جائے گا۔" چمپا کلی اس بات پر تیار ہو گئی اور ساری تیاریاں کرنے کے بعد وہ لوگ چل پڑیں۔

چمپا کلی کو یہ خوبصورت جگہ بہت پسند آئی تھی اور خاص طور سے یہ عمارت اس کے لئے بڑی دلکش تھی۔ یہاں پہنچ کر اس نے سوال کیا۔

"کیا دریودھن مہاراج ابھی یہاں نہیں پہنچے؟"

"نہیں پہنچنے ہی والا ہو گا۔" رانی گندھاری نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی "تو چنتا مت کر چمپا کلی تو جو چاہے گی وہی ہو گا۔" اور اس کا ہاتھ پکڑے پکڑے اس دائرے میں داخل ہو گئی جو دھن راج مہاراج نے کھینچا تھا۔ اور جس کے بارے میں راجہ گندھار گندھاری کو اطلاع دے آیا تھا۔

تو یہ ننھی چمپا کلی کی پُراسرار داستان کی ابتدا۔ باسط اور تجسس میں ڈوبی ہوئی اس کہانی کی دوسری قسط

آئندہ ماہ

نجات تھی۔ وہ چل پڑا۔

رانی گندھاری نے پتا کا سواگت کیا۔ اس کے ہونٹوں پر اداس مسکراہٹ تھی۔

"بڑی بھول ہو گئی پتا جی۔ ابھی آپ کو واپس نہیں جانا چاہئے تھا۔" وہ اسے اپنے محل میں لے جاتے ہوئے بولی۔

"کیوں بیٹی کیا بات ہے؟"

"بس وہی چمپا کلی کا کھیل۔"

"ارے کیوں۔؟ کہاں گئی ہے وہ پاپا اس عمارت میں نہیں ہے گئی۔ کیا تو نے اسے اس دائرے میں قید نہیں کر دیا؟" راجہ گندھار نے تعجب سے پوچھا۔

"یہ سب کچھ ہو گیا مہاراج پر میرا من شانت نہیں ہے۔" گندھاری نے کہا۔ اور راجہ گندھار اپنی بیٹی کے سامنے ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔

"کیا بات ہے مجھے بتا۔"

"میں نے آپ کی آگیا کے مطابق اسے اس دائرے میں بند کر دیا۔ اور پھر میں نے اس سے پوچھا۔ لیکن وہ انوکھی باتیں بتاتی ہے۔ ایسی باتیں جنھیں سن کر ڈر لگتا ہے۔"

"کیا ہے؟" گندھار نے کہا۔

"وہ کہتی ہے یہ سب کچھ جنم جنم کا کھیل ہے اور مجھے یہاں قید کرنے والی تو نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" راجہ گندھار تعجب سے بولا۔

"ہاں وہ کسی گھنشیامی کا نام لیتی ہے۔"

"کون گھنشیامی۔"

"میں نہیں جانتی مہاراج، پر وہ بڑے اعتماد سے کہتی ہے کہ اس کے پیچھے کسی گھنشیامی کا ہاتھ ہے اور میں اسے قید کرنے کے قابل نہیں تھی۔" رانی گندھاری نے کہا۔

"وہ تجھے بیوقوف بنا رہی ہے۔" راجہ گندھار مسکرا کر بولا۔ "تو خود جانتی ہے ہمارے درمیان کوئی گھنشیامی نہیں ہے ہم نے تو یہ سب مہاراج دھن راج کی مدد سے کیا ہے۔ اور دھن راج مہاراج نے اس سلسلہ میں مجھے کچھ خاص باتیں بھی بتائی تھیں۔"

"خاص باتیں۔"؟

"ہاں۔"

"بھگوان کے لئے مہاراج مجھے وہ باتیں بتائیں میں ان کے لئے بہت پریشان ہوں۔" گندھاری نے کہا۔

"تو آخر کیوں پریشان ہے گندھاری۔ تجھے چنتا کس بات کی ہے۔ دریودھن کا وواہ کسی پردیش کی کماری سے ہونا چاہئے۔ چمپا کلی خوبصورت ضرور تھی لیکن ایک ایسی لڑکی سے دریودھن کا وواہ کسی طور مناسب نہ ہوتا جس کے نہ ماں باپ کا پتہ نہ ذات پات کا ٹھکانہ۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مہاراج۔ پر نہ جانے کیوں مجھے اب اس سے ہمدردی محسوس ہوتی ہے۔" گندھاری نے کہا۔

"رہی نہ عورت کی عورت۔ عورت ذات میں یہی تو ایک خرابی ہے۔ بڑی نرم دل ہوتی ہے۔" راجہ گندھار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مہاراج۔ مگر آپ مجھے بتائیں کہ دھن راج مہاراج نے آپ کو کیا بتایا تھا؟"

"دھن راج مہاراج نے کہا تھا کہ یہ ایک لمبا کھیل ہے وہ بیڑو کا ایک پاپ ہے جو انسانی روپ میں آیا ہے۔ کتابوں کی ایک کہانی ہے جس کو کھولنا ابھی ٹھیک نہیں لیکن اس سے نجات ضروری ہے۔"

"اور کیا دھن راج مہاراج نے یہی کہا تھا"؟

"ہاں۔"

"لیکن انہوں نے یہ بھی تو بتایا ہوگا کہ آخر چمپا کلی کا روپ کیا ہے"؟

"نہیں۔ یہ انہوں نے نہیں بتایا۔"

"آپ ان سے پوچھیں۔"

"پوچھ لوں گا۔"

"نہیں مہاراج جب تک من کو شانتی اسی سے ملے گی، جب آپ یہ سب کچھ مجھے بتا دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں واپس جا کر دھن راج مہاراج سے ملوں گا۔" راجہ گندھار نے کہا۔ اور پھر وہ واپس چلے گئے۔

رانی گندھاری کے دل کو اب بھی سکون نہیں ملا تھا۔ وہ چمپا کلی سے جلدی ملنے کے لئے کہہ کر آئی تھی۔ لیکن اسے راجہ گندھار کے انتظار میں کافی وقت گزر گیا تھا۔ چنانچہ راجہ کے جانے کے بعد اس نے فوری طور پر دریا کے دبل جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

شاہی بجرا گندھاری کو لے کر چل پڑا۔ دریا کے دبل کے بیچوں بیچ وہ پر اسرار سفید قید خانہ نظر آ رہا تھا جو چمپا کلی کا قید خانہ تھا۔ اس قید خانے پر آٹھ طاقتور محافظ کھڑے رہتے تھے۔

رانی گندھاری نے بجرے سے اتر کر اس محل کا رخ کیا اور دروازے سے نکل کر اس جگہ پہنچ گئی جہاں حصار بنا ہوا تھا۔

حصار کے درمیان چمپا کلی نیم مردہ سی حالت میں پڑی ہوئی تھی اس کا رنگ سفید ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں حلقے نظر آ رہے تھے ہونٹ بالکل سوکھ گئے تھے اور اس کا حسن ماند پڑ گیا تھا۔

"چمپا کلی۔" رانی گندھاری نے اسے آواز دی۔ اور چمپا کلی نے آنکھیں کھول دیں۔ ان آنکھوں میں زمانے بھر کے غم سمٹ آئے تھے۔ ایسی اداسی ایسی ویرانی تھی ان آنکھوں میں گندھاری کا دل مانو کسی نے مٹھی میں لے کر مسل دیا ہو۔

"چمپا کلی۔" اس بار وہ بے اختیار ہو کر چیخی۔ اور چمپا کلی نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکی تب اس کی کمزور آواز بہت آہستہ سے ابھری۔

"میں اٹھ نہیں سکتی گندھاری۔"

"تمہیں کیا ہوا چمپا کلی۔؟" گندھاری نے تاسف سے کہا۔

"میں بھوکی پیاسی ہوں گندھاری۔" چمپا کلی نے اسی کمزور آواز میں کہا۔ اور رانی گندھاری کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

"کیوں۔؟" وہ چیختی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں کیا جانوں گندھاری۔" چمپا کلی نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"تم کب سے بھوکی ہو۔"؟

"جب سے تم یہاں سے گئی ہو۔ ان ملا نہ پانی۔" چمپا کلی نے کہا۔ اور رانی گندھاری کے دماغ میں آگ سلگ اٹھی۔ وہ وحشیانہ انداز میں وہاں سے باہر نکل آئی۔ محافظوں کے سردار کو اس نے طلب کیا اور قہر آلود نگاہوں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی۔

"قیدی کو ان پانی دینے سے کس نے منع کیا تھا۔ کیا تمہارا یہ فرض نہ تھا کہ تم اسے ان پانی دیتے۔"

"ہم نے کوشش کی تھی رانی جی۔"

"کیا بکواس کر رہا ہے۔ کوشش سے تیرا کیا مطلب ہے۔"

"جس جگہ وہ قید ہے وہاں کوئی نہیں جا سکتا۔ وہ دیواریں نظر تو نہیں آتیں لیکن ان کے دوسری طرف جانا ممکن نہیں ہے۔"

"کونسی دیواریں۔"؟

"جہاں وہ قید ہے۔"

"تو بکواس کر رہا ہے۔ پاپی جا جلدی سے ان پانی لا۔ تو نے مجھے خود میری نگاہوں میں ذلیل کر دیا ہے۔"

محافظ دوڑ گیا۔ اور رانی گندھاری اس وقت تک انتظار کرتی رہی جب تک وہ تھال لے کر نہ آ گیا۔ رانی گندھاری خود یہ تھال لے کر چل پڑی تھی۔ اسے شدید رنج تھا۔

لیکن جب وہ سب کچھ بھول کر دائرے کے پاس پہنچی اور اس نے دائرے میں داخل ہونے کی کوشش کی تو غیر مرئی دیواروں سے ٹکرا گئی۔ اس نے بے چینی سے ان دیواروں کو ٹٹولا۔ اور پھر دائرے کے گرد چکر لگانے لگی۔ لیکن کہیں سے اندر جانے کا راستہ نہیں تھا۔

دائرے کے اندر سے چمپا کلی اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ بے بسی سے گندھاری کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ "چمپا کلی۔ میں اندر کیسے آؤں۔" "میں کیسے اندر آؤں چمپا کلی۔" وہ روندھی آواز میں بولی۔

"کیا تم نے میری بات کو جھوٹ سمجھا تھا رانی گندھاری؟" چمپا کلی کمزور آواز میں بولی۔ "میں نے کہا تھا نا کہ جو کچھ تو نے کیا ہے۔ اس میں صرف تمہارا ہی ہاتھ نہیں ہے۔ بلکہ میرا ایک بہت پرانا دشمن گھنشیامی تمہارے ذریعے اپنی کوشش میں کامیاب ہوا ہے۔ اگر تم میرے ساتھ یہ دھوکے بازی نہ کرتیں تو میرے بیری گھنشیامی کو کامیابی نہ ہوتی۔ میں جب تک آزاد تھی وہ مجھ سے دور دور رہا۔ اس کی کبھی ہمت نہ پڑتی تھی کہ وہ مجھ پر وار کرنے کی کوشش کرتا۔ وہ کبھی میرے سامنے آتا۔"

"لیکن افسوس کی بات تو یہی ہے کہ اس نے تمہارے ذریعے یہ فائدہ اٹھایا۔ تمہارے ذریعے گندھاری جس کی سب سے بڑی ہمدرد میں تھی۔ تم نے جو کچھ سمجھا تھا غلط سمجھا تھا گندھاری۔ میں تمہارے بیٹے دریودھن کے لئے کسی بھی طور تکلیف دہ ثابت نہ ہوتی۔ میں تو اس کی زندگی کی محافظ تھی۔" چمپا کلی نے کمزور اور ٹھہرے ٹھہرے انداز میں یہ جملے ادا کئے اور رانی گندھاری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"چمپا کلی چمپا کلی جو کچھ تم کہہ رہی ہو وہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ پر مجھے اس بات کا بہت ہی افسوس ہے کہ میری وجہ سے تم بھوکی پیاسی کھڑی ہو۔"

"تمہارا شکریہ رانی گندھاری کہ تم نے میرے لئے دو آنسو تو بہا لئے۔ پر میں اسے کیا سمجھوں۔ میرا دشمن میرے لئے رو رہا ہے۔ وہ میرے لئے رو رہا ہے جو میری اس درگت کا باعث بنا ہے۔ وہ رو رہا ہے میرے لئے جس نے میری جنم جنم کی آشاؤں کو خاک میں ملا دیا۔ اب نہ جانے کب تک مجھے اس حال میں رہنا پڑے۔ میں اپنے اس دشمن کو کیا سمجھوں جس نے خود ہی میری راہ میں کانٹے بچھائے اور اب خود ہی افسردہ ہے۔"

"بھگوان کے لیے چمپاکلی تم مجھے اپنا دشمن مت سمجھو، تم مجھے صرف ایک ماں سمجھو۔ وہ ماں جس نے اپنے بیٹے کے لیے تمہاری حقیقت جاننا چاہی تھی۔ بس اس سے زیادہ میرا کوئی اور مقصد نہیں تھا۔"

"اب ان باتوں کو چھوڑو رانی کندھاری۔ اب ان باتوں میں تمہیں کیا ملے گا۔"

"نہیں چمپاکلی تو اگر ضد پر اڑی ہوئی ہے تو لے۔ میں اپنی ضد توڑے دیتی ہوں۔ میں تجھے اس طرح مرتے نہیں دیکھ سکتی، بھگوان کی سوگند تجھے بھوکا پیاسا دیکھ کر میری آتما تڑپ اٹھتی ہے۔ میں اس سمے تک بھوجن نہیں کروں گی جب تک کہ تیرے پیٹ میں ان نہ پہنچا دوں۔"

"ایسی بات کر رہی ہو رانی کندھاری، جو تمہارے بس کی نہیں ہے" چمپاکلی نے کہا۔

"بس تو دیکھتی رہ، میں ہنگامہ کر دوں گی۔ کچھ بھی ہو جائے میں تیرے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کروں گی۔ میں جا رہی ہوں چمپاکلی۔ میں ایک بار پھر جا رہی ہوں۔ مگر میرے آنے سے پہلے مر نہ جانا۔ ورنہ میں سارا جیون خود کو معاف نہیں کروں گی" رانی کندھاری نے کہا اور پھر وہ روتی ہوئی وہاں سے واپس پلٹ پڑی۔ اس بار اس نے چمپاکلی سے کچھ پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

راجہ کندھار واپس جا چکا تھا۔ لیکن رانی کندھاری سکون سے نہیں تھی۔ اس نے جو فیصلہ کیا تھا وہ اٹل تھا۔ چنانچہ کندھاری سیدھی دھترآشٹر کے پاس گئی۔ اور پہلی بار اس نے چمپاکلی کی کہانی اسے سنائی۔ لیکن اس کہانی میں اس نے وہ حصے حذف کر دیے تھے جس میں راجہ پنڈا کے قتل کی بات آئی تھی۔ البتہ چمپاکلی کے بارے میں اس نے یہ بتایا کہ وہ ایک سندر ناری ہے اور بس اس طرح سے اسے ملی تھی، اور وہ کتنی خوبیوں کی مالک ہے۔"

"انوکھی بات ہے، ہماری سمجھ میں نہیں آئی" دھترآشٹر نے کہا۔

"میں آپ سے یہ مشورہ کرنا چاہتی ہوں مہاراج کہ اب کیا کیا جائے۔"

"کیا کرنا چاہتی ہو کندھاری۔" دھترآشٹر نے کہا۔

"میں چاہتی ہوں کہ سارے اندیشے نظر انداز کر کے اسے سب سے پہلے اس قید خانے سے نکالوں۔ بھگوان کی سوگند میں نے بھی سوگند کھائی ہے کہ جب تک اسے ان پانی نہیں دیدوں گی خود بھی کچھ نہ کھاؤں گی۔"

"اوہ اگر یہ بات ہے تو جاؤ اپنے پتا جی سے ملو۔ ان سے کہو کہ وہ دھن راج مہاراج کو لے کر یہاں آئیں۔ اور اس بیچاری لڑکی کو اس مصیبت سے دلائیں۔ اس کے بعد تم چمپاکلی سے اس کی اصلیت پوچھ لینا، اگر وہ اس قابل ہو کہ اس کا وواہ دریودھن سے کیا جا سکے تو پھر اسے دریودھن کے سامنے کر دینا۔ ورنہ جیسے بھی حالات ہوں۔" دھترآشٹر نے کہا۔

"میں کندھار جانے کی تیاریاں کروں مہاراج۔ میں تیز رفتار گھوڑے پر جاؤں گی تاکہ جلد از جلد کندھار پہنچ سکوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے پتا جی کو جانے دیا۔ میں تو بلاوجہ ایک مصیبت میں پھنس گئی" رانی کندھاری نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم گھوڑے کی بجائے زیادہ گھوڑوں کے رتھ پر سوار ہو کر چلی جاؤ۔ مہاراج کندھار اور دھن راج مہاراج کو اپنے ساتھ لے کر آنا" دھترآشٹر نے کہا اور رانی کندھاری نے تیاریوں کا حکم دے دیا۔

یہ حقیقت تھی کہ رانی کندھاری کے دل پر سخت چوٹ لگی تھی۔ چمپاکلی اس کی نگاہوں میں پراسرار ضرور تھی، پر اسے اس لڑکی سے کوئی بیر بھی نہیں تھا۔ ایسی سندر ایسی من موہن تھی کہ دیکھ کر دل میں سرور سا اترتا تھا۔ اگر دریودھن کے وواہ کی بات نہ کرتی اور اس کے علاوہ سنسار کی کوئی بھی چیز مانگ لیتی تو رانی کندھاری اسے منع نہ کرتی لیکن بات ایسی تھی کہ رانی کندھاری پریشان ہو گئی تھی اور سوچ میں مبتلا ہو گئی تھی۔ لیکن اب چمپاکلی کی یہ نئی افتاد دیکھ کر رانی کندھاری کا دل بالکل ہی ڈانوا ڈول ہو گیا تھا۔

اس کی محسنہ جس نے اسے زندگی کی بہت بڑی کامیابی سے ہمکنار کیا تھا۔ ایسی کامیابی جس نے کوروں کو گمنامی کی زندگی سے نکال کر حکومت دلا دی تھی۔ اور اب یہ حکومت پشتوں کے لیے کوروں کے قبضے میں آ گئی تھی۔ اس محسنہ کو کندھاری نے بھوک پیاس میں مبتلا کر کے موت کے دروازے تک پہنچا دیا تھا۔

رتھ سفر کر رہے تھے اور رانی کندھاری دن رات کی پرواہ کیے بغیر کندھار جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے باپ کی راجدھانی میں داخل ہو گئی۔ راجہ کندھار کو بیٹی کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی اس نے محل سے بہت دور ایک راستے پر اس کا سواگت کیا اور بڑے پیار سے اسے محل لے گیا۔

کندھاری کے چہرے پر اس کی آزردگی کا پتہ چلتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے "وہ سمے آ گیا ہے مہاراج

کہ ہمارا راز کھل جائے۔ وہ راز جو میں نے اپنے پتی سے چھپا کر رکھا ہے۔ اگر میرے پتی کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ راجہ پنڈا کی موت کا باعث میں بنی ہوں تو اس کے بعد میں نہیں کہہ سکتی مہاراج کہ کیا ہو۔"

راجہ کندھار یہ سن کر پریشان ہو گیا۔ اس نے سوالیہ لہجے میں پوچھا "لیکن یہ راز کھل کیسے سکتا ہے کندھاری۔"

"اس لیے کہ میں نے دھترآشٹر کو چمپاکلی کے بارے میں بتایا ہے۔"

"تم نے۔"؟

"ہاں پتا جی مہاراج۔ دھن راج مہاراج نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ ہم قید کے دوران اسے ان پانی بھی نہیں دے سکتے۔"

"کیا مطلب۔"؟

"ان کے کھینچے ہوئے حصار میں سے ان پانی بھی نہیں گزر سکتا۔ میں اس کی موت تو نہیں چاہتی تھی مہاراج۔"

"پھر تم کیا چاہتی تھیں کندھاری۔"؟ راجہ کندھار نے کسی قدر جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"پتا جی مہاراج۔ بات اگر ایک ایسے انسان کے جیون کی ہوتی جس نے کوروں کی نسلوں پر احسان کیا ہے۔ جس نے حکومت کوروں کے لیے آسان کر دی ہو۔ تو میں آپ کو کبھی پریشان نہ کرتی۔"

"لیکن اب تم کیا چاہتی ہو۔"؟

"پتا جی مہاراج۔ دھن راج مہاراج سے کہیں کہ وہ اپنا حصار توڑ دیں۔ اگر چمپاکلی میرے لیے غلط ثابت ہوئی تو میں نہ دوبارہ آپ کو تکلیف دوں گی نہ دھن راج مہاراج کو۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو کندھاری۔ اس میں تکلیف کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں خود بھی تو تمہاری بہتری چاہتا ہوں۔ تم ایک خطرناک دشمن کی آزادی کے لیے کوشش کر رہی ہو۔ چمپاکلی جس قدر پراسرار ہے ہمیں اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔"

"لیکن وہ میرے لیے بری نہیں ہے۔"

"بری ہو سکتی ہے۔ یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔"!

"کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آتا کندھاری۔" راجہ کندھار نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"میں ہر خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہوں مہاراج۔"

"لیکن میں تجھے یہ مشورہ نہیں دے سکتا۔"

"میں مشورہ لینے نہیں آئی مہاراج۔ عمل کرنے آئی ہوں۔"

"اور اگر میں انکار کر دوں تو۔"؟

"تو پتا جی میں جان پر کھیل جاؤں گی۔"

"کندھاری۔ کندھاری ہوش میں آ۔ یوں لگتا ہے جیسے اس کا جادو تجھ پر چل گیا ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں پتا جی۔ اس کے سارے جادو تو اس حصار میں جا کر ختم ہو گئے ہیں۔"

"بہت چالاک کندھاری۔ اب میں اس سلسلہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

"سوچ لیں پتا جی۔ اگر کوروں کی حکومت ہلی تو کندھار بھی محفوظ نہ رہ سکے گا۔ پانڈو بن باس کے لیے چلے گئے ہیں لیکن مہاراج دھترآشٹر کو حقیقت معلوم ہوئی تو وہ برداشت نہ کر سکیں گے۔ اور پھر دریودھن میرا سپوت ہے۔ وہ میری مرضی پر چلے گا۔"

"تو اپنے پتا کو دھمکی دے رہی ہے۔"؟ راجہ قندھار حیرت سے بولا۔

یہ حقیقت تھی کوروں کی حکومت کی مضبوطی خود اس کی حکومت کی مضبوطی تھی ورنہ شاید پانڈو سے قندھار کو بھی الٹ پلٹ کر رکھ دیتے۔ چنانچہ راجہ کسی قدر پریشان ہو گیا۔

"دھمکی نہیں دے رہی پتا جی اصول کی بات کر رہی ہوں۔"

"یہ اصول کی بات ہے۔"

"ہاں پتا جی۔"

"پھر سوچ لے کندھاری۔"

"اچھی طرح سوچ لیا ہے مہاراج۔"

"ہوں۔ اچھا چل۔ کچھ جل پانی کھا پی۔ میں اس مسئلے پر سوچوں گا۔" راجہ کندھار نے کہا۔

"آپ کو ایک اور بات معلوم نہیں ہے پتا جی" کندھاری نے کہا۔

"کیا۔"؟

"میں نے ایک سوگند اٹھائی ہے۔"

"کیسی سوگند۔"؟

"یہی کہ جب تک چمپاکلی کے پیٹ میں ان نہیں جائے گا میں بھی کچھ نہیں کھاؤں گی۔"

"کیا کہہ رہی ہے کندھاری۔" راجہ قندھار چونک پڑا۔ اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

"ہاں پتا جی۔ میں نے یہ سوگند کھائی ہے۔"

"اوہ ۔ تو نے تو مجھے پریشان کر کے رکھ دیا ہے کندھاری اچھا تو تھوڑی دیر آرام کر۔ میں دھن راج مہاراج کے پاس چلنے کی تیاریاں کرتا ہوں۔" راجہ کندھار نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ ہی چلوں گی مہاراج۔" رانی کندھاری نے کہا اور راجہ کندھار نے گردن ہلا دی۔

بیٹی کی ضد سے وہ کافی پریشان ہو گیا تھا اور یہ پریشانی دوہری تھی۔ رانی کندھاری کے ذہن پر جس طرح جیا کلی اثر انداز ہوئی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سب کچھ کر بیٹھے گی جو وہ کر سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے راجہ کندھار یہ بات نہیں چاہتا تھا کہ اس کی حکومت کمزور پڑے اور کوروں کے درمیان کوئی انتشار پیدا ہو۔ ظاہر ہے یہ انتشار خود اس کی حکومت کے لئے بے حد خوفناک تھا۔ آنے والا سمے نہ جانے کیسا ہو۔ اور راجہ کندھار کو اپنا تخت بچانے کے لئے کیا کچھ کرنا پڑے۔ اسی لئے وہ کندھاری کے ساتھ مصالحت پر آمادہ ہو گیا۔ تیاریاں کرنے کے بعد وہ اسی جانب چل پڑا جہاں پہلی بار وہ دھن راج مہاراج سے ملا تھا۔ رانی کندھاری بھی اس کے ساتھ تھی۔

دھن راج کی خانقاہ ایک ویرانے میں تھی جہاں وہ غار میں بند رہا کرتے تھے اور جب وہ غار سے باہر آتے تو ان کے چیلے چانٹے ان کی یاترا کا بندوبست کر دیتے۔ چنانچہ جب راجہ کندھار اور رانی کندھاری پہاڑوں میں اس جگہ پہنچے جہاں دھن راج مہاراج کی خانقاہ تھی تو پہنچتے ہی انہیں چیلے چانٹوں کا ہجوم نظر آیا۔ جو لمبی لمبی ہزارہ تسبیح ہاتھ میں لئے انہیں جپ رہا تھا۔ وہاں ایک انوکھا ماحول اور ایک عجیب منظر تھا۔

راجہ کندھار اس جگہ پہنچ گیا لیکن وہاں اس کی کوئی خاص پذیرائی نہیں ہوئی' یہ سادھوؤں کا ڈیرہ تھا اور یہاں پر راجاؤں کی کوئی خاص حیثیت نہیں تھی۔ تب راجہ کندھار نے ایک سادھو سے کہا کہ وہ دھن راج مہاراج سے ملنے آیا ہے' انہیں اس کے آنے کی اطلاع دی جائے' اور یہ کہ وہ بڑی دور سے آیا ہے۔ اور ہر حالت میں ان سے مل کے جانے کا خواہشمند ہے۔" اس نے کہا اور سادھو گردن ہلانے لگا۔

"یہ ممکن نہیں ہے مہاراج۔" سادھو نے تسبیح کے دانے روکتے ہوئے دانت نکال کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ دھن راج مہاراج اب آپ سے نہیں مل سکتے۔" سادھو نے تسبیح کے دانے دوبارہ پڑھنے شروع کر دیئے تھے۔

"میں راجہ کندھار ہوں۔ تم انہیں جا کر یہ اطلاع دو کہ میں ان سے ملنے آیا ہوں۔"

"میں کیسے جا سکتا ہوں مہاراج' وہ غار میں بند ہو چکے ہیں اور اب اس سمے تک کسی کو ان کی یاترا نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ وہ خود غار سے باہر نہ آئیں۔ آپ کو شاید ان کے بارے میں معلوم نہیں ہے مہاراج۔ وہ اپنی مرضی سے غار سے باہر آتے ہیں اور اپنی مرضی سے غار میں بند ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ غار میں چلے جاتے ہیں تو کام ہمارا صرف یہی ہوتا ہے کہ یہاں بیٹھے مالا جپتے رہیں۔"

"اوہ" راجہ کندھار نے پریشانی سے کہا "تو کیا وہ غار کے اندر جا چکے ہیں۔"

"ہاں مہاراج۔"

"کتنے سمے کی بات ہے۔"

"تیسرا دن ہے آج۔" سادھو نے جواب دیا اور راجہ کندھار نے پریشانی سے رانی کندھاری کی طرف دیکھا۔ رانی کندھاری کا چہرہ بھی دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ چند لمحے وہ کچھ سوچتی رہی پھر ضدی لہجے میں بولا۔

"کچھ بھی ہو مہاراج انہیں ہم سے ملنا ہی ہوگا۔"

"ارے ارے پگلی سادھو سنت ایسے نہیں ہوتے کہ راجہ مہاراجاؤں اور طاقتوروں کے سامنے جھک جائیں۔ یہ لوگ مر جاتے ہیں پر جھکتے نہیں ہیں کسی کے آگے۔ یہ تو ان کی مرضی کی بات ہے۔"

"میں کہتی ہوں پتا جی مہاراج انہیں ہم سے ملنا ہی ہوگا۔" رانی کندھاری تیکھے لہجے میں بولی۔

"اب تو تو مجھے پریشان کرنے پر تلی ہوئی ہے کندھاری۔ بتا میں کیا کروں۔"

"دھن راج مہاراج کو غار سے نکالو۔" رانی کندھاری نے کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہے۔"

"ہر نا ممکن کو ممکن بنایا جا سکتا ہے پتا جی۔ یہ کسی کے جیون کا سوال ہے دھن راج مہاراج سادھو ہیں۔ اگر سادھو ہیں تو انہیں یہ بات ماننی چاہئے کہ کسی کے جیون کو بچانے کے سارے آرام قربان کر دیئے جاتے ہیں۔ اپنا آپ تیاگ دینا پڑتا ہے دوسروں کے لئے۔ تب آدمی بھگوان کے نزدیک ہوتا ہے۔"

"پر وہ آرام تو نہیں کر رہے ہونگے کندھاری۔ یہ تو ان کی تپسیا کا وقت ہے۔" راجہ کندھار نے کہا۔

"یہ کسی کے جیون کے جانے کی بات ہے۔ آپ اگر مہاراج دھن راج کو غار سے نہیں نکال سکتے تو پھر میں خود یہ کوشش کرتی ہوں۔" رانی کندھاری نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔

چیلے چانٹوں نے اس سے رکنے کی درخواست کی تھی لیکن رانی کندھاری نے انہیں اپنا مرتبہ بتایا اور وہ سب اس کے آگے سے ہٹتے گئے۔ رانی کندھاری غار کی اس چٹان کی جانب بڑھ گئی جس نے غار کی اس چٹان کی جانب بڑھ گئی جس نے غار کا دہانہ ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے چٹان کے قریب پہنچ کر دھن راج مہاراج کو بے شمار آوازیں دے ڈالیں۔ لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ تب اس نے اپنے کمزور ہاتھوں سے چٹان کو ہٹانے کی کوشش کی لیکن ایک عورت کے ہاتھوں سے ایک وزنی چٹان کس طرح ہٹ سکتی تھی۔ تب رانی کندھاری نے سادھوؤں کی جانب دیکھا اور پھنپھناتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"اس پتھر کو ہٹاؤ۔ میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اس پتھر کو ہٹاؤ۔"

"نہیں دیوی۔ تم ہماری گردنیں کاٹ سکتی ہو پر ہمیں مہاراج دھن راج کی تپسیا بھنگ کرنے کے لئے تیار نہیں کر سکتیں۔" سادھوؤں نے ادب سے جواب دیا۔

"پتا جی مہاراج۔ یہ لوگ عقیدت میں پاگل ہو گئے ہیں' لیکن کیا آپ بھی یہ کام نہیں کر سکتے؟"

"کر تو سکتا ہوں کندھاری مگر یوں لگتا ہے تیری وجہ سے میں کسی کشٹ میں پڑنے والا ہوں۔ سادھو سنتوں کو ان کے ابھیاگ سے ہٹانا اچھی بات نہیں ہے۔ دھن راج مہاراج کوئی معمولی سادھو نہیں ہیں۔ انہیں پریشان کرنا اچھی بات نہیں ہے۔"

"اس کے بعد پتا جی بھگوان کی سوگند میں آپ کو اپنے کسی معاملے میں پریشان نہیں کروں گی۔ مجھے اس کشٹ سے نکال دیں۔ میں سارا جیون آپ کا اُپکار مانوں گی۔"

راجہ کندھار نے اپنے ساتھ آنے والوں کو حکم دیا کہ وہ غار کا پتھر ہٹا دیں اور بہت سے لوگوں نے پوری قوت صرف کر کے اس پتھر کو اپنی جگہ سے ہٹایا۔ راجہ گہری نگاہوں سے ان لوگوں کی کوششوں کو دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"تو نے دیکھا کندھاری تو نے محسوس کیا؟"

"کیا پتا جی مہاراج؟"

"سوامی دھن راج جی جب باہر آتے ہیں تو خود ہی اس پتھر کو ہٹا دیتے ہیں اور اندر جاتے سمے بھی وہ کسی کی مدد نہیں لیتے کیا اس سے ان کے گیان کی طاقت نہیں ظاہر ہوتی۔"

"میں نے کب کہا مہاراج کہ وہ گیانی نہیں ہیں۔"

"تب تو ایک گیانی کو اس کام سے منع کرنا چاہئے ہے جو اس نے سوچ سمجھ کر کیا ہے۔"

"ہاں۔ میرا فیصلہ اٹل ہے مہاراج۔" کندھاری نے کہا۔ اور پھر پتھر ہٹ جانے کے بعد وہ راجہ کندھار کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ یہ ایک لمبی اور تاریک سرنگ تھی جس میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ لیکن دور بہت دور روشنی کا ایک سرا نظر آ رہا تھا۔

وہ دونوں تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ تب کندھاری بولی۔ "وہ۔ اس طرف روشنی ہے مہاراج۔"

"کون جانے اس طرف کیا ہے۔"

"آپ آگیا دیں تو میں خود اس طرف جاؤں؟"

"نہیں۔ میں بھی چل رہا ہوں۔" راجہ نے کہا۔ اور دونوں باپ بیٹی چل پڑے۔ کافی دیر کے بعد وہ لمبی سرنگ کے اس سرے پر پہنچ سکے۔ جس کے دوسری طرف سورج کی روشنی چمک رہی تھی۔

یہ ایک گپھا کا دروازہ تھا۔ دونوں چند ساعت یہاں رکے اور پھر اندر داخل ہو گئے۔

دوسری سمت ایک کشادہ اور روشن غار تھا جس میں ٹھنڈک پھیلی ہوئی تھی۔ سورج کی روشنی بلندی کے ایک سوراخ سے آ رہی تھی اور اس سوراخ سے نیلا آسمان صاف نظر آ رہا تھا۔

انہوں نے غار میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور پھر ایک منظر دیکھ کر دونوں ساکت و جامد رہ گئے۔ غار کے بیچوں بیچ ایک مرگ چھالا بچھا ہوا تھا۔ مرگ چھالا کے پاس پانی کا بھرا ہوا ایک کلس رکھا تھا۔ تکیے کے پاس سیاہ رنگ کا ایک کنڈل اور لکڑی کی کھڑاؤں رکھی ہوئی تھیں۔ اور سب سے حیرت انگیز چیز جو تھی وہ مرگ چھالا پر بیٹھا ہوا ایک استخوانی ڈھانچہ تھا۔

ہاں ایک انسانی ڈھانچہ جس کے پورے بدن پر گوشت یا کھال کا ایک نشان بھی نہیں تھا۔ ڈھانچہ پالتی مارے بیٹھا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ جڑے ہوئے تھے۔ بالکل تپسیا کے انداز میں۔

راجہ کندھار ہیبت سے لرز اٹھا تھا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے اس استخوانی وجود کو دیکھ رہا تھا جو بے جان تھا۔ رانی کندھاری بھی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس ڈھانچے کو دیکھ

رہی تھی۔
دیر تک خاموشی رہی اور پھر راجہ نندھار کی سرسراتی ہوئی آواز ابھری "اب اور کچھ بھی دیکھنا چاہتی ہے کندھاری۔"
"مہاراج — مہاراج کہاں ہیں؟" کندھاری کی لرزتی آواز ابھری۔
"من کی آنکھوں سے دیکھ۔ تو ان کی کھڑاؤں اور کنڈل نہیں پہچان رہی؟"
"مگر پتاجی مہاراج۔"
"سادھو سنتوں کے کھیل نیارے ہوتے ہیں۔ ان کی حکومت الگ ہوتی ہے کندھاری۔ تم نے غار کا دہانہ کھلوا لیا اب کوئی طاقت مہاراج کو ہمارے سامنے آنے پر مجبور کر سکتی ہے؟"
"تو کیا۔ تو کیا چمپاکلی یونہی مر جائے گی۔ تو کیا چمپاکلی۔ آہ میں یہ نہیں چاہتی۔ میں یہ نہیں چاہتی۔" کندھاری زار و قطار رونے لگی۔ پھر وہ دھیمے لہجے میں بولی "واپس آ جائیے دھن راج مہاراج۔ واپس آ جائیے۔ ہمیں آپ کی ضرورت ہے واپس آ جائیے دھن راج جی۔"
"آؤ کندھاری۔ ہم نے جو پاپ کیا ہے وہی بہت ہے اب تم ان کی آتما کو اور تو پریشان مت کرو۔"
رانی کندھاری روتی ہوئی غار سے نکل آئی تھی۔ وہ واپسی میں بھی سارے راستے روتی رہی۔ راجہ اسے سمجھا رہا تھا "رانیوں کو اتنا بزدل نہیں ہونا چاہیئے کندھاری۔ ہمت سے کام لو۔ اگر اس کا جیون ہمارے لئے بہتر ہوتا تو مہاراج اس کی سہائتا ضرور کرتے۔"
"پر میں کیا کروں پتاجی مہاراج۔ میں اس کی موت تو نہیں چاہتی تھی۔ کاش اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم ہو جاتا۔ اب وہ بھوکی پیاسی تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔" کندھاری نے روتے ہوئے کہا۔
"ممکن ہے اس کی موت ہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔"
"نہیں مہاراج۔ وہ اتنی بری نہیں ہے۔ وہ اتنی بری نہیں ہے مہاراج" کندھاری نے کہا۔ اور پھر وہ محل واپس پہنچ گئے "میں ابھی واپس جاؤں گی میرا یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔"
"تھکی ہوئی ہے کندھاری۔ کچھ دیر آرام کر۔ ایک آدھ دن میں یہاں واپس چلی جانا۔"
"نہیں مہاراج۔ میں اب نہیں رک سکتی" کندھاری نے کہا۔ اور پھر راجہ کی لاکھ کوشش کے باوجود وہ یہاں نہیں رکی۔

اور واپس چل پڑی۔ اس نے خود ہی چمپاکلی کو اس جال میں پھانسا تھا۔ لیکن اب اس کا دل چمپاکلی کے لئے خون کے آنسو رو رہا تھا۔ واپسی کا سفر کرتے ہوئے وہ اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ہے رام کیا کروں۔ اس سے تو میری کوئی دشمنی نہیں تھی۔ میں تو بلاوجہ اس کی ہتیاری بن گئی۔ اب میں اسے کیا منہ دکھاؤں گی۔ دوسری مجھ سے بڑی غلطی یہ ہو گئی کہ میں نے پتاجی کو اس بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ اب اگر یہ بھید کھل گیا تو کیا راجہ اپنے بھائی کے قاتلوں کو معاف کر دے گا۔ مجھے عقل سے کام لینا چاہیئے۔ مجھے سمجھنا چاہیئے۔
لیکن چمپاکلی آگ کی طرح اس طرح دل میں سلگ رہی تھی کہ واپس پہنچ کر بھی اس نے دریائے دھیل کا ہی رخ کیا تھا۔ شاہی بجرہ ہمیشہ دریا کے کنارے رہتا تھا۔ وہ اس کے اشارے پر اسے دریا کے درمیان بنے خوبصورت جزیرے لے گیا۔
رانی کندھاری نے کسی کو اپنے ساتھ نہیں لیا تھا۔ جزیرے پر پہنچنے کے بعد اس حسین عمارت کی طرف بڑھ گئی جو در حقیقت چمپاکلی کے لئے قید خانہ تھی۔ اتنے خوبصورت قید خانے میں اتنی ہی خوبصورت لڑکی کو قید کیا جا سکتا تھا لیکن عمارت کے دروازے سے اندر قدم رکھتے ہوئے رانی کندھاری کا دل ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ اسے اپنے جرم کا احساس تھا۔ چنانچہ وہ شرمساری اس جگہ پہنچی جہاں دائرے کے اندر چمپاکلی کا نازک سا وجود پڑا ہوا تھا۔ وہ خوبصورت اور دلکش لڑکی جسے پہلی بار رقص کرتے دیکھ کر رانی کندھاری نے سوچا تھا کہ اگر یہ لوگوں کے درمیان آ جائے تو قیامت برپا ہو جائے۔ اب اپنی دلکشی کھو چکی تھی۔
اس کے رخساروں کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں۔ نازک ہونٹ سوکھی ہوئی گلاب کی پنکھڑیوں کی مانند کملائے کملائے نظر آ رہے تھے۔ اس کی حسین آنکھیں جو کبھی فتح مندی کی چمک رکھتی تھیں اب اس طرح بے نور نظر آ رہی تھیں جیسے ان کی روشنی کی جاتی رہی ہو۔ ادھ کھلی آنکھیں جو نقاہت کے باعث پوری طرح کھولی جا سکتی تھیں۔ دروازے کی جانب نگراں تھیں۔
رانی کندھاری پہلی نگاہ میں تو یہی سمجھی کہ چمپاکلی مر چکی ہے اور اس کی کھلی ہوئی بے نور آنکھیں اس کی راہ تکتے تکتے اپنا حسن کھو بیٹھی ہیں، لیکن جب کندھاری کو دیکھ کر ان آنکھوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی تو کندھاری کو احساس ہوا کہ اس کا پہلا خیال غلط تھا۔

رانی کندھاری دائرے کے قریب پہنچ کر ان غیر مرئی دیواروں کو ٹٹولنے لگی جو اس کے اور چمپاکلی کے درمیان حائل تھیں۔ اس کے دل میں ایک آرزو پیدا ہوئی تھی کہ کاش وہ دیواریں خود بخود ختم ہو گئی ہوں۔ لیکن بلا سوچی ہوئی بات بھی کبھی اس طرح پوری ہوتی ہے۔
دیواریں بدستور قائم تھیں۔ رانی کندھاری سسک پڑی اور چمپاکلی اپنے کمزور ہاتھوں سے سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی بمشکل تمام وہ اٹھ کر بیٹھ سکی تھی، پھر اس کی سوالیہ نگاہیں کندھاری پر جم گئیں اور اس کی مہین سی آواز ابھری۔ آواز جو نقاہت سے بھرپور تھی۔
"رانی کندھاری میرا خیال ہے کہ تم کندھار گئی تھیں؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں چمپاکلی تمہارا کہنا ٹھیک ہے۔"
"کس لئے گئی تھیں رانی کندھاری؟"
"اس لئے کہ جو پاپ کر بیٹھی ہوں اس کا پرائشچت کروں" رانی کندھاری نے سسکتے ہوئے کہا اور چمپاکلی آہستہ سے ہنس پڑی۔ اس کے حلق سے ایسی ہی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے ہڈیوں پر کوئی چیز آہستہ آہستہ بجائی جا رہی ہو پھر اس نے نیم مردہ سی آواز میں کہا۔
"تم نے بلاوجہ تکلیف کی رانی کندھاری۔ مجھ سے پوچھتیں تو میں تمہیں منع کر دیتی۔"
"کیوں چمپاکلی کیوں" رانی کندھاری نے تعجب سے کہا۔
"کندھاری ظلم کر کے اب اس کا توڑ کرنا چاہتی ہو۔ اگر تمہیں میرا اتنا ہی خیال تھا تو پہلے ہی اپنی اس حرکت سے باز رہتیں۔" چمپاکلی نے نفرت سے کہا۔
"نہیں چمپاکلی نہیں، تم جانتی ہو میں نے یہ سب اس لئے نہیں کیا کہ تمہیں تکلیف پہنچے بلکہ صرف اپنے دریودھن کے لئے میں یہ چاہتی تھی کہ تمہاری حقیقت میرے علم میں آ جائے۔"
"بس اب ان فضول باتوں کو چھوڑو کندھاری، اگر تم جاتے وقت مجھ سے پوچھ لیتیں تو میں تمہیں بتا دیتی کہ گھنشیام کبھی وہ سب کچھ نہ کرے گا جو تم چاہتی ہو۔ وہ تو سدا سے میرا بیری ہے اور بھلا وہ کام جو اس کے من کی سب سے بڑی منو کامنا تھا ہونے کے بعد کیا وہ اس کا ازالہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا؟" چمپاکلی نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔
"چمپاکلی۔ چمپاکلی بھگوان کی سوگند میں نے جیون میں بہت بڑا پاپ کیا ہے۔ میں اس پاپ کے لئے کبھی خود کو معاف نہ کروں گی۔"
"ہاں کندھاری۔ بھگوان بھی تمہیں اس پاپ کے لئے معاف نہیں کرے گا۔ تم نے وشواش گھات کیا ہے۔ میں تمہارے لئے بری نہیں تھی۔ اگر تمہیں دریودھن سے میرا وواہ منظور نہ تھا تو منع کر دیتیں۔ یہ کہہ دیتیں کہ تم اب اپنا وچن پورا نہیں کر سکتیں۔ پر تم نے میرا جیون ہی لے لیا۔" چمپاکلی نے ایسے درد بھرے لہجے میں کہا کہ کندھاری پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ اس کے رخسار آنسوؤں سے بھیگ گئے تھے۔ اور اس کے دونوں ہاتھ اس طرح دیواروں کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کر رہے تھے جیسے وہ ان دیواروں کو چکنا چور کر کے چمپاکلی کے پاس جانا چاہتی ہو۔ پھر اس کی ہچکیاں بندھ گئیں اور وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔
"چمپاکلی۔ چمپاکلی۔ بھگوان کی سوگند میرے من میں یہ نہیں تھا۔ یہ نہیں تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ تیرے ساتھ اتنا برا انیائے ہونے والا ہے۔ مجھے شما کر دے چمپاکلی مجھے شما کر دے ورنہ میں سارا جیون جلتی رہوں گی۔ جب تک جیتی رہوں گی جلتی رہوں گی۔"
"نہیں کندھاری میں تمہیں شما نہیں کر سکتی، تو نے مجھ سے میرا پورا جنم چھین لیا ہے، تم نے وہ سب کچھ کر ڈالا ہے، کندھاری جس کی میں تم سے توقع نہیں رکھتی تھی، سنو گھنشیام کچھ بھی بن جائے۔ وہ تمہارے ساتھ مل کر میرے لئے کتنا ہی برا کیوں نہ کرے۔ لیکن ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب میں نند راج کو پاؤں گی۔ سنا تم نے کندھاری، تمہارے نند راج میرے نند راج تمہارا دریودھن میرا نہیں بن سکا تو نہ سہی۔ کسی نہ کسی جنم میں، میں اسے ضرور پا لوں گی۔ اب میری بات بھی سن لو رانی کندھاری یہ میری پیشن گوئی ہے کہ دریودھن تمہارا من شانت نہیں کر سکے گا۔ وہ سمے بہت جلد آنے والا ہے وہ سمے بہت جلد آئے گا جب تمہیں دریودھن کا صدمہ برداشت کرنا پڑے گا رانی کندھاری تمہارا دریودھن مارا جائے گا۔ اس طرح مارا جائے گا کہ تم اس کے لئے رو بھی نہ سکو گی۔ تمہارے آنسو اس کی موت پر خشک ہو جائیں گے۔ یہ میری پیشن گوئی ہے۔"
چمپاکلی نے کہا اور پھر اس نے دونوں گھٹنے سمیٹ لئے اور دونوں بازو گھٹنوں کے اردگرد کر کے اس نے اپنا سر گھٹنوں میں چھپا لیا۔

"ہاں دریودھن۔"

"کون تھی وہ ماتا جی؟"

"کون تھی۔" کندھاری ایک لمحے کے لئے چپ سی رہ گئی لیکن دوسرے ہی لمحے اسے احساس ہوا کہ اس کا چپ رہنا دریودھن کو کھٹک بھی سکتا ہے۔ چنانچہ وہ فوراً بولی۔

"بھگوان جانے کون تھی بدنصیب، کہاں سے آئی تھی۔ ہماری سہائتا تو اس نے کی مگر باقی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا ہمیں۔" رانی کندھاری نے کہا۔

"مگر تم نے اسے اس عمارت میں کیوں بھیجا تھا ماتا جی؟ وہ وہاں کیوں گئی تھی اور پھر مر کیسے گئی؟"

"بھگوان جانے یہ ساری باتیں بھگوان ہی جانے۔ خود میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ میں تو اسے دیکھنے گئی تھی پر وہ وہاں مری پڑی تھی۔"

"تعجب کی بات ہے، پر تھی بڑی سُندر ماتا جی۔ بھگوان کی سوگند میرا من اس کے لئے بڑا دکھی ہے۔"

"تیرا من۔" رانی کندھاری نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں ماتا جی۔ وہ بہت سُندر تھی اس قابل کہ ہندوستان کی رانی بنے۔"

رانی کندھاری کے دل پر یہ بات سُن کر چوٹ لگی تھی۔ اگر وہ دریودھن سے چمپاکلی کے بارے میں بات کرتی اور دریودھن چمپاکلی کو ایک بار دیکھ لیتا تو پھر کبھی وہ اسے چمپاکلی سے شادی کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ خود چمپاکلی کی بھی تو یہی آرزو تھی لیکن اس نے یہ آرزو اس کے سینے میں گھونٹ کر اس کے پران لے لئے تھے۔

تاہم جو بیتنی تھی وہ بیت چکی تھی اس نے دریودھن کے من کو میلا کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنا اطمینان ظاہر کر کے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ دریودھن ماں کے پاس سے خاموشی سے اٹھ گیا تھا۔

لیکن اپنے دل کے بوجھ کو وہ طویل عرصے تک نہ بھول سکا۔ چمپاکلی کا حسین چہرہ بار بار اس کی نگاہوں میں آجاتا تھا وہ اس حُسن خوابیدہ کو بھول نہ سکا تھا۔

بہرحال گزرنے والا وقت بہت ظالم ہوتا ہے، اور وقت اگر نقش مٹاتا نہیں ہے تو پھیکے ضرور کر دیتا ہے، اس طرح دریودھن بھی اس حسین صورت کو بھول گیا، لیکن رانی کندھاری طویل عرصے تک کانٹوں کے بستر پر لیٹی رہی تھی۔

وہ خوبصورت جزیرہ جو راجاؤں کی سیرگاہ تھا اس عمارت کی وجہ سے اور حسین ہو گیا تھا اور اس عمارت کے اندر چمپاکلی کی سمادھی بنا دی گئی تھی۔

یہ سمادھی خود رانی کندھاری نے اپنے آپ کھڑے ہو کر بنوائی تھی اور اس سمادھی کی تکمیل ہونے کے بعد وہ اتنا روئی تھی کہ کئی دن بیمار پڑی رہی تھی۔

لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ ان ساری باتوں کو بھول گئی، ہاں جب کبھی دریائے ڈیل کے کنارے سے گزر ہوتا تو اسے چمپاکلی کی یاد ضرور آ جاتی تھی۔

اسی طرح وقت گزرتا رہا۔ دریودھن راج کرتا رہا یہاں تک کہ بارہ سال گزر گئے۔

جنگل میں چرندوں اور پرندوں کے ساتھ زندگی گزارنے والے پانڈو گمنامی کی حالت میں زندگی بسر کرنے کے بعد بالآخر پھر واپس چل پڑے۔

بارہ سال پورے ہو چکے تھے۔ پانڈو دکن کے قریب ملک دائن میں آ گئے اور یہاں انتہائی گمنامی کی حالت میں زندگی بسر کرنے لگے۔

دریودھن نے اپنے چچا زادوں کا کھوج لگانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن اسے کہیں ان کا سُراغ نہ ملا اور پھر پانڈو حسب شرط ایک سال تک گمنامی کی حالت میں رہے۔ اور جب جلا وطنی کی تمام شرائط پوری ہو گئیں۔ تو پانڈوں نے اسی وقت کے ایک بہت بڑے شخص کو ایلچی بنا کر دریودھن کے دربار میں بھیجا اور ملک کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

دریودھن پانڈوؤں کی زندگی کے بارے میں سُن کر ششدر رہ گیا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ پانڈو اس طرح واپس آ جائیں گے اور پھر اپنے ملک کی واپسی کا مطالبہ کریں گے۔ اوّل تو وہ ان بارہ سالوں میں پانڈوؤں کو بھول ہی گیا تھا اور اپنے دورِ حکومت میں اس نے بے شمار فتوحات حاصل کی تھیں اور اس کا راج دُور دُور تک پھیل گیا تھا۔ اب یہ پانڈو نجانے کہاں سے آ گئے تھے۔

چنانچہ دریودھن بھلا اس بات کو کیسے تسلیم کر لیتا۔ اس نے اس مطالبے کو رد کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانڈوں نے جنگ کرنے کا اعلان کر دیا۔

دریودھن کو اپنی فوجوں پر بڑا ناز تھا، اس نے اپنی فوجوں کو سامانِ جنگ سے آراستہ کرنا شروع کر دیا۔

لیکن رانی کندھاری اس جنگ کا سُن کر بے حد پریشان ہو گئی تھی طویل عرصے قبل کی بات تھی لیکن چمپاکلی کی پیشن گوئی

اسے آج بھی یاد تھی۔

راجہ کندھار مر چکا تھا اور اس وقت اس کا بھائی کندھار پر حکمرانی کر رہا تھا۔ یہ ایک طرح سے دریودھن کا آلۂ کار ہی تھا اور ہمیشہ اس کے آگے سر جھکائے رہتا تھا۔

رانی کندھاری اب خاصی بوڑھی ہو گئی تھی۔ لیکن بہر صورت اس نے بیٹے سے چھپ کر ایک بار پھر سفر کیا۔ دریو دھن مہاراج کی تلاش میں انہی غاروں تک گئی تھی۔

غار پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ دھن راج مہاراج اسی حجرے میں ہیں حالانکہ تھوڑے عرصہ پہلے دھن راج مہاراج اپنے حجرے سے باہر آئے تھے۔ رانی کندھاری ان کے باہر آنے کا حال سُن کر ششدر رہ گئی تھی۔

طویل عرصے کے بعد دھن راج مہاراج کی بات کانوں میں پڑی تھی۔ حالانکہ آخری بار اس نے انہیں چڑیوں کے پنجرے کی شکل میں دیکھا تھا۔ لیکن سادھو سنتوں کی باتیں سادھو سنت ہی جانیں۔ رانی کندھاری کو اندازہ تھا کہ دھن راج مہاراج بہت بڑے رِشی اور منی ہیں۔ اس لئے ان کی زندگی اور موت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

چنانچہ اس بار بھی وہ دھن راج مہاراج سے ملنے سے معذور رہی اور واپس اپنے محل میں آ گئی۔

ایک طرف دریودھن اپنی فوجوں کی تیاریوں میں مصروف تھا اور مہابھارت کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور دوسری طرف سے رانی کندھاری سادھو سنتوں سے اور جادو ٹونوں سے اس جنگ کو روکنا چاہتی تھی کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ دریودھن اس جنگ میں مارا جائے گا۔ حالانکہ اس کے باقی بیٹے بھی جنگ میں شریک ہونے کے لئے تیار تھے لیکن اسے سب سے زیادہ دریودھن پیارا تھا اور وہ دریودھن کی زندگی کے بارے میں سخت خلفشار کا شکار تھی۔

انہی حالات میں اس کی ملاقات ایک ایسے سادھو سے ہوئی جس نے اسے ایک خاص بات بتائی۔

سادھو نے رانی کندھاری کو بتایا کہ اگر رانی کندھاری ایک خاص جاپ کرنے کے بعد اپنے بیٹے دریودھن کو برہنہ دیکھے تو دریودھن کا بدن ان تمام آفات سے محفوظ ہو جائے گا جو اس پر نازل ہونے والی ہوں گی۔

رانی کندھاری اس پر تیار ہو گئی اور اس نے دریودھن کو ہدایت بھیج دی۔

لیکن ایک بہت بڑے شخص نے جو ان کے لئے اتالیق کی حیثیت رکھتا تھا۔ دریودھن کو مشورہ دیا کہ وہ ماں کے سامنے برہنہ نہ جائے اور کم از کم ستر پوشی کے لئے پھولوں کا ایک ہار پہن لے۔" دریودھن نے اس شخص کے مشورے پر عمل کیا۔

رانی کندھاری نے جاپ مکمل کرنے کے بعد جب دریودھن کو دیکھا تو اس کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکل گئی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ پھولوں کا یہ ہار جن حصوں کو اس کی نگاہوں سے چھپائے ہوئے ہے وہی اس کی موت کا باعث بن سکتے ہیں۔ پر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی گیا۔

عظیم الشان معرکۂ جنگ شروع ہونے والا تھا دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے تھے، یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب انہیں جنگ کرنا تھی۔

یہ عظیم الشان معرکۂ جنگ "کل جگ" کے شروع کے دور میں برپا ہوا۔ دونوں لشکر اس بُری طرح ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے کہ الامان الحفیظ۔

اٹھارہ روز تک یہ جنگ جاری رہی اور اس طرح سے ہوئی کہ دونوں طرف کے لشکریوں کو حریفوں اور حلیفوں میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔

اس جنگ میں کوروؤں کی طرف سے شامل ہونے والا لشکر گیارہ کشون پر اور پانڈوؤں کی طرف سے شامل ہونے والا لشکر سات کشون پر مشتمل تھا۔ کشون کی اصطلاح کے مطابق ایک کشون اکیس ہزار چھ سو ستر فیل سواروں، اتنے ہی سانڈنی سواروں، پینسٹھ ہزار چودہ سو گھوڑے سواروں اور ایک لاکھ نو ہزار چار سو پچاس پیادہ سپاہیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس خوفناک جنگ میں اس بھاری تعداد میں سے صرف بارہ آدمی زندہ بچے تھے۔ چار آدمی کوروؤں کے لشکر میں سے جن کے نام یہ تھے۔

ایک برہمن کرپاچارج جو فریقین کا استاد تھا اور مالک سیف و قلم تھا۔ درون نامی ایک عالم کا بیٹا اشوتھاما جو کرپاچارج کی طرح فریقین کا استاد تھا۔ کرت برمان نامی ایک شخص جو یادو خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور دریودھن کے باپ کا رتھ بان جس کا نام سنجی تھا۔

آٹھ آدمی پانڈوؤں کے لشکر میں سے بچے تھے۔ پانچوں پانڈو بھائی۔ سانک نامی یادو خاندان کا فرد اور دریودھن کا سوتیلا بھائی یو یوچھو اور آٹھویں شری کرشن کہ جو اپنی شہرت کی وجہ سے تعریف سے بے نیاز ہیں۔ دریودھن کا سوتیلا بھائی ایک بیشیے کی بیٹی سے پیدا ہوا تھا۔

رانی کندھاری بلک بلک کر ان غیر مرئی دیواروں سے سر ٹکرانے لگی۔ "بھگوان کے لئے مجھے اتنا بڑا شراپ نہ دو مجھے اتنا بڑا شراپ نہ دو۔ میں نردوشش ہوں ہیں۔ میں کسی کی آلۂ کار بن گئی ہوں، میں نردوشش ہوں چمپاکلی، میں خود کسی کے جال میں پھنس گئی ہوں۔ مجھے اتنا بڑا شراپ نہ دو۔ میری طرف دیکھو۔ بھگوان کی سوگند میری طرف دیکھو۔" رانی کندھاری نے کہا، لیکن چمپاکلی نے گھٹنوں سے سر نہیں اٹھایا تھا۔

رانی کندھاری کی پیشانی خون آلود ہو گئی، غیر مرئی دیواروں سے سر ٹکرا ٹکرا کر اس کے ماتھے سے خون نکل آیا تھا اور یہ خون بہہ بہہ کر اس کی آنکھوں پر آ رہا تھا۔ لیکن اسے اس سے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ لیکن وہ اپنے اردگرد ہزاروں آنکھوں کو محسوس کر رہی تھی جو اسے لعنت ملامت کر رہی تھیں، جو اسے نفرت سے دیکھ رہی تھیں۔ دبی دبی بھنبھناہٹیں اسے کچھ کہہ رہی تھیں، اور ان کی آوازیں رانی کندھاری کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔

"پاپی ہے۔"

"قاتل ہے۔"

"خونی ہے۔"

"ہلاک کروا دیا ہے۔"

"مار ڈالوا ہے۔"

"نیچ ہے یہ۔"

"اس نے وشواس گھات کیا ہے۔"

"اس نے معصوم چمپاکلی کی جان لی ہے۔"

ایسی بہت سی آوازیں اس کے کانوں میں پہنچ رہی تھیں جو اس کے من کی آوازیں تھیں، پھر اس نے آخری بار اپنی آنکھوں پر بہنے والے خون کو صاف کیا۔ اور چمپاکلی کی طرف دیکھا، پھر بولی۔ اس کا لہجہ بہت دادیلا تھا۔

"آہ چمپاکلی آہ۔ تو مجھے معاف نہیں کرے گی۔ نہ کر، میں اپنے آپ کو اس بات کی سزا دوں گی۔ میں اپنے آپ کو سزا دوں گی چمپاکلی کہ میں نے تیرے ساتھ یہ سلوک کیا، مگر آخری بار تجھ سے یہ کہہ رہی ہوں کہ میں نے یہ سب کچھ نہیں کیا۔ چمپاکلی۔" رانی کندھاری نے ہاتھ آگے بڑھایا اور دفعتاً اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا ہاتھ دیواروں سے پار ہو گیا ہو۔

ہاں اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ کے آگے اب دیوار تو نہ تھی، اس نے دونوں ہاتھوں سے ان غیر مرئی دیواروں کو ٹٹولا۔ اور اس کے من میں اچانک خوشی پھوٹ پڑی۔ دیواریں خود بخود غائب ہو گئی تھیں۔

یا تو دھن راج مہاراج کو اس پر رحم آ گیا یا پھر کوئی اور چمتکار ہوا تھا۔ کوئی اور بات ہوئی تھی۔

اس نے دیوار سے گزر کر دائرے میں قدم رکھ دیا اور دوسرے لمحے وہ چمپاکلی کے پاس تھی۔

"چمپاکلی۔ چمپاکلی۔ چمپاکلی۔" اس نے چمپاکلی کے بازوؤں کو اس کے چہرے سے ہٹانے کی کوشش کی اور چمپاکلی ایک جانب لڑھک گئی۔ دوسرے لمحے رانی کندھاری کے حلق سے ایک چیخ کی آواز ابھری تھی۔

ایک دلدوز اور وحشتناک چیخ۔ چمپاکلی مر چکی تھی۔ اس کی بے نور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور اب اس کے شریر میں سانس کا کوئی وجود نہیں تھا۔

رانی کندھاری کی چیخ کی آواز اتنی دلدوز تھی کہ عمارت کے باہر کھڑے ہوئے لوگوں نے بھی سن لی۔ چونکہ بات رانی کندھاری کی تھی اس لئے وہ لوگ برداشت نہ کر سکے اور ساری احتیاط بالائے طاق رکھ کر اندر دوڑ پڑے۔

رانی کندھاری بیہوش پڑی تھی اور اس کے نزدیک ہی چمپاکلی کی لاش تھی۔

محافظوں نے فوری طور پر آدمی محل دوڑلئے۔ اور محل میں سے بہت سی کنیزیں، بہت سے جوان اور یہاں تک کہ خود دریودھن اس عمارت کی جانب چل پڑا۔ اور اپنی ماں کے حضور پہنچ گیا جو ابھی تک بیہوش تھی۔

اس نے خادماؤں کی مدد سے اپنی ماں کو اٹھوایا اور پھر اس کی نگاہیں چمپاکلی پر پڑیں۔ وہ حیرت سے دنگ رہ گیا تھا۔

ایسی حسین اور ایسی سندر لڑکی اس نے سارا جیون کبھی نہیں دیکھی تھی، لیکن یہ لڑکی زندہ نہیں تھی۔ اس نے لوگوں سے اس لاش کا راز پوچھا لیکن اس کی تشفی نہ ہو سکی تھی۔ اسے یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ یہ لڑکی کون تھی اور اس کی لاش یہاں کیوں پڑی ہوئی ہے۔ اور اس کی ماں بیہوشی کی حالت میں یہاں کیوں موجود ہے۔

یہ ساری باتیں اس کے ذہن میں ایک معمہ بنی ہوئی تھیں۔ لیکن ماں کی دگرگوں حالت دیکھ کر وہ فی الوقت اس معمے کو حل کرنے سے باز رہا اور رانی کندھاری کو شاہی محل لے گیا۔

شاہی ویدوں نے یہاں رانی کندھاری کو ہوش میں

لانے کے لئے کارروائی شروع کر دی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد رانی کندھاری ہوش میں آ گئی۔

رانی کندھاری کے سامنے ہی دریودھن موجود تھا اور اس سے تھوڑے فاصلے پر کندھاری کا اندھا پتی دھرت راشٹر بیٹھا ہوا تھا۔ دھرت راشٹر کے چہرے پر عجیب اور گہرے غور و فکر کے آثار تھے۔

رانی کندھاری نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر دریودھن کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ کافی دیر تک وہ اس سے لپٹ کر روتی رہی۔ دریودھن ماں کی اس گریہ و زاری کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا۔ وہ بے حد پریشان تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کندھاری اس عجیب و غریب عمارت میں کیوں گئی۔ اور وہ لاش کس کی تھی۔ البتہ اس حسین لڑکی کی لاش دیکھ کر اس کے دل پر ایک عجیب سا بوجھ آ پڑا تھا۔

اگر وہ لڑکی زندہ ہوتی تو کتنی سندر ہوتی، پرنت یہ مر کیسے گئی، تب اس نے رانی کندھاری کی جانب دیکھا، یہ سوال اس کے ذہن میں آیا تھا۔ پھر وہ مصلحتاً خاموش ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ رانی کندھاری کی حالت کچھ بہتر ہو جائے تو پھر وہ اس سے اس بارے میں پوچھے گا۔

کندھاری اسے کافی دیر تک اپنے ساتھ چمٹائے رہی اور وہ بھی ماں کو تسلیاں دیتا رہا۔ لیکن اس نے ابھی تک اس سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ اس عمارت میں کیوں گئی تھی۔

رانی کندھاری ہوش میں آنے کے بعد اس بات پر سراسیمہ تھی کہ اب یہ راز کھلنے والا ہے۔ لیکن اس نے بہت سی باتیں اپنے من میں سوچ رکھی تھیں، کچھ بھی ہو جائے وہ چمپاکلی کے راز کو عام نہیں کرے گی۔ یہ کوروں کی تقدیر کا سوال تھا۔ البتہ دھرت راشٹر کے چہرے پر غور و فکر کے آثار دیکھ کر رانی کندھاری دہشت سے لرز گئی تھی۔

"آہ۔ آہ۔ یہ کیا ہو گیا۔" اس نے سوچا، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دھرت راشٹر کو کس طرح مطمئن کرے۔ تب اس نے بھگوان کی پرارتھنا کی کہ بھگوان اسے اس کے جھوٹ پر معاف کر دے۔

پتی سے جھوٹ بولنا اچھی بات نہیں ہے مگر اپنے جرم کو چھپانے کے لئے، کوروں کی تقدیر بدلنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ جھوٹ بولا جائے۔ اور اب اس جھوٹ کو بولنے کے لئے اسے اپنے آپ کو کئی باتوں کا مجرم سمجھنا پڑ رہا تھا۔

دریودھن کو اس نے یہ کہہ کر روانہ کر دیا۔ "دریودھن اب تم جاؤ اور آرام کرو، تم کافی تھکے ہوئے ہو گے، میں تمہیں بعد میں ان حالات کے بارے میں بتاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے ماں اور یوں بھی مجھے کوئی جلدی نہیں ہے تم تندرست ہو جاؤ باقی ساری باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔" دریودھن نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

اب کمرے میں دھرت راشٹر اور رانی کندھاری تنہا رہ گئے تھے تب دھرت راشٹر نے کندھاری سے پوچھا۔

"کندھاری تم کندھار گئی تھیں؟"

"ہاں مہاراج۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا ہوا۔ کیا تم نے اپنے پتا جی سے اس بارے میں بات کی۔" دھرت راشٹر نے پوچھا۔

"ہاں مہاراج گئی تھی پر دھن راج مہاراج مجھے نہیں مل سکے۔"

"اوہ پھر کیا ہوا؟"

"پھر میں واپس وہاں آئی تو چمپاکلی مر چکی تھی سرتاج" رانی کندھاری کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"تم نے ایک بہت بڑا پاپ کیا ہے رانی کندھاری لیکن میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی۔"

"وہ کیا مہاراج۔" رانی کندھاری نے پوچھا۔

"آخر چمپاکلی یہ سب کچھ کیوں جانتی تھی۔"

"بس مہاراج یہ ساری باتیں بھگوان ہی جانے۔ اگر وہ مجھے اپنے بارے میں بتا دیتی تو شاید میں اسے اس طرح نہ مرنے دیتی۔" رانی کندھاری نے کہا۔

دھرت راشٹر اس کی اس بات سے مطمئن نہ ہو سکا تھا تاہم خاموش ہو گیا۔ یا نجانے اس کے دل میں کیا خیال آیا تھا یا اس نے یہ خاموشی مصلحتاً اختیار کر لی تھی۔ اس بات کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔

چمپاکلی کو مرے ہوئے تیسرا دن تھا۔ جب دریودھن ماں کے پاس پہنچ گیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"ماتا جی میں سخت پریشان ہوں۔"

"کیوں دریودھن؟" رانی کندھاری نے بے چینی سے پوچھا۔ ویسے وہ دریودھن کے آنے کا مقصد سمجھ گئی تھی۔

"وہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی ہے کہ تم کیوں بیہوش ہو گئی تھیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے دریودھن۔ تو چنتا نہ کر۔ بس چمپاکلی کی موت نے مجھے پریشان کر دیا تھا۔"

"اوہ۔ تو وہ لڑکی چمپاکلی تھی۔"

شری کرشن اس زمانے میں سادھو کی حیثیت رکھتا تھا، لوگ اسے اوتار مانتے تھے۔ اس شخص کے بارے میں بے شمار روایتیں مشہور تھیں، ان کے بارے میں مختلف عقیدے مروّج ہیں بعض انہیں دنیا بھر کے تمام فریبیوں کا سردار اور حیلہ گروں سے اعلیٰ مانتے ہیں اور بعض ان کی پیغمبری کے قائل ہیں اور بعض انہیں خدا کا اوتار سمجھ کر ان کی پرستش کرتے ہیں۔

مہابھارت میں مکاری اور غداری کا انجام سامنے آ گیا تھا دریودھن کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے لشکری اور خاندان کے لوگ بھی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔

کوروؤں کے خاندان کی تباہی اور دریودھن کے قتل کے بعد پانڈوؤں کے خاندان کا جدھشٹر ممالک ہندوستان کا فرمانروا ہوا اور ساری دنیا میں اس کی سلطنت کا شہرہ ہوا۔ مہابھارت کے بعد پورے چھتیس سال تک جدھشٹر نے حکومت کی۔ لیکن وہ درویش منش تھا۔ اس نے خود ہی دنیا کی حقیقت اور ماہیت پر غور کر کے تخت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس نے چاروں بھائیوں کو ساتھ لے کر گوشہ نشینی میں بقیہ زندگی گزار دی اور اسی عالم میں دنیائے فانی کو خیرباد کہا۔

اس کے بعد جدھشٹر کے چچا زاد بھائیوں نے حکومت کی۔ پھر پانڈوؤں کے خاندان میں ارجن کی اولاد میں سے تیسری نسل میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ یہ لڑکا ہر طرح کی ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مالا مال تھا۔ نہایت عادل اور انصاف پسند تھا۔ اور اس کے دور میں کتاب مہابھارت لکھی گئی۔ جو ایک شخص بھیشم نامی نے لکھی تھی۔

ہندو عقیدہ جو کچھ بھی کہتا ہو ہمارا عقیدہ اس سے مختلف ہے۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ دنیا میں حضرت آدمؑ سے پہلے کوئی اور خاکی پیدا نہیں ہوا اور طوفان نوحؑ کے بعد حضرت نوحؑ کی اولاد یعنی سام، یافث اور حام اس دنیا کی آزادی اور افتخار کا باعث بنے۔ اور ظاہر ہے یہ ہندوستان بھی انہی کی اولادوں سے آباد ہوا۔ طوفان کے بعد حضرت نوحؑ نے اپنے تینوں بیٹوں یعنی یافث، سام اور حام کو از روئے کھیتی باڑی اور کاروبار کا حکم دے کر دنیا کے چاروں اطراف روانہ کیا۔

سام حضرت نوحؑ کے سب سے بڑے بیٹے اور جانشین تھے ان کے فرزندوں کی تعداد ننانوے تھی۔ عرب کے تمام قبیلے حضرت سام کی اولاد کے نام پر ہیں اور ان کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور فخشد جو حضرت سام کے بیٹے ہیں ان کا بیٹا عجم کا مورث اعلیٰ ہے اور فخشد کے اس بیٹے کا نام کیمورث ہے۔ کیمورث کے چھ بیٹے ہیں سیامک، عراق، فارس، شام، تور اور روستان کیمورث کے بیٹے جس جگہ گئے وہ جگہ ان کے نام سے موسوم ہوئی۔ اور وہاں انہی کی اولاد آباد ہوئی۔ سیامک کے بیٹے کا نام ہوشنگ تھا اور عجم کے تمام بادشاہ "یزدجرد" تک اس کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت نوحؑ کے دوسرے بیٹے یافث باپ کی ہدایت پر مشرق اور شمال گئے اور وہیں آباد ہو گئے۔ ان کے ہاں بھی بہت سے بیٹے پیدا ہوئے جن میں سب سے زیادہ مشہور بیٹا ترک نام کا ہے۔ ترکستان کی تمام قومیں یعنی مغل، ازبک، ترکمانی سب انہی کی اولاد سے ہیں۔ یافث کے دوسرے مشہور بیٹے کا نام چین ہے، ملک چین کا نام اسی پر ہے۔ تیسرے بیٹے کا نام آریسی ہے۔ اس کی اولاد شمالی ملکوں کی سرحد پر بحیرۂ ظلمات تک آباد ہوئی۔ اہل تاجیک بھی اسی کی نسل سے ہیں۔

حضرت نوحؑ کا تیسرا بیٹا حام اپنے والد گرامی کے حکم سے دنیا کے جنوبی حصے کی طرف گیا اور اس کو آباد اور خوشحال کیا۔ حام کے چھ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں، ہند، سندھ، حبش، افرنج، ہرمز اور بویہ۔ ان سب بیٹوں کے نام پر ایک ایک شہر آباد ہوا۔ حام کے سب سے بڑے بیٹے ہند نے ملک ہندوستان اپنایا اور اسے خوب آباد اور سرسبز و شاداب کیا۔

حام کے دوسرے بیٹے سندھ نے ملک سندھ میں قیام کیا اور ٹھٹھہ اور ملتان کو اپنے بیٹوں کے نام سے آباد کیا۔ ہند کے ہاں چار بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں پورب، دکن، بنگ اور نہروال۔

جو ملک اور شہر ان ناموں سے مشہور ہیں وہ انہی کے آباد کئے ہوئے ہیں۔

ہند کے بیٹے دکن کے گھر تین بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام مرہٹ، کنہڑ اور تلنگ ہیں۔ آجکل دکن میں جتنی قومیں آباد ہیں وہ سب انہی کی نسل میں سے ہیں۔

ہند کے چوتھے بیٹے نہروال کے ہاں بھی تین بیٹے ہوئے جن کے نام بھروج، کنہاج اور مالداج ہیں۔ ان تینوں کے نام پر بھی مختلف شہر آباد ہوئے ... بہت سے شہروں میں ان کی اولادیں آج تک آباد ہیں۔

ہند کے تیسرے بیٹے کی اولاد نے ملک بنگال آباد کیا اس کی اولادیں بھی آج تک بنگال میں آباد ہیں۔

ہندو عقیدے کے مطابق ست یگ، ترتیا یگ، دواپر یگ اور کل یگ آتے جاتے رہتے ہیں اور کسی بھی یگ میں جس شخص کا

خاتمہ ہو۔ اسی یگ میں اس شخص کی دوبارہ نمود ہوتی ہے اور ان یگوں کے درمیان اتنے طویل برسوں کا فاصلہ ہوتا ہے کہ انسان تصور نہیں کر سکتا۔

بہرحال یہ ہندو عقیدہ ہے اور مہابھارت کی کہانی بھی اسی عقیدے سے تعلق رکھتی ہے۔ مہابھارت ہو چکی۔ ہندوستان میں کوروؤں کا پانڈوؤں کا دور ختم ہو گیا۔ مہاراج کی حکومت آئی جنہوں نے حکومت کے سرداروں اور اپنے بھائی بندوں کی مدد سے اور مشورے سے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی اور ملک کو آباد کرنے اور حکومت کو بہترین طریقے پر چلانے کے لئے سخت محنت کی۔ مہاراج نے زراعت کی طرف بھی بہت زیادہ توجہ دی اور بے شمار نئے شہر آباد کئے۔

ان نئے شہروں میں بہار آباد کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے مہاراج نے دور دور سے اہل علم کو بلا کر اس شہر کو آباد کیا۔ شہر میں بے شمار مدرسے اور عبادت گاہیں بنوائیں اور نواحی محاصل کی آمدنی کو ان عبادت گاہوں کے مصارف کے لئے وقف کر دیا۔ مہاراج نے سات سو برس حکومت کی اور اس کے عہد حکومت میں ہندوستان کی حالت بالکل بدل گئی۔ اس نے شاہان ایران کے ساتھ ہمیشہ خلوص و محبت کا برتاؤ کیا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد اس کا بھتیجہ ناراض ہو کر فریدون کے پاس چلا گیا۔ اور اس سے اپنے چچا کے خلاف مدد کی درخواست کی۔

فریدون نے ایک بہت بڑی فوج اس کی مدد کے لئے روانہ کی۔ اور جب اس کی فوج کا سربراہ ہندوستان آیا تو اس نے بہت سے آباد شہروں کو ویران کر دیا۔

مہاراج نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے اپنے ملک کا ایک حصہ دے کر اپنے بھتیجے کو راضی کر لیا اور چند عمدہ اور قیمتی اشیاء فریدون کے لئے بطور تحفہ بھیجیں۔

مہاراج کے آخری زمانے میں سنگلدیپ اور کرناٹک کے زمینداروں نے آپس میں مل کر پوری قوت سے اس کا مقابلہ کیا۔ طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ مہاراج کا بھتیجا لڑائی میں مارا گیا، مہاراج کی باقی ماندہ فوج زخمی اور پریشان ہو کر بھاگ نکلی اور اپنے مال و اسباب اور ہاتھیوں کو میدان میں ہی چھوڑ گئی۔

مہاراج نے جب یہ خبر سنی تو اسے سخت طیش آیا وہ دم بریدہ سانپ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس پیچ و تاب اور غم و غصہ کا اصل سبب یہ تھا کہ یہ سرکشی دکن کے معمولی زمینداروں کی تھی۔

مہاراج نے اس شکست کا انتقام لینے کا پکا ارادہ کر لیا۔ لیکن اس زمانے میں بادشاہ ایران کے حکم سے ایرانی سردار سام بن نریمان ہندوستان فتح کرنے کے لئے پنجاب کی سرحد تک پہنچ چکا تھا اور مال چند سپہ سالار بقیہ فوج لے کے اس کے مقابلے پر گیا ہوا تھا۔ چنانچہ مہاراج کو اس وقت تک انتظار کرنا پڑا جب تک کہ مال چند سردار سے صلح کر کے واپس نہ آ گیا۔ مال چند ایک سپہ سالار کی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتا ہے، ملک مالوہ ابھی تک اس کے نام سے مشہور ہے، جب وہ واپس مہاراج کے پاس پہنچا تو اسے دکن جانے کا حکم ملا۔ اور اس نے بڑے استقلال اور شان و شوکت کے ساتھ فوراً ملک دکن کا رخ کیا۔ جب دشمنوں نے اس کی آمد کی خبر سنی تو ہراساں ہو کر ادھر ادھر بھاگ نکلے۔

مال چند نے فساد پھیلانے والے گروہ کو بری طرح تہہ تیغ کیا کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اس نے جابجا تھانے اور چوکیاں قائم کیں اور فاتح و کامران ہو کر واپس آیا۔ راستے میں اس نے گوالیار اور بیانے کے قلعے تعمیر کروائے اور راگ کا علم جو موسیقی کے نام سے مشہور ہے۔ دکن اور تلنگانہ سے لا کر ہندوستان میں مروّج کیا۔

مہاراج نے سات سو سال عمر پائی، ان کے چودہ بیٹے تھے جن میں سب سے بڑا کیشوراج اپنے باپ کا جانشین تھا۔ یوں ادوار بدلتے رہے۔ حکومتیں آتی رہیں، ختم ہوتی رہیں اور ہندوستان میں بت پرستی کا رواج شروع ہو گیا۔

مہاراج ہی کے زمانے میں ایران سے ایک شخص ہندوستان آیا اور اس نے یہاں کے لوگوں کو آفتاب پرستی کی تعلیم دی۔ اس کی تعلیم کو بہت فروغ حاصل ہوا یہاں تک کہ ستارہ پرست لوگ بھی آگ کی پرستش کرنے لگے۔ لیکن اس کے بعد جب بت پرستی کا رواج مروّج ہوا تو یہی طریقہ سب سے زیادہ مقبول ہوا۔ بت پرستی کو اس درجہ مقبولیت اس سبب سے ہوئی کہ ایک برہمن نے راجہ کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ جو شخص اپنے بزرگوں کو سونے چاندی یا پتھر کی شبیہ بنا کر اس کی پرستش کرتا ہے وہ سیدھے رستے پر ہوتا ہے، اس عقیدے کو لوگوں نے اس حد تک اپنایا کہ ہر چھوٹا بڑا اپنے بزرگوں کے بت بنا کر ان کی پرستش کرنے لگا اور انہیں پوجنے لگا۔

اس زمانے کے راجہ خود راجہ سورج نے بھی دریائے گنگا کے کنارے شہر قنوج آباد کر کے وہاں بت پرستی شروع کی

اور اس کی رعیت نے اپنے فرمانروا کی تقلید کی۔ اور کوئی اپنے اپنے طور پر بت پرستی پر آمادہ ہوگیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں بت پرستوں کے نت نئے گروہ پیدا ہوگئے۔

راجہ سورج نے چونکہ قنوج کو اپنا دارالسلطنت بنا بنالیا تھا۔ اس لئے اس شہر کی آبادی میں بیحد اضافہ ہوا یہاں تک کہ شہر کا پھیلاؤ پچیس کوس تک بڑھ گیا۔ راجہ سورج کی مدت حکومت دو سو پچاس برس ہے۔ اس مدت کے بعد اس نے انتقال کیا۔

راجہ سورج ایرانی شاہ کیقباد کا ہم عصر تھا اور ہر سال اسے خراج ادا کرتا تھا۔ راجہ سورج کے ہاں پینتیس بیٹے پیدا ہوئے جن میں سب سے بڑا لہراج تھا اور جو راجہ سورج کے مرنے کے بعد اس کا جانشین ہوا۔

وہ دور جو لہراج کو ملا بت پرستی کا دور تھا۔ لہراج نے اقتدار سنبھالتے ہی اپنے نام کی مناسبت سے ایک شہر آباد کیا جس کا نام لہراج رکھا گیا۔ ہندوستان کے اس بادشاہ کو موسیقی سے بہت دلچسپی تھی۔ اس نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ اپنے اس شغف میں گزارا۔ راجہ سورج نے اپنی زندگی میں شہر بنارس کی بنیاد رکھی تھی لیکن وہ اپنی زندگی میں اس شہر کو بسا نہیں سکا تھا۔ لہراج نے اس شہر کو بسانے کی پوری پوری کوشش کی۔ بہرحال لہراج اپنے بے شمار نشان چھوڑ کر اپنی حکومت کیدار برہمن کے ہاتھوں ہار کر مر گیا۔ لہراج نے چھبیس سال حکومت کی۔

کیدار نے انیس سال حکومت کی اور اس کے بعد شنگل نے کیدار کو شکست دے کر خود کو ہندوستان کا فرمانروا بنالیا۔ گورنامی شہر شنگل کا آباد کردہ ہے۔ شنگل نے ہندوستان پر چونسٹھ برس حکومت کی۔

شنگل کے بعد اس کا بیٹا رہت تخت نشین ہوا۔ رہت نے اکیاسی سال حکومت کی اور مر گیا۔ اس راجہ کی کوئی اولاد نہیں تھی اس لئے اس کے مرنے کے بعد ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوگیا۔ تب کھواہہ قوم کے ایک شخص مہاراج نے قنوج پر قبضہ کرلیا اور ہندوستان کا راجہ بن گیا۔

مہاراجہ کھواہہ نے چالیس سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی اور حکومت کی باگ ڈور مہاراج کی وصیت کے مطابق اس کے بھانجے کیدراج کے ہاتھ آئی۔ کیدراج کی موت کے بعد یہ حکومت جے چند نے حاصل کرلی جو کیدراج کا سپہ سالار تھا۔ اس نے کیدراج کے مرتے ہی قوت واقتدار حاصل کرکے سلطنت پر قبضہ کرلیا اور راجہ بن بیٹھا۔ یہ وہی یگ تھا جس میں دریودھن اپنے غلط فیصلے کا شکار ہوا تھا اور رانی گندھاری نے جیپاکلی پر ستم ڈھایا تھا۔

جے چند کے دور حکومت میں بہت بڑا قحط پڑا اور چونکہ وہ شاہی خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے خدا کے بندوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور خود داد عیش دیتا رہا۔ خدا کی مخلوق کی جانیں ضائع ہوئیں اور اکثر گاؤں اور قصبے تباہ ہوگئے۔ اس کے نتیجے میں ایک طویل عرصے تک ہندوستان شدید مشکلات کا شکار رہا۔ امراء اور سلطنت کے بڑے بڑے لوگوں نے اسے خاطر میں لانا چھوڑ دیا اور ملک میں جگہ جگہ بغاوتیں ابھرنے لگیں۔ یوں جے چند ہزار مشکلات میں پڑ گیا وہ اکثر چھوٹی چھوٹی بغاوتیں ختم کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن لوگ اس کے سخت خلاف تھے البتہ اس کی رانی شردھا جو ایک چھوٹے سے راجہ بدراج کی بیٹی تھی بڑی زیرک اور سمجھدار تھی۔

شردھا جے چند کی پانچویں بیوی تھی۔ اس سے پہلے جے چند چار شادیاں کرچکا تھا۔ ہندو دھرم کے خلاف اس نے بہت سی عورتوں کو یوں بھی رکھ چھوڑا تھا۔

رانی شردھا زندگی میں صرف تین بار جے چند کی خلوت حاصل کرسکی تھی۔

جے چند کی اتنی رانیاں تھیں لیکن ان کے باوجود اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ ہاں جب رانی شردھا اس کی بیوی بنی تو اس کے کچھ عرصے بعد اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ یوں رانی شردھا جے چند کی منظور نظر بن گئی۔

جے چند نے بیٹے کی پیدائش پر پورے ملک میں خوشیاں منائی تھیں لیکن اس کی خوشیوں کا ساتھ دینے والے بہت کم لوگ تھے۔ صرف راجدھانی میں کچھ گھرانے ایسے تھے جو جے چند کی خوشیوں میں برابر کے شریک تھے، ورنہ زیادہ تر لوگ صرف جے چند کی فوجوں کی وجہ سے اس جشن میں شریک تھے۔

جے چند کا بیٹا جب گیارہ سال کا ہوا تو جے چند کو ایک بہت بڑے خطرے کا سامنا درپیش ہوگیا۔

یہ خطرہ راجہ کیدو کا تھا جس نے جے چند کے خلاف اعلان جنگ کردیا تھا۔

جے چند چونکہ اپنی پوری زندگی میں سکون نہیں پاسکا تھا اس لئے وہ صحت کی طرف سے بھی فکرمند تھا۔ اس کی صحت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ اس کے وزراء اور امراء اسے مشورہ دے رہے تھے کہ وہ یمن و داب کے علاوہ راجہ کیدو کو بھی خراج

ادا کرے۔ لیکن ایک ہندو راجہ کو خراج ادا کرنا جے چند کے لئے بہت ہتک آمیز تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے وزراء اور امراء کی بات نہ مانی اور جنگ کی تیاریاں کرنے میں مصروف ہوگیا۔

رانی شردھا کو یہ امید تھی کہ جے چند نے اپنی زندگی میں اس کے ساتھ جو بھی سلوک کیا ہو یہ الگ بات ہے لیکن کم از کم اس کی موت کے بعد حکومت اس کے بیٹے تلک دیو کو ضرور مل جائے گی اور جب تلک دیو کی حکومت ہوگی تو رانی شردھا یقیناً ایک مطلق العنان رانی بن جائے گی۔

چنانچہ تلک دیو کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اس نے اپنے سر لے لی تھی۔ اور تلک دیو کو فنون سپاہ گری میں طاق کرنے کے لئے اس نے بہت سے لوگ رکھے ہوئے تھے۔

رانی شردھا کو پنڈت گردھاری لال سے بہت عقیدت تھی جو دریا پار کے ایک مندر میں جیون بتاتے تھے، ان کی عمر بہت زیادہ ہوچکی تھی۔ سر کے سارے بال اور بھنویں سفید ہوچکی تھیں لیکن لوگ ان کے گیان ان کے علم کے بڑے قائل تھے اور ہفتے کے پہلے منگل کو دریا پار کرکے لوگ پنڈت گردھاری لال کے مندر ضرور جاتے تھے اور وہاں جاکر پوجا کرتے تھے۔

جے چند خود بھی گرو گردھاری لال کا بڑا عقیدت مند تھا اور جب بھی اسے فرصت ملتی وہ ان سے مشورہ لینے کے لئے چلا جاتا تھا۔

ایک بار رانی شردھا بھی گرو گردھاری لال کے مندر میں راجہ جے چند کے ساتھ چلی گئی۔ اور اسے گرو پنڈت گردھاری لال سے بےحد عقیدت ہوگئی۔

گرو دیو نے اسے آشیرواد دی تھی اور کہا تھا کہ جلد ہی تیرے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا اس کا نام تو تلک دیو رکھنا اور رانی شردھا نے گردن ہلادی۔

چنانچہ جب تلک دیو پیدا ہوا اور رانی چلے سے باہر آئی تو سب سے پہلے اس نے گرو دیو کے مندر کا رخ کیا تھا اور کشتی میں بیٹھ کر ان کے پاس پہنچی تھی۔

پنڈت گردھاری لال نے تلک دیو کو دیکھا اور دیر تک کسی خیال میں گم رہے۔ انہوں نے اسے آشیرواد تک نہ دی تھی۔ جب رانی شردھا نے انہیں چونکایا تو وہ بڑبڑا کر چونکے۔

"مہاراج کس سوچ میں ڈوب گئے۔" رانی شردھا نے پوچھا۔

"کچھ نہیں دیوی بس بچے کے بارے میں سوچ رہا تھا" پنڈت گردھاری لال نے کہا۔

"کیوں کوئی خاص بات ہے کیا۔"

"ایں ہے" مہاراج جیسے پھر چونک پڑے "نہیں کوئی خاص بات نہیں ہے، بس ایسے ہی نجانے اسے دیکھ کر میرے من میں ایک عجیب سا خیال ابھرتا ہے۔"

"کیا خیال آتا ہے۔"

"میں اس خیال کو کوئی لفظ نہیں دے سکتا دیوی لیکن میں کوشش کروں گا کہ اس گرہ کو توڑ سکوں۔"

رانی شردھا پنڈت گردھاری لال کی بڑی عقیدتمند تھی۔ اس لئے وہ خود بھی یہ سن کر پریشان ہوگئی اور جب مہینے کے پہلے منگل کو وہ دوبارہ ان کے پاس گئی تو اس نے پھر یہی سوال کردیا۔

"میں جاننا چاہتی ہوں دیوجی کہ آخر وہ کونسی گرہ تھی جو تلک دیو کو دیکھ کر آپ کے من میں پیدا ہوگئی۔"

"تو وشواش کر شردھا کہ ہم خود بھی اس کے سلسلے میں پریشان ہیں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے دیکھ کر ہمارے من میں کچھ ملے جلے سے خیالات کیوں پیدا ہوجاتے ہیں۔ لیکن تو چنتا مت کر اب کے منگل کو جب تو آئے گی تو ہم اس کے بارے میں تجھے بہت کچھ بتائیں گے۔ ہم اس سلسلے میں جاپ کررہے ہیں جو ہمیں ہماری کھوئی ہوئی یادداشت واپس دلادے گا۔" پنڈت گردھاری لال نے کہا۔

رانی شردھا یوں بھی جے چند کی عدم توجہی کا شکار تھی۔ بیٹے کی پیدائش کے بعد جے چند کے رویے میں کچھ تبدیلیاں ضرور ہوئی تھیں لیکن وہ اتنی زیادہ نہیں تھیں کہ رانی شردھا کسی خوش فہمی کا شکار ہوجاتی یا کسی غلط فہمی کا شکار ہوجاتی۔ تاہم اسے یہ امید ضرور بندھ گئی تھی کہ تلک دیو جے چند کا سب سے بڑا بیٹا ہے۔ اگر دوسری رانیوں سے کوئی بیٹا پیدا ہو بھی گیا تو وہ کم از کم حکومت کا دعویدار نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس کے دل میں بہت سے خیالات تھے۔

اور جس بات نے اسے پریشان کر رکھا تھا وہ پنڈت گردھاری لال کی بات تھی۔ چنانچہ ایک ماہ تک اس نے کانٹوں کے بستر پر لیٹ کر وقت گزارا اور بالآخر پنڈت گردھاری لال کے پاس پہنچ گئی۔

پنڈت گردھاری لال کی عبادت گاہ پر بے پناہ ہجوم تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ یاترا کرنے آئے ہوئے تھے۔ اور پوجا پاٹ کا میدان بھرا ہوا تھا۔

رانی شردھا نے بھی عام لوگوں کی مانند پوجا شروع کردی۔

پنڈت گردھاری لال کی ہدایت تھی کہ مندر میں آنے کے بعد جو کوئی راجہ سمجھے گا نہ رانی۔ یہاں آنے والے سب یکساں حیثیت رکھتے ہیں اس لئے خود کو کوئی بھی بھگوان کے دوارا کر ترائی نہ دے۔ چنانچہ یہ یہاں کا اصول تھا کہ اگر جے چند بھی یہاں آتا تو عام لوگوں کی طرح آتا اور پوجا پاٹ کر کے چلا جاتا تھا۔

ہاں جب تمام لوگ چلے جاتے تو پنڈت گردھاری لال اگر کوئی خاص بات ہوتی تو جے چند یا رانی شردھا کو کوئی خاص وقت دے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ پوجا پاٹ میں خاصی رات بیت گئی۔

کافی دیر ہو چکی تھی۔ یاتری آہستہ آہستہ واپس جا رہے تھے۔ اور رانی شردھا ایک کونے میں بیٹھی ان سب کے چلے جانے کا انتظار کر رہی تھی۔ پرشاد تقسیم ہو چکی تھی تھوڑی سی پرشاد انہیں بھی ملی جس میں ایک ننھا سا حصہ ملک دیو کا بھی تھا جو ابھی رانی کی گود میں ہی تھا۔

جب تمام یاتری چلے گئے تو پنڈت گردھاری لال نے شردھا کو بلا لیا۔

شردھا نے آگے بڑھ کر ان کے چرن چھوئے اور پنڈت گردھاری لال نے اس کے سر پر ہاتھ دیا پھر انہوں نے اسے بیٹھنے کے لئے کہا اور بولا۔

"میں جانتا ہوں شردھا تیرے من میں بھی وہی کشٹ ہوگا جو میرے من میں ہے۔ پرنت یہ کشٹ تیرے من میں زیادہ ہوگا کیونکہ تو ماں ہے۔ راجکمار ملک دیو کی ماں میں نے پچھلے سات دن جاپ کیا اور اس گرہ کو کھولنے کی کوشش کرتا رہا جو میرے ذہن میں موجود تھی۔ تو وشواس کر لے بات کا کہ اس کا تعلق ملک دیو سے نہیں ہے۔ البتہ ملک دیو کسی حد تک ملوث ضرور ہو جاتا ہے۔ پر میری زندگی کے لئے ایک بڑا عجیب ایک بڑا انوکھا انکشاف ہوا ہے۔"

"میں پوچھ سکتی ہوں مہاراج کہ وہ انکشاف کیا ہے۔" رانی شردھا نے پوچھا۔

"کچھ نہیں رانی شردھا میں نے جاپ کیا اور مجھے کچھ ایسی باتیں یاد آئیں کہ میں حیران رہ گیا۔ مجھے ایک گپھا یاد آئی جو پہاڑوں میں تھی۔ یہ گپھا میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی اور نا ہی اس کے بارے میں معلومات حاصل تھیں۔ میں نے تیرے جیسے لوگوں کے ساتھ جیون بتایا ہے پرنت کبھی کسی نے اس گپھا کا ذکر نہیں کیا۔ پھر وہ گپھا جو جاپ کے درمیان میرے من کی آنکھوں نے دیکھی کیوں عالم وجود میں آ گئی تھی۔ چنانچہ رانی میں نے اس کی تلاش میں ایک لمبا سفر کیا۔ اور بالآخر میں ان پہاڑوں تک پہنچ گیا جو مجھے جاگتے میں نظر آئے تھے۔ جاپ کے دوران میں نے ان پہاڑیوں کو دیکھا۔ پہاڑ کے دامن میں دریا کے اس کنارے ایک عجیب سی جگہ ہے مجھے اس جگہ سے تھوڑی دور ایک بستی کے آثار بھی ملے ہیں۔ بس ایسے آثار جنہیں کوئی دیکھے تو یہ نہ سمجھ سکے کہ یہاں کوئی بستی آباد تھی۔

لیکن میری آنکھوں نے چونکہ جاپ کے دوران یہ سب کچھ دیکھا تھا اس لئے میں نے ڈھونڈ کر وہ نشانات تلاش کر ہی لئے۔ پھر ان نشانوں سے کچھ دور مجھے وہ پہاڑی گپھا بھی نظر آ گئی جو میں نے جاپ کے دوران اپنے من میں دیکھی تھی۔

اس پہاڑی کی گپھا کے سامنے ایک پتھر موجود ہے۔ یہ پتھر اگر کوئی گزرنے والا دیکھے تو اسے ایسی چٹان سمجھے جو عام چٹانوں کی طرح ہو۔ لیکن مجھے چونکہ یہ معلوم ہوا تھا کہ اس پتھر کے نیچے ایک گپھا موجود ہے، چنانچہ میں نے اس پر زور لگایا اور رانی شردھا تو وشواس کر وہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ پتھر کے ہٹ جانے کے بعد مجھے ایک لمبی سرنگ نظر آئی جس میں سے گزر کر میں ایک ایسے سوراخ پر پہنچ گیا جس کے دوسری طرف سے روشنی اندر آ رہی تھی۔ یہ روشنی سورج کی تھی جو ایک سوراخ سے غار میں پڑ رہی تھی۔

میں غار میں داخل ہوا تو مجھے وہاں صرف چند چیزیں ملیں۔ ایک مرگ چھالہ جو اتنی خستہ اور خراب ہو چکی تھی کہ جسے چھوؤ تو ٹوٹ کر بکھر جائے۔ پانی کا ایک کلسا جو جوں کا توں موجود ہے۔ البتہ اس پر زمانے کی گرد جم چکی ہے۔ ہاں گپھا میں پانی کا ایک کنڈل بھی تھا اور دو کھڑاویں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے وہ کھڑاویں اپنے پاؤں میں پہن کر دیکھیں تو وہ مجھے بالکل ٹھیک تھیں۔ مگر ان کی لکڑی اب اتنی بوسیدہ ہو چکی تھی کہ جونہی میرے پاؤں کا وزن ان پر پڑا وہ ٹوٹ گئیں۔ لیکن وہ میرے پاؤں میں بالکل ٹھیک تھیں۔ کنڈل بھی میرے اٹھانے سے بالکل ٹوٹ گیا۔ صرف پانی کا کلسا رہ گیا جسے میں اٹھا کر اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔ گو یہ چیزیں میری نہیں تھیں لیکن مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ سب کچھ میرا ہو۔ ان چار چیزوں کے علاوہ گپھا میں کچھ نہیں تھا۔ آ رانی شردھا میں تجھے اس کلسا کے درشن کراؤں۔"

رانی شردھا اٹھ گئی۔ حالانکہ ان تمام باتوں سے اسے

کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن پنڈت گردھاری لال کی عقیدت کی وجہ سے اس نے اس کلسے کے درشن کر لئے۔

کلسے کو دیکھ کر نجانے کیوں رانی شردھا کے ذہن میں ایک لہر سی دوڑ گئی۔ ایک عجیب سا احساس جیسے اس نے پہلے بھی کبھی اس کلسے کو دیکھا ہو۔ لیکن پھر یہ احساس ایک لمحے میں مفقود ہو گیا۔ پنڈت گردھاری لال البتہ سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ میرے جیون سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ میں کچھ سمجھ نہیں پایا۔ بہر صورت میں ان گپھاؤں سے واپس آ گیا اور اس کے بعد میں اپنے گیان کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ آخر اس گپھا کا کیا راز ہے۔"

تب رانی شردھا میرے من میں ملک دیو ابھرا اور ملک دیو کو دیکھ کر میں چونک پڑا۔ اسے دیکھ کر میرے من میں جو گرہ پڑ گئی تھی اس کی گتھیاں الجھتی سلجھتی رہیں۔ بالآخر یہ ملک دیو تک پہنچ گئیں۔ اب میں یہ جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ ملک دیو کا آخر ان ساری باتوں سے کیا تعلق ہے۔"

"مہاراج کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے۔" رانی شردھا نے پوچھا۔

"نہیں رانی ایسی کوئی بات نہیں ہے میرا گیان کہتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق کسی بھی طرح ملک دیو سے ہو لیکن اس میں ملک دیو کے جیون کے لئے کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے خطرناک کہا جا سکے۔"

"بس میں من کی یہی شانتی چاہتی تھی۔" رانی شردھا نے کہا۔

"تو اپنے من کو شانت رکھ شردھا تیرے لئے چنتا کی کوئی بات نہیں ہے میں جو موجود ہوں۔ اور پھر میں اس مسئلے کو یوں ہی نہ چھوڑ دوں گا۔ ابھی میں ایک بڑا جاپ کروں گا۔ یہ جاپ انتالیس دن کا ہوگا، لیکن یہ میں اس سمے شروع کروں گا جب اس کا صحیح وقت ہوگا۔ چنانچہ اس جاپ کے بعد ممکن ہے مجھے بہت کچھ معلوم ہو جائے۔"

رانی شردھا نے گردن ہلا دی اور پھر آسمان کی طرف دیکھ کر بولی۔

"مہاراج رات بہت بیت گئی ہے۔ ہمیں ابھی دریا پار کرنا ہے۔ یوں بھی یہ موسم ایسا ہے کہ دریا کے پانی کا بہاؤ کافی تیز ہے۔ چنانچہ اب میں آگیا چاہتی ہوں۔"

"بھگوان تجھے سکھی رکھیں شردھا۔" پنڈت گردھاری لال نے کہا اور رانی شردھا مندر سے نکل آئی۔ شاہی کشتی کے کشتی بان دریا کے کنارے بیٹھے رانی شردھا کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

شردھا اپنے بچے کو کاندھے سے لگائے باندیوں کے ساتھ کشتی کے نزدیک پہنچ گئی۔ باندیاں اپنی کشتیوں میں بیٹھ گئیں۔

دریا میں کافی شور ہو رہا تھا۔ پانی کی روانی کچھ اور بڑھ گئی اور ملاحوں کے چہرے متفکر تھے۔

"کیا بات ہے تم لوگ کچھ پریشان سے ہو۔" رانی شردھا نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے رانی جی، بس ندی کا بہاؤ کچھ تیز ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے کہیں پہاڑوں پہ بارش ہوئی ہو اور بارش کا پانی اکٹھا ہو کر ندی میں اضافے کا باعث بن گیا ہو۔" کشتی بانوں نے جواب دیا۔

"کیا اس باڑھ میں کشتی کا کھینا خطرناک تو نہیں ہو سکتا۔" رانی شردھا نے پوچھا۔

"نہیں رانی جی، ابھی پاٹ اتنی تیز نہیں ہوئی ہے۔ ہم اطمینان سے پہنچ جائیں گے۔" کشتی بانوں نے جواب دیا۔ وہ تجربہ کار ملاح تھے۔ اور کشتی کی باڑھ ان کے لئے کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ انہوں نے کشتی دھکیل کر پانی میں ڈال دی۔ رانی شردھا کشتی میں سوار ہو گئی تھی۔

لیکن ابھی کشتی تھوڑی ہی دور چلی تھی کہ پیچھے سے پانی کا ایک خوفناک ریلا آیا اور کشتی اس پر ڈول گئی۔ رانی نے پوری قوت سے بچے کو سینے سے بھینچ لیا تھا۔ پھر وہ متوحش لہجے میں ملاحوں سے بولی۔

"یہ کیا بات ہے۔ کیا کشتی خطرے میں ہے۔"؟

ملاحوں کے چہروں پر بھی تشویش کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ انہوں نے کسی قدر متفکر لہجے میں کہا۔

"نہیں رانی جی ابھی کوئی بڑا خطرہ تو نہیں ہے لیکن آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ پانی کی ایک بڑی باڑھ اس پانی میں اور شامل ہو گئی ہے اس لئے کشتی کافی پریشانی میں پھنس چکی ہے۔" ملاح نے جواب دیا۔

"میں تم لوگوں سے پہلے ہی پوچھ رہی تھی کہ اگر خطرہ ہو تو اس سمے کشتی کو پانی میں نہ ڈالو۔ مگر تم لوگوں نے اپنی حد سے زیادہ تجربہ کاری کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے کشٹ میں ڈال دیا ہے۔"

"ہم شرما چاہتے ہیں رانی جی۔ لیکن آپ دیکھ رہی ہیں کہ اس میں ہمارا کوئی دوش نہیں ہے۔ پانی اچانک ہی آیا ہے" ملاح نے جواب دیا۔

رانی شردھا خاموش ہو گئی۔ لیکن اس کی نگاہیں خوفزدہ انداز میں پانی کو دیکھ رہی تھیں جس میں تیرے تیرے بلبلے اٹھ رہے تھے۔ اور پانی پوری قوت سے بہتا ہوا آ رہا تھا۔ کشتی کی رفتار ملاحوں کے بس سے باہر ہوتی جا رہی تھی اور وہ تیز رفتاری سے بہنے لگی تھی۔ ملاحوں کے چہروں پر بھی اور خوف کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔

"رانی جی ایک اور پریشانی آ گئی ہے، اگر آپ ہمیں جان کی معافی دیں تو بتائیں۔"

"بتاؤ۔ بتاؤ۔" رانی شردھا خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"پانی اب اتنی تیز ہو گئی ہے کہ کشتی کو اب کنارے کی طرف کاٹنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔"

"کیا مطلب ہے اس بات کا۔ کیا کشتی کنارے تک نہیں پہنچ سکے گی۔" رانی شردھا نے کہا۔

"نہیں دیوی جی کشتی کنارے تک پہنچ جائے گی لیکن ہم اسے کاٹیں گے نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"بادبانوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ تیز اس تیز بہاؤ میں ہمارے بازوؤں کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ چنانچہ ہمیں ایک ہی ترکیب کرنی ہے۔"

"وہ کیا؟" رانی شردھا نے کپکپاتے لہجے میں پوچھا۔

"ہم کشتی کو بائیں سمت آہستہ آہستہ چھوڑے دیتے ہیں یہ اپنی رفتار سے جس تیزی سے آگے بڑھے گی ہم اس وقت اسے پوری قوت سے کناروں کی طرف کاٹیں گے۔ یوں آہستہ آہستہ اس کا رخ بدلتا جائے گا اور کشتی کے ٹوٹنے کا خطرہ بھی نہ رہے گا۔" ملاح نے جواب دیا۔

"ہائے رام تو کیا کشتی ٹوٹنے کا بھی خطرہ ہے" رانی شردھا نے پوچھا۔

"دیوی جی بھگوان پر بھروسہ کریں۔ بھگوان جو کرے گا اچھا ہی کریگا۔" ملاحوں نے جواب دیا۔ ان کے چہرے دھواں دھواں ہو رہے تھے۔ وہ خود زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ ان میں سے چند کو تو اپنی موت کا خیال بھی نہیں تھا۔ وہ تو بس یہ سوچ رہے تھے کہ اگر رانی شردھا کسی حادثے کا شکار ہو گئی تو ان کے خاندانوں تک کی خیر نہیں ہے۔ وہ اپنے جسم کی پوری قوت سے کشتی کو کنارے کی جانب کاٹ رہے تھے۔ لیکن بدقسمتی ان کی کوئی کوشش کارگر ہی نہ ہونے دے رہی تھی۔ کشتی کی رفتار طوفانی ہوتی جا رہی تھی۔ جوں جوں وہ آگے بڑھ رہی تھی اس کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی چلی جا رہی تھی وہ پانی پر کسی تنکے کی طرح ڈول رہی تھی۔ بادبانوں سے خاص طور سے خطرہ تھا اگر بادبان میں ہوا بھر گئی اور کشتی ایک طرف ہو گئی تو پانی کی تیز یلغار اسے الٹ دے گی۔ چنانچہ ملاحوں نے پہلی کوشش یہی کی کہ بادبان اتار دیئے جائیں۔ اس تیز رفتار سفر میں بادبانوں کا اتارنا بھی آسان کام نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے لمبے لمبے چاقوؤں سے بادبانوں کے رسے کاٹ دیئے اور بادبان ہوا میں اڑتا ہوا نجانے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ کشتی کی برق رفتاری ایسے آن کی آن میں میلوں دور لے گئی تھی اور کشتی کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کس جگہ سے کتنی دور نکل آئی ہے۔ ملاحوں کی ہر تدبیر ناکام ہو چکی تھی اور پھر جب امید کی آخری ڈور بھی ٹوٹ گئی تو ملاح ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔

"رانی جی۔ ہماری رانی جی۔ بھگوان کی سوگند اس میں ہمارا کوئی دوش نہیں ہے۔ ہمیں شما کر دیں، ہم نے اپنے نمک کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"

رانی شردھا ان کے چہروں کی سراسیمگی سے ان کا مقصد سمجھ گئی تھی۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر اپنے خوبصورت بچے کی جانب اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

"ہائے رام، کیا ملک دیوتا تنی سی عمر کے لئے اس سنسار میں آیا تھا۔ پھر اس نے درد بھرے لہجے میں کہا ہائے بھگوان اگر تیری دیا ہو جائے تو میں اپنا جیون اپنے بچے کو دینے کے لئے تیار ہوں، تو میرا جیون چھین لے اور میرے ملک دیو کو میرا جیون دیدے" رانی شردھا نے درد بھری آواز میں کہا اور باندیوں کی چیخیں نکل گئی تھیں۔ وہ سب اپنی زندگی سے ہی خوفزدہ تھیں لیکن رانی شردھا کی درد بھری بات سن کر وہ اپنا دکھ بھول گئیں۔ ان سب کے آنسو رواں ہو گئے۔

ملاح جی چھوڑ بیٹھے تھے، کشتی اب کسی دم کی مہمان تھی اور کبھی کبھی وہ پوری کی پوری گھوم جاتی تھی، جس وقت وہ گھومتی تو باندیاں ایک دوسرے پر گر پڑتیں۔ لیکن اب باندیوں نے رانی شردھا کے گرد اپنا حلقہ بنا لیا تھا، تاکہ رانی شردھا ادھر سے ادھر نہ گرنے پائیں۔

پانی کی ایک تیز لہر نے کشتی کو بہت اونچا اٹھا لیا۔ ملاحوں کو یقین ہو گیا کہ اس کے بعد کشتی نیچے آئے گی تو فوری طور پر یا تو بیچ میں سے ٹوٹ جائے گی یا پھر ڈوب جائے گی۔ وہ اپنی موت کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن نجانے کیا ہوا۔ نجانے کیا ہوا کشتی کی رفتار ایک دم کم ہو گئی۔

یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی چیز پر چڑھ گئی ہو۔ لہروں کے جو ہکولے کشتی کے نیچے محسوس ہوتے رہتے تھے، یک لخت ختم ہو گئے تھے۔ اور وہ لوگ جو اب کسی بھی لمحہ موت کے منتظر تھے اس اچانک سکوت اور خاموشی پر اس انداز میں ساکت رہ گئے تھے جیسے متوقع ہوں کہ اب زندگی کا وہ آخری لمحہ آن پہنچا ہے جو انہیں موت کی آغوش میں پہنچا دے گا اور وہ زندہ نہ بچ سکیں گے۔ یہ خاموشی اور سکوت موت کی آمد کے استقبال کا سکوت ہے۔

لیکن موت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کب آئے گی کوئی اس کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ جب وہ زندگی کی طرف دوڑ رہے تھے تو موت ان کا خوفناک تعاقب کر رہی تھی۔ اور جب وہ موت سے شکست کھا کر اس کے پہلو میں جانے کے لئے تیار ہو گئے تو اچانک زندگی نے موت کے سامنے فولادی دیوار بنا دی۔

ملاحوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو کشتی خشکی پر چڑھی ہوئی تھی۔ یہ کیسی خشکی تھی اور کونسا ساحل تھا۔ اس کے بارے میں اس تاریک اور طوفانی رات میں ملاح کچھ نہیں بتا سکتے تھے۔ لیکن یہ یقین کرنے میں انہیں کافی وقت پیش آیا کہ کشتی خشکی پر ہے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس ساحل کو دیکھ رہے تھے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ یہ کونسی جگہ ہے۔ بہرصورت جگہ کوئی سی بھی ہو۔ لیکن چند ساعت کے بعد وہ خوشی سے اچھل پڑے۔ اس وقت جب انہیں یقین ہو گیا کہ درحقیقت یہ کوئی واہمہ نہیں ہے بلکہ وہ ساحل سے آ لگے ہیں اور تیز رفتار دریا اس ساحل کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

رانی شردھا بھی آنکھیں بند کئے اپنے بچے کو سینے سے بھینچے بیٹھی ہوئی تھی، اسے اس بات کا شدید دکھ تھا کہ وہ اپنے نونہال کی بہاریں نہ دیکھ سکی اور اس حادثے کا شکار ہو گئی۔ لیکن جب اسے بھی کچھ سکوت محسوس ہوا تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور ملاح کو آواز دی۔

"کیا ہوا رے۔ یہ اچانک کشتی کا بہنا کیسے بند ہو گیا؟" اس نے پوچھا۔

"بدھائی ہو مہارانی بدھائی ہو۔ بھگوان نے ہمارا جیون بچا لیا ہے۔" ملاح نے خوشی سے کہا اور رانی شردھا بھی بچوں کی مانند خوش ہو گئی۔

"سچ۔" اس نے تحیر بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں رانی جی۔ بھگوان نے ہماری لاج رکھ لی۔ ورنہ ہم تو موت کے بعد بھی اس بات پر شرمندہ رہتے کہ رانی جی کو ہمارے ہاتھوں تکلیف پہنچی۔"

"اب فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ جلدی سے کشتی سے اترو میری طبیعت بگڑ رہی ہے۔" رانی شردھا نے کہا۔ اور اس کے نزدیک بیٹھی باندیاں چونک پڑیں۔

سب کے سب موت کے خوف کا شکار تھے اور چند ساعت کے لئے وہ سب حفظ و مراتب بھول گئے تھے، باندیاں بھول گئی تھیں کہ وہ رانی کے ساتھ سفر کر رہی ہیں اور ان کی ذمہ داری کیا ہے۔ موت بڑی خوفناک چیز ہے، اور زندگی بھر آدمی اقتدار کے پیچھے دوڑتا رہتا ہے، لیکن جب موت نزدیک آ جائے تو سارے اقدار سارے حفظ و مراتب سمندر میں بہہ جاتے ہیں، باندیوں کا بھی اس وقت تک یہی حال تھا۔ لیکن اب جبکہ انہیں زندگی کی امید ہو گئی، تو انہیں یہ خیال بھی آیا کہ رانی شردھا کی خدمت ہی ان کا جیون ہے اور اگر انہوں نے رانی شردھا کے لئے کچھ نہ کیا تو پھر جیون میں کبھی ان کے لئے کانٹے ہی کانٹے ہوں گے۔

چنانچہ باندیوں نے جلدی جلدی خشکی پر کود کر رانی کو سنبھالا۔ رانی نے اپنے بچے کو سینے سے چپکا رکھا تھا ایک باندی نے اسے لینے کی کوشش کی تو رانی نے اسے منع کر دیا۔

"نہیں، میں اسے کسی کے حوالے نہیں کروں گی۔ بھگوان نے اسے دوبارہ میرے پاس بھیجا ہے۔ تم مجھے ایسے ہی سہارا دیکر اتار دو۔" اور باندیوں نے اسے سہارا دیکر نیچے اتار دیا۔ ملاحوں نے کشتی کو کچھ اور اوپر کھینچ لیا تھا۔

یہ تو بعد میں دیکھنے کی بات تھی کہ یہ کونسی جگہ ہے کونسا ساحل ہے۔ فی الوقت تو انہیں زندگی بچ جانے کی بے حد خوشی تھی۔

کشتی کو محفوظ جگہ لانے کے بعد وہ دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ رانی باندیوں کے ساتھ جا بیٹھی تھی۔ وہ ابھی تک سینے سے اپنے بچے کو بھینچے ہوئے آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی۔ باندیوں نے اس کے گرد حلقہ قائم کر لیا تھا۔

ملاح ادھر ادھر دیکھتے رہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ کونسی جگہ ہے۔ کشتی تو دریا کے بیچوں بیچ بہہ رہی تھی پھر یہ ساحل اچانک کہاں سے آ گیا اور ساحل بھی ایسا کہ اتنا ڈھلان تھا کہ کشتی اس پر باآسانی چڑھ گئی۔ ورنہ دریا کے ساحل تو ناہموار تھے۔

وہ رات کی تاریکی میں آگے بڑھے تو ان کے قدموں کے نیچے حسین سبزہ زار آ گئے۔ گھاس کا یہ میدان دُور تک چلا گیا تھا گو تھوڑی سی چڑھائی تھی لیکن آتنی نہیں کہ وہ کسی تکلیف کا شکار ہو جاتے۔

پھر انہوں نے درختوں کی قطاریں دیکھیں، درخت سرسبز و شاداب تھے۔ یہ حسین جگہ ان کی سمجھ سے باہر تھی۔ اس سے پہلے انہوں نے کبھی اس حسین جگہ کو نہیں دیکھا تھا۔

گو درختوں کے سوکھے ہوئے پتے اور اس جگہ کی حالت سے یوں لگتا تھا کہ یہاں انسانی وجود نہیں ہے جو اس جگہ کو صاف ستھرا کرتا۔ لیکن بہر صورت یہ انوکھی جگہ ان کی سمجھ میں بالکل نہ آئی۔

کافی دُور تک جانے کے بعد بھی جب انہیں کوئی اندازہ نہ ہوا تو وہ واپس پلٹ کر رانی کے پاس چل پڑے۔ اور رانی شردھا کے پاس پہنچ گئے۔

پوچھا۔ ”رانی جی کیا آپ اس جگہ کو پہچانتی ہیں“ انہوں نے

”نہیں۔ کیوں کیا بات ہے؟“

”ہماری تو سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ کونسی جگہ ہے“ ملاحوں نے جواب دیا۔

”اوہ“ رانی شردھا کے ہونٹ سکڑ گئے۔ پھر وہ بولی۔

”کوئی بات نہیں اگر رات یہاں بیت جائے تو ہم یہاں بتا لیں گے صبح کو پتہ چل جائے گا کہ یہ کونسی جگہ ہے تو تم لوگ حفاظت کرو“ رانی شردھا نے کہا۔

”جو آپ کا حکم مہارانی جی۔ پھر اب ہمارے لئے کیا حکم ہے؟“

”تم خود سمجھتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے، یوں کرو۔ اگر یہاں خشک ٹہنیاں ملیں تو انہیں ایک جگہ اکٹھا کر کے آگ جلا دو۔ ممکن ہے یہاں خطرناک جانور بھی ہوں۔ ساری رات ہمیں جاگنا ہوگا۔ ہم اس سمے تک سو نہیں سکتے جب تک کہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ کونسی جگہ ہے؟“

”آپ نے ٹھیک کہا مہارانی جی“ ملاحوں نے کہا اور پھر وہ رانی کی مرضی کے مطابق کام کرنے لگے۔

ساری رات رانی نے وہیں بیٹھ کر گزاری تھی۔ جگہ جگہ الاؤ روشن کر دیئے گئے۔ اور ملاح ساری رات الاؤ میں خشک لکڑیاں ڈالتے رہے تھے۔ اور مختلف چیزیں ہاتھوں میں لیکر پہرہ دیتے رہے تھے کہ اگر کہیں سے کوئی جنگلی جانور نکل آیا تو اس سے حفاظت کی جا سکے۔

لیکن یہاں کسی جانور کا وجود نہیں تھا۔ ساری رات گزر گئی اور صبح کی روشنی نمودار ہونے لگی۔ پچھلی رات کا وہ خوفناک سفر اور پھر وہ حادثہ جس سے بھگوانے کس طرح زندگی بچ گئی تھی رانی کے اعصاب پر بُری طرح اثر انداز ہوا تھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے تھک گئی تھی۔ لیکن اس کے سینے سے گوشت کا جو لوتھڑا چمٹا ہوا تھا۔ وہ اس میں زندگی کی حرارت دوڑا رہا تھا۔ اور اولاد جب ماں کی آغوش میں ہو تو ماں کی آغوش کبھی تھکن محسوس نہیں کرتی۔ خاص طور سے اس وقت جبکہ بچہ خطرہ میں ہو۔

صبح کی روشنی ہوئی تو ملاح دوڑ کر دریا سے پانی لے آئے اور اس پانی سے رانی نے منہ ہاتھ دھویا۔ بال وال سنوار کر جب وہ تیار ہوئی تو باندیاں اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئیں۔

”اب تو راجکمار کو ہمیں دے دیجئے مہارانی، آپ تھک گئی ہوں گی۔ اب تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔“ اور رانی شردھا نے ننھے دیو کو اپنی خاص خادمہ کی آغوش میں دے دیا پھر بولی ”اس کا خیال رکھنا“

”آپ چنتا نہ کریں رانی جی“ باندی نے جواب دیا۔ اور رانی ادھر اُدھر دیکھنے لگی، پھر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

”پتہ نہیں کونسی جگہ ہے اس سے پہلے تو ہم نے کبھی یہ جگہ نہیں دیکھی یوں لگتا ہے جیسے ہم کافی دُور نکل آئے ہے“ رانی شردھا نے کہا۔

”ہاں رانی جی“ ایک باندی نے جواب دیا۔

”لیکن یہ فاصلہ آتنا ہے کہ کبھی ہم نے ادھر کا رُخ نہیں کیا“ ایک دوسری باندی نے کہا۔

”ہاں ہم کافی دُور آ چکے ہیں۔ اور میرا بھی یہی خیال ہے کہ دُور ہونے کی وجہ سے ہم اس راستے پر کبھی نہیں آتے“ رانی شردھا نے جواب دیا پھر بولی۔ ”لیکن اب کیا ہوگا“

”کچھ نہیں ہوگا رانی جی، اب تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ رات کی بات دوسری تھی، آپ فکر نہ کریں ہم کسی نہ کسی طرح راستہ تلاش کر لیں گے اور اس کے بعد اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے“ ملاحوں نے رانی کو یقین دلایا اور رانی سر ہلانے لگی۔

”لیکن تم لوگ پتہ تو چلاؤ آخر یہ کونسی جگہ ہے؟“

”بس دن کی روشنی پھوٹ چکی ہے، اب ہم اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگانے کے لئے نکلتے ہیں“ ایک ملاح نے جواب دیا اور رانی نے گردن ہلا دی۔

ملاح تو ایک طرف چلے گئے۔ لیکن رانی کو بھی اس جگہ کے بارے میں تجسس تھا۔ چنانچہ وہ اپنی باندیوں کے ساتھ ایک طرف چل پڑی۔

اس نے جس طرف کا رُخ کیا تھا وہ چڑھائی تھی، اور اس چڑھائی کا اندازہ رات کی تاریکی میں تو نہیں ہو سکا تھا۔

لیکن اب دن کی روشنی میں انہیں اس جگہ کے بیچوں بیچ درختوں میں گھری ایک بوسیدہ عمارت نظر آئی اور وہ سب چونک پڑیں۔

یہ عمارت بہت بوسیدہ تھی اور اس پر کائی کی تہیں اتنی گہری ہو گئی تھیں کہ عمارت بالکل سیاہ اور تاریک نظر آ رہی تھی۔ ٹوٹی پھوٹی عمارت بیحد عجیب تھی۔ لیکن رانی کے دل میں اس عمارت کے بارے میں کوئی احساس نہیں جاگا۔ وہ تجسس کے ساتھ اس جگہ بڑھ گئی ”دیکھیں تو سہی یہ کونسی عمارت ہے کونسی جگہ ہے“ اس نے اپنی باندیوں سے کہا۔ اور باندیاں بھی اس کے پیچھے ہو لیں۔

اور تھوڑی دیر کے بعد وہ عمارت کے دروازے تک پہنچ گئیں۔

”بڑی حسین عمارت ہوگی کسی زمانے میں لیکن اب تو بالکل بدنما لگ رہی ہے۔ ساری عمارت کائی کی لپیٹ میں تھی۔ جگہ جگہ زنگ نے دیواروں کو بُری طرح کھا لیا تھا۔ کئی جگہ سے اینٹیں گر چکی تھیں۔ ممکن ہے کبھی دریا کا پانی یہاں چڑھ آیا ہو جس کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ لیکن یہ بوسیدہ عمارت بڑی ہی عجیب و پُراسرار تھی۔

رانی نے ایک لمحے کے لئے جھرجھری سی لی۔ اسے نجانے کیوں یہ احساس ہوا تھا کہ اس عمارت میں داخل ہونا ٹھیک نہیں ہے۔ پھر دوسرے لمحے اس نے اپنے ذہن سے یہ خیال جھٹک دیا اور اس کے خوف پر تجسس غالب آ گیا۔ اس عمارت کو دیکھنا تو چاہیے۔ آخر یہ ہے کونسی عمارت اور کس نے بنوائی ہے۔ اس نے سوچا اور اپنی باندیوں کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گئی۔

اندر کا ماحول بالکل خاموش تھا عمارت کے بیچوں بیچ ایک ٹوٹی ہوئی سمادھی نظر آ رہی تھی۔ سمادھی کا اوپری حصہ ٹوٹ کر گر چکا تھا۔ لیکن باقی نچلا حصہ سلامت تھا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا پھر گہری سانس لے کر بولی۔

”کسی کی سمادھی معلوم ہوتی ہے“

”ہاں مہارانی جی“

”لیکن کس کی۔ اس سے پہلے ہم نے اس سمادھی کے بارے میں کیوں نہیں سُنا“

”وہی بات آ گئی ہے مہارانی جی کہ یہ علاقہ ہماری راجدھانی سے اتنا دور ہے کہ ہم کبھی اس طرف نہیں آ سکے“ باندی نے جواب دیا۔

”لیکن انوکھی جگہ ہے، ہمیں تو بڑی عجیب محسوس ہو رہی ہے“ رانی شردھا نے کہا۔

”مہارانی جی آپ کو خوف تو محسوس نہیں ہو رہا“

”نہیں۔“

”ہمارا تو خیال ہے آئیے یہاں سے چلیں“ باندیوں نے کہا۔

”کیوں تم لوگ کیوں پریشان ہو رہی ہو؟“ رانی شردھا نے پوچھا۔

”نجانے کیوں رانی جی ہمیں ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔ جیسے۔ جیسے“ باندی کوئی صحیح جملہ ادا نہ کر سکی اور خاموش ہو گئی۔ رانی شردھا ہنس پڑی تھی۔

”پگلی ہے تو۔ چھوڑ۔ منش کے جیون کی اَنت تو یہی ہوتی ہے تو پھر اس سے کیا ڈرنا“ رانی شردھا نے کہا اور پھر باندیوں سے بولی ”اچھا اب تم لوگ ذرا دور ہٹ جاؤ۔ میں کچھ دیر سونا چاہتی ہوں۔ ساری رات کی جاگی ہوئی ہوں، سخت نیند آ رہی ہے۔“

”راجکمار کو ہمیں دے دیں رانی جی“ باندیوں نے کہا۔

”نہیں اسے میرے پاس ہی سونے دو“ رانی شردھا نے کہا اور پھر اپنے بچے کو سینے سے لگا کے لیٹ گئی۔ باندیاں دُور چلی گئی تھیں۔ رانی خاموشی سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔

ابھی اسے لیٹے ہوئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دفعتاً اسے ایک سرسراہٹ محسوس ہوئی۔ وہ چونک گئی اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا لیکن دور دور تک کوئی نہیں تھا۔ رانی نے اسے اپنی سماعت کا واہمہ سمجھا۔

اس نے پھر آنکھیں بند کیں۔ لیکن دفعتاً اس کی نگاہوں میں ایک عجیب سا احساس جاگ اُٹھا۔ اسے یوں لگا جیسے اس کی پلکیں جڑ رہی ہوں۔ اور اب یہ پلکیں کُھل نہ سکیں گی۔ اس نے پلکیں کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن کوشش کے باوجود اس کی پلکیں نہ کُھل سکیں۔ اور بند آنکھوں میں اسے دو آنکھیں نظر آئیں دو حسین آنکھیں، ایسی حسین آنکھیں جن کی کشش کا وہ تصور نہیں کر سکتی تھی۔ یہ آنکھیں خوفناک نہیں تھیں بڑی سُندر بڑی پیاری آنکھیں تھیں اور بڑے پیار سے رانی کو دیکھ رہی تھیں۔ رانی نے چونک کر دوبارہ پلکیں کھولنے کی کوشش کی اور اس بار اس کی آنکھیں کُھل گئیں۔

وہ حیرانی سے چاروں طرف دیکھنے لگی اور پھر دفعتاً اس کی نگاہیں اپنے بچے پر پڑیں۔ دوسرے لمحے وہ حیرت سے اُچھل کر بیٹھ گئی تھی۔ بچے کے قدموں میں خوبصورت پھولوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور یہ پھول قرب و جوار میں کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ نجانے یہ پھول کہاں سے آ گئے تھے نجانے — نجانے —

رانی شوبھا اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ تعجب سے اپنے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ پھول راج کمار کے قدموں میں مہک رہے تھے۔ جیسے جلتے تازہ پھول۔ کسی باندی کو کیا پڑی تھی کہ وہ سوتے ہوئے راجکمار کے چرنوں میں پھول بھینٹ کرے۔ اور پھر باندی تو یہاں آنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتی تھی کیونکہ رانی نے انہیں منع کر دیا تھا۔

پھر یہ پھول؟ چند لمحات کے لئے رانی کے ذہن میں، خوف کے سائے رینگ آئے۔ یہ سمادھی نہ جانے کس کی ہے کہیں کوئی ایسی ویسی بات نہ ہو جائے۔ اس نے سوتے ہوئے راجکمار کو دیکھا جو بڑی مست نیند سو رہا تھا۔ بالکل پرسکون اور رانی کو سکون ہوا۔

وہ دوبارہ بیٹھ گئی۔ لیکن نیند اب اس سے کوسوں دور تھی۔ وہ پھولوں کے ملنے کو حل کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ آخر یہ پھول کہاں سے آئے۔ پھر اس نے سوچا۔ پھول تو عقیدت کی، پیار کی نشانی ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی برائی تو نہیں جھلکتی۔

"سچ کہا رانی جی۔" ایک مدھر آواز اس کے کانوں میں ابھری۔ اور رانی پھر اچھل پڑی۔

"کون ہے۔ کون ہے یہاں؟" اس کی گھگھیائی ہوئی آواز ابھری۔ لیکن اس سوال کا اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ "میں پوچھتی ہوں یہاں کون ہے۔" وہ پھر بولی۔ اور اس کی آواز در و دیوار سے ٹکرا کر واپس پلٹ آئی۔ اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

"ہے بھگوان۔ میں کس مصیبت میں پڑ گئی۔ یہ کیا کشٹ آ پڑا ہے مجھ پر؟ کیا کروں۔" اس نے خود سے کہا اور گردن جھکا لی۔

"تم پریشان کیوں ہو شوبھا؟" وہی آواز پھر گونجی۔ اور شوبھا کا جھکا ہوا سر دوبارہ اٹھ گیا۔

"تم کون ہو سامنے کیوں نہیں آتیں۔ بولو۔ تم جو کوئی بھی ہو سامنے آؤ۔" شوبھا چیخ کر بولی۔ لیکن جواب میں وہی پراسرار خاموشی چھائی رہی۔ رانی کے لئے اب یہاں رکنا ممکن نہ رہا تھا۔ بہرحال عورت تھی۔ کوئی خوفناک واقعہ نہیں پیش آیا تھا لیکن یہ پراسرار آواز اس کے لئے خوف کا باعث بن گئی تھی۔

اس نے تلک چند کو شکار کرنے سے اٹھایا اور وہاں سے واپسی کے لئے مڑی۔ تبھی اس کے کانوں میں سسکیاں گونج آئیں۔

"میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ میں نے تو تمہیں کوئی بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ ٹھہرو۔ کچھ دیر ٹھہرو آرام کرو۔ اب میں تمہیں کوئی کشٹ نہ دوں گی۔ ٹھہر جاؤ رانی شوبھا تھوڑی دیر تو ٹھہر جاؤ۔" سسکیوں کے ساتھ یہ آواز بھی اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ لیکن وہ نہ رکی۔ خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ اب اسے ویران ماحول سے واقعی خوف محسوس ہونے لگا تھا۔

دور سے باندیاں نظر آئیں تو اسے کچھ ڈھارس ہوئی۔ اور اس کی رفتار تیز ہو گئی۔ پھر باندیوں نے اسے دیکھ لیا اور اس کی طرف دوڑ پڑیں۔ وہ بھاگتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی تھیں۔

"ہمیں آواز دے لی ہوتی۔ ہمیں بلا لیا ہوتا رانی جی۔" باندیاں کہنے لگیں۔

"آپ سوئی کیوں نہیں؟"

"کوئی بات نہیں ہے بس نیند نہیں آئی۔ جب نیند نہیں آئی تو میں نے وہاں رکنا بیکار سمجھا۔" شوبھا نے کہا۔ سمادھی کے قریب کے واقعات کو اس نے دل میں ہی رکھا تھا یہ باندیاں تھیں۔ بیوقوف لڑکیاں۔ اگر ان سے اس بات کا تذکرہ کر دیا جاتا تو وہ خوفزدہ ہو جاتیں۔ اس لئے رانی ان باتوں کو گول کر گئی تھی۔

"یہ ملاح نہیں آئے ابھی۔"

"ہاں ابھی نہیں آئے رانی جی۔"

"دیکھو ان پاپیوں کو۔ باڑھ اگر کم ہو گئی ہو تو یہاں سے چلیں۔ کیا سارا دن یہاں لگا دیں گے۔"

باندیاں جانے لگیں تو رانی شوبھا چیخ کر بولی "کیا سب چلی جاؤ گی سرسوتی تم میرے پاس رک جاؤ۔"

"میں تو نہیں جا رہی رانی جی۔" سرسوتی جو کافی سمجھدار اور رانی کی خاص باندی تھی رانی کو بغور دیکھتی ہوئی بولی۔

"باقی لوگ جاؤ۔ اور ملاحوں کو جلدی بلا کر لاؤ۔" رانی نے حکم دیا اور سرسوتی کے علاوہ ساری باندیاں چلی گئیں سرسوتی انہیں جاتے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے رانی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ایک بات کہوں رانی جی؟"

"ہوں۔ کیا بات ہے؟"

"آپ سمادھی کے اندر سے کچھ خوفزدہ سی آئی تھیں کیا

اس ویرانے سے ڈر محسوس ہوا تھا۔"

"نہیں سرسوتی۔ تو جانتی ہے کہ میں اتنی ڈرپوک نہیں ہوں لیکن اندر کچھ ایسے ہی واقعات پیش آئے تھے کہ میں وہاں رک نہ سکی۔"

"واقعات؟" سرسوتی نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ واقعات۔"

"وہ کیا رانی جی؟"

"میں نے سونے کے لئے آنکھیں بند کیں تو میری نگاہوں میں دو آنکھیں کھب گئیں۔ ایسی سندر آنکھیں کہ بس موہت کر کے رہ جائے۔ نہ جانے وہ کس کی آنکھیں تھیں۔ بات یہاں تک رہتی تو ٹھیک تھا لیکن۔"

"لیکن کیا رانی جی؟" سرسوتی نے بے چینی سے پوچھا۔ اور رانی شوبھا نے اسے پھولوں کے بارے میں اور پھر اس آواز کے بارے میں بتایا اور سرسوتی ششدر رہ گئی۔

"تب تو۔ تب تو یہ بڑی خطرناک جگہ ہے۔"

"بکواس مت کر۔ میں نے تجھے یہ سب اس لئے نہیں بتایا یہ سمادھی جس کی بھی ہے اور وہ آواز جس کی بھی تھی وہ کوئی بری آتما نہیں ہے۔ بس ہمارے من کا ڈر ہے۔"

"مگر رانی جی۔"

"کس طرح یہ معلوم ہو کہ یہ سمادھی ہے کس کی؟"

"بہت پرانی عمارت ہے۔ صدیوں پرانی اس سے پہلے تو کبھی اس کے بارے میں سنا بھی نہیں۔"

"ہاں۔ دیواروں پر کیسی کاریگری ہوئی ہے۔ یہ معلوم ضرور ہونا چاہئے کہ یہ سمادھی کس کی ہے۔"

"یہاں سے نکل تو چلیں رانی جی۔ بھگوان کرے اب ندی میں باڑھ نہ ہو۔"

"باڑھ ہوئی بھی تو رک ہی جائے گی۔ چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" رانی شوبھا نے کہا۔

سرسوتی خوفزدہ نگاہوں سے سمادھی کی طرف دیکھ رہی تھی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہاں کچھ سائے رقصاں ہوں اس کے چہرے سے خوف کے آثار جھلک رہے تھے۔ لیکن رانی اس کے احساسات سے بے خبر سمادھی میں کھوئی ہوئی تھی۔

تبھی باندیاں ملاحوں کے ساتھ واپس آ گئیں۔ ملاح مطمئن اور مسرور تھے۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"بھگوان نے کرپا کی ہے مہارانی جی۔ باڑھ اتر گئی ہے۔ کشتی کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔"

"تم کہاں جا رہے تھے؟" رانی شوبھا نے کہا۔

"کشتی کو دیکھ رہے تھے مہارانی جی کہ کہیں ٹوٹ پھوٹ تو نہیں ہوئی ہے۔ آگیا ہو تو چلیں۔"

"ہاں چلو۔" رانی نے جواب دیا۔ اور پھر آخری بار اس نے سمادھی کی طرف نگاہ ڈالی۔ ایک دم اس کا دل دھک سے ہو کر رہ گیا تھا۔ سمادھی کی جگہ اب اسے ایک ہیولا سا نظر آ رہا تھا۔ سفید ساڑی میں لپٹا ہوا بدن جس کا چہرہ نمایاں نہ ہو رہا تھا۔ پھر ایک نازک کومل سفید ہاتھ فضا میں لہرایا۔ اور پھر لہریں سی پھیل گئیں۔ ہیولے کی جگہ اب سمادھی نظر آ رہی تھی۔

رانی ایک ٹھنڈی سانس لے کر پلٹ پڑی۔ اس کے ذہن میں عجیب عجیب خیالات آ رہے تھے۔ نہ جانے کیوں اسے اس سمادھی سے ایک اپنائیت کا سا احساس ہو رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ جس کی بھی سمادھی ہے وہ اس کے لئے اجنبی نہیں ہے۔ لیکن کون ہے وہ کون ہے۔

ملاح کشتی تک پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے احتیاط سے رانی کو کشتی میں سوار کرایا اور کشتی دریا کے مخالف سمت کھینے لگے۔ رانی خاموش تھی۔ دیر تک یہ خاموشی جاری رہی۔ باندیاں رات کے طوفانی سفر کے بعد اب واپسی کے خیال سے مسرور نظر آ رہی تھیں۔

ودیا وتی نے ایک گیت شروع کر دیا۔ اس کی آواز بڑی من موہنی تھی لیکن اس وقت جو گیت اس کے ہونٹوں سے پھوٹا اس نے رانی کو مضمحل کر دیا۔ یہ گیت برہا کا تھا۔ ایک پیاسی اپنے ساجن کو رو رہی تھی۔ برہا کی ان سیاہ راتوں کی دہائی دے رہی تھی جو اس کے مقدر کی طرح تاریک تھیں۔

نہ جانے کیسے اور کہاں سے دو آنسو شوبھا کے گالوں پر ڈھلک آئے۔ دوسری باندیاں بھی متاثر نظر آ رہی تھیں پھر گیت ختم ہو گیا۔ اور ایک لمحے تک سحر طاری رہا۔ پھر اس سحر سے آزاد ہو کر رانی نے ودیا وتی کی طرف دیکھا۔

"اس سمے یہ گیت گانے کی کیا ضرورت تھی ودیا وتی؟" اور ودیا وتی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"مجھ سے کچھ کہا رانی جی؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ میں پوچھ رہی تھی اس سمے تجھے یہ گیت کیوں یاد آیا؟" رانی نے کہا اور ودیا وتی پاگلوں کی طرح ایک ٹک دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔

"مہارانی جی کیا کہہ رہی ہیں سرسوتی؟"

"گیت کے بارے میں پوچھ رہی ہیں۔"

"کون سے گیت کے بارے میں"؟
"جو تو گا رہی تھی"
"میں"؟
"تو اور کیا میں"؟
"مگر بھگوان کی سوگند میں تو بالکل خاموش ہوں" ودیاوتی نے کہا اور رانی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔
"بھگوان کی جھوٹی سوگند کھا رہی ہے" رانی شردھا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
"مہارانی کے چرنوں کی قسم۔ میں نے کوئی گیت نہیں گایا میں تو دیر تک ندی کی لہروں کو دیکھتی رہی ہوں"
"یہ ودیاوتی شاید پاگل ہو گئی ہے" باندیاں ہنسنے لگیں لیکن ودیاوتی اسی طرح پریشانی سے ایک ایک کی صورت دیکھتی رہی۔ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں کوئی گیت نہیں تھا۔
"تو نے گیت نہیں گایا"
"ماتا کی سوگند میں نے کوئی گیت نہیں گایا۔ میں نے تو آواز بھی نہیں نکالی ہے"
باندیاں پھر ہنسنے لگیں۔ لیکن رانی شردھا نے اب غصے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ وہ پھر سادھی میں کھو گئی تھی۔ جو پُراسرار واقعات اسے پیش آئے تھے وہ اتنے حیرت انگیز تھے۔
کیا کہا جا سکتا ہے۔ باندی ودیا بھی انہیں واقعات کے زیر اثر ہو۔ باندیاں چہلیں کر رہی تھیں۔ لیکن رانی شردھا نے اب اس سلسلہ میں کوئی مداخلت نہیں کی۔
سفر کافی طویل ہو گیا تھا۔ ملاح پوری قوت سے کشتی چلا رہے تھے لیکن ابھی تک انہیں کوئی جانا پہچانا راستہ نہیں نظر آیا تھا۔
"کیا ہم ٹھیک راستے پر چل رہے ہیں" سورج ڈھلے رانی شردھا نے پوچھا۔
"ہاں رانی جی"
"لیکن ابھی تک ہم پہنچے کیوں نہیں"
"پانی میں بہہ کر ہم کافی دور نکل آئے ہیں"
"تو پھر کب تک پہنچیں گے"؟
"شاید رات تک" ملاحوں نے جواب دیا۔ اور رانی گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔
سورج چھپا ہی تھا کہ دور سے بہت سی کشتیاں نظر آئیں جو اسی طرف آ رہی تھیں اور ملاح چیخ پڑے۔ وہ زور زور سے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ اور کشتیاں ان سے قریب آتی جا رہی تھیں۔
خود راجہ جے چند ایک بڑی کشتی میں سوار تھا اور بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کشتیاں اس کشتی کے نزدیک پہنچ گئیں۔ باندیاں دوسری کشتیوں پر منتقل ہو گئیں اور رانی شردھا اس کشتی پر جس پر راجہ جے چند سوار تھا۔ جے چند نے بے چینی سے رانی شردھا کو سہارا دیا تھا۔ اس نے اپنے بچے کو گود میں لے لیا تھا۔
"تم ٹھیک تو ہو شردھا"؟ اس نے پوچھا۔
"ہاں۔ بھگوان کی کرپا ہے"
"کیا ہوا تھا۔ کہاں رہ گئی تھیں۔ کہاں چلی گئی تھیں" راجہ جے چند نے پوچھا۔
"بیٹھو تو سہی مہاراج تھوڑا سا سکون تو لو۔ بڑا کشٹ اٹھانا پڑا" رانی شردھا نے کہا۔
"مجھے افسوس ہے، مگر ہوا کیا تھا" راجہ جے چند بولا اور رانی کو لئے ہوئے کشتی کے اس حصے کی جانب بڑھ گیا جہاں بیٹھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ رانی شردھا بیٹھ گئی تھی۔ بیٹھنے کے بعد وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ تلک چند کو راجہ جے چند نے گود میں لے رکھا تھا۔ رانی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اسے یہ بات دیکھ کر خوشی ہوئی تھی کہ راجہ جے چند اس کی طرف پوری طرح متوجہ نہ سہی اپنے بیٹے سے تو پریم کرتا ہے۔ یہی بات اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بن گئی تھی جے چند اب بھی پریشان نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
"ہاں تو بتاؤ تو سہی رات کہاں بتائی"؟ جے چند نے پھر پوچھا۔
"ایک عجیب جگہ مہاراج" رانی نے کہا۔
"کونسی جگہ یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں" جے چند نے پھر پوچھا۔
"ایک عجیب جگہ مہاراج" رانی نے کہا۔
"کونسی جگہ۔ میں یہی تو جاننا چاہتا ہوں"
"ہم مہاراج گردھاری لال کے پاس سے واپس لوٹے تو سفر پُرسکون تھا لیکن جب کشتی آگے بڑھی تو دریا میں پانی بڑھنا شروع ہو گیا۔ نجانے کہاں سے بے پناہ پانی آ گیا تھا۔ ملاحوں نے کشتی کو مخالف سمت کھینے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے اور پھر کشتی کا سفر شروع ہو گیا۔ اور پھر یہ سفر ایسی جگہ جا کر ختم ہوا جہاں جیون کی کوئی آس نہ رہی تھی کشتی تنکے کی طرح دریا میں ڈول رہی تھی مگر پھر وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئی جس کے بارے میں، میں مہاراج کچھ نہیں جانتی۔ حالانکہ مجھے اپنے دیش کے اطراف کے بارے میں ساری معلومات حاصل

ہیں۔"
"کونسی جگہ تھی وہ" راجہ جے چند نے پوچھا۔
"بس مہاراج دریا کے بیچوں بیچ کوئی جگہ تھی۔ جہاں خوبصورت جنگل پھیلے ہوئے ہیں اور ان کے درمیان ایک محل جیسی عمارت ہے اور یہ عمارت کسی کی سمادھی کی حیثیت رکھتی ہے۔ گو یہ سمادھی صدیوں پرانی لگتی ہے۔ نجانے کس کی سمادھی ہے بالکل ٹوٹ پھوٹ چکی ہے" رانی شردھا نے کہا۔
"اچھا" راجہ جے چند نے تعجب سے کہا۔
"ہاں مہاراج۔ اور ہم نے رات اسی سمادھی میں بتائی"
"اوہ بھگوان کا شکر ہے تم لوگ بچ گئے۔ جب تم کافی دیر تک نہ پہنچیں تو لوگوں نے مجھے اطلاع دی۔ میں حیران رہ گیا تھا، کیونکہ یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تمہیں گردھاری لال نے روک لیا ہوگا۔ پھر میں نے دریا کے کنارے آدمی دوڑائے تو مجھے بتلایا کہ دریا میں باڑھ آئی ہوئی ہے۔ اور میں اور بھی پریشان ہو گیا۔ رات ہی سے بہت سی کشتیاں تمہیں تلاش کرتی پھر رہی ہیں۔ اور صبح ہوتے ہی میں یہ سوچ کر چل پڑا اور تم مجھے مل گئیں۔ بھگوان کا شکر ہے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی"
"ہاں بھگوان کا شکر ہے" رانی شردھا نے جواب دیا۔
محل میں پہنچ کر وہ پُرسکون تھی لیکن وہ آنکھیں اب بھی اس کے ذہن میں گردش کیا کرتی تھیں، نجانے کیسی آنکھیں تھیں نجانے کس کی آنکھیں تھیں، کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ پھر اس نے اس سلسلے میں راجہ جے چند ہی سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔
تلک چند محل میں پہنچ چکا تھا۔ اس لئے راجہ جے چند بے فکر ہو گیا تھا۔ اس کی فطرت میں ہی لاپرواہی اور عیاشی بسی ہوئی تھی۔ نت نئی سُندر ناریاں اس کی خوابگاہ میں نظر آتی تھیں اور انہیں لانے والے انعام پاتے تھے۔ چنانچہ رانی شردھا کی عورت کی حیثیت سے تو کوئی حیثیت ہی نہ تھی لیکن بہرصورت تلک چند کی ماں کی حیثیت سے اس کی اپنی حیثیت برقرار ہو گئی تھی کہ اگر وہ کسی وقت راجہ جے چند کو بلاتی تو وہ آ جاتا تھا۔
اس وقت بھی راجہ جے چند مسکراتا ہوا رانی کے پاس پہنچ گیا۔
"کیا بات ہے شریمتی جی کیسے یاد کیا ہے جے چند کو" وہ بڑے رسیلے لہجے میں بولا۔
"میں آپ کی شکر گزار ہوں مہاراج کہ کم از کم یاد کرنے سے آپ چلے تو آتے ہیں"
"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں ہماری پتنی جو ہو ہمارے بیٹے کی ماں"
"ہاں جب تک بیٹے کی ماں ہوں عزت اور حیثیت ہے۔ اگر آپ کی کسی اور رانی کے ہاں بیٹا ہو جائے گا تو ہماری یہ عزت کہاں باقی رہے گی" رانی شردھا نے کہا۔
"نہیں یہ بات نہیں ہے شردھا۔ تم ہونے والے راجہ کی ماں ہو اس لئے تمہاری عزت اور حیثیت تو خود بخود بن گئی ہے" جے چند نے کہا اور رانی شردھا کا سینہ خوشی سے پھول اٹھا۔ یہ بات اس کے لئے بڑی خوشی کا باعث تھی کہ جے چند آنے والے سمے میں تلک چند کو راجہ بنائے گا۔ تب راجہ نے کہا۔
"لیکن تم نے مجھے کیوں بلایا تھا"؟
"ایک بات معلوم کرنی تھی مہاراج"؟
"ہاں ہاں کہو"
"یہ بتایئے آپ نے اس جگہ کے بارے میں کچھ معلوم کیا جس کا میں نے ذکر کیا تھا"
"کونسی جگہ ہے"؟ راجہ جے چند نے تعجب سے پوچھا۔
"میں نے بتایا تھا نا۔ بھول گئے ہوں گے" شردھا نے ناز سے کہا۔
"ہاں۔ رانی تم تو جانتی ہی ہو۔ راج پاٹ کے کاموں میں پھنس کر اتنا سمے کہاں ملتا ہے"
"راج کے کاموں میں پھنس کر" رانی طنز سے بولی۔
"تو اور کیا"؟
"یا حسین اور سُندر ناریوں کی سیاہ زلفوں کے جال میں پھنس کر سمے نہیں ملتا" رانی نے کہا۔
"شردھا جی یہ تو راجاؤں کی شان ہوتی ہے۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو۔ کونسی جگہ کی بات کر رہی ہو"
"اس پرانی سمادھی کی"
"اوہ۔ جہاں تم نے رات بتائی ہے"
"ہاں"
"میں کیا کہوں رانی۔ راج کے کاموں میں پھنس کر بھول گیا لیکن تمہارے من میں ابھی تک یہ خیال ہے"
"ہاں" رانی عجیب سے لہجے میں بولی۔
"آخر کیوں"؟
"اس لئے کہ وہ انوکھی جگہ تھی" اس لئے کہ میں نے وہاں بڑی انوکھی باتیں دیکھی تھیں"
"کیسی انوکھی باتیں"

"بس مہاراج میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ وہ کس کی سمادھی ہے۔ کس نے بنوائی تھی۔ میں نے وہ آنکھیں دیکھی تھیں جس نے ملک چند کے چرنوں میں پھول چڑھائے تھے۔ ودیا وتی نے ایک گیت گایا تھا۔"
"اوہ۔ اس لئے تمہیں اس کی کھوج ہے؟"
"ہاں مہاراج۔"
"تو رانی جی سنو۔ تم عورت ہو اور عورتیں ایسے وہم کا شکار ہو ہی جاتی ہیں۔ بہرحال تم چنتا مت کرو۔ میں آج ہی لوگوں کو اس طرف روانہ کئے دیتا ہوں۔ وہ اس جگہ کے بارے میں معلوم کر آئیں گے۔"
"آپ کی کرپا ہوگی مہاراج۔"
"اس میں کرپا کی کیا بات ہے۔ اگر تم ہی لوگوں کو حکم دیتیں تو وہ انکار تھوڑی کر سکتے تھے مجال ہے کسی کی جو رانی جی کے حکم کی تعمیل نہ کرے۔"
"تو آپ لوگوں کو وہاں بھیجیں گے؟"
"ہاں۔" راجہ نے جواب دیا۔ اور مہارانی شردھا مطمئن ہوگئیں۔ راجہ نے پھر احکامات جاری کر دیئے تھے۔
لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ لوگ اس عمارت تک پہنچ گئے۔ لیکن اس کی تاریخ کوئی نہ بتا سکا۔ راجہ کا حکم تھا کہ اس کے بارے میں معلوم کیا جائے۔ اس لئے کافی زوردار تحقیقات ہوئی۔ لیکن بڑے بوڑھے لوگوں نے یہی بتایا کہ انہوں نے اس سمادھی کو بچپن سے اسی صورت میں دیکھا ہے۔ ان کے بڑے بھی یہی بات بتاتے تھے لیکن کوئی اس کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں جانتا۔
راجہ نے یہ بات رانی کو بتادی تھی۔ رانی کے ذہن سے یہ بات نہ مٹی اور حسب معمول جب مہینے کے پہلے چاند کو وہ گردھاری لال کے پاس پہنچی تو اس کے من میں وہی بات تھی۔
جب تنہائی میں وہ گرو سے ملی۔ تو اس نے وہی بات دوہرائی "پچھلی بار تو ہم موت کے منہ سے بچے تھے مہاراج!"
"اوہ کیسے؟" گرو جی چونک پڑے۔ اور شردھا نے پوری بات اسے بتادی۔ گرو جی سوچ میں ڈوب گئے تھے۔
"سمادھی۔ ؟ یہاں سے کتنی دور ہے وہ؟"
"کافی دور ہے مہاراج؟"
"ہوں۔ انوکھی بات ہے۔ لیکن اس کے بارے میں ہم نہیں بتا سکیں گے۔ اگلی بار جب تم آؤ گی تو ہم اس کے بارے میں سب کچھ بتادیں گے!" گرو جی نے جواب دیا اور رانی خاموش ہو گئی تھی۔
لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کے ذہن سے وہ خیالات مٹنے لگے۔ تب اس کے ذہن میں وہ تجسس باقی نہیں رہا تھا۔ اور پھر جب مہینے کی پہلی تاریخ کو وہ گرو جی کے پاس پہنچی تو گرو جی بہت فکر مند نظر آئے۔
"کیا بات ہے گرو جی؟" رانی نے پوچھا۔ گرو جی کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔
"آج رات ہم جارہے ہیں شردھا۔"
"کہاں گرو جی؟"
"بس۔ چلہ کھینچنا ہے۔ آئندہ تم یہاں مت آنا۔"
"کیوں مہاراج؟"
"اس لئے کہ ہم یہاں نہیں ملیں گے۔"
"آپ کہاں جارہے ہیں مہاراج۔"
"تو نے پچھلی بار ایک بات کہی تھی ہم سے؟"
"کونسی بات؟"
"بھول گئی۔ ہاں تجھے بھولنا ہی تھا" گرو جی بولے۔
"کونسی بات مجھے یاد دلائیں مہاراج۔"
"کسی سمادھی کے بارے میں۔"
"اوہ ہاں مجھے یاد ہے۔ آپ نے اس کے بارے میں کچھ معلوم کیا؟"
"ہاں۔"
"کیا معلوم ہوا مہاراج؟"
"بہت کچھ۔ لیکن جو کچھ معلوم ہوا ہے ٹھیک نہیں ہے۔"
"کیا بات ہے مہاراج۔ مجھے بتائیں تو سہی۔"
"ملک چند پر ایک کشٹ ہے۔ اسے دور کرنا ہوگا۔ اور شردھا تجھے اس کے بارے میں بتانا ضروری ہے۔ ورنہ آنے والے سمے کون ہماری رکھشا کرے گا۔"
"مجھے بتایئے مہاراج۔ کیا بات ہے؟"
"میرے ساتھ آؤ۔" گرو جی اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کھڑاؤں پاؤں میں پہنیں۔
"ملک چند کو بھی ساتھ لے لوں؟"
"نہیں۔ اسے باندیوں کے حوالے کردو۔" مہاراج نے کہا اور شردھا نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ ملک چند کو اس نے اپنی خاص باندی کے حوالے کردیا اور خود مہاراج کے ساتھ چل پڑی۔
مہاراج آج اسے پہلی بار مندر کے اس حصے میں لے

جارہے تھے جو شردھا نے نہیں دیکھا تھا۔ شردھا عقیدت مندی سے ان کے ساتھ چل رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد مہاراج مندر کے آخری حصے میں پہنچ گئے۔ یہ جگہ چونکہ پہاڑیاں کاٹ کر بنائی گئی تھی اس لئے بعض جگہ اب بھی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور مندر کا یہ آخری حصہ ایک ناہموار چٹان سے ڈھکا ہوا تھا۔ ابھری ہوئی چٹان پر مہاراج گردھاری لال نے زور لگایا اور چٹان اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ اس میں اتنا بڑا رخنہ پیدا ہوگیا کہ کوئی اس میں سے گزر کر باآسانی اندر داخل ہو سکتا تھا۔ مہاراج نے اندر قدم رکھے اور اندر پہنچ کر رانی کو آواز دی۔
"چلی آؤ شردھا، چنتا مت کرو کسی بات کی۔" انہوں نے کہا۔ چند ساعت بعد ایک مشعل روشن ہوگئی۔ یہ مشعل شاید گرو گردھاری لال نے روشن کی تھی کیونکہ جب رانی شردھا اندر داخل ہوئی تو اس نے مشعل گردھاری لال جی کے ہاتھ میں دیکھی۔ ان کی کھڑاؤں کی آواز کسی پتھریلی جگہ میں گونج رہی تھی۔ رانی شردھا حیران پریشان مہاراج گردھاری لال کے پیچھے پیچھے چلتی رہی۔ راستہ مہاراج کے قدموں کے ساتھ ساتھ کافی دور تک چلا گیا تھا۔ گپھا میں گھٹن نہیں تھی۔ اور وہ اتنی کشادہ تھی کہ رانی باآسانی اس میں چل رہی تھی، نہ جانے کتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جس کے دوسری جانب بھی روشنی نظر آرہی تھی۔ مہاراج رکے اور ان کی آواز پھر ابھری۔
"چلی آؤ شردھا۔ اندر آجاؤ۔" اور شردھا اندر داخل ہوگئی۔ بہت بڑا غار تھا جس میں کئی مشعلیں روشن تھیں، پورا غار صاف و شفاف تھا اور اس میں عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ زمین پر ایک مرگ چھالہ بچھا ہوا تھا جس کے نزدیک پانی کا ایک کنڈل رکھا ہوا تھا اور کوئی چیز یہاں نہیں تھی۔
مرگ چھالہ کے نزدیک پہنچ کر مہاراج گردھاری لال نے کھڑاویں اتاردیں پھر وہ رانی شردھا کی طرف دیکھنے لگا۔
"یہ ہے وہ جگہ رانی شردھا جو ایک دن میں نے سپنے میں دیکھی تھی۔" مہاراج نے کہا۔
"کیا۔؟" رانی شردھا اچھل پڑی۔
"ہاں میں نے تمہیں اس کے بارے میں بتایا تھا۔"
"مجھے یاد آرہا ہے مہاراج۔"
"میں نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ اس گپھا میں ایک مرگ چھالہ بچھا ہوا تھا۔ مرگ چھالہ کے قریب ہی پانی کا ایک کنڈل تھا۔ صرف ایک سمت کھڑاویں پڑی ہوئی تھیں۔"
"ہاں مہاراج یہ سب کچھ آپ نے بتایا تھا۔"
"اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ کنڈل میں پانی موجود تھا۔"
"ہاں۔"
"اور اس سے بھی یہ سب کچھ یہاں موجود ہے۔" مہاراج پراسرار انداز میں مسکرائے۔
"ہاں مہاراج۔"
"اور شاید تمہیں یہ جان کر حیرت ہو کہ میں گردھاری لال نہیں ہوں۔"
"جی۔" رانی شردھا کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔
"ہاں میرا نام گھنشیامی ہے۔"
"مم۔ مگر۔ مگر گردھاری لال مہاراج۔ وہ کہاں گئے؟"
"کہیں نہیں گئے۔ رانی شردھا بلکہ اگر میں تمہیں مکھوتی کہوں یا پھر کندھاری تو تمہیں تعجب ہوگا۔"
"نجانے آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج۔"
"ہاں رانی تمہیں نہیں پتہ، تمہارے من پر صدیوں کی گرد پڑی ہے کتنے دور گزر گئے صدیاں بیت گئیں۔ بہت کچھ بدل گیا۔ ماحول بدل گیا۔ لیکن کون کسے یاد رکھتا ہے تم رانی کندھاری ہو اور ملک چند دریودھن ہے یعنی تم دریودھن کی ماں ہو۔ اور تمہارا اصل نام کندھاری ہے۔ کیا تم دریودھن کو جانتی ہو۔"
"نہیں مہاراج۔"
"نند راج کو جانتی ہو؟"
"نہیں مہاراج۔ آپ جانے کیا کہہ رہے ہیں کیسی باتیں کررہے ہیں۔ میں ان میں سے کسی کو نہیں جانتی۔" رانی شردھا نے پریشانی سے کہا۔
"چنتا نہ کر شردھا آنے والا سمے تجھے سب کچھ بتادے گا، سب کچھ۔ اتنا کچھ کہ تم سوچ کر حیران رہ جاؤ گی۔" مہاراج گردھاری لال نے کہا اور شردھا انہیں ٹکر ٹکر دیکھنے لگی۔
رانی شردھا کو مہاراج گردھاری لال کی دماغی صحت پر شبہ ہو رہا تھا۔ نجانے کیسی باتیں کررہے تھے وہ اس وقت ان کی یہ ساری باتیں رانی شردھا کی سمجھ میں نہیں آرہی تھیں۔ وہ ایک مقدس بزرگ تھے اور رانی شردھا دل سے ان کی عقیدت مند تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔
"میں کچھ نہیں جانتی مہاراج، بھگوان کی سوگند میں کچھ نہیں جانتی۔ نجانے آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"
"اوہ۔" گردھاری لال یکدم چونک پڑے۔ انہوں نے حیرت سے رانی شردھا کو دیکھا اور عجیب سے لہجے میں

بھلے — اوہ — اوہ کیا میں کچھ کہہ رہا تھا شردھا؟"
"مہاراج کیا ہو گیا ہے آپ کو؟"
"کچھ نہیں کچھ نہیں شردھا۔ ہمیں صدیوں کی ریت نبھانی پڑے گی۔
ہمیں وہ سب کچھ پھر سے دہرانا پڑے گا جو وقت دہراتا آیا ہے۔ یہ ضروری ہے ورنہ سنسار میں بڑی تبدیلیاں ہو جائیں گی۔ یہ تبدیلیاں نہیں ہونی چاہئیں۔ یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے۔"
"مہاراج۔ مہاراج آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ...."
"میں۔ کچھ نہیں۔ کچھ نہیں تجھے ملک چند کا جیون پیارا ہے شردھا؟"
"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں" شردھا تڑپ کر بولی۔
"تو پھر میری باتیں غور سے سن۔ میں جا رہا ہوں ایک طویل سفر پر۔ یہ سفر پورے گیارہ سال کا ہوگا۔ گیارہ سال کے بعد میں پھر واپس آؤں گا۔ اس وقت تک یہاں کچھ تبدیلیاں نہ ہوں۔ کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے میری تپسیا بھنگ ہو جائے یہ تیری ذمہ داری ہے شردھا"
"مگر مہاراج" شردھا نے کہا۔
"ملک چند کے جیون کے لئے تجھے ایسا کرنا ہوگا" گردھاری لال نے کہا۔ اور پاؤں میں پہنی کھڑاویں اتار دیں۔ پھر وہ مرگ چھالا پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے معمول ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کر لیں۔
رانی پریشانی سے ان کی صورت دیکھتی رہی۔ کافی دیر ہو گئی تو وہ چونکی۔
"یہ سب کیا ہو گیا ہے مہاراج۔؟"
لیکن مہاراج نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "کیا میں واپس جاؤں؟" وہ دوبارہ بولی۔ لیکن اس بار بھی مہاراج نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ ان کے قریب پہنچ گئی
"کیا آپ سو گئے مہاراج بیٹھے بیٹھے" اس نے مہاراج کا شانہ جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ لیکن مہاراج ایک طرف لڑھک گئے تھے۔ رانی شردھا اچھل پڑی۔ اس نے سراسیمہ نگاہوں سے مہاراج کو دیکھا۔ اور اسے اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہ ہوئی کہ مہاراج گردھاری لال اپنا شریر چھوڑ چکے تھے۔
"مہاراج —" وہ خوف سے اچھل پڑی۔ پھٹی پھٹی نگاہوں سے وہ گردھاری لال مہاراج کو دیکھ رہی تھی۔ لیکن اب ان کے شریر میں زندگی کی کوئی رمق نہیں تھی۔ رانی سخت پریشان ہو گئی تھی۔

پھر اسے مہاراج کی باتیں یاد آئیں۔ انہوں نے اسے سب کچھ بتا دیا تھا۔ اب کسی بات کی کوئی ضرورت نہیں تھی سارے مہاراج کی آگیا کا پالن کرنا تھا۔ اسے وہ سب کچھ کرنا تھا جو انہوں نے کہا تھا۔
"لیکن۔ لیکن یہ سب کیا ہے۔ یہ کیسی انوکھی باتیں ہیں" اس نے سوچا۔ اور پھر اس نے ایک مشعل ہاتھ میں اٹھائی اور واپس چل پڑی۔ اس کا دل لرز رہا تھا۔ پے در پے پیش آنے والے عجیب واقعات نے اسے حیران کر کے رکھ دیا تھا۔
اب کیا کروں۔ مہاراج کی موت کے بارے میں کسی کو کچھ بتاؤں یا نہ بتاؤں۔ مہاراج کی تو یہ خواہش تھی کہ اس سلسلے میں خاموشی اختیار کی جائے۔ تو پھر خاموشی ہی بہتر ہے۔
لیکن آنے والے سے کیا ہوگا۔ یہ کیسے پتہ چلے۔ گرو گردھاری لال کے ہزاروں عقیدت مند تھے۔ وہ ان کی گمشدگی سے پریشان ہو جاتے۔ ان لوگوں کو حقیقت کون بتائے گا۔ غار سے واپس نکلتے ہوئے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہ بتائے اور وہ اسی فیصلہ پر قائم ہو گئی۔
دل میں اس پراسرار راز کو چھپائے ہوئے وہ واپس محل میں آ گئی اور کئی روز تک کسی اطلاع کا انتظار کرنے لگی۔ بالآخر اس کی باندی سرسوتی نے اسے یہ بات بتائی "کچھ سنا مہارانی جی آپ نے"
"کیا بات ہے سرسوتی؟"
"گرو گردھاری لال مندر سے غائب ہو گئے ہیں"
"ارے۔ کب؟" رانی نے پوچھا۔
"یہ تو پتہ نہیں۔ لیکن اب وہ مندر میں موجود نہیں ہیں"
"اپنے چیلوں کو کچھ بتا کر گئے ہوں گے؟"
"کسی کو کچھ نہیں معلوم۔"
"وہ پہنچے ہوئے گرو ہیں۔ میں ان کے بارے میں مزید معلوم کروں گی" رانی شردھا نے کہا اور پھر وہ خود بھی دریا پار جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ مہاراج جے چند سے آگیا لی گئی تو وہ خود بھی چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ کیونکہ وہ خود بھی گرو جی سے عقیدت رکھتے تھے شاہی کشتیاں دریا پار پہنچیں تو چیلوں کے ہجوم نے انہیں گھیر لیا۔ وہ بین کر رہے تھے۔ راجہ نے انہیں تسلی دی۔
"تم لوگوں کو معلوم ہے کہ گرو جی کتنے مہان گیانی تھے۔ وہ جہاں بھی ہوں گے سنسار کی بھلائی کے لئے ہی گئے ہوں گے"
"مگر وہ کہاں گئے مہاراج"
"کہیں چلہ کر رہے ہوں گے"

"مندر میں تو کوئی ایسی جگہ نہیں ہے"
"تو تلاش کریں" جے چند نے کہا۔ رانی شردھا اس جگہ کے بارے میں جانتی تھی لیکن اس نے زبان بند رکھی۔ راجہ جے چند آہستہ آہستہ مندر کے اس حصے کی طرف ہی چل رہا تھا اور رانی کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ بالآخر وہ مندر کے آخری حصے میں پہنچ گئے۔
لیکن رانی شردھا یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی کہ وہاں اب کوئی چٹان نہیں تھی۔ کسی گپھا کا نام و نشان تک نہیں تھا۔
گرو جی کی تلاش کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں تو پھر رانی شردھا نے اپنے احکامات جاری کئے۔ اس نے مندر کے علاقے کی توسیع کرائی۔ اور حکم دے دیا کہ گرو جی کو حاضر سمجھا جائے اور پوجا پاٹ ہوتی رہے۔ اور چیلوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور اس دن کے بعد سے یہ عمل آج تک جاری تھا۔
حالات پُرسکون ہو گئے تھے۔ رانی شردھا سالوں پہلے کے واقعات بھول چکی تھی۔ دریا پار کے مندر میں آج بھی چہل پہل رہتی تھی۔ لیکن اب شردھا وہاں نہیں جاتی تھی۔ سادھو جی کے واقعے کو بھی وہ بھول چکی تھی۔ اتنی پرانی باتیں کہاں اور کسے یاد رہتی ہیں کے سنتا رہا۔
راجہ جے چند کے وہی حالات تھے۔ لیکن ان کے یہاں ایک بیٹے کے علاوہ اور کوئی اولاد نہ ہوئی۔ وہ بدستور عیاشیوں میں مصروف تھا۔ اور ملک چند کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری خود رانی شردھا نے اٹھا رکھی تھی۔
یوں ملک چند گیارہ سال کا ہو گیا۔ اب وہ بارہویں سال میں لگ گیا تھا۔
حکومت کے معاملات ٹھیک چل رہے تھے۔ لیکن کچھ عرصے سے راجہ جے چند کو راجہ کیہند کے بارے میں بہت بری خبریں مل رہی تھیں۔ منتری گیان چند اسے روزانہ کوئی نہ کوئی خبر دیتا تھا اور جے چند پریشان ہو گیا تھا۔
تلسی کا میلہ قریب آ رہا تھا۔ اور یہ میلہ گوناگوں خوبیوں کا حامل تھا۔ جے چند اس میلے میں بہت سے راجاؤں کو دعوت دیتا تھا۔ اور میلے میں خوب سماں ہوتا تھا۔ چاروں طرف خیموں کا شہر آباد ہو جاتا تھا طرح طرح کے کھیل تماشے ہوتے تھے۔ خود راجہ بھی اس میلے میں بڑی دلچسپی لیتا تھا۔ اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ بعض اوقات میلے میں ایسی ایسی حسین لڑکیاں آ جاتی تھیں جن میں سے کسی کا انتخاب راجہ کے لئے بہت دلخوش کن ہوتا تھا۔
... وہ متردد تھا۔

"آخر راجہ کیہند کیا چاہتا ہے؟" ایک دن اس نے منتری گیان چند سے پوچھا۔
"اس نے کوئی اعلان تو نہیں کیا ہے مہاراج لیکن خیال ہے کہ وہ آپ سے بھی خراج حاصل کرنا چاہتا ہے"
"ہمارے خزانے اتنے وسیع کہاں ہیں گیان چند مہاراج کہ ہم بہمن اور اولاب کو خراج ادا کرنے کے ساتھ کیہند راج کو بھی خراج دیں"
"یہ بات تو درست ہے مہاراج۔ خزانے خالی ہوتے جا رہے ہیں۔ آمدنی کچھ نہیں ہے اور خرچ بہت زیادہ ہیں"
"پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے"
"کیہند مہاراج سے جنگ کرنا ہوگی"
"جنگ" وہ اچھل پڑا۔
"ہاں مہاراج جنگ۔"
"کیا ہماری فوجیں جنگ کے قابل ہیں؟"
"فوجیں تو اسی مقصد کے لئے ہوتی ہیں مہاراج۔ اگر جان کی امان پاؤں تو کچھ کہوں" گیان چند نے کہا۔
"ہاں کہو"
"خود مہاراج کبھی دیش کی طرف توجہ نہیں دیتے"
"دیش کی طرف توجہ۔ اور کیا توجہ دیں ہم دیش کی طرف۔ دربار کرتے ہیں لوگوں کی سنتے ہیں۔ فیصلے کرتے ہیں کسے شکایت ہے ہم سے"
"پورے دیش کو مہاراج"
"کیا شکایت ہے ہماری جنتا کو؟"
"مہنگائی سے من مانی کر رہے ہیں۔ جنتا کو اناج نہیں ملتا۔ ضروریات زندگی کی دوسری چیزوں پر ان لوگوں کا قبضہ ہے جو مہاراج کے پاس آ کر ان سے مراعات لے جاتے ہیں اور پھر وہ غریب جنتا کو بیچتے ہیں"
"اور تم کیا کرتے ہو گیان چند؟" جے چند نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔
"مہاراج کی آگیا کا پالن"
"کیا مطلب؟"
"میں مہاراج کے حکم کو کیسے ٹال سکتا ہوں"
"اس کا مطلب ہے کہ ہم راج نیتی میں ٹھیک نہیں ثابت ہو رہے" راجہ جے چند پُرخیال انداز میں بولا۔
"یہ بات میں نہیں کہہ سکتا مہاراج۔ مگر جنتا یہی کہتی ہے
میں داس ہوں نمک حلال ہوں ورنہ یہ بات آپ سے

میں بھی دوسروں کی طرح آپ کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنا کام سیدھا
کرتا۔" منتری گیان چند نے کہا۔
"نہیں سوچنے کا موقع دو گیان چند۔ ہم رات کو تم سے پھر ملیں
گے۔ جاؤ تم چلے جاؤ ہمارے پاس آ جانا۔" جے چند نے کہا اور منتری
گیان چند چلا گیا۔ لیکن جے چند کے لئے وہ بڑی پریشانیاں چھوڑ کر
گیا تھا۔

تنہائی میں جے چند اپنے بارے میں غور کرنے لگا۔ وہ بڑے
سکون سے حکومت کر رہا تھا کوئی پریشانی کوئی تردد اس کے ذہن
میں نہیں تھا۔ حکومت کے سارے کام باآسانی چل رہے تھے،
اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس نے کبھی حکومت کے کاموں کا
جائزہ بھی نہیں لیا تھا اور جنتا کی طرف سے بھی کوئی شکایت کبھی
اس کے کانوں تک نہ پہنچی تھی۔ اس کے ہرکارے نظام حکومت
باآسانی چلا رہے تھے۔ زیادہ تر ذمہ داریاں مہامنتری گیان چند پر
تھیں اور گیان چند نے کبھی کسی سلسلے میں اسے پریشان نہیں
کیا تھا۔ خود اس کے اپنے یہ مشاغل تھے کہ ہر وقت وہ شراب اور
حسین لڑکیوں میں کھویا رہتا تھا۔ جگہ جگہ سے لوگ اسے تحائف
میں سندر ناریاں بھیجا کرتے تھے۔ جے چند کو ان سب چیزوں
سے بے حد دلچسپی تھی۔

لیکن اب صورتحال بڑی مختلف ہوگئی تھی۔ اسے یہ
بھی نہیں معلوم تھا کہ کیدو راج کی سپاہ کتنی ہے اس کی ملکی
وسعت کتنی ہے، اور وہ کتنی قوت سے جے چند پر حملہ کرے گا۔
نیز یہ کہ خود جے چند کی فوجوں کی کیا کیفیت ہے؟ کیا اس کی
فوجیں لڑنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟

جے چند کی آنکھیں کھل چکی تھیں، وہ سوچ رہا تھا کہ یہ
سارے عیش و عشرت یہ ساری آسائشیں اس وقت تک ہیں
جب تک وہ راجہ ہے اور جب وہ راجہ نہ رہے گا تو سارے
عیش و عشرت اس سے چھن جائیں گے۔ اور ۔۔ اور ۔ راجہ جے چند
بے حد پریشان ہوگیا۔ کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی تب
ملک چند اس کے ذہن میں آیا۔

جے چند نے خود ہی حکومت اپنے قوت بازو سے حاصل
کی تھی۔ لیکن اس کے بعد وہ برائیوں کا شکار ہوگیا۔ اب ملک چند
اس کے بعد راجہ نہیں بن سکے گا۔ اگر یہی لیل و نہار رہے تو اس
کی حکومت باقی نہ رہے گی۔ جے چند نے بہت کچھ سوچا اور اپنے
آپ کو سنبھالنے کا تہیہ کر لیا۔ اس نے سوچ لیا کہ اب تک وہ جو
کچھ کرتا رہا ہے وہ تو ختم۔ اب اسے نئے سرے سے اپنی زندگی
شروع کرنی ہے اور اس سلسلے میں اس نے سب سے پہلی
ملاقات رانی شردھا سے کی۔

وہ رانی شردھا کے پاس جا پہنچا۔ شردھا اپنے بیٹے ملک چند
کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔

خوبصورت ملک چند گو ابھی گیارہ سال کا ہو کر بارہویں
سال میں لگا تھا لیکن اس کا خوبصورت قد و قامت، اس کا
بدن خاصا شاندار تھا اور اس عمر میں وہ بہت خوبصورت نظر
آتا تھا۔ راجہ جے چند نے اسے دیکھا اور اسے اپنے دل میں
عجیب سے خوف کا احساس ہوا۔ یہ اس کا بیٹا ہے۔ مستقبل کا
ہونے والا راجہ۔ لیکن وہ حکومت اپنے بیٹے کو دے سکتا ہے
کیا اس نے اس کی گنجائش چھوڑی ہے۔

رانی شردھا کو اس کی آمد کا علم نہیں تھا ملک چند نے
اسے دیکھ لیا۔

"پتا جی مہاراج۔" وہ بولا تھا اور رانی نے چونک کر
راجہ جے چند کو دیکھا۔

"آپ مہاراج۔"

"ہاں شردھا اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔" جے چند
نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں مہاراج۔ میں داسی ہوں آپ کی بس مجھے آپ
کے آنے کی خبر نہیں ملی تھی۔"

"ہم نے خود ہی خبر نہ کرائی تھی۔ بس اپنے بیٹے سے ملنے
چلے آئے۔" راجہ نے پیار سے ملک چند کو دیکھا اور رانی بھی
مسکرانے لگی۔

"بھگوان کا شکر ہے۔" وہ بولی۔

"کس بات پر۔؟"

"یہی کہ مہاراج کو آج ملک چند یاد آ گیا۔"

"ہم اسے بھولے کب ہیں۔ اور پھر اسے بھول کر ہم رہ
بھی کہاں سکتے ہیں۔ آنے والے سمے میں ہم مہاراج ملک چند
کی رعایا ہوں گے۔ کیوں مہاراج آپ ہمارے ساتھ کیا سلوک
کریں گے۔؟"

"آپ راجہ ہیں پتا جی راجہ رہیں گے۔" ملک چند بولا۔

"اور اگر ہم تمہیں راجہ بنا دیں تو۔"؟

"میں کبھی نہ بنوں گا۔"!

"کیوں۔"؟

"اس لئے کہ مجھے پتا جی کا جیون پیارا ہے۔ میں ہمیشہ ان
کے جیون کے لئے بھگوان سے پرارتھنا کرتا ہوں۔"

"اوہ۔ رانی شردھا ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ تم نے

ہمارے لئے کتنے پیارے بیٹے کو جنم دیا ہے۔ آج ہم اپنے بہت
سے پاپوں کا پرائشچت کرنا چاہتے ہیں شردھا جی۔"

"کیسے پاپ مہاراج۔؟"

"ہم نے مستقبل کے راجہ کے لئے کچھ نہیں کیا ہم نے
تو اس کی تربیت کا صحیح بندوبست بھی نہیں کیا۔ لیکن اب۔"

"کونسی تربیت کی بات کر رہے ہیں مہاراج۔؟"

"راج نیتی کے گر۔ فنون سپہ گری۔"

"میں نے ملک چند کے ہاتھ میں تلوار دی ہے مہاراج۔"

"کیا مطلب۔؟"

"کسی سپاہی کو آواز دیں۔" رانی بولی۔

"کیوں۔؟"

"ملک چند کی تلوار کے جوہر دیکھیں۔"

"اسے کیا مطلب۔؟" جے چند چونک کر بولا۔

"داسی وہ فرض پورا کرتی رہی ہے جسے مہاراج بھول گئے
تھے۔" شردھا نے کہا۔ اور جے چند غور سے اسے دیکھنے
لگا۔ پھر اس نے ملک چند کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں ملک چند جی۔ آپ کو تلوار چلانا آتی ہے۔؟"

"مہاراج کی کرپا ہے۔"

"تو آؤ دیکھیں۔ ہم نے بھی بہت عرصے سے تلوار نہیں
نکالی ہے۔" راجہ جے چند نے اپنی کمر سے لٹکی ہوئی تلوار نکال لی۔
ملک چند مسکرانے لگا تھا۔ "نکالو ملک چند تلوار نکالو۔"

"نہیں پتا جی۔" ملک چند بولا۔

"ہم حکم دیتے ہیں تلوار نکالو۔" راجہ جے چند نے کہا۔ اور
ملک چند نے اپنی خوبصورت تلوار نکالی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ
آگے بڑھا اور پھر اس نے جھک کر تلوار جے چند کے قدموں پر
رکھ دی۔

"یہ کیا۔؟"

"پتا جی مہاراج کے سامنے ملک چند جیون بھر تلوار نہ اٹھائے
گا۔"

"دھن واد۔ مگر اس سمے ہم ایک استاد ہیں۔ اور گرو
جو کہے اس کی بات ماننی چاہیئے۔"

"آپ گرو ہیں گرو مہاراج۔" ملک چند بولا۔

"ملک چند تمہارے سامنے راجہ کیدو کھڑا ہوا ہے۔
تمہارے پتا کا دشمن۔ تلوار اٹھاؤ اور اس سے مقابلہ کرو۔"

"کہاں ہے کیدو راجہ۔؟" ملک چند نے پوچھا۔

"یہ اس کی تلوار ہے۔" راجہ نے اپنی تلوار لہرائی۔ اور پھر
ملک چند نے تلوار اٹھالی۔ جے چند پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"اگر یہ کیدو راجہ کی تلوار ہے تو پھر سنبھالیں۔" ملک
چند نے ایک خطرناک وار کیا اور جے چند ایک دم سنبھل گیا۔
اگر وہ ہوشیاری سے کام نہ لیتا تو اس کی ایک ٹانگ کٹ گئی تھی۔

"کیدو راجہ کے ہاتھ میں تلوار رہنی چاہیئے مہاراج۔
سنبھالیں۔" ملک چند بولا۔ اور اس نے پینترے بدل بدل کر ایسے
وار کئے کہ جے چند کو جان بچانا مشکل ہوگئی۔ ایک وار کو روکتے
ہوئے اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن ملک چند کے
بازو کی ضرب اتنی شدید تھی کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔

وہ ششدر ہو کر کھڑا رہ گیا تھا۔ اور پھر اس نے مسرت سے
دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

"بھگوان کی سوگند اب مجھے کوئی چنتا نہیں ہے۔ اب
مجھے کیدو راج کی پرواہ نہیں ہے۔"

ملک چند تلوار پھینک کر اس کے سینے سے لگ گیا تھا۔
تب جے چند نے رانی شردھا سے کہا۔ "میں جیون بھر تمہارا احسان
مانوں گا تم نے میری کمزوریوں کو سنبھال لیا۔"

"یہ داسی کا فرض تھا۔" رانی بولی۔

"داسی نہیں۔ اس دیش کی رانی۔ اور آنے والے سمے
میں اس دیش کی راج ماتا۔" جے چند بولا۔

"بھگوان آپ کی بات کی لاج رکھے۔" رانی شردھا نے کہا۔

"بھگوان کی سوگند شردھا۔ بڑی چنتا لے کر آیا تھا مگر من
کو بڑی شانتی ملی ہے اس سمے۔"

"کیا چنتا تھی مہاراج۔"

"بس اب کچھ نہیں ہے۔ گیان چند کے لئے جواب مجھے
تمہارے پاس سے مل گیا ہے۔ اب میں اسے آرام سے جواب
دوں گا۔" جے چند نے کہا۔

"کچھ مجھے بھی تو بتائیں مہاراج۔"

"راجہ کیدو راج بہت ہاتھ پاؤں نکال رہا ہے۔ اسے سبق
دینے کی ضرورت ہے۔ لیکن اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں میں
نے اس کے لئے جواب سوچ لیا ہے۔" جے چند نے کہا اور باہر
نکل گیا۔ رانی شردھا اسے تشویشناک نگاہوں سے دیکھتی رہ
گئی تھی۔

اسی شام جے چند نے گیان چند منتری سے کہا۔ "منتری جی
کیدو راج کو منہ توڑ جواب دینے کے لئے تیاریاں کرو لیکن اس
سے قبل ہمیں کچھ اور کام بھی کرنے ہیں۔"

"وہ کیا مہاراج۔؟"

"ہم تیاروں کا منتری ہی جی۔ کل دربار نہیں لگے گا بلکہ میں فوجوں کا معائنہ لوں گا۔ آپ سینا پتی کو پیغام بھیج دیں۔"
"جو آگیا مہاراج۔" گیان چند نے کہا۔ اور پھر راجہ سے اجازت لے کر باہر نکل گیا۔
گیان چند نے سارے انتظامات کر لیے تھے۔ دوسرے دن جے چند نے فوجوں کا معائنہ کیا۔ طویل عرصے سے فوجوں کو مشقت نہیں کرنی پڑ رہی تھی جس کے سبب سست نظر آ رہے تھے۔
جے چند نے ان کے سامنے تقریر کی اور انہیں ہدایات جاری کیں۔ اس کے بعد فوجوں نے باقاعدہ مشقیں اور تیاریاں شروع کر دی تھیں۔
جے چند اپنی دولت سنبھل گیا تھا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس کی لاپرواہیوں نے اسے ایک خطرناک دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔ اب تو اس کے سامنے تلک چند کے مستقبل کا سوال بھی تھا۔ اپنے بیٹے تلک چند کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا تھا۔
چنانچہ اس نے پوری محنت سے یہ تیاریاں شروع کر دی تھیں۔
دوسری طرف سے تلسی کا میلہ قریب آتا جا رہا تھا اور اس کے لیے بہت پہلے سے تیاریاں کی جاتی تھیں۔ گیان چند اس سلسلے میں ایک رات راجے چند کے پاس پہنچ گیا۔
"تلسی کے میلے کی تیاریوں کے دن آگئے ہیں مہاراج۔"
"ہاں گیان چند میں بھی اس بارے میں سوچ رہا تھا۔"
"ان حالات میں کیا کرنا ہے مہاراج؟"
"تمہاری کیا رائے ہے گیان چند؟"
"میں کیا کہوں مہاراج؟ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"
"خیر ٹھیک ہے میلہ ہو گا اور ہمیشہ کی مانند ہو گا۔ تیاریاں اسی طرح ہونی چاہئیں جس طرح ہوتی آئی ہیں۔"
"راجاؤں کو دعوت بھجوائی جائے گی؟"
"ہاں کیوں نہیں؟"
"پچھلے سال تو کیدو مہاراج کو بھی سندیس بھیجا تھا۔"
"اس بار بھی جائے گا۔" راجے چند نے مسکراتے ہوئے کہا اور گیان چند نے گردن ہلا دی۔
میلے کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ جے چند نے اس دوران حالات کا بغور جائزہ لیا تھا۔ اس نے بہت سی ایسی باتیں محسوس کی تھیں جن کا اسے ابھی تک اندازہ نہیں تھا۔ مثلاً اس کی راجدھانی کے لوگ اسے زیادہ پسند نہیں کرتے اور اس کی حرکتوں سے نالاں ہیں۔ اس کے بہت سے اس سے برگشتہ رہتے ہیں۔ یہ ساری باتیں ایسی تھیں جنہوں نے جے چند کو تشویش کا شکار کر دیا تھا۔
اس دوران وہ جو کچھ کرتا رہا تھا اس کے بارے میں کبھی اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ لیکن اب وہ بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔
ابھی میلے کی تیاریاں جاری ہی تھیں بہت سے راجاؤں کو سندیس بھیجے جا چکے تھے اور کچھ کو بھیجے جانے والے تھے کہ کیدوراج کی طرف سے ایک اور وفد آیا۔
یہ وفد پانچ آدمیوں پر مشتمل تھا اور اس کی سرکردگی کرپان سنگھ کے ذمے تھی۔
کرپان سنگھ بڑی مونچھوں والا ایک خطرناک شخص تھا۔ اس نے راجہ جے چند کے دربار کی رسائی حاصل کی۔ اور راجہ جے چند کے سامنے پہنچ گیا۔ جے چند دربار میں موجود تھا۔ کرپان سنگھ کی آمد پر اسے اچنبھا سا ہوا تھا لیکن مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق خاموش رہا۔ تب کرپان سنگھ نے اسے راجہ کیدوراج کا سندیس سنایا۔
"مہاراج کیدوراج نے مہاراج جے چند کی سیوا میں یہ سندیس بھیجا ہے۔ سندیس یہ کہ چونکہ کیدوراج راجہ سرپت چند کی دوستی حاصل کر چکے ہیں اور ان کی فوجیں ایک ہو گئی ہیں اس لئے انہیں زمینیں بھی چاہئیں اناج بھی چاہیے اور دوسری مزید باتیں زندگی بھی ہماری بڑھ چکی ہیں۔ چنانچہ دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں۔
"پہلی صورت تو یہ ہے کہ راجہ جے چند انہیں خراج ادا کرے۔ اور غلے اور روپے کا جو تعین ہو وہ سال کے سال ادا کر دیا جائے جس کا پہلا حصہ فوراً ادا ہونا چاہیے۔"
دوسری صورت یہ ہے کہ راجہ جے چند کیدوراج کی طرف سے فوراً اعلانِ جنگ قبول کرے اور میدان میں نکل کر اس بات کا فیصلہ کرے کہ اس علاقے پر کیدوراج کی حکومت ہو گی یا راجہ جے چند کی۔ میں سندیسی ہوں اور راجہ کیدوراج کا سندیس لے کر آیا ہوں۔ انہوں نے اس کا جواب بھی مانگا ہے۔"
جے چند نے ٹھنڈے دل سے یہ سندیس سنا اور پھر بولا۔
"تم کب واپس جاؤ گے کرپان سنگھ؟"
"جب مہاراج آگیا دیں گے۔"
"تو یوں کرو جلد ہی چلے جاؤ۔ میرا یہ سندیس کیدوراج کے لیے لے جاؤ کہ دو فوجوں کی قوت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ میدانِ جنگ بڑی بڑی قوتوں کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ کیدوراج اپنے ذہن سے یہ سودا نکال دے۔ آئے دوستوں کی طرح بیٹھ کر مجھ سے بات کرے۔ میں تلسی کے میلے میں ہمیشہ کی طرح اس سال بھی اسے دعوت دیتا ہوں۔"
"اور اگر راجہ کیدوراج یہ دعوت سویکار نہ کرے تو مہاراج" کرپان

سنگھ نے پوچھا۔
"ہم بہت سوں کو یہ سندیس بھیج رہے ہیں۔ ان میں سے بہت سے یہ سندیس سویکار کریں گے بہت سے نہ کریں گے۔ راجہ کیدوراج کی مرضی ہے۔" راجہ جے چند نے کہا اور کرپان سنگھ نے گردن ہلا دی۔
میلے کا دعوت نامہ کرپان سنگھ کو دے دیا گیا اور وفد واپس چلا گیا۔ گیان چند نے راجہ سے پھر ملاقات کی تھی۔
"ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں مہاراج۔"
"پوچھو۔"
"اگر کیدوراج نے فوراً ہی حملہ کر دیا تو۔"
"تو کیا ہوگا فوجیں تیار ہیں۔"
"ایک بہت بڑی کٹھنائی ہے مہاراج۔"
"وہ کیا؟"
"خزانے کا جائزہ لے لیں۔"
"کیا مطلب؟"
"خزانے میں کچھ نہیں رہا ہے۔ اگر کیدوراج سے جنگ ہوتی ہے تو ہم تباہ ہو جائیں گے!"
"اوہ۔ یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی تھی؟"
"میں کون کونسی باتیں بتاؤں مہاراج۔ دیش کے حالات اتنے خراب ہو گئے ہیں کہ کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا۔ جنتا الگ آپ سے نالاں ہے۔"
"ہوں۔ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے گیان چند۔" راجہ نے پرخیال انداز میں کہا۔
"جنگ کے لیے غلہ بھی خریدنا ہوگا مہاراج۔ اور ہتھیاروں کے لیے بھی دولت چاہیے جبکہ خزانہ خالی ہو چکا ہے۔"
"سب سے خوفناک بات ہے لیکن کوئی اُپائے کرنا ہوگا۔ یوں کرو خزانے میں جو کچھ ہے اس سے غلے کی خریداری شروع کر دو ہتھیاروں اور دوسرے اخراجات کے بارے میں، میں بعد میں سوچتا ہوں۔ اور سنو۔ ابھی یہ بات عام لوگوں کو معلوم نہ ہونے پائے کہ خزانے خالی ہیں۔"
"بڑے بڑے لوگ تو اس بات سے واقف ہیں مہاراج۔" گیان چند بولا۔
"ان سب کی زبانیں خرید لو۔"
"وہ لوگ بکنے والوں میں سے نہیں ہیں۔"
"تو ان کی گردنیں کاٹ لو۔"
"دیش میں خانہ جنگی پھیل جائے گی۔ خاص طور سے مادھو چند آپ کے بہت خلاف ہو رہے ہیں۔"
"مادھو چند۔ ہمارا بھائی؟"
"ہاں مہاراج۔"
"وہ کیوں ہمارے خلاف ہو گیا ہے؟"
"بس مہاراج۔ میں کیا بتاؤں۔"
"دیکھو گیان چند۔ حالات کو کسی طرح سنبھالنا ہے۔ اس نازک صورتحال کو اچانک تم نے میرے سامنے رکھا ہے۔ ایسے وقت میں جب میں سارے کام ایک ساتھ نہیں کر سکتا۔"
گیان چند نے گردن جھکا لی تھی۔ تب راجہ نے کہا۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ کرو۔ اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا!" اور گیان چند چلا گیا۔
لیکن جے چند کی اب راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا سب کچھ ہاتھ سے نکلتا محسوس ہو رہا تھا۔ کوئی تدبیر نہیں رہ گئی تھی کسی سے دل کی بات نہیں کر سکتا تھا۔ بہرحال ایسے وقت میں اس کی نگاہ اپنے بھائی کی طرف گئی اور اس نے مادھو چند کو بُلا بھیجا۔ اس وقت وہ راج کی سیاست سے کام لینا چاہتا تھا۔
مادھو چند اس کا سگا بھائی تھا لیکن راجہ جے چند نے اسے ہمیشہ نظر انداز کیا تھا۔ وہ عام آدمیوں کی طرح ہی زندگی گزارتا تھا اور سلطنت میں اسے کوئی خاص مراعات حاصل نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ جے چند کی عیاشیاں اور اس کی عیش و عشرت کی زندگی ملی طور پر مادھو چند کو اس سے برگشتہ کر چکی تھی، مادھو چند اپنے بھائی جے چند کے بارے میں اچھے تاثرات نہیں رکھتا تھا۔ لیکن مجبور تھا جانتا تھا کہ جے چند کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکے گا۔ اس لئے خاموش تھا۔ لیکن اس نے ان امراء کے ساتھ دوستی کر لی تھی جو جے چند کے خلاف تھے، اور جو دل میں جے چند کے لئے بغاوت کا جذبہ رکھتے تھے۔ بعض لوگ تو یہ بھی سوچ رہے تھے کہ اگر جے چند کو حکومت سے معزول کر دیا جائے تو اس کی جگہ کس کو جانشین بنایا جائے۔ اس بارے میں مادھو چند نے کئی بار سوچا تھا لیکن یہ بات اس کے ذہن میں تھی کہ اگر کسی طرح اس بات کی بھنک جے چند کو پڑ گئی تو اسے مار دیا جائے گا۔
بھائی کی بے توجہی نے اسے اس قدر بد دل بنا دیا تھا کہ جب جے چند نے اسے بلوایا تو وہ گھبرا کر رہ گیا۔ بھائی کی عدم توجہی نے اسے اس قدر مجبور کر دیا تھا کہ بعض اوقات اس نے چھوٹے موٹے کئی جرائم بھی کئے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ لوگوں نے اس کی شکایت جے چند سے صرف اس وجہ سے نہیں کی کہ وہ

ریاست کے راجہ کا بھائی ہے۔ اب جو جے چند کا بُلاوا آیا تو مادھو چند کی حالت خراب ہو گئی' وہ کافی دیر تو یہی سوچتا رہا کہ ریاست چھوڑ کر بھاگ جائے۔ اور کہیں اور پناہ لے۔ لیکن اگر سرحدوں سے نکلنے سے پہلے جے چند کے آدمیوں نے اسے پکڑ لیا تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ مادھو چند خاصا پریشان تھا' اس کے بعد اس نے فیصلہ کر لیا کہ جے چند سے مل لینا چاہیئے' اور اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو وہ جے چند سے معافی مانگ لے گا۔ وہ لرزتا کانپتا ہوا جے چند کے پاس پہنچ گیا لیکن جے چند نے اسے نہایت محبت اور پیار سے اپنے قریب بلایا اور اپنے پاس بٹھایا۔

مادھو چند پہلے تو اسے طنز سمجھا لیکن جب جے چند نے اس کی خیریت پوچھی' اس سے اس کے حالات پوچھے تب مادھو چند کو کسی قدر ڈھارس ہوئی۔ "مہاراج کے راج میں عیش کر رہا ہوں۔"

"تم تو عیش کر رہے ہو لیکن میں کس قدر پریشان ہوں کیا تمہیں معلوم ہے؟"

"مادھو چند کس قابل ہے مہاراج۔ اگر آپ اسے کسی قابل سمجھتے ہیں تو بتایئے مادھو چند کے لئے کیا حکم ہے؟"

"بھائیوں کو حکم نہیں دیا جاتا۔ ان سے بینتی کی جاتی ہے اس خیال کے ساتھ کہ وہ مدد کریں گے۔"

"اگر مادھو چند کو اس قابل سمجھا جائے تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے۔"

"میں نے ایک بات سُنی ہے مادھو چند۔"

"کیا بھائی جی مہاراج؟"

"تم بھی دوسرے لوگوں کی طرح میرے خلاف ہو گئے ہو۔" جے چند نے کہا۔ اور مادھو چند پھر گھبرا گیا۔

"دشمنوں نے تم تک پہنچائی ہوگی مہاراج۔ میں تو۔ میں تو" اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں مادھو چند۔ میں پوری چھان بین کے بعد یہ بات کہہ رہا ہوں۔ بہرحال میں تم سے اس بارے میں کوئی بازپرس نہیں کروں گا۔ میں نے تو کچھ اور ہی سوچا ہے۔"

"کیا مہاراج؟"

"یہی کہ تمہیں تمہارا حق دے دوں۔ میرے بعد حکومت کے صحیح جانشین تم ہو۔ تم کہو تو راج پاٹ اپنے جیون میں ہی تمہارے حوالے کر دوں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بھائی جی مہاراج؟"

"سچ کہہ رہا ہوں مادھو چند۔ خلوص دل سے کہہ رہا ہوں بولو جواب دو۔ کیا میں اس بات کا اعلان کر دوں؟"

"نہیں بھائی جی مہاراج۔ آپ کے جیون میں یہ ناممکن ہے۔"

"میں تو خود کہہ رہا ہوں میرے بھائی۔ نہیں تمہیں معلوم ہیں ایسا کیوں کر رہا ہوں۔" جے چند نے کہا۔

"کیوں کر رہے ہیں بھائی جی مہاراج؟"

"مادھو چند۔ میں نے سپنے میں سورگباشی پتا جی کو دیکھا تھا۔ رو رہے تھے۔ روتے ہوئے انہوں نے مجھ سے کہا کہ جے چند تو نے اپنے بھائی مادھو چند کا بھی کچھ خیال کیا۔ وہ کیسے جیون بتا رہا ہے۔ بس اس وقت سے میری یہ حالت ہے۔" جے چند رونے لگا۔ اور مادھو چند پسیجنے لگا۔ پھر اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"یہ سچ ہے بھائی جی مہاراج آپ کی راجدھانی میں میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے جیون گزار رہا ہوں۔ میرے من میں کرودھ رہا ہے۔ لیکن اب جب آپ کو یہ احساس ہو گیا ہے تو میرا من صاف ہو گیا ہے۔ بھگوان کی سوگند آپ کے جیون میں مجھے راج گدی نہیں چاہیئے۔"

"سوچ لو مادھو چند۔"

"سوچ لیا مہاراج۔"

"کیا اب بھی میرے خلاف لوگوں کے ساتھی بنو گے؟"

"ہرگز نہیں بھائی جی مہاراج۔ لیکن مادھو چند ایک بات ضرور کہے گا۔"

"کہو مادھو چند۔"

"آپ کو ایک اعلان کرنا ہوگا۔ بھگوان آپ کو جیتا رکھے لیکن آپ کے بعد ریاست کی حکومت مادھو چند کو ملے گی۔"

"ایسا ہی ہوگا مادھو چند۔ میں بہت جلد اعلان کر دوں گا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" جے چند نے چالاکی سے کہا۔

مادھو چند نے گردن جھکا لی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہا۔ پھر بولا "اب کوئی زبان آپ کے خلاف کچھ کہے گی تو اپنی جگہ نہ رہے گی۔"

"مجھے وشواس ہے مادھو چند۔" جے چند نے کہا اور پھر اس نے مادھو چند کو رخصت کر دیا۔ اندر کے ساتھیوں کو ختم کرنا ضروری تھا۔ تاکہ دورانِ جنگ اندرونی سازشوں سے محفوظ رہا جا سکے۔ اور مادھو چند کو مٹھی میں لے کر جے چند نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔ مادھو چند اس کے مخالفوں کا ساتھی تھا۔ اگر اس کے ہاتھ میں قوت دے دی جائے تو وہ ان اندرونی مخالفوں کو ختم کر سکتا ہے۔

اور اس شاندار کارنامے کے نتائج بہت نمایاں ہوئے۔ مادھو سنگھ نے پہلا وار شری بلرام سنگھ پر کیا تھا۔ شری بلرام سنگھ بڑے بااثر آدمی تھے اور عرف عام میں انہیں جے چند کا مخالف کہا جاتا تھا۔ انہیں شبہ بھی نہیں تھا کہ مادھو چند کی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔ مادھو چند نے بلرام سنگھ کو گرفتار کر لیا اور ان کی املاک پر قبضہ کر لیا گیا۔ جے چند نے مادھو کے اس اقدام کو سراہا تھا۔

یہاں تک کہ میلہ قریب آ گیا۔ تلسی کے میلے کے لئے ایک بہت بڑے علاقے میں بندوبست کیا جاتا تھا۔ خوب کھیل تماشے ہوتے فنونِ سپاہ گری کے مقابلے ہوتے۔ راجہ پوری شان و شوکت سے یہاں آتے تھے۔ اور خزانے لٹاتے تھے۔ یہی وقت ان کی بڑائی جتانے کا ہوتا تھا۔

لیکن جے چند کے ذہن میں ایک اور ترکیب آئی تھی۔ اور اس کے لئے اس نے مادھو چند کو بلا بھیجا۔ مادھو چند اب اس سے پوری طرح مخلص تھا۔ "میں نے تمہیں ایک ضروری کام سے بلایا ہے مادھو چند۔"

"کہیئے بھائی جی مہاراج۔"

"تم یہ ریاست قائم رکھنا چاہتے ہو؟"

"کیوں نہیں بھائی جی مہاراج۔"

"لیکن تمہیں یہ بھی معلوم ہے مادھو چند۔ کہ ریاست کے خزانے خالی ہو گئے ہیں۔ ہمارے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہا۔"

"ہاں مہاراج۔ یہ خبریں میرے کانوں میں پڑتی رہی تھیں۔"

"یہ حقیقت ہے میرے بھائی۔ اس کا کوئی اُپائے سوچو۔"

"میں کیا سوچوں مہاراج۔ ابھی مجھے راج نیتی نہیں آتی۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ریاست بغیر خزانے کے ترقی نہیں کر سکتی۔"

"بیشک۔ دوسری طرف کبھو راج کا خطرہ ہے۔"

"مجھے علم ہے بھائی جی مہاراج۔"

"دیکھنا یہ ہے کہ کبھو راج اس میلے میں آتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ آ گیا تو بات ٹھیک ہے ورنہ پھر اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کبھو راج جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"مجھے جنگ کی چنتا نہیں ہے لیکن جنگ کرنے کے لئے ہمارے پاس خوراک اور ہتھیاروں کا ہونا ضروری ہے۔"

"بیشک ہے۔"

"اور اس کے لئے دولت کا حصول بھی اتنا ہی ضروری ہے۔" جے چند گہری سانس لے کر بولا۔

مادھو چند پریشان نگاہوں سے جے چند کی صورت دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ جے چند کہنا کیا چاہتا ہے۔ جے چند ساعت خاموش رہا پھر بولا۔

"اور میں جانتا ہوں مادھو چند' اس سلسلے میں صرف دو ہی آدمی کام کر سکتے ہیں۔ میں یا تم۔ یہ کام ہمیں آپس کی رازداری سے کرنا چاہیئے کہ ہم دونوں کے علاوہ کسی تیسرے آدمی کو کانوں کان خبر نہ پہنچے۔ سوائے ان آدمیوں کے جو تمہارے خاص ساتھی ہوں۔ ایسے کتنے جانباز تمہارے ساتھ ہیں جو تمہارے کہنے پر اپنی جان دے دیں۔" جے چند نے مادھو سنگھ سے پوچھا۔

"یوں تو بہت ہیں بھائی جی مہاراج لیکن ان میں سے چند ایسے ہیں جو کسی مقصد کی بھی پرواہ نہیں کریں گے اور ان کی تعداد سو کے لگ بھگ ہے۔"

"کیا یہ سو افراد تمہارے کہنے پر آگ کے سمندر میں بھی چھلانگ لگا سکتے ہیں؟"

"آگ کا سمندر کوئی حیثیت نہیں رکھتا بھائی جی۔ اگر میں ان سے کہوں تو وہ اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ دیں گے۔ وہ میرے ایسے ہی ساتھی ہیں۔"

"تو مادھو چند میرے ذہن میں ایک بہت ہی شاندار ترکیب ہے اگر تم اس پر عمل کرنے کو تیار ہو گئے تو یوں سمجھو ہمیں ایک بہت بڑا سہارا مل جائے گا۔"

"کیا ترکیب ہے مہاراج؟" مادھو چند نے پوچھا۔

"تلسی کا میلہ شروع ہونے والا ہے۔ کئی راجے اور مہاراجے ریاست پہنچیں گے اور تم جانتے ہو میلے میں شامل ہونے کے لئے تمام راجہ اور مہاراجہ اپنی اپنی دولت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اتنا کچھ لٹاتے ہیں کہ بعض اوقات ان کے خزانے خالی ہو جاتے ہیں۔"

"ہاں بھائی جی مہاراج مجھے یہ بات معلوم ہے۔"

"تو مادھو چند کیوں نہ ہم ان کے لائے ہوئے خزانے پر ہاتھ صاف کریں۔" جے چند نے کہا۔

"کیا مطلب؟" مادھو چند اچھل پڑا۔

"یہ کام تم کر سکتے ہو مادھو چند۔ رات کی تاریکی میں ایسی جگہ کوئی ناک لو جہاں تمہیں بہت بڑی دولت مل سکے۔ اور اس دولت کو لوٹ لو۔ قتل و غارتگری کرو' جو دل چاہے کرو لیکن اس سلسلے میں بہت ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا۔ تمہیں اپنی ساری ذہانت اس کام پر صرف کرنا ہوگی۔"

مادھو چند کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا' وہ اس عجیب و غریب تجویز کو سن کر حیران رہ گیا تھا۔ کافی دیر تک وہ جے چند کی صورت دیکھتا رہا۔ اس کا بھائی اتنا چالاک ہوگا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

پھر اس نے کہا۔

"کام دلچسپ ہے بھائی جی۔ پرنت اگر یہ راز کھل گیا تو ریاست کی بدنامی نہیں ہوگی؟"

"نہیں مادھو چند ہم ایسی ترکیب کریں گے کہ اگر راز کھل بھی جائے تو ہم پر آنچ نہ آئے۔ اس میں زیادہ ضرورت تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی ذہانت کی ہے۔"

"وہ کیسے مہاراج؟"

"دیکھو اگر تم راجہ کلیان سنگھ کے ڈیرے پر ڈاکا ڈالتے ہو تو تمہارے جسموں پر اور تمہارے آدمیوں کے جسموں پر ریاست عجنوانہ کا لباس ہونا چاہئے۔ اگر اس کا کوئی آدمی وہاں پایا بھی گیا تو پھر ان دو ریاستوں میں چل جائے گی اور ایک دوسرے کے خلاف یہی سوچا جائے گا کہ عجنوانہ کے آدمیوں نے راجہ کلیان کو لوٹنے کی کوشش کی۔ یوں ان دونوں ریاستوں میں چل جائے گی۔ میں اس سے اپنا کام انجام دوں گا۔ یعنی ان دونوں میں صلح صفائی کرانے کا کام مجھے انجام دینا ہوگا اور تم اپنا کام کرو گے۔ یعنی سارا خزانہ لوٹ کر بھاگ جاؤ گے۔ تم لوگوں کی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ موقع پر موجود تمام لوگ جلد سے جلد بھاگ جائیں۔ اور اس کے بعد کیا ہوگا جانتے ہو؟" جے چند نے پوچھا۔

"کیا ہوگا بھائی جی مہاراج؟" مادھو چند نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"اس کے بعد یہ ہوگا کہ کلیان سنگھ کے آدمی راجہ عجنوانہ پر حملہ کریں گے اس کی دولت کو لوٹیں گے۔ اصل میں وہ تم ہی ہو گے۔ اور لوگ یہ سمجھیں گے کہ راجہ کلیان سنگھ کی طرف سے جوابی کاروائی کی گئی ہے۔"

"جے ہو بھائی جی۔ جے ہو۔ بڑی شاندار ترکیب ہے" مادھو چند نے کہا۔

"اس طرح سے چند اور واقعات بھی ہوں گے لیکن مادھو چند یقین کرو ہم لوگ وہ کچھ حاصل کریں گے جو ہماری توقع سے بڑھ کر ہوگا۔ تھوڑے دنوں کے بعد میں میلہ ختم کرنے کا اعلان کرا دوں گا اور ان سب سے کہوں گا کہ میں جلد ہی ان سارے واقعات کی تحقیقات کراؤں گا لیکن اس سے ہمیں بڑا سہارا مل جائے گا اور یہ کام تم ہی کر سکتے ہو۔ اس لئے کہ یہ ریاست صرف میری نہیں تمہاری بھی ہے۔"

"آپ چنتا نہ کریں بھائی جی مہاراج۔ آپ جو کہہ رہے ہیں [illegible]

"لیکن مادھو چند تمہیں اپنے آدمیوں کو یکجا کرنا ہوگا جو کچھ تم ان سے کہو گے وہی وہ کہیں گے۔ اگر تمہارا کوئی آدمی کسی کے ہاتھ آجائے تو سیدھی سی بات ہے وہ خود کو وہیں کا ثابت کرے گا جس ریاست کا اس نے لباس پہنا ہوگا۔"

"فکر نہ کریں بھائی جی مہاراج ایسا ہی ہوگا۔" مادھو چند نے مسکرا کر کہا۔

"تو کیا میں امید رکھوں کہ تم اس سلسلہ میں کام شروع کر دو گے؟"

"اب پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے بھائی جی مہاراج۔ آپ کی آگیا کا پالن ہوگا۔" مادھو چند نے کہا۔ پھر دونوں بھائی دیر تک آپس میں گفتگو کرتے رہے۔ مادھو چند کے چلے جانے کے بعد جے چند کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"جے چند حکومت کرنا جانتا ہے مادھو چند۔ اس نے جیون کا ایک بڑا حصہ آرام چین سے گزارا ہے۔ لیکن اگر ریاست کی ضرورت ہی پیش آجائے تو جے چند اپنا جواب نہیں رکھتا۔" وہ دیر تک ہنستا رہا اور دیر تک قہقہے لگاتا رہا۔

تلسی سنگھ کے میلے کی رونق شباب پر تھی۔ سب سے خاص بات یہ تھی کہ کیدوراج بھی میلے میں شریک ہوا تھا۔ اس کا ڈیرہ بہت شاندار تھا۔ زروجواہر سے لدے ہوئے کئی ہاتھی اس کے ڈیرے پر جھومتے رہتے تھے۔ ناچ رنگ کی محفلیں ہر وقت جمی رہتی تھیں۔ اس کے ساتھ تقریباً سات سو سوار آئے تھے۔

مہامنتری گیان چند نے ان لوگوں کا سواگت کیا تھا اور بڑی خاطر مدارت کی گئی تھی ان کی۔ کیدوراج بظاہر بڑی اچھی طرح ان سے ملا تھا لیکن اس کے دل میں کیا تھا وہی [illegible]۔

میلہ تو ہر سال ہی ہوتا تھا لیکن اس بار کا میلہ عجیب تھا۔ اس میلے میں بہت سی سازشیں جنم لے رہی تھیں۔ رونق بھی اس بار سب سے زیادہ تھی۔ دن ہو یا رات ہر وقت روشنی رہتی تھی۔ خوب ناچ رنگ ہوتے رہتے تھے۔ جے چند کی رانیاں بھی میلے میں آئی تھیں۔ اور پھر ایک شام شردھا رانی بھی ملک چند کے ساتھ میلہ دیکھنے آئی۔ اس کے لئے خاص انتظامات کئے گئے۔

ملک چند ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا اور میلے کے مناظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ رانی نے رات کو یہاں قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اس کے لئے ایک جھرنے کے کنارے خیمے لگا دیئے گئے اور وہاں عمدہ انتظامات کر دیئے گئے۔

رات کو بہت سے کھیل شروع ہوئے تو ملک چند نے

"ضرور چلے جاؤ میرے لال۔ لیکن ذرا احتیاط سے۔ منتری گیان چند تمہیں اپنے ساتھ رکھیں گے۔"

"ٹھیک ہے ماتا۔ ایسا ہی ہوگا" ملک چند نے کہا اور وہاں سے اجازت لے کر چلا گیا۔ رانی شردھا اپنے خیمے کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ دوسری طرف شور ہنگامہ تھا اس طرف سکون تھا۔ جھرنے سے بننے والی چھوٹی سی خوبصورت ندی نغمہ باری کر رہی تھی۔ رانی اس ندی کے شفاف پانی کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کی نگاہ ایک نو دس سالہ لڑکی پر پڑی جو چھوٹا سا گھڑا سینے سے لگائے جوان لڑکیوں کی طرح کلسا کمر پر رکھے ندی کے کنارے آگے بڑھ رہی تھی۔

وہ کسی مناسب جگہ کی تلاش میں تھی جہاں سے وہ کلسا پانی میں ڈبو کر پانی بھر سکے۔ نہ جانے کیوں رانی شردھا کو بچی کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ اس نے ایک چوبدار کو آواز دی اور چوبدار اس کے پاس پہنچ گیا۔

"اس لڑکی کو دیکھ رہے ہو؟"

"جی رانی جی۔"

"اسے پیار سے یہاں بلا لاؤ۔ کہنا بس تھوڑی دیر کے لئے آجائے۔" رانی نے حکم دیا اور چوبدار لڑکی کی طرف دوڑ گیا۔ رانی وہاں سے دور کے منظر دیکھتی رہی۔ چوبدار نے خیمے کی طرف اشارہ کیا۔ اور لڑکی اس طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس نے گردن ہلا دی خالی کلسا کمر پر رکھا اور مٹکتی ہوئی رانی کی طرف آنے لگی۔

"کیسی پیاری بچی ہے۔" رانی سوچ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد حسین بچی اس کے پاس پہنچ گئی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا بیٹی؟" رانی نے پوچھا۔

"چمپا کلی۔" بچی نے جواب دیا۔

"تمہاری طرح پیارا نام ہے۔ کس کی بیٹی ہو؟"

"پنڈت رام نرائن کی۔"

"کہاں سے آئی ہو؟"

"جون گڑھی سے۔"

"تمہارے ماتا پتا بھی ساتھ ہوں گے۔"

"ماتا نہیں ہیں پتا جی ہیں۔ بس میں انہی کے ساتھ آئی ہوں۔"

"کیا کرتے ہیں تمہارے پتا جی؟"

"بھاگوں کا حال بتاتے ہیں۔ ستاروں کی چال بتاتے ہیں۔"

"اچھا جوتشی ہیں وہ۔"

[illegible]

اس کی صورت دیکھ رہی تھی۔ شکل و صورت سے تو وہ کوئی راجکماری ہی معلوم ہو رہی تھی۔ لیکن بعض اوقات بھگوان بھی حسن کی تقسیم میں کوئی خیال نہیں رکھتے۔

"تم کہاں ٹھہری ہو چمپا کلی؟"

"وہاں۔ پہاڑی کے اس پار۔"

"اتنی دور سے پانی بھرنے آئی ہو تم؟"

"ہاں۔" بچی نے گردن جھکائے جھکائے جواب دیا۔ ابھی تک اس نے ایک بار بھی گردن نہیں اٹھائی تھی۔

"ڈر تو نہیں لگتا تمہیں؟"

"نہیں۔" اس نے گردن ہلا دی۔

"تمہارے پتا جی کہاں ہیں؟"

"وہاں میلے میں کام کرنے گئے ہیں۔"

"تم اپنے ڈیرے پر اکیلی تھیں؟"

"ہاں۔"

"آؤ کچھ دیر میرے پاس بیٹھو۔ اور ہاں گردن تو اٹھاؤ۔ مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" رانی نے کہا۔ اور بچی نے گردن اٹھائی۔ رانی نے اس کی حسین آنکھوں میں دیکھا اور [illegible] گئی۔

"یہ آنکھیں یہ آنکھیں تو دیکھی بھالی ہیں۔ ہاں یہ آنکھیں۔ خاموش پراسرار آنکھیں۔ کچھ کہتی ہوئی۔" نہ جانے کیا۔ رانی ان آنکھوں کے سحر میں گرفتار ہو گئی۔ دیکھتی رہ گئی انہیں۔ یہ آنکھیں اس کے حواس پر مسلط ہو گئی تھیں۔ تب بچی کی آواز ابھری۔

"تم ... درشنی تم۔ تم۔" اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔ رانی نے زور سے گردن جھٹکی۔ اس نے ان آنکھوں کے سحر سے نکلنے کی کوشش کی۔ اس کا سر چکرا کر رہ گیا تھا۔ لیکن لڑکی بدستور اسے دیکھ رہی تھی۔ رانی پریشان ہو گئی۔ لڑکی کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ یہ مسکراہٹ اتنی دلکش تھی کہ اسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے لیکن وہ اتنی معنی خیز تھی کہ رانی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"تم نے کچھ کہا مجھ سے؟" وہ بولی۔

"پورو کی کہانی پھر سے زندہ ہو گئی ہے۔"

"کون پورو؟"

"وہی جس کی لاش ہم نے بھرت تواس میں دفن کی تھی۔"

"اپنا [illegible] ابھی [illegible] ہے۔"

[illegible]

"تمہارے ذہن پر آج بھی گرد جمی ہوئی ہے۔ بچپنے سے ہی تمہاری یہی کیفیت تھی درشنی۔ مگر تم اس سے کندھاری تھیں۔"

"کندھاری؟" رانی حیرت سے بولیں۔

"ہاں۔ دیو دھن کی ماں۔ وہ دھرت راشٹر کی پتنی۔ اور سند راج دیو دھن ہی تو تھا۔ میری بیٹی کوئی کدرست ہوئی۔ ہا ہا" وہ ہنس پڑی۔

"تم پاگل معلوم ہوتی ہو لڑکی۔ نہ جانے کیسی باتیں کر رہی ہو۔" رانی نے کہا اور لڑکی نے اس پر سے نگاہیں ہٹا لیں۔

"ابھی سمجھ نہیں آ رہا۔ لیکن میں پھر آؤں گی آج ہی رات کو۔" اس نے کہا اور تیزی سے نکل کر واپس چلی گئی۔ شردھا تعجب سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں ایک بات بھی نہیں آئی تھی لیکن لڑکی کے منہ سے نکلا ایک ایک لفظ اس کے دماغ پر ہتھوڑے برسا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں۔ وہ حسین اور پراسرار آنکھیں اس نے کہاں دیکھی ہیں۔ یہ آنکھیں اس کے ذہن کو کیوں متزلزل کر رہی تھیں۔ کون ہے وہ۔ کون ہے وہ؟

رانی شردھا کوشش کے باوجود لڑکی کو نہیں روک سکی تھی۔ ہاں جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو رانی کے حواس واپس آگئے۔ وہ شدید پریشان ہو گئی۔ پھر اس نے چوبدار کو آواز دی اور چوبدار حاضر ہو گیا۔

"حکم مہارانی جی۔"

"کرن سنگھ کو بلاؤ۔" شردھا نے کہا۔ اور چوبدار باہر نکل گیا۔ کرن سنگھ خیمے کا نگران تھا۔ اس نے اندر آ کر دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

"کرن سنگھ؟"

"جی رانی جی۔"

"وہ پہاڑ دیکھ رہے ہو۔ وہ جو سامنے والے پہاڑ ہیں؟"

"جی رانی جی۔"

"دو چار جوانوں کو لے کر اس طرف چلے جاؤ۔ پہاڑوں کے پیچھے بھی میلے میں آنے والوں نے خیمے لگا رکھے ہیں۔ ان میں ایک خیمہ پنڈت رام نرائن کا ہے۔ وہاں جاؤ اور اس خیمے میں جو لڑکی ہے اسے لے آؤ۔"

"اسے گرفتار کر لاؤں رانی جی؟"

"اوہ۔ نہیں۔ مگر پنڈت رام نرائن ہوں تو انہیں تم میرا سندیس دینا کہ میں نے انہیں بلایا ہے۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ آجائیں اور اگر صرف لڑکی ہو تو اسے ہی بلا لانا۔ جاؤ۔ وہ بھی یہاں سے گئی ہے۔"

"جو آگیا دیوی جی۔" کرن سنگھ نے کہا۔ اور جھک کر الٹے قدموں لوٹ کر چلا گیا۔ رانی شردھا حیران پریشان تھی۔ کون ہے۔ معصوم لڑکی نے جو باتیں کی تھیں ان میں سے ایک بات بھی جو سمجھ میں آئی ہو۔ کیا کہہ رہی تھی وہ۔ اور سب سے عجیب تر اس کی آنکھیں۔

"یہ آنکھیں میرے دماغ میں کہاں چھپی ہوئی ہیں۔"

کافی دیر گزر گئی۔ لیکن کرن سنگھ واپس نہیں آیا تھا۔ ہاں تھوڑی دیر کے بعد ملک چندر واپس آ گیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ رانی شردھا اسے دیکھ کر اپنی کوفت بھول گئی۔

"ہو آئے بیٹے؟"

"ہاں ماتا جی۔ بڑے کھیل تماشے ہیں وہاں تو۔ تلوار بازی ہو رہی تھی۔ میرا دل چاہ رہا تھا میں بھی حصہ لوں۔"

"نہیں بیٹے۔ اول تو تم راجکمار ہو۔ راجہ یا راجکمار صرف گھمسان کے رن میں تلواریں نکالتے ہیں۔ وہ ایسے مقابلوں میں حصہ نہیں لیتے۔ دوسرے تم ابھی چھوٹے ہو۔"

"بس مجھے پتہ تھا کہ آپ یہ پسند نہ کریں گی اسی لئے میں نے حصہ نہیں لیا۔"

"بہت اچھا کیا تم نے۔ اب آرام کرو۔"

"نیند تو نہیں آ رہی ماتا جی۔ پر ٹھیک ہے۔ جو آگیا۔" ملک چندر نے کہا اور لباس تبدیل کر کے اپنے بستر پر چلا گیا۔ رانی اب بھی الجھی ہوئی تھی۔ اس کے ذہن میں بار بار وہ آنکھیں ابھر آتی تھیں۔

پھر کرن سنگھ واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ نہ تو لڑکی تھی اور نہ کوئی اور۔ رانی نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"آپ نے انہی پہاڑوں کے لئے کہا تھا نا رانی جی؟" اس نے پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں کیوں؟"

"ادھر تو جنگل ہی جنگل ہے۔ ایک بھی منش اس طرف نہیں ہے۔"

"نہیں ہے؟" رانی حیرت سے بولی۔

"جی رانی جی۔"

"لیکن لڑکی نے تو اسی طرف اشارہ کیا تھا۔" وہ بولی۔

"میرے ساتھ دوسرے بھی تھے آپ ان سے پوچھ لیں۔" کرن سنگھ نے کہا۔

"نہیں۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو گے۔ جاؤ آرام کرو۔" رانی نے

کہا اور کرن سنگھ باہر نکل گیا۔ رانی بے کل تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اور جب اس کا ذہن بری طرح تھک گیا تو وہ آرام کرنے لیٹ گئی۔

تب آنکھوں میں پھر وہی صورت ابھر آئی۔ چپالی۔ چپالی۔ یہ نام کوئی حیثیت ضرور رکھتا ہے۔ اس نام سے ذہن میں کچھ خواب سے ابھرتے ہیں۔ کیوں آخر کیوں؟

دفعتاً وہ چونک پڑی کسی نے اس کے پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر ہلایا تھا۔ یہ کون ہو سکتا ہے۔ اس نے حیرت سے سوچا۔ اور آنکھیں کھول دیں۔ وہ اس کی پائنتی کھڑی تھی۔ اور جیسے چندرما اتر آیا تھا۔ ہاں وہ چپالی ہی تھی۔

رانی شردھا حیرت سے اچھل پڑی۔ دوسرے لمحے وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"تم ــــ" اس نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا اور لڑکی کے ہونٹوں پر بڑی دلکش سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے سفید دانت تاریکی میں چمکنے لگے تھے۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا میں پھر آؤں گی۔"

"لیکن لیکن ــ اس وقت تو کافی رات ہو گئی ہے تم یہاں کیسے آئیں۔ کیا تم نے پہاڑوں سے یہاں تک کا راستہ طے کیا ہے۔" رانی شردھا نے کہا اور پھر خود ہی اپنے سوال پر چونک پڑی۔ لڑکی کے جواب دینے سے قبل ہی وہ بول پڑی۔ "لیکن تم نے مجھ سے جھوٹ بھی تو بولا تھا۔"

"جھوٹ۔" لڑکی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں جھوٹ۔ تم نے کہا تھا تمہارا خیمہ پہاڑوں کے پیچھے ہے اور تم وہاں اپنے بابا کے ساتھ رہتی ہو۔"

"ہاں میں نے کہا تھا۔"

"لیکن وہاں تو کوئی خیمہ نہیں ہے۔ میلے میں شریک ہونے والوں میں سے کسی نے بھی اس طرف قیام نہیں کیا ہے۔"

"ہوں۔ تمہیں کیسے معلوم؟" چپالی نے پوچھا۔

"میں ــ میں نے تمہاری تلاش میں آدمی وہاں بھیجے تھے۔" رانی شردھا نے جواب دیا۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ تمہیں ان باتوں سے کیا لینا ہے۔ آؤ میں تمہیں اپنا ڈیرہ دکھاؤں۔" لڑکی نے کہا۔ اس کی سحر طراز آنکھیں پھر رانی شردھا کے دل میں ہلچل مچا رہی تھیں۔ ابھی تک اسے یاد نہیں آ پایا تھا کہ یہ آنکھیں اس نے کہاں دیکھی تھیں۔ اور وہ ان آنکھوں سے کیوں متاثر ہوتی ہے۔ لیکن بہرصورت وہ لڑکی کا راز جاننے کے لئے کچھ اس طرح متجسس ہو گئی تھی کہ اسے خود پر اختیار نہ رہا تھا۔ وہ لڑکی کے کہنے پر بستر پر سے نیچے اتر آئی۔

"کہاں چلو گی؟"

"میرے ساتھ چلو مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں رانی کندھاری۔" لڑکی بولی۔

"تم نے مجھے پھر رانی کندھاری کہہ کر مخاطب کیا۔"

"ہاں اس لئے کہ تم کندھاری ہو۔ اور اس سے پہلے تم درشنی تھیں۔" لڑکی نے کہا۔ رانی شردھا اس کی پراعتماد آواز پر حیران رہ گئی تھی۔ لڑکی نے خیمے سے باہر قدم بڑھا دیئے تھے۔ رانی شردھا بھی اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتی چلی گئی۔ باہر دروازے پر موجود پہرے دار مستعد موجود تھے لیکن انہوں نے ان کی جانب نہیں دیکھا۔ اور خاموشی سے بیٹھے رہے۔ رانی شردھا کو حیرت ہوئی تھی کہ پہرے داروں نے اس کے قدموں کی چاپ کیوں نہیں سنی۔ لیکن بہرصورت وہ کوئی خاص بات محسوس نہیں کر سکی تھی۔ البتہ اس نے یہ سوچا تھا کہ کل پہرے داروں کو ضرور سرزنش کرے گی۔ ٹھیک ہے یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن وہ جس کام پر مستعد ہیں انہیں اس کام کو تو صحیح انجام دینا چاہئے۔ وہ لڑکی کے ساتھ وہاں سے آگے آئی اور ایک سمت چل پڑی۔ لڑکی کا رخ پہاڑوں کی جانب ہی تھا۔ چند ساعت کے بعد رانی شردھا خیالوں سے چونکی۔ وہ اس سحر طراز حسینہ کو دیکھ رہی تھی۔ لڑکی بہت ہی زیادہ تند تھی اور پراعتماد بھی۔ تب رانی شردھا نے کہا۔

"تم بڑی عجیب لڑکی ہو مجھے تمہارے تصور پر حیرت ہوتی ہے۔ پہاڑوں کے پیچھے میرے آدمیوں کا کہنا ہے کہ کوئی آبادی نہیں ہے لیکن تم وہیں جا رہی ہو۔ اس لئے تمہاری بے باکی اور نڈر پن سے کچھ حیرت ہوتی ہے۔"

"چلی آؤ رانی۔" لڑکی نے اس کی باتوں کا جواب دیئے بغیر کہا اور رانی شردھا خاموش ہو گئی۔ وہ متجسس تھی۔ جاننا چاہتی تھی کہ یہ لڑکی کون ہے۔ اور اسے پہاڑوں کی جانب کیوں لے جا رہی ہے۔ بہرصورت خاصا طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ پہاڑی ٹیلوں کے نزدیک پہنچ گئی۔ لڑکی پہاڑی ٹیلوں کے درمیان ایک چھوٹی سی دراڑ کی جانب بڑھ گئی تھی۔ دراڑ کے نزدیک پہنچ کر وہ بولی۔

"اس دراڑ سے گزر کر ہم دوسری طرف با آسانی پہنچ سکتے ہیں ورنہ وہاں تک جانے کے لئے ہمیں بہت سی گھاٹیاں اور جھاڑیاں عبور کرنا پڑتیں۔"

"تمہیں تو یہاں کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں" وہ بدستور مسکراتی ہوئی بولی اور دراڑ میں داخل ہو گئی۔

پتلی سی دراڑ تھی جس میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ رانی شردھا کو خدشہ تھا کہ یہاں کوئی ایسا ویسا جانور نہ ہو جو اس کی زندگی کو نقصان پہنچا دے اور خواہ مخواہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔ لیکن لڑکی نے شاید اس کی کیفیت بھانپ لی اور بولی

"رانی شردھا آؤ۔ ڈر رہی ہو تو میرا ہاتھ پکڑ لو" لڑکی نے کہا اور رانی شردھا کی طرف اپنا خوبصورت سا چھوٹا سا نرم و نازک سا ہاتھ بڑھا دیا۔ رانی شردھا نے اس کا ننھا سا ہاتھ تھام لیا تھا۔ پھر وہ بولی۔

"جس قدر تم پر اعتماد تم ہو، یہ بات میرے لئے حیرانی کا باعث ہے" لڑکی نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ دراڑ کے دوسری جانب پہنچ گئیں۔ یہاں بھی کچھ نہیں تھا۔ رانی شردھا نے کسی قدر خوفزدہ انداز میں کہا۔

"یہاں تو کوئی جیمہ نہیں ہے بلکہ تاریک جنگل پھیلا ہوا ہے۔ اس کا مقصد ہے میرے آدمیوں کا کہنا درست تھا۔"

"رانی شردھا بچی میں ہوں لیکن بچوں کی سی باتیں تم کر رہی ہو۔ اس طرف آؤ" چمپاکلی بولی اور شردھا نے اس کے اشارے کی جانب دیکھا۔ ایک پہاڑی چٹان ہی تھی جس میں ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آ رہا تھا۔ سوراخ اتنا بڑا ضرور تھا کہ اس میں سے ایک آدمی بیٹھ کر اندر داخل ہو سکے۔ چمپاکلی اسے لئے ہوئے سوراخ کے نزدیک پہنچ گئی۔ اور رانی شردھا نے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

"یہاں تو بالکل تاریکی ہے"

"اندر چلو رانی شردھا" وہ بولی۔

"اوہ۔ نہیں لڑکی۔ تم بچکانہ گفتگو کر رہی ہو۔ بھلا یہ بھی کوئی رہنے کی جگہ ہے۔ میں اس تاریک غار میں داخل نہیں ہوں گی"

"تب تم چمپاکلی کی حیثیت سے کبھی واقف نہ ہو سکو گی"

"مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے تم وہ نہ ہو جو نظر آتی ہو۔ میں واپس جا رہی ہوں۔ میں واپس جاؤں گی" رانی شردھا نے خوفناک انداز میں کہا۔

"میں تمہیں واپس جانے سے نہ روکوں گی کندھاری۔ حالانکہ تم نے میرے ساتھ بہتر سلوک نہ کیا تھا لیکن کیا کروں۔ میرا تمہارا جنم جنم کا رشتہ ہے اور جو بھاگ کہتے ہیں وہی ہوتا ہے ہم اس کے خلاف تو کچھ نہیں کر سکتے"

"کیا کہہ رہی ہو چمپاکلی"

"اندر چلو رانی جی۔ ورنہ بہت بڑا نقصان اٹھاؤ گی۔ چلو بھی" چمپاکلی بولی اور رانی شردھا ایک لمحے کے لئے ہچکچائی پھر اندر داخل ہو گئی۔ غار کا دہانہ تنگ تھا لیکن اندر سے کافی کشادہ تھا۔

شردھا کے پیچھے ہی چمپاکلی بھی اندر داخل ہو گئی تھی اور پھر اس نے غار کی دیوار پر کوئی چیز تلاش کر لی۔ نہ جانے کہاں سے اس نے ایک مشعل نکال لی تھی۔ مشعل روشن کرنے سے اس سرنگ کی دیواریں نظر آنے لگی تھیں۔ چمپاکلی مشعل لئے آگے بڑھنے لگی۔ رانی شردھا اس کے ساتھ تھی۔

طویل سفر طے کرنے کے بعد رانی شردھا ایک ایسی جگہ نکل آئی جو کھلی ہوئی تھی۔ آسمان پر چاند نکلا ہوا تھا۔ اور چاندنی ایک طویل ترین شہر کے کھنڈرات نمایاں کر رہی تھی۔ تباہ شدہ خاموش اور ویران شہر جسے دیکھ کر دل پر ہیبت طاری ہوتی تھی۔

"یہ کورکھیت ہے۔ پہچانتی ہو؟" چمپاکلی نے کہا۔

"کورکھیت۔"؟

"ہاں کورکھیت۔"

"لیکن کورکھیت تو آباد ہے۔ یہ کونسا کورکھیت ہے"

"پرانا کورکھیت جو اس نئے کورکھیت کے نیچے دفن ہے"

"اوہ۔" کندھاری کے بدن میں جھرجھری پیدا ہو گئی۔ اسے ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔

"آؤ" لڑکی نے اشارہ کیا اور اسے لئے ہوئے ایک کھنڈر کے پاس پہنچ گئی۔ اور پھر اس نے مشعل ایک چٹان کے رخنے میں نصب کر دی "یہ بھرت نواس ہے رانی کندھاری"

"تم بار بار مجھے کندھاری کہہ رہی ہو۔ میں شردھا ہوں"

"چلو ٹھیک ہے میں تمہارا دل نہیں توڑوں گی" وہ مسکرانے لگی "تو رانی شردھا یہ بھرت نواس ہے۔ یہ نام سنا ہے پہلے"

"کہیں سنا ہے"

"یہ دیکھو۔ یہ کیا ہے" چمپاکلی نے ایک رخنے میں ہاتھ ڈالا اور ایک بڑا سا دیا نکال لیا جو جل رہا تھا۔ رانی شردھا کو دیئے کی روشنی عجیب سی لگی۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔

"کچھ یاد آیا رانی"

"نہیں" بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا۔

"تمہاری آنکھیں بند ہیں۔ پرماتما ہی جانتے ہیں یہ آنکھیں کب کھلیں گی۔ مجھے اسی سمے کا انتظار ہے۔ اس دیئے کو دیکھو شردھا آخر یہ کب تک روشن رہے گا"

رانی شردھا نے دیئے میں جھانکا اور ایک ہلکی سی آواز

اس کے حلق سے نکل گئی۔ دیئے میں تیل کی جگہ خون بھرا ہوا تھا اور ایک انسانی انگلی خون میں ڈوبی ہوئی تھی۔ چراغ کی بتی کی جگہ یہی انسانی انگلی جل رہی تھی اور روشنی دے رہی تھی۔

"یہ۔ یہ کیا ہے"؟

"یہی تو میرا مان ہے۔ یہی تو میرا اہنکار ہے رانی جی۔ پر افسوس کسی جنم میں میرا کوئی متر نہیں ہے۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو میری دوستی پر آمادہ ہو۔ جبکہ میرے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے"

"کیا تم اپنے پہلے جنم کی بات کر رہی ہو"؟ رانی شردھا نے پوچھا۔

"ہاں۔ پہلے جنم کی بات ہی سمجھ لو"

"اس جنم میں تم کون تھیں"

"چمپاکلی"

"تمہیں اپنے پچھلے جنم کی باتیں یاد ہیں" رانی نے پوچھا اور لڑکی خاموش ہو گئی۔ اس کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں۔ اس نے چراغ واپس اس کی جگہ رکھ دیا اور ایک گہری سانس لے کر کھڑی ہو گئی۔

"بڑی پابندیاں ہیں مجھ پر رانی جی۔ بڑی پابندیاں ہیں۔ بس ان پابندیوں کو توڑ نہیں سکتی"

"مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں" شردھا نے پوچھا

"مدد"

"ہاں"

"مدد نہیں رانی۔ تم تو میرے جنم جنم کی مانگ پوری کر سکتی ہو۔ تم تو میری آتما کو وہ شانتی دے سکتی ہو جو سنسار میں کوئی اور نہیں دے سکتا۔ مگر افسوس جنم جنمان کا یہ چکر بڑا عجیب ہے وہ سب ایک ہی دور میں ہوتے ہیں جو دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی"

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی لڑکی"

"بھگوان کرتا۔ آ جاتی"

"تم خود مجھے کیوں نہیں بتاتیں"

"میری زبان بند ہے رانی"

"مگر تم بول تو رہی ہو"؟

"ہاں۔ بول میں رہی ہوں سمجھنا تمہیں ہے۔ اور جب تم سمجھ جاؤ گی تو میرا کلیان ہو جائے گا"!

"نہ جانے کیا کہہ رہی ہو تم"

"وہی جو سمے کہہ رہا ہے"

"آؤ واپس چلیں"

"چلو" لڑکی نے کہا۔ اور پھر رانی شردھا اس کے ساتھ واپس چل پڑی۔

دونوں اس گپھا سے نکل آئیں۔ رانی شردھا کے ذہن میں ان واقعات سے ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ پہاڑی دراڑ سے باہر نکلتے ہوئے بھی اس نے لڑکی سے اور کوئی بات نہیں کی تھی۔

چمپاکلی اس کے ساتھ اس کے ڈیرے کی طرف جا رہی تھی۔ اور پھر خاموشی کا یہ طلسم چمپاکلی نے ہی توڑا۔

"کیا سوچنے لگیں رانی جی"

"ایں۔ کچھ نہیں" رانی چونک پڑی۔

"میں جانتی ہوں میرے ہی بارے میں سوچ رہی ہو گی"

"تم نے مجھے حیران کر دیا ہے چمپاکلی"

"پریشان تو نہیں ہو شردھا رانی"

"پریشان بھی ہوں"

"وہ کیوں"؟

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ تم کون ہو۔ اتنی چھوٹی سی عمر میں یہ ساری باتیں تمہیں کیسے معلوم ہو گئیں۔ اگر تم پچھلے جنم کی باتیں کرتی ہو تو۔ تو تمہیں پچھلے جنم کی باتیں کہاں سے یاد رہ گئیں"

"جنم جنمان کی بات کرو رانی شردھا۔ ایک جنم اس بچی کو کہاں سمجھاتا ہے جو میرے بدن میں سلگ رہی ہے۔ یہ تو صدیوں کی آگ ہے۔ یہ آگ تو ہزاروں برس میں پل کر جوان ہوئی ہے۔ ایک جنم سے دلوں میں یہ سوز کہاں رہتا ہے۔"

"مگر آخر تم کون ہو"؟

"کاش میں بتا سکتی" وہ سسک کر بولی۔

"اتنی ساری باتیں بتا دیں صرف اسی بات میں مشکل ہے"

"ہاں رانی جی یہی مشکل ہے۔ لیکن ایک بات سمجھ لو۔ میں تمہاری دوست ہوں۔ حالانکہ تم نے جو کچھ کیا ہے وہ۔ وہ بہت کچھ ہے لیکن تم بھی تو مجبور تھیں۔ سمے خود کو دہرا رہا ہے تم سمے کے ہاتھوں کھیل رہی ہو"

"کیسا سمے"؟

"وہ۔ جو پھر آ چکا ہے۔ وہ تمہارا ڈیرہ قریب آ رہا ہے" رانی جی میری ایک بات اور سن لو"

"ہوں۔ کہو"

"تمہیں راجکمار سے بہت پریم ہے نا"؟

"ملک چند سے"

"ہاں۔"

"کیوں نہیں میں اس کی ماتا ہوں۔ سارے سنسار میں مجھ سے زیادہ چاہنے والا اور کون ہوگا؟"

"سے رانی جی نہ ہے" چمپا کلی کرب سے بولی۔ لیکن پھر وہ ایک دم سنبھل گئی۔

"سنو رانی شردھا۔ راجکمار کے جیون کو خطرہ ہے۔"

"کیا ...؟" رانی اچھل پڑی۔ وہ لرز گئی تھی۔

"ہاں۔ اس کی رکھشا کی ضرورت ہے۔"

"لیکن کس سے خطرہ ہے؟" رانی نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"راجہ کیدوراج سچے من سے میلے میں نہیں آیا ہے۔ وہ پاپی اپنے من میں ایک خاص بھاؤ تاؤ لے کر آیا ہے۔"

"راجہ کیدوراج؟"

"ہاں۔ اس کے ساتھ بہت سے سوار ہیں۔ اس کا ارادہ ہے کہ موقع پاتے ہی راجکمار تلک چند کو لے اڑے۔ وہ تلک چند کو یہاں سے اٹھا لے جانے کی گھات میں ہے۔"

"مگر کیوں؟" اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"کوئی جیتی چال ہوگی۔ وہ مہاراج جے چند سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کا مقصد کچھ اور ہے۔ راجکمار کو اٹھا کر لے جانے کے بعد وہ راجہ جے چند کو مجبور کرے گا کہ وہ اس کی ساری باتیں مان لیں۔"

"لیکن۔ تجھے یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا چمپا کلی؟"

"میرے پتا رام نرائن ستاروں کی چال بتاتے ہیں نا مجھے سب معلوم ہے۔" چمپا کلی نے جواب دیا۔

"مگر۔ مگر۔ اوہ چمپا کلی کیا قہر کہہ رہی ہے۔"

"ہاں۔ میں نے کہا نا کہ میں تمہاری دوست ہوں رانی شردھا۔ میں تمہارے سمے پڑنے پر کام آؤں گی۔ لیکن۔"

"لیکن کیا ...؟" رانی بولی۔

"تم صرف میرا ایک کام کر دینا۔ بولو۔ اس پاپی گھنشیاما کے جال میں پھنس جاؤ گی۔ اور..."

"کون گھنشیاما...؟"

"وہ پاپی اس بار بھی آئے گا۔ ضرور آ چکا ہوگا اور وہ مجھے کامیاب نہ ہونے دیگا۔" چمپا کلی سسک کر بولی۔

"بول۔ مجھ سے تیرا کیا کام ہے؟"

"ابھی نہیں بتاؤں گی۔ ابھی نہیں بتاؤں گی رانی جی لیکن مجھے وچن دو کہ میرا ایک کام کرو گی۔"

"ہاں۔ ہاں میں وچن دیتی ہوں۔ تم جو کہو گی میں کروں گی۔"

"اپنے وچن کا پالن کرنا مہارانی۔"

"میں جھوٹ نہیں بولتی۔"

"بس مہارانی۔ جاؤ اب۔ راجکمار کی رکھشا کا بندوبست کرو۔ میں پھر آؤں گی۔ جب بھی تمہیں میری ضرورت پڑی میں آؤں گی۔ پھر ایک دن تم سے تمہارے وچن کو پورا کرانے بھی میں آؤں گی۔"

"اچھا چمپا کلی۔ ٹھیک ہے۔ میں چلتی ہوں۔" شردھا نے کہا اور چمپا کلی نے گردن ہلا دی۔ وہ اسی جگہ کھڑی رانی کو دیکھتی رہی۔ اور رانی واپس اپنے ڈیرے پر آ گئی۔

راجکمار آرام کی نیند سو رہا تھا۔ رانی شردھا اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ اس کے من میں ہول اٹھ رہے تھے۔ چمپا کلی نے جو بات کہی تھی وہ ان باتوں میں سب سے بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ پھر اس کے ساتھ گزرا ہوا سارا وقت ہی عجیب تھا۔

رانی شردھا ان عجیب و غریب واقعات سے اس قدر بوجھل ہو گئی تھی کہ ساری رات اسے نیند نہ آئی۔ رات کو اس نے اپنے پہریداروں کو جمع کر کے واپسی کا اعلان نہیں کیا تھا۔ اگر وہ اعلان کر دیتی تو وہ لوگ اس کی پریشانی سے واقف ہو جاتے اور وہ کسی کو اپنا راز بتانا نہیں چاہتی تھی۔ البتہ صبح ہوتے ہی اس نے کہا کہ وہ واپس محل میں جائے گی۔ اس کے اعلان کے ساتھ ہی سپاہی اس کے حکم کی تعمیل کرنے میں مصروف ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ محل واپس پہنچ گئی۔

میلے کے دنوں میں راجہ جے چند مصروف رہتا تھا۔ خاص طور سے اس لئے کہ دوسرے راجہ اور ریاستوں کے والی وہاں آتے تھے۔ ان سے تبادلہ خیال بھی رہتا تھا اور پھر میلے کے انتظامات وہ خود اپنی نگاہوں کے سامنے کراتا تھا۔ البتہ جب اسے رانی شردھا کی واپسی کا پتہ چلا تو وہ اس کے پاس پہنچ گیا۔

رانی شردھا نے اسے دیکھا اور ایک پریشان سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"آپ آ گئے مہاراج، بڑا اچھا ہوا میں خود ہی آپ کو سندیسہ بھیجنے والی تھی۔"

"کیوں خیریت، میلے سے واپس کیسے آ گئیں۔ کیا وہاں دل نہیں لگا؟"

"دل تو لگ گیا تھا مہاراج۔ لیکن کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ مجھے واپس آنا پڑا۔"

"کیا مطلب۔ وہ کیسے واقعات؟" راجہ جے چند نے پوچھا۔

"میں آپ کو کچھ بتانا چاہتی ہوں مہاراج۔"

"بتاؤ کیا بات ہے؟"

"بیٹھ جائیے مہاراج۔" رانی شردھا نے کہا اور جے چند بیٹھ گیا۔ رانی شردھا کے چہرے پر پھیلے ہوئے فکر و تردد کے واقعات نے اسے بھی متردد کر دیا تھا۔ وہ پریشان نگاہوں سے رانی کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

"کیا بات ہے شردھا، جو کچھ بھی تمہارے ساتھ بیتا ہے مجھے اس کے بارے میں جلدی بتاؤ۔ تمہاری اس پریشانی سے میں بھی پریشان ہو کر رہ گیا ہوں۔"

"میں نے ایسی ہی بات سنی ہے مہاراج، لیکن آپ وعدہ کریں کہ مجھ سے تفصیل نہیں پوچھیں گے۔"

"جلدی بتاؤ بھئی، تم نے تو نجانے کیسی باتیں شروع کر دی ہیں۔" راجہ جے چند بولا۔

"مہاراج یہ بتائیے کہ آپ کی راجہ کیدوراج سے کوئی دشمنی ہے۔"

"کیدوراج سے۔" جے چند چونک پڑا۔ پھر وہ عجیب سی نگاہوں سے رانی شردھا کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "ہاں ہے۔ لیکن تم یہ سوال کیوں کر رہی ہو؟"

"کیا دشمنی ہے اس سے آپ کی؟"

"بس رانی یہ راج نیتی کے معاملات ہیں۔ میں کبھی تمہیں اس سلسلے میں پریشان نہیں کرتا۔ اب اگر تم یہ سوال کر رہی ہو تو میں تمہیں جواب دے رہا ہوں۔ کیدوراج مجھ سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔ تھوڑے دن پہلے اس نے ہمیں اس کی دھمکی دی تھی۔ وہ چاہتا ہے میں اسے خراج ادا کروں، اور اگر میں خراج اسے نہیں دوں گا تو وہ مجھ سے جنگ کرے گا۔ تمہیں نہیں معلوم رانی ہماری کیا کیفیت ہے۔"

"مگر راجہ کیدوراج تو میلے میں آیا ہے۔"

"ہاں وہ آیا ہے۔ لیکن کیسے دل سے آیا ہے یہ میں نہیں بتا سکتا۔ میرے تمام ساتھی حیران ہیں خود دیوان گیان چند بھی پریشان ہے کہ راجہ کیدوراج دل سے کدورت کیسے نکال سکا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے رانی۔ لیکن بہرصورت وہ آیا ہے اور میں اس کی مہمانداری بھی کر رہا ہوں۔"

"وہ سچے من سے نہیں آیا مہاراج۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ایک چال چلنے آیا ہے۔"

"کیسی چال؟"

"ہاں مہاراج اس کی چال یہ ہے کہ وہ ہمارے بیٹے اور تخت کے وارث کو یہاں سے اٹھا لے جانا چاہتا ہے۔ اور اسے قید میں رکھ کر آپ سے من مانی کروانا چاہتا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو رانی۔" راجہ جے چند اچھل پڑا۔

"ہاں مہاراج میں سچ کہہ رہی ہوں۔ اس کا بندوبست کریں ورنہ ہم بہت بڑی مصیبت کا شکار ہو جائیں گے۔"

"مگر یہ سب باتیں تمہیں کیسے معلوم شردھا؟"

"میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ اس بارے میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

"اگر مجھے کچھ نہیں بتاؤ گی رانی تو پھر کیسے بتاؤ گی۔ بڑی عجیب بات کہی ہے تم نے اور میں اس بات کو نظر انداز بھی نہیں کر سکتا۔ تمہیں یہ اطلاع کہاں سے ملی، مجھے بتاؤ۔ بھگوان کی سوگند رانی مجھے بتاؤ۔"

"نہیں مہاراج ابھی نہیں بتاؤں گی۔"

"پھر کب بتاؤ گی؟" راجہ جے چند نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"سمے آنے دیں۔ آپ کو سب بتا دوں گی۔"

"اوہ اچھا ٹھیک ہے۔ مگر یہ کیسے پتہ چلے کہ راجہ کیدوراج یہی سب کچھ کرنے آیا ہے جو تم کہہ رہی ہو۔"

"یہ آپ سوچ سکتے ہیں مہاراج۔"

"ہوں۔" راجہ جے چند نے کہا اور پھر گردن ہلانے لگا۔ "ٹھیک ہے اس کا بندوبست ہو جائے گا۔ تم چنتا مت کرو۔" راجہ جے چند نے پرخیال لہجے میں کہا۔

"میرے لئے کیا آگیا ہے مہاراج؟"

"کچھ نہیں۔ تم آرام سے محل میں رہو۔ بلکہ ہاں یوں کرو کہ راجکمار تلک چند کو لے کر یہاں سے کالی لواس روانہ ہو جاؤ۔"

"کالی لواس؟"

"ہاں۔ وہ محفوظ جگہ ہے۔ اب جب یہ بات میرے علم میں آ چکی ہے تو میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ کالی لواس محفوظ جگہ ہے۔"

"تو میں کب چلی جاؤں؟"

"آج ہی نہایت خاموشی سے۔ گیان چند اس کا بھی بندوبست کر دے گا۔ ہاں راجکمار کو تو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے بتانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ بہتر ہے جوش میں نہ آ جائے۔ ہمیں عقل سے کام لینا ہوگا۔"

"جو آگیا مہاراج۔" رانی نے کہا اور جے چند اسے تسلی دے کر چلا آیا۔ لیکن اب اس کے لئے پریشانی کا دور شروع ہو گیا تھا۔

اس نے پہلے گیان چند کو بلایا۔ اسے رانی کا حوالہ دیئے بغیر اس سازش سے آگاہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "یہ بات ہمیں بے معتبر ذرائع سے ملی ہے۔ لیکن ہمیں اس کا بندوبست کرنا ہوگا۔"

"کیدو راج کو یہاں سے واپس ہی نہ جانے دیا جائے۔" گیان چند جوش سے بولا۔

"نہیں گیان چند۔ یہ اصول کے خلاف بات ہوگی لیکن ہم اسے ضرور آزمائیں گے۔"

"وہ کیسے مہاراج؟"

"رانی شردھا کا خیمہ اسی جگہ لگے گا جہاں لگا ہوا تھا۔ لیکن وہاں نہ رانی ہوگی نہ داسیاں بلکہ دوسرے لوگ ان کی جگہ ہوں گے اور مشہور یہی کیا جائے گا کہ رانی وہاں موجود ہے۔"

"اوہ۔ بہتر ہے۔"

"کیدو راج کی کارروائی پر نظر رکھی جائے گی۔ میں اس کے لئے دوسرے بندوبست بھی کر رہا ہوں۔ وہ بھی کیا یاد کرے گا۔" راجہ جے چند نے کہا۔ اور گیان چند گردن ہلانے لگا۔

"تم خاموشی سے رانی کو کانی نواس پہنچا دو اور یہ کام جلدی کرو۔"

"جو آگیا مہاراج۔" گیان چند نے کہا اور راجہ سے اجازت لے کر باہر نکل گیا۔ راجہ جے چند تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے اپنے ایک خاص آدمی کو بلایا اور اس سے کہا۔ "مادھو چند کو بلاؤ۔"

مادھو چند مسکراتا ہوا جے چند کے سامنے آیا تھا۔ وہ ان دنوں بہت خوش تھا اور جے چند کی طرف سے اس کا دل صاف ہو گیا تھا۔ "جے مہاراج کی۔"

"کیا کر رہے ہو مادھو چند؟"

"ساری تیاریاں پوری ہو چکی ہیں مہاراج۔"

"پہلا کام کب کرو گے؟"

"کل رات کو۔"

"تو اسے [illegible] ہے اسے کام [illegible]

"پہلا حملہ تم رادھن راج کے ڈیرے پر کرو گے اور یہ حملہ کیدو راج کے نام پر کیا جائے گا۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ کل رات ہی کر لوں گا یہ کام۔"

"کل رات نہیں تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا۔ لیکن تیاریاں مکمل رکھو۔"

"میری تیاریاں بالکل مکمل ہیں۔ آپ نے جو سوچ مجھے دی ہے میں اس کے لئے مکمل تیاریاں کر چکا ہوں۔" مادھو چند نے کہا۔ اور جے چند نے خوش ہو کر گردن ہلا دی۔ کیدو راج اپنے جال میں پھنس چکا تھا۔

پہاڑی پر دوسرا خیمہ لگ گیا تھا کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ کیا ہوا ہے۔ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہمیشہ کی طرح رانی شردھا اس بار بھی میلے میں خود موجود ہے۔

اور جو بات چمپا کلی نے بتائی تھی وہ غلط نہیں تھی۔ کیدو راج جے چند کا جواب مل جانے کے بعد میں منصوبہ بنا کر آیا تھا۔ وہ خود بھی دلیر نہیں تھا اور کسی بڑی جنگ سے بچنا چاہتا تھا۔ اس کی جو فطرت تھی اس نے اس منصوبے پر خوب غور کیا تھا اور آج رات وہ اس منصوبے پر عمل کرنے کے لئے تیار تھا۔

اس کے آدمیوں نے ساری تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ وہ خیمہ ان کی نگاہ میں تھا جہاں رانی شردھا مقیم تھی۔ راجکمار ملک چند کو بھی اس کے آدمیوں نے دیکھا تھا۔

میلے کی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ ناچ رنگ کی محفلیں جمی ہوئی تھیں۔ آج موسم بہت خوشگوار تھا۔ آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے اور کبھی کبھی بوندا باندی ہونے لگتی تھی۔ کسی بھی وقت یہ بوندا باندی موسلا دھار بارش کی شکل اختیار کر سکتی تھی۔

راجہ کیدو راج نے وقت ہوتے ہی سامان سمیٹ لیا۔ اور اس کے خیمے خالی ہو گئے۔ لیکن ان خیموں میں روشنیاں جوں کی توں رہنے دی گئی تھیں تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔

سپاہیوں کا ایک مسلح جتھہ خاموشی سے اس پہاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا۔ رانی شردھا کے خیمے پر اس وقت صرف چار محافظ تھے جو بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ ان بیچاروں کو کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ وہ تو قربانی کے بکرے تھے۔ دو بکرے اندر موجود تھے۔ یعنی ایک ساٹھ ستر سال کا بڈھا اور ایک عورت۔ ان دونوں کو کچھ نہیں معلوم تھا۔ بس راجہ جے چند کے حکم سے یہاں آ گئے تھے۔

[illegible]

باہر نکل آئے اور پھر خیمے میں گھس گئے۔ رانی شردھا کی جگہ جو عورت تھی اسے زخمی کر دیا گیا اور بڈھے کو بھی پکڑ کر اٹھا لیا گیا۔ پہاڑی راستے میں قتال کر اس طرف چل پڑا جہاں کیدو راج باقی سواروں کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے سپاہیوں کی کامیابی پر خوشی کا نعرہ لگایا اور اسی وقت وہاں سے چل پڑا۔ اپنی دانست میں اس نے میدان مار لیا تھا اور اب یہاں رکنے کی ضرورت نہیں تھی۔

لیکن دوسری طرف جے چند کے آدمی مستعد تھے۔ گیان چند نے فوراً ہی راجہ کو اطلاع دی۔ اور راجہ نے مادھو چند کو۔

چنانچہ آدھی رات کو جب راجہ رادھن راج کے سپاہی شراب کے نشے میں مست تھے۔ سو سواروں نے جن کے چہرے ڈھکے ہوئے تھے رادھن راج کے ڈیرے پر حملہ کیا۔ رادھن راج کے بے شمار لوگ نشے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آدمیوں پر انہوں نے حملہ کیا اور انہیں قتل کر دیا اس کے بعد وہ رادھن راج تک پہنچ گئے۔ رادھن راج بھی نشے میں مست تھا لیکن اتنا نہیں کہ صورتحال کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس کا خزانہ پوری طرح لوٹ لیا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے جو زیورات پہن رکھے تھے لٹیروں نے انہیں بھی اتار لیا تھا۔ غرض یہ کہ اس کا ڈیرہ مکمل طور پر لوٹ لیا گیا۔ لوٹ مار کے دوران کئی بار چند لوگوں نے ایک ایسے نقاب پوش کو جو ان سب کو ہدایت دے رہا تھا کیدو راج مہاراج کہہ کر مخاطب کیا تھا جس پر رادھن راج ششدر رہ گیا۔ راجہ کیدو راج کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتا تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ راجہ کیدو راج اس طرح کی کارروائی بھی کر سکتا ہے۔ بہرصورت لوٹ مار کی، قتل و غارت گری ہوئی اور اس کے بعد سیاہ پوش گھوڑے پہاڑوں میں غائب ہو گئے۔

رادھن راج اپنے آدمیوں کا اور خزانے کے نقصان کا اندازہ لگا رہا تھا لیکن بات یہیں تک محدود نہ رہی۔

رات بھر میں تین بار مختلف ڈیروں پر ڈاکہ ڈالا گیا اور ہر طرف شور ہاہاکار مچ گئی۔ تینوں جگہ کیدو راج کا نام سنا گیا تھا اور تینوں جگہ خوب لوٹ مار اور قتل و غارت گری ہوئی تھی۔ بے شمار قیمتی چیزیں لوٹ لی گئی تھیں جن کی مالیت بہت زیادہ تھی اور پھر اس وقت صبح نہیں ہوئی تھی جب بے شمار لوگ راجہ جے چند کے محل میں پہنچ گئے۔

جے چند اس وقت محل میں تھا اور اپنے کمرہ خاص میں آرام کر رہا تھا۔

شور و غوغا اس قدر زیادہ تھا کہ کسی کو اسے جگانے کی ضرورت نہ پڑی۔ وہ اس طرح باہر آیا جیسے ابھی ابھی جاگا ہو۔ آنے والوں میں خود رادھن راج اور دوسرے دو راجہ جن کے ڈیروں کو لوٹا گیا تھا، تھے۔

تینوں راجہ غصے میں ڈوبے ہوئے تھے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

جے چند نے بڑے حیران کن انداز میں ان کا استقبال کیا اور ان کو بڑی عزت سے اندر لے گیا۔ محل کے ایک کمرے میں بٹھا کر ان کی خوب خاطر مدارت کی۔ جب ان کا غصہ کسی قدر سرد ہوا تو جے چند نے پوچھا۔

"کیا بات ہے مہاراج؟ کوئی خاص بات ہے کیا؟ اتنی صبح آپ سب لوگ؟" اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"جے چند تم ہمیں میلے میں بلا کر ہماری حفاظت کرنے میں ناکام رہے ہو۔" رادھن راج نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا مہاراج، شما چاہتا ہوں اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی ہے۔ پرنت بات کیا ہوئی۔ کسی نے آپ کا اپمان کیا؟ آپ بتائیں تو سہی آپ میرے مہمان ہیں مہاراج اور مہمانوں کو اس لئے نہیں بلایا جاتا کہ ان کی بے عزتی کی جائے۔ آپ کی رکھشا تو میرا فرض ہے مہاراج۔"

"تم نے یہ فرض خوب پورا کیا ہے جے چند۔ تم نے لٹیروں کو اس میلے میں دعوت دی ہے۔"

"لٹیروں کو؟" جے چند تعجب سے بولا۔

"ہاں لٹیروں کو۔"

"مم۔ مگر ہوا کیا ہے مہاراج۔ کچھ ان کے کئے کا پتہ تو سہی" راجہ جے چند عاجزی سے بولا۔

"کیدو راج نے رات کو پورے میلے میں قیامت مچائی ہے۔"

"کیدو راج نے؟" جے چند نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں کمبخت کیدو راج نے۔ اس نے جہنم کے دروازے کھول دیئے تھے ہمارے اوپر۔ اس نے تمام آنے والوں کو لوٹ لیا ہے۔ اس نے ہمارا اپمان کیا ہے۔ حالانکہ اس نے جو کچھ لوٹا ہے وہ اتنی بڑی حیثیت نہیں رکھتا تھا کہ کسی راجہ کو اس کا دکھ ہو۔ لیکن جو کچھ ہوا ہے وہ بہت برا ہوا ہے۔ اس نے ہمیں ننگا کر کے رکھ دیا ہے اور یہ سب تمہاری غفلت کی وجہ سے ہوا ہے۔"

"کون سے کیدو راج کی بات کر رہے ہیں آپ لوگ۔ کیا راجہ کیدو راج کی؟"

"ہاں اسے راجہ کی بجائے لٹیرا کہنا زیادہ مناسب ہے۔"

دو راجہ بیک وقت بولے۔
"اوہ ۔ اوہ ۔ مگر ۔ مگر یہ میرے لئے بڑے تعجب کی بات ہے۔ آپ بیٹھ جائیے تو اس کی پوری تفصیل مجھے بتائیے۔ میں تو پریشان ہو گیا ہوں۔" جے چند نے کہا اور پھر اس نے اپنے ایک آدمی کو حکم دیا تھا۔
"مہا منتری گیان چند کو حاضر کیا جائے۔" آدمی منتری کو بلانے چلے گئے۔ اس دوران تینوں راجہ اسے اپنی بپتا سناتے رہے اور راجہ جے چند کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔
"مگر کیدوراج تو خود بھی راجہ ہے۔ کیا اسے یہ حرکت کرنی چاہئے تھی۔" جے چند نے کہا۔
"اس نے یہ کیا ہے۔" تینوں راجہ بیک وقت بولے۔ ان کی بری حالت ہو رہی تھی۔
تھوڑی دیر کے بعد گیان چند پہنچ گیا اور راجہ جے چند نے اسے عجیب فیصلے انداز میں حکم دیا۔
"گیان چند فوری طور پر جتنے سوار ہے جا سکتے ہو لے جاؤ اور راجہ کیدوراج کے ڈیرے کو گھیر لو۔"
"کیدوراج اتنا بیوقوف نہیں ہے جے چند۔" راوھن راج بولا۔
"جی میں نہیں سمجھا۔"
"اس کا ڈیرہ خالی پڑا ہے۔ اگر اس کا ڈیرہ خالی نہ ہوتا تو تمہارا کیا خیال ہے ہم لوگ اپنے اپمان کا بدلہ خود نہ لیتے۔ وہ یہاں سے بھاگ چکا ہے۔" راوھن راج نے کہا۔
"ڈیرہ خالی پڑا ہے۔"
"ہاں۔ اور وہ پہاڑوں میں روپوش ہو کر بھاگ چکا ہے۔" راوھن راج نے جواب دیا اور راجہ جے چند نے گردن جھکالی۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔
"میرے بھائیو۔ آپ میرے مہمان ہیں جو دکھ آپ کو پہنچا ہے اس نے میری ناک کاٹ کر رکھ دی ہے۔ لیکن میں آپ سے کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہوں۔"
"کیا راجہ جے چند۔"
"میلے میں راجاؤں اور مہاراجاؤں کے علاوہ عام آنے والے بھی بے شمار تھے۔ میرے سپاہی ہر عام آدمی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ مجھے راجاؤں کی شان کا پورا پورا احساس ہے۔ لیکن میں اتنی ہمت تو نہیں کر سکتا کہ راجاؤں پر بھی نگاہ رکھوں۔"
"کیا مطلب ہے جے چند؟"
"کیا راجہ اور ڈاکو میں فرق نہیں ہوتا؟"

"اپنی بات کا مطلب سمجھاؤ۔" راوھن راج بولا۔
"جے چند کسی حد تک ٹھیک کہہ رہے ہیں راوھن راج جی۔" بوڑھے راجہ دھرپت سنگھ نے کہا۔ "ٹھیک تو ہے۔ اگر جے چند کے سپاہی تمہارے ڈیرے کی نگرانی کرتے تو کیا تمہیں اس بات کی خوشی ہوتی؟"
"نہیں۔"
"میں یہی کہہ رہا تھا راوھن راج مہاراج۔ اگر ڈاکوؤں کے کسی گروہ نے یہ حرکت کی ہوتی تو آپ سے صرف تھوڑی دیر کے بعد ان کے سر آپ کے ڈیروں پر لٹک رہے ہوتے۔ لیکن ایک ایسے مہمان نے یہ کیا ہے جو خود بھی ایک بڑا راجہ ہے۔"
"راجہ نہیں ڈاکو کہو۔"
"ہاں۔ اس واقعے کے بعد تو وہ ڈاکوؤں سے بدتر ہے مجھے افسوس ہے کہ اس نے میری دھرتی پر یہ کیا ہے۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ کیدو مہاراج اتنا نیچ ہے تو میں اسے کبھی یہاں نہ بلاتا۔"
"وہ راجہ ہے بچ کر کہاں جائے گا۔" راوھن راج بولے۔
"ہاں بیشک۔ اس بات کا کیدوراج سے حساب لیا جائے گا۔ اس نے یہ لوٹ مار کر کے راجاؤں کا اپمان کیا ہے۔"
"ہم کیدوراج سے جنگ کریں گے۔ اسے پوری پوری سزا دی جائے گی۔"
"اوش۔"
"اس جنگ میں، میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گا۔ اس نے میری زمین پر آپ کا اپمان کر کے میرا اپمان کیا ہے۔" جے چند نے کہا۔
جے چند نے راجاؤں سے خوب ہمدردی کی۔ انہیں اپنے تعاون کا یقین دلایا انہیں پیشکش کی کہ انہیں جو کچھ بھی چاہئے اس سے لے لیں۔ وہ نقصان جھیلنے کو تیار ہے۔ لیکن غیور راجاؤں نے اس سے کچھ نہیں لیا۔ وہ کیدوراج کے لئے من میں غیظ و غضب لئے واپس چلے گئے تھے۔
ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد اس واقعے سے میلے کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔ اس لئے وہ وقت سے پہلے ہی ختم ہو گیا لیکن جے چند کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس نے کیدوراج کے لئے بے شمار مشکلات پیدا کر دی تھیں۔
تمام امور سے فارغ ہو کر اس نے منتری گیان چند کو بلایا یہ اس کے بھروسے کا آدمی تھا۔ گیان چند بھی بہت خوش تھا۔
"کیسی رہی گیان چند۔ ایک تیر سے دو شکار کیسے ہوئے۔"
"میں تو حیران ہوں مہاراج۔ کیدوراج کے لئے آپ نے مصیبت کر دی۔"

"وہ شسر ہمارے خلاف سازش کرنے آیا تھا۔"
"مگر مہاراج کئی سوال میرے ذہن میں ہیں۔"
"وہ کیا گیان چند۔"
"ڈاکے کس نے مارے۔"
"مادھو چند نے۔"
"کون؟" گیان چند اچھل پڑا۔
"ہاں مادھو چند۔"
"لیکن۔ لیکن۔"
"ہاں گیان چند۔ میرے بھائی مادھو چند نے اس سلسلے میں میری بہت مدد کی ہے۔" جے چند بولا۔
"کمال کر دیا مادھو چند نے۔"
"بیشک۔ اور اس نے لوٹی ہوئی ساری دولت سرکاری خزانے میں جمع کر دی ہے۔"
"بڑی بات ہے مہاراج۔ لیکن دوسری بات یہ کہ آپ کو اس بات کا علم کس طرح ہوا تھا؟"
"کونسی بات کا؟"
"یہی کہ کیدوراج۔ راجکمار کو اٹھا لے جانے کی کوشش کرے گا؟"
"بس گیان چند۔ یہ بات ابھی خود ہمارے لئے بھی معمہ ہے۔ مجھے رانی شردھا نے یہ بات بتائی تھی۔"
"رانی جی کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی۔"
"میں ابھی ان سے پوچھوں گا۔"
"ہم کیدوراج کے خلاف اس کوشش میں کبھی کامیاب نہ ہوتے مہاراج اگر ہمیں یہ بات معلوم نہ ہوتی۔ وہ اگر اس رات فرار کی تیاری نہ کر چکا ہوتا تو یہ ڈاکے بیکار رہتے۔"
"بات تو اسی لئے بن گئی گیان چند کہ کیدوراج راتوں رات چوروں کی طرح بھاگ گیا۔ اگر وہ نہ بھاگتا تو یہ بات نہ بنتی۔"
"بالکل۔" گیان چند نے کہا۔ بہر حال اس سلسلے میں کوئی خوشی تو نہیں منائی جا سکتی لیکن چند لوگ دل ہی دل میں بہت خوش تھے گیان چند کے بعد راجہ جے چند نے مادھو چند کو بلا بھیجا۔ مادھو چند آیا تو جے چند نے اٹھ کر اسے سینے سے لگا لیا۔ اس نے مادھو چند کو اس کامیاب کوشش پر بدھائی دی۔
"یہ تو میرا فرض تھا بھائی جی مہاراج۔"
"اس سے ہمارے دو فائدے ہوئے مادھو چند۔ کیدوراج کا بھی دنوں کے لئے ٹل گیا اور ہمیں کچھ فائدہ بھی ہوا۔ لیکن اس سے ہمیں ایک سبق بھی ملا ہے مادھو چند۔"
"وہ کیا بھائی جی مہاراج؟"

"راج نیتی میں کیسی کیسی چالیں چلنی پڑتی ہیں۔ آنے والے سمے میں جب تم اس ملک کی باگ ڈور سنبھالو گے تو تمہیں ان کی ضرورت پڑے گی۔"
"آپ ٹھیک کہتے ہیں بھائی جی مہاراج۔" مادھو چند نے عقیدت سے کہا۔ یہ بات اس کے لئے بہت دلکش تھی کہ وہ مستقبل کا حکمران ہے۔
ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر راجہ جے چند خلوت میں رانی شردھا سے ملا۔ رانی شردھا بے کلی سے اس سے ملنے پہنچ گئی تھی۔ رانی نے جے چند کا سواگت کیا۔ اور جے چند بولا۔ "ہاں رانی اب تم مجھے بتاؤ کہ اس رات ملک جھنڈ کے اغوا کی بات کیسے معلوم ہوئی۔"
"مجھے یہ بات ایک جھونپڑی کی لڑکی نے بتائی تھی مہاراج۔"
"لڑکی نے۔"
"ہاں۔"
"کون تھی وہ لڑکی؟"
"یہ تو میں بھی نہیں جانتی مہاراج۔ مگر بڑی انوکھی کہانی ہے اس کی جس نے مجھے آج تک پاگل کر رکھا ہے۔"
"کیوں؟" جے چند نے پوچھا۔
"بس وہ ایسی ہی تھی۔" رانی نے شروع سے آخر تک چمپا کلی کی کہانی سنا دی جسے سن کر جے چند بھی حیران رہ گیا تھا۔
"یہ تو انوکھی کہانی ہے۔ اس نے تمہیں کیا کہہ کر پکارا تھا۔"
"وید رشنی۔ اور رانی کند ھاری۔"
"کند ھاری۔ میں نے یہ نام کہیں سنا ہے۔ اوہ مجھے یاد آ گیا رانی۔ یہ نام تو میں نے ویدوں میں پڑھا ہے۔ کند ھاری دو پودھن کی ماں تھی۔"
"ہاں اس نے دریودھن کے بارے میں بھی کہا تھا۔"
"کیا نام بتایا تھا اس نے؟"
"چمپا کلی۔"
"ہوں۔ اور وہ کونسی جگہ سے آئی تھی؟"
"بھرت واس ہیں۔"
"وہ کھنڈرات پہاڑوں میں ہیں؟"
"ہاں مہاراج۔"
"ٹھیک ہے۔ کل ہم ان پہاڑوں میں چل کر اس دلنشین داستان کی تلاش کریں گے۔" راجہ نے کہا۔
رانی شردھا ابھی تک اس چکر میں پھنسی ہوئی تھی اور اس مسئلہ کو حل کرنا چاہتی تھی۔ اس دوران اس نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ لڑکی اسے دوبارہ کہیں نظر آ جائے لیکن وہ انہیں ملی تھی۔

مقصد ... راجہ جے چند رانی کو سے کر اور اپنے کچھ وفادار ہرکاروں کو ... جنگل کی طرف چل پڑا۔ رانی اپنی یادداشت کے سہارے اس ویرانے سے گزر کر پہاڑ کے دوسری طرف پہنچ گئی لیکن وہ چٹان یہاں موجود نہیں تھی جس میں اس غار کا دہانہ تھا۔

رانی شردھا پاگلوں کی طرح اس غار کو تلاش کرتی رہی لیکن اس کا کوئی نشان نہیں ملا تھا۔

"میں پورے وشواش سے کہتی ہوں کہ وہ غار اسی جگہ تھا۔ لیکن ..." رانی نے پریشانی سے کہا۔

راجہ جے چند بھی اس داستان میں اتنی زیادہ دلچسپی لے رہا تھا کہ اس نے وہاں کھدائی کا حکم دے دیا۔ وہ دبے ہوئے کو دیکھت کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ راجہ کے حکم سے اس پورے علاقے کو کافی گہرائیوں میں کھود دیا گیا لیکن کوئی نشان نہیں ملا تھا وہ لوگ مایوس ہو گئے۔

دوسری سمت کے حالات راجہ جے چند کی مرضی کے مطابق تھے۔ راجہ کیدوراج بری طرح ناکام رہا تھا جن لوگوں کو وہ اغوا کر کے لایا تھا۔ وہ تو بڑے معمولی تھے جس کا پتہ اسے بہت جلد چل گیا اور پھر ایسے دوسری خبریں ملیں۔ اس نے اپنی دشمن بنائے تھے۔ رادھن راج دھرپت لال اور جانکیہ۔ ان تینوں نے اپنے وفد راجہ کیدوراج کے پاس بھیج کر اس کی مذموم کارروائی کی مذمت کی تھی اور کہا تھا کہ کیدوراج ان کا لوٹا ہوا مال واپس کرے اور معافی مانگے۔ ورنہ وہ تینوں مل کر اسے تباہ و برباد کر دیں گے۔

کیدوراج اس الزام سے بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی تھی۔ لیکن حالات سراسر اس کے خلاف تھے۔ وہ وہاں سے بھاگ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں بتا سکا تھا۔ اس لئے یہ الزام اس کی ذات سے چپک گیا اور اس کا ایک برا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا دوست ترت سنہا بھی اس سے بدظن ہو گیا۔ جس نے اس کے ساتھ مل کر راجہ جے چند پر چڑھائی کا منصوبہ بنایا تھا۔

یوں کیدوراج کا منصوبہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ اور اب طویل عرصے تک وہ جے چند کے خلاف کچھ کرنے کے سلسلے میں معذور ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے دل میں جے چند کے خلاف بے پناہ نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ اب وہ اس وقت کا انتظار کر رہا تھا جب اسے جے چند سے بدلہ لینے کا موقع مل سکے۔

راجہ جے چند اب چونکہ سنبھل گیا تھا اس لئے اسے یہی فکر تھی کہ کسی طرح فوجوں کو مضبوط کیا جائے۔ اس کے لئے اسے دولت کی ضرورت تھی۔ اور وہ دن رات اس کے لئے کوشاں تھا۔

رانی شردھا کے دل میں اب بھی کبھی کبھی اس لڑکی کا خیال آجاتا تھا۔ ایک دن تلک چند نے اس سے فرمائش کی کہ وہ دریا کی سیر کرے گا۔ رانی شردھا تیار ہو گئی تھی۔ سیر کی تیاریاں مکمل ہو گئیں اور ایک بڑی کشتی چل پڑی۔ باندیاں ساتھ تھیں اور کشتی پر خوب ہنگامے ہو رہے تھے۔ تب اچانک سرسوتی بولی۔

"مہارانی جی۔ کچھ یاد آیا"

"کیا؟" رانی نے پوچھا۔

"بہت سالوں پہلے کی بات ہے۔ ایک دن ہم دریا پار کرکے گردھاری لال کے مندر میں پوجا کر کے واپس آ رہے تھے کہ دریا میں باڑھ آ گئی۔" سرسوتی ابھی اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ رانی شردھا کے ذہن میں بجلی کوند گئی۔ خوفناک دھماکے ہونے لگے اس کے دماغ میں۔ اسے وہ آنکھیں یاد آ گئی تھیں۔ وہی آنکھیں جو اس نے سمادھی میں بند آنکھوں سے دیکھی تھیں۔ وہی آنکھیں جو چمپا کلی کی تھیں۔
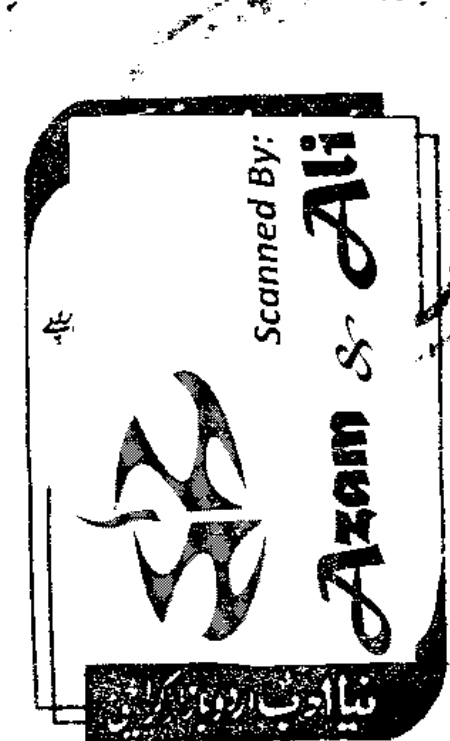
سرسوتی اس رات کی کہانی یاد دلا رہی تھی اور رانی شردھا کے ذہن میں ہلچل ہو رہی تھی۔

"ہم ایک سمادھی میں ٹھہرے تھے مہارانی جی۔ اور"

"ہاں ہم سمادھی میں ٹھہرے تھے۔" رانی شردھا نے اس کے الفاظ دوہرائے اور پھر دہشت بھرے لہجے میں بولی "خاموش ہو جا سرسوتی، خاموش ہو جا۔ بس ... خاموش ہو جا"

سرسوتی کو اچانک رانی کی بدلی ہوئی کیفیت کا احساس ہوا اور وہ حیران رہ گئی۔ اس نے تو کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی اس نے تو ایک بھولی بسری یاد دلائی تھی۔ اس بات سے رانی جی کو کونسا صدمہ پہنچا ہے۔ یہ بات سرسوتی کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"مجھ سے کوئی بھول ہو گئی مہارانی؟" اس نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا اور رانی شردھا اسے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"نہیں سرسوتی"

"پھر کیا بات ہے؟" رانی جی پریشان ہو گئیں۔

"بھول ہم سے ہوئی ہے سرسوتی"

"آپ سے؟"

"ہاں ہم سے" رانی نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

"آپ سے کونسی بھول ہوئی ہے رانی جی"۔ آخر کیا بات ہے۔ میں نے بات چھیڑی تو آپ ایک دم پریشان ہو گئیں۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا۔ کچھ مجھے بھی تو بتائیں۔"

"آہ سرسوتی۔ گیارہ سال تو کبھی کے بیت گئے۔ ہم بھول گئے تھے۔ بہت کچھ بھول گئے تھے۔ ایک ایسی بات بھول گئے تھے جس کا ہمارے جیون سے گہرا تعلق تھا۔ ایک ایسی بات بھول گئے تھے جو ہمیں نہیں بھولنی چاہئے تھی۔"

رانی کی الجھی ہوئی گفتگو بے چاری سرسوتی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ خاموش ہو کر رانی کی صورت دیکھنے لگی۔

"سرسوتی" چند لمحات کے بعد رانی شردھا نے کہا۔

"جی مہارانی ۔۔؟"

"ملاحوں سے کہو دریا پار چلیں"

"دریا پار؟"

"ہاں۔ تمہیں گرو گردھاری لال یاد ہیں گے؟"

"یاد ہیں مہارانی"

"لیکن ہم انہیں بھول گئے تھے۔ ہمیں ان کا اپدیش بھی یاد نہیں رہا تھا۔ اور سمے بیت گیا۔"

"کیا اپدیش تھا ان کا؟"

"تھا۔ اب کیا بتائیں؟"

"لیکن رانی جی۔ گرو جی کا تو دیہانت ہو گیا تھا"

"کون کہتا ہے؟" رانی بولی۔

"بس سُنا تھا" سرسوتی نے جواب دیا۔

"غلط سُنا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا میرے سامنے ہی ہوا تھا اور میں نے ایک اہم ذمہ داری کو بھلا دیا ہے" "تم ملاحوں سے کہو کہ وہ دریا پار چلیں جہاں گرو جی کا مندر تھا۔"

"ٹھیک ہے مہارانی جی" سرسوتی نے کہا اور ملاحوں کے پاس پہنچ کر انہیں رانی جی کا اپدیش دینے لگی۔ ملاحوں نے کشتی کا رخ بدل دیا تھا۔ تلک چندان کے پاس آ گیا۔

"دریا پار کیوں چل رہی ہیں ماتا جی؟"

"ایک کام یاد آ گیا ہے بیٹے۔ بہت ضروری کام۔ افسوس اس کا سمے بیت گیا ہے لیکن آج"

"کون سا کام تھا ماتا جی"

"آؤ۔ دیکھتے ہیں۔ پھر بتاؤں گی" رانی شردھا نے کہا اور تلک چند خاموش ہو گیا کشتی تیزی سے دریا پار کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دوسرے کنارے پر پہنچ گئی۔

رانی شردھا باندیوں اور تلک چند کے ساتھ نیچے اتر آئی تھی۔ اور پھر وہ تیزی سے گرو گردھاری کے مندر کی طرف چل پڑی۔ مندر جوں کا توں تھا۔ چند پنڈے ادھر ادھر چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ ان لوگوں کو آتے دیکھ کر وہ رک گئے۔ اور پھر رانی شردھا کو پہچان کر وہ مؤدب ہو گئے۔

"جے مہادیو۔ رانی جی اچانک کیسے آ گئیں؟"

"گرو گردھاری لال کہاں ہیں؟" رانی نے پوچھا

"کون گردھاری لال؟"

"وہ جو کبھی یہاں کے بڑے پجاری تھے۔"

"ان کا تو سالوں پہلے دیہانت ہو گیا تھا رانی جی"

"دیہانت نہیں ہوا تھا۔ وہ سو گئے تھے۔ کیا اس کے بعد وہ کبھی نہیں نظر آئے؟"

پنڈے تعجب سے رانی شردھا کو دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے احمقانہ انداز میں گردن ہلا دی۔

"اس وقت بڑا پجاری کون ہے؟"

"گرو یشونت پال"

"میں ان سے ملنا چاہتی ہوں"

"آئیے رانی جی۔ آئیے" پنڈوں نے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد رانی شردھا بڑے پجاری کے سامنے تھی۔

"جے دیوی کی۔ کیا آگیا ہے مہارانی؟"
"آپ سے کچھ معلوم کرنا ہے مہاراج۔"
"کہو دیوی۔"
"پہلے یہاں گردھاری لال تھے۔"
"ہاں دیوی۔ تھے۔"
"کیا اس کے بعد وہ کبھی نہیں نظر آئے؟"
"مرنے والے پھر کہاں نظر آتے ہیں دیوی۔ یہ تو ہمارا خیال ہوتا ہے جو انہیں دیکھتا ہے۔" بڑے پجاری نے جواب دیا۔
"وہ مرے نہیں تھے مہاراج۔ وہ مرے نہیں تھے۔ یہ بتاؤ تمہارے خیال نے کبھی انہیں دیکھا ہے۔"
"بڑی آتمائیں سچ مچ کبھی نہیں مرتیں۔ وہ سنسار کی بھلائی کے لئے ہمیشہ جیتی رہتی ہیں لیکن انہیں دیکھنا مشکل ہے دیوی جی۔"
"گویا تم نے کبھی انہیں نہیں دیکھا۔"
"نہیں۔"
"کسی اور نے دیکھا ہے؟"
"ایں۔ ہاں مجھے کچھ یاد آگیا ہے۔ ایک منش ایسا تھا جب نے یہ دعویٰ کیا تھا مگر وہ بھی اس کی عقیدت تھی۔"
"کون ہے وہ؟"
"پرسو لال۔ ایک لکڑہارا ہے۔ دریا پار کی بستی گوندھی میں رہتا ہے کبھی کبھی یہاں آتا ہے۔"
"وہ کیا کہتا ہے؟"
"عقیدت کی کوئی کہانی سناتا ہے۔ بھگوان نے منش کے من کو درپن بنایا ہے۔ اس درپن میں اپنے من کی کوئی تصویر سوچ لو۔ وہ نظر آجائے گی۔"
"میں اس سے ملنا چاہتی ہوں مہاراج۔"
"اوہ۔ اگر آپ بستی جانا چاہیں تو چلی جائیں۔ میں ایک پنڈے کو آپ کے ساتھ بھیجے دیتا ہوں۔"
رانی نے بے چین نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ سیر کے لئے نکلی تھی لیکن اس جنجال میں پھنس گئی تھی۔ گردھاری لال اسے یاد بھی آئے تھے تو کہاں یاد آئے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ سوچتی رہی۔ پھر بولی۔
"ٹھیک ہے مہاراج۔ ابھی نہیں۔ لیکن میں اپنے آدمیوں کو بھیجوں گی۔ آپ کشٹ کریں گے مہاراج۔ کسی کو ان آدمیوں کے ساتھ کردیں۔ باقی کام وہ خود کرلیں گے۔"
"جو آگیا مہارانی جی کی۔"
"میرے لئے کوئی حکم ہو تو بتائیں۔"
"ہاں رانی جی۔ ایک اچھا ہے۔"
"کہئے مہاراج۔"
"مندر بہت پرانا ہوگیا ہے۔ بہت سے حصے ٹوٹ چکے ہیں اس کی مرمت ہو جائے تو....." بڑے پجاری نے کہا۔
"ٹھیک ہے اس کا انتظام ابھی ہو جائے گا۔" رانی نے کہا اور پھر وہ وہاں سے واپس چل پڑی۔ لیکن اس کے ذہن میں گہری سوچیں تھیں۔ اور وہ کافی حد تک پریشان نظر آرہی تھی۔
"دریا کی سیر کو نہیں چلیں گی رانی جی؟" کسی باندی نے پوچھا اور رانی شردھا نے پریشان نگاہوں سے راجکمار کو دیکھا تب تلک چند بولا۔
"نہیں۔ اب ماتا جی سیر کو نہیں جائیں گی۔ وہ پریشان ہیں۔ محل واپس چلو۔" اور شردھا مسکرانے لگی۔ اس نے تلک چند کا سر اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔
"محل تو جا رہے ہیں ماتا جی۔ لیکن۔ ایک شرط ہوگی۔" تلک چند نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"شرط؟"
"ہاں شرط۔" تلک چند بولا
"کیسی شرط تلک؟"
"آپ کو اپنی اس پریشانی کی وجہ بتانی پڑے گی۔" تلک چند نے کہا اور رانی شردھا نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی کشتی واپس دریا کے کنارے جا رہی تھی جہاں انتظار کرنے والے رتھ موجود تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد رانی محل واپس پہنچ گئی۔
تلک چند سمجھدار تھا۔ ماں کی پریشانی بھانپ رہا تھا۔ اور اس کا راز جاننے کے لئے بے چین تھا۔ چنانچہ دوسرا کوئی کام کرنے سے پہلے وہ شردھا کو لے کر اندر داخل ہوگیا۔
"میں بچہ ضرور ہوں ماتا جی۔ لیکن راجکمار ہوں۔ مجھے اپنی چنتا بتائیں ممکن ہے میں اس کا کوئی حل سوچ سکوں۔"
"کیوں نہیں راج کمار۔ میں جانتی ہوں کہ تم اپنی عمر سے کہیں زیادہ سمجھدار ہو۔"
"تو پھر بتائیے کشتی کے سفر میں اچانک آپ اتنی پریشان کیوں ہوگئیں؟"
"سرسوتی نے ایک بسری بات یاد دلادی تھی۔"
"وہ کیا تھی؟"
"گرو گردھاری لال۔ دریا پار ہمارے ایک گرو رہتے تھے بڑے گیانی، بڑے مہان۔ وہ ہمارے لئے اس سنسار کو تیاگ گئے تھے لیکن ہم انہیں بھول گئے۔"

"وہ کیسے ماتا جی؟" تلک چند نے پوچھا۔ اور شردھا نے اسے پوری کہانی۔ اس کہانی میں اس نے گرو کی پیش گوئی اور پھر سمادھی کا قصہ، چمپا کلی کا ملنا۔ وہ آنکھیں بھرت نواس۔ ساری داستان سنا دی تھی۔ راجکمار بڑی دلچسپی سے یہ سب سن رہا تھا۔
جب رانی خاموش ہوگئی تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا "یہ تو مجھے کوئی دلچسپ کہانی معلوم ہوتی ہے ماتا جی۔"
"ہاں۔ بیٹے لیکن یہ سچی کہانی ہے۔"
"تعجب ہے ماتا جی۔ پھر اب کیا کریں گی؟"
"تم بتاؤ۔"
"ایک کام تو آپ کر آئی ہیں۔" تلک چند بولا۔
"کون سا؟"
"یاد نہیں۔ آپ اس شخص سے تلاش کرنے کی بات کر کے آئی ہیں جس نے گرو جی کو دیکھا ہے۔"
"ہاں۔ میں چند لوگوں کو وہاں بھیجوں گی۔"
"بھیجیں۔ اور اس کے بعد ماتا جی۔ ہم کسی روز اس سمادھی کو دیکھنے چلیں گے۔ سب سے زیادہ پریشانی کی بات اس لڑکی کی تلاش کی ہے جس نے اپنا نام چمپا کلی بتایا تھا۔" راج کمار سوچ میں ڈوب گیا۔ رانی شردھا بھی خاموش ہو کر کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

* * *

پرسو لال لکڑہارے نے دونوں ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ اور مودب کھڑا ہوگیا۔ رانی نے دوسرے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا۔ اب صرف تلک چند اور رانی شردھا وہاں رہ گئے تھے۔
"تمہارا نام پرسو لال ہے؟"
"جی رانی جی۔"
"لکڑیاں کاٹتے ہو۔"
"جی رانی جی۔"
"پرسو لال تم اس بستی میں کب سے رہتے ہو؟"
"برسوں سے مہارانی جی۔"
"تب تم گرو گردھاری لال مہاراج کو بھی جانتے ہوگے۔"
"جی رانی جی۔" پرسو نے کہا اور اسے جیسے کچھ یاد آگیا۔ وہ چونک کر اپنا بازو ٹٹولنے لگا۔ لیکن رانی شردھا نے اس بات پر غور نہیں کیا تھا۔
"گرو گردھاری لال کے دیہانت کو کتنا سمے بیت گیا؟"
"مہارانی جی۔ گرو جی مرے نہیں ہیں۔"
"کیا مطلب؟"
"لوگ یہی کہتے ہیں کہ وہ مر گئے ہیں۔ میں بھی یہی سمجھتا تھا لیکن ابھی زیادہ پرانی بات نہیں ہے کہ میں نے انہیں دیکھا تھا ان سے باتیں کی تھیں مہارانی جی۔"
"کب کی بات ہے؟"
"بس سال سوا سال ہوا ہوگا۔"
"کہاں دیکھا تھا؟"
"میں جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔ درخت کا ایک گدا میرے اوپر آپڑا اور میں اس کے نیچے دب گیا۔ بڑی کوشش کی مگر گدا نہ ہٹا تب کسی نے میری کمر سے گدا اٹھا دیا۔ دیکھا تو گرو جی مہاراج تھے۔ مجھے خود حیرت ہوئی تھی دیوی جی۔ کیونکہ مجھے بھی یہی پتہ تھا کہ گرو جی مر چکے ہیں۔"
"پھر کیا ہوا؟"
"میں نے گرو جی سے یہی بات پوچھی تو وہ مسکرانے لگے اور بولے۔" ہم مرے تو نہیں تھے پرسو۔ لیکن اپنے پچھلے جنم میں چلے گئے تھے۔ پھر اس جنم کی تلاش میں گئے تھے۔۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔ پھر انہوں نے ایک پتر دیتے ہوئے کہا تھا "پرسو اگر کبھی اس دیش کی رانی شردھا سے تمہاری بھینٹ ہو تو یہ پتر انہیں دے دینا۔" پرسو نے کہا اور شردھا چونک پڑی۔
"وہ پتر کہاں گیا؟"
"جبھی سے ہم نے بازو پہ باندھ رکھا ہے رانی جی۔"
"بے وقوف انسان۔ تو نے یہ مجھ تک کیوں نہیں پہنچایا۔"
"لو جی آپ نے ہمیں بلایا کب تھا۔" بے چارہ پرسو بازو سے پتر کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ رانی کو ہنسی آگئی۔ بے وقوف دیہاتی خود سے اس کے پاس کیسے آسکتا تھا۔ بالآخر اس نے پتر کھول کر رانی کے حوالے کر دیا۔ رانی اتنی بے چین تھی کہ اس نے جلدی سے پتر کھول لیا۔ لیکن میلے سے کاغذ پر لکھنے والی روشنائی کے چند دھبوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔
"آہ۔ یہ کیا ہوگیا۔" وہ افسوس بھرے لہجے میں بولی
"کیا ہوگیا ماتا جی؟"
"اس کی لکھا تو مٹ چکی ہے۔" رانی نے پتر تلک چند کی طرف بڑھایا اور تلک چند اسے دیکھنے لگا۔ رانی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
"پرسو۔ دل چاہتا ہے تیری گردن اتروا دوں۔ اس پتر کی لکھا تو مٹ گئی ہے۔"
"کیسے مٹ گئی دیوی جی؟"

"میں کیا جانوں۔ تو ہی بتا؟ کیا اس پر کبھی پانی پڑا تھا؟"

"بالکل نہیں دیوی جی۔ بھگوان کی سوگند ہم نے اس پر پانی کی ایک بوند نہیں ڈالی۔" پرسو بولا۔

"اشنان کے سمے اسے اتار دیتا ہے؟"

"نہیں دیوی جی۔ جب سے یہ گرو جی نے ہمیں دیا ہے ہم نے اسے بازو سے کبھی نہیں اتارا۔"

"اسے پہن کر ہی اشنان کرتا ہے؟"

"ہاں روز ہی ایسا ہوتا ہے۔" پرسو نے جواب دیا اور تلک چند بے اختیار ہنس پڑا۔

"یہ سچ بول رہا ہے ماتا جی۔ اس نے کبھی اس پتر پر پانی کی ایک بوند بھی نہیں ڈالی۔ اور نہ ہی اس نے اسے کبھی اتار کر کہیں رکھا ہے۔"

"رکھتے بھی نہیں ہیں کمار جی۔ ہماری گھر والی بڑی چور ہے ہم اپنی کوئی چیز کبھی نہیں رکھتے۔"

"پاجی ہو نالائق ہو تم، بالکل ہی بے وقوف۔" رانی غصے سے بولی۔

"بالکل یہی کہتی ہے وہ ہمیں۔" پرسو نے کہا۔

"کون؟"

"ہماری گھر والی جی اور کون۔"

"ماتا جی۔ اس بے چارے سے کوئی غصہ بیکار ہے۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا ہے۔" تلک چند نے کہا۔

"دل چاہتا ہے اسے سزا دوں۔" شردھا بولی۔

"ضرور دیں ماتا جی۔ مگر میری پسند کی سزا۔" تلک چند بولا۔

"کیا۔؟" رانی نے پوچھا۔

"اسے بہت سا انعام دیں اور یہاں سے واپس کر دیں۔ بس یہی سزا اس کے لئے کافی ہے۔"

رانی مسکرا دی۔ بہرحال اس نے بیٹے کی خواہش کو نہیں ٹالا تھا۔ پرسو دولت لے کر دوڑتا ہوا باہر نکل گیا لیکن رانی شردھا پریشان تھی اس کے دل میں یہی خیال تھا کہ نہ جانے گرو جی نے اس پتر میں کیا اپدیش دیا تھا۔ نہ جانے اس میں کیا لکھا تھا۔

* * *

راجہ جے چند اب سکون سے تھا۔ کیدر راج کا فتنہ اس نے ختم کر دیا تھا لیکن ایک تھوڑی سی پریشانی اس کے دل میں ضرور تھی۔ اور یہ پریشانی مادھولال کی طرف سے تھی۔

مادھولال اس واقعے کے بعد کافی دنوں تک خاموش رہا پھر ایک دن وہ جے چند کے پاس پہنچ گیا۔ جے چند نے اس کا سواگت کیا تھا۔ "کیا بات ہے مادھولال، کیسے آنا ہوا؟"

"میں چاہتا ہوں مہاراج کہ چرن نواس میرے حوالے کر دیا جائے۔" مادھولال نے کہا۔

"کیا کرو گے اس کا مادھولال؟"

"پرکھوں کی ریت ہے بھائی جی مہاراج۔ چرن نواس میں مستقبل کا راجہ رہتا ہے۔ اور چرن نواس میں رہنے والے کے بارے میں لوگ جان لیتے ہیں کہ وہ آئندہ راجہ بنے گا۔" مادھولال نے کہا۔

"اوہ۔ یہ بات ہے مادھولال۔"

"ہاں بھائی جی مہاراج۔"

"لیکن مادھولال۔ ابھی اس کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی تو ہم زندہ ہیں۔"

"آپ جب تک من چاہے زندہ رہیں مہاراج۔ لیکن یہ بات آپ جانتے ہیں کہ چرن نواس میں رہنے والا آدھا راجہ ہوتا ہے۔ لوگ یہ جان کر اس کی عزت کرتے ہیں، اس کا حکم مانتے ہیں کہ وہ بعد میں راجہ بنے گا۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" مادھولال نے کہا اور جے چند کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے تشویش کے آثار ابھر آئے۔ لیکن دوسرے لمحے وہ مسکرانے لگا۔

"اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو ٹھیک ہے مادھولال۔"

"دھنیہ واد بھائی جی مہاراج۔ تو میں اس محل میں چلا جاؤں؟"

"ابھی نہیں۔ پہلے میں اسے تمہاری شان کے مطابق بنا دوں۔"

"وہ سب میں خود کرا لوں گا بھائی جی مہاراج۔" مادھولال نے خوش ہو کر کہا۔

"اتنی جلد بازی مت کرو مادھولال۔"

"آخر اس میں حرج کیا ہے مہاراج؟"

"میں بھی کہہ رہا ہوں۔ مجھے اس محل میں کچھ تبدیلیاں کرانی ہیں۔ اس کے بعد ہی تم وہاں جاؤ گے۔"

"یہ تبدیلیاں میں خود نہیں کرا سکتا مہاراج؟"

"نہیں۔" جے چند نے جواب دیا۔ اور مادھولال خاموش ہو گیا لیکن اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔

"جو آگیا مہاراج۔" اس نے کہا اور راجہ سے اجازت لے کر باہر نکل گیا لیکن جے چند سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پریشانی کے آثار تھے۔

اور پھر اس رات خاموشی سے اس نے گیان چند کو اپنے کمرۂ خاص میں بلا لیا۔ دیوان گیان چند پورے بھروسے کا آدمی تھا اور راجہ کو اس سے بہتر مشورے اور کوئی نہیں دے سکتا تھا۔

دیوان گیان چند کے چہرے پر تجسس کے آثار تھے۔ کمرۂ خاص میں بلانے کا مقصد یہی ہوتا تھا کہ کوئی خاص بات ہے۔ بہرحال وہ کمرے میں راجہ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد جے چند اس کے پاس پہنچ گیا اور دیوان نے اٹھ کر دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ اس نے جے چند کی پیشانی پر غور و فکر کی لکیریں دیکھ لی تھیں۔

"بیٹھو گیان چند۔ تم نے یہ اندازہ تو لگا لیا ہوگا کہ ہم نے تمہیں ایک خاص کام سے بلایا ہے؟"

"جی مہاراج۔"

"ہم پریشان ہیں گیان چند۔" راجہ جے چند نے کہا اور گیان چند انہیں دیکھنے لگا۔ راجہ اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا۔

"اس چنتا کا سبب مہاراج؟" چند ساعت کے بعد گیان چند نے پوچھا۔

"مادھولال۔"

"مادھولال۔۔؟" گیان چند نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ مادھولال۔"

"پوری بات جاننا چاہتا ہوں مہاراج؟"

"تم جانتے ہو گیان چند۔ راجہ کیدر راج کا خطرہ ٹالنے کے لئے ہمیں کیا کیا جتن کرنے پڑے تھے۔"

"جی مہاراج۔"

"اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ مادھولال نے اس سلسلے میں ایک اہم کردار ادا کیا تھا۔"

"جانتا ہوں مہابلی۔"

"مادھولال ہمارا بھائی ضرور ہے گیان چند۔ لیکن راج پر قبضہ کرنے کے خواب اس کی آنکھوں میں رچے ہوئے ہیں۔"

"یہ بھی سن چکا ہوں مہاراج۔" گیان چند نے دبی آواز میں کہا۔

"کب۔ کہاں؟" جے چند چونک کر بولا۔

"ابھی کچھ دنوں سے یہ خبر اڑی ہے۔ خود مادھولال جی نے لوگوں سے یہ بات کہی ہے۔ وہ ابھی سے سیناؤں پر حکم چلانے لگے ہیں۔ دو تین جاگیرداروں کو بھی انہوں نے دھمکیاں دی ہیں۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اس کی وجہ جانتے ہو گیان چند؟"

"کسی حد تک مہاراج۔"

"ہم نے خود مادھو سے یہ بات کہی تھی۔ اس سمے اسے تیار کرنے کی اور کوئی ترکیب نہیں تھی۔"

"جانتا ہوں مہاراج۔"

"پر کیا تمہیں وشواس ہے کہ ہم راج گدی مادھولال کے حوالے کر دیں گے؟" راجہ جے چند نے کہا۔

"بھگوان تلک چند مہاراج کو جیتا رکھے۔ راج گدی ان کا حق ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔" گیان چند نے کہا۔

"ہاں۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے گیان چند۔ تلک چند ہمارا ہونہار سپوت ہے۔ اس کے ملاپ کرنے تک ہم اس کے راستے کے سارے کانٹے ہٹا دینا چاہتے ہیں جن میں مادھولال بھی شامل ہے۔"

"یہ بات تو مادھولال مہاراج کو خود سوچنی چاہئے تلک چند سے بڑا حقدار کون ہو سکتا ہے راج گدی کا۔"

"وہ سوچنے والوں میں سے نہیں ہے۔ گیان چند بچوں کی سی باتیں مت کرو۔ کوئی ٹھوس بات کرو۔"

"مادھولال جی کو سمجھایا جائے؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ سانپ کو ہوشیار کرنے والی بات ہوگی۔"

اور گیان چند کو اب صورت حال کی نزاکت کا احساس ہوا۔ یہ بات دو بھائیوں کی نہیں تھی بلکہ اس سے دشمنی کی بو آرہی تھی۔

"پھر مہاراج؟"

"آج وہ میرے پاس آیا تھا۔"

"مادھولال؟"

"ہاں۔ جانتے ہو کیا کہنے آیا تھا۔ وہ چرن نواس میں جا کر رہنا چاہتا ہے۔ چرن نواس میں وہی رہتا ہے جو آئندہ راجہ بننے والا ہوتا ہے۔ گویا اس طرح ہم یہ اعلان کر دیں گے کہ آئندہ ہونے والا راجہ مادھولال ہے۔"

"بالکل ٹھیک ہے مہاراج۔"

"اس بات کی گہرائی پر بھی غور کیا ہے؟"

"جی مہاراج۔"

"تو بتاؤ۔" راجہ جے چند نے دیوان کا امتحان لیتے ہوئے کہا وہ اپنے معتمد خاص کی صلاحیتوں کا امتحان بھی لینا چاہتا تھا۔

"جان کی امان پاؤں تو کہوں مہاراج۔"

"ہاں کہو۔"

"اگر مہاراج مادھولال چرن نواس چلے گئے تو ساری جنتا کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ آئندہ کے راجہ ہیں اور راج گدی تلک چند مہاراج کو نہیں ملے گی۔ اس کے بعد اگر آپ کا دیہانت ہو جائے تو پھر تلک چند جی بھی یہ بات نہ کہہ سکیں گے کہ راج گدی ان کا حق ہے۔"

"بالکل ٹھیک گیان چند۔ آگے کہو۔"

"اور۔ اور مہاراج۔ مادھولال جی کبھی یہ انتظار نہ کریں گے کہ تلک چند مہاراج جوان ہو جائیں اور آپ جیتے رہیں۔ وہ پہلی کوشش میں آپ کو مروانے کا کام کریں گے۔"

"تم دیوان رہنے کے قابل ہو گیان چند۔ تم اپنے امتحان میں پورے اترے۔ ہاں ہمارا بھی یہی خیال ہے۔"

"بھگوان آپ کو سلامت رکھے۔"

"بھگوان کے علاوہ تمہیں بھی کوشش کرنی ہو گی گیان چند۔" راجہ نے دبی آواز میں کہا۔

"داس حاضر ہے مہاراج۔" دیوان نے کہا۔

"آگے آجاؤ گیان چند۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" راجہ نے کہا اور دیوان گیان چند آگے سرک آیا۔

"مادھولال کی زندگی اب ہمارے لئے خطرہ ہے۔ نہ صرف ہمارے لئے بلکہ ہمارے بیٹے کے لئے بھی۔"

"میں جانتا ہوں مہاراج۔"

"اس لئے اب اس کا جیتا رہنا مناسب نہیں ہے۔"

"جی۔"

"یہ بتاؤ اسے راستے سے کیسے ہٹایا جائے۔؟"

"بڑی بات تو نہیں ہے مہاراج۔" آپ راجہ ہیں۔

"مگر ہم یہ نہیں چاہتے کہ لوگ ہمیں اس کے قاتل کی حیثیت جانیں۔ اسے اور کسی طرح قتل کرنا ہو گا۔ تم جانتے ہو دیوان جی کہ اگر اسے اس بات کا شبہ ہو گیا تو وہ ہمارے لئے زبردست خطرہ بن سکتا ہے۔"

"خطرہ؟"

"ہاں دیوان گیان چند۔ اگر وہ یہاں سے بھاگ کر کیدو راجہ کے پاس پہنچ جائے اور اسے ساری حقیقت بتا دے تو کیا ہو گا۔ کیدو راج جو ہماری کوشش سے اپنی موت آپ مر گیا ہے اسے ان تینوں راجاؤں کے سامنے پیش کرے گا۔ اور اگر مادھولال اس بات پر راضی ہو جائے کہ یہاں کا راجہ بننے کے بعد وہ کیدو راج کو خراج دے گا تو کیدو راج ہمارے خلاف ہو جانے والوں کو لے کر چڑھائی بھی کر سکتا ہے۔ کیا خیال ہے؟"

"بھگوان کی سوگند مہاراج۔ بڑی دور کی کوڑی لائے ہیں۔"

"ان حالات میں گیان چند۔"

"مادھولال کی موت بہت ضروری ہے۔" گیان چند نے کہا۔

"ہاں اور اس کے لئے میں نے ترکیب بھی سوچ لی ہے۔"

"اوہ۔ وہ کیا مہاراج؟"

"شکار۔ شیر کا شکار۔" جے چند نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تلک چند نے شدید خواہش کی کہ وہ بھی شیر کے شکار کو چلے گا لیکن راجہ جے چند نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔

"آپ جانتے ہیں مہاراج۔ میں بزدل نہیں ہوں۔"

"ہاں میرے بیٹے لیکن اس بار میں تمہیں شکار پر نہیں لے جاؤں گا بلکہ شیر کو شکار کر کے تمہارے سامنے لاؤں گا۔" راجہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور تلک چند خاموش ہو گیا۔

شکار کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں۔ مادھولال بھی شکار پر جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا لیکن اس سے پہلے جے چند نے کچھ اور کوششیں کی تھیں۔ اس نے ایک بار مادھولال کے ساتھ چرن نواس جا کر اس کا جائزہ لیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے گیان چند کی مدد سے چند خاص لوگوں کو تیار کیا تھا۔ ان خاص لوگ نے مختلف اوقات میں مادھولال کو بدھائی دی تھی اور مادھولال چکرا کر رہ گیا تھا۔ مثلاً ٹھاکر مول چند نے اس سے کہا۔ "بدھائی ہو مہاراج؟"

"کس بات کی مول چند؟" مادھولال نے پوچھا

"خبر پھیلی ہے مہاراج کانوں میں۔ چرن نواس آپ کے لئے خالی ہو رہا ہے۔"

"اوہ۔ ہاں۔ کرپا ہے مہاراج کی۔" مادھولال نے کہا۔

یہی بات اس سے پھول کھوا اور اودے شنکر نے کہی تھی۔ لیکن ایک شخصیت ایسی تھی جس نے اس سے کوئی دوسری بات کہی تھی۔ اور اس دوسری بات کی توقع مادھولال کو بھی تھی۔

یہ بات تو اسے پہلے ہی معلوم تھی کہ راجہ جے چند کی موت کے بعد حکومت تلک چند کو ملے گی لیکن حکومت کے خواب اس کی آنکھوں میں بھی موجود تھے۔ اسے اس رسم سے نفرت تھی۔ آخر ایک راجہ کے بیٹے تو سبھی ہوتے ہیں لیکن حکومت بڑے بیٹے کو ملتی ہے اور اس کے بعد اس کے بڑے بیٹے کو یعنی بس اتنی سی بات دوسرے بیٹوں کو اور اس کی اولادوں کو راج کرنے سے ہمیشہ کے لئے روک دیتی ہے کہ وہ بعد میں پیدا ہوا۔ آخر بعد میں پیدا ہونے میں اس کا کیا دوش ہے۔ لیکن ایسا ہوتا ہے۔ دوسرے راجکمار صرف راجکمار رہتے ہیں اور راج کمار ہی مر جاتے ہیں۔ آخر باپ کی حکومت پر ان کا حق بھی ہوتا ہے۔ یہی کیفیت یہاں تھی۔ ہاں اگر راجہ مر جائے تو دوسری بات ہے۔ پر حکومت اس کی ہوتی ہے جس کے بازو میں قوت ہو۔ اور مادھولال ابتدا میں اسی دھوکے میں آ گیا تھا اس نے اس بات پر یقین کر لیا تھا کہ جے چند راج گدی اسے دے دیگا۔ اور اس نے اس راج گدی کے حصول کے لئے راجہ جے چند کی بھرپور مدد کی تھی۔

وہ تو بھلا ہو پنڈت من موہن کا۔ بھگوان کے اوتار تھے نہ جانے کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے۔ ایک دن سر راہ ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے اسے اس کے نام سے ہی پکارا تھا۔ مادھولال انہیں دیکھ کر رک گیا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو مادھولال؟"

"آپ کون ہیں مہاراج۔ میں آپ کو نہیں جانتا۔"

"پر ہم تمہیں جانتے ہیں۔"

"کوئی کام ہے مجھ سے؟"

"ہاں۔"

"بتایئے۔"

"یہاں نہیں۔ اس پیپل کے درخت کے نیچے آجاؤ......"

سادھو منش انسان تھے اس لئے مادھولال ان کے ساتھ چل پڑا۔

"میرا نام من موہن ہے۔ پنڈت من موہن کہو۔" انہوں نے کہا۔

"جی پنڈت جی۔ فرمایئے۔ کیا کام ہے مجھ سے؟"

"راج کرنے کے سپنے دیکھ رہے ہو۔" پنڈت جی مسکرائے

"کیا مطلب؟"

"مٹی کے مادھو ہو نرے۔ کون اپنی سنتان کا حق بھائی کو دیتا ہے۔" پنڈت جی نے کہا اور مادھولال چونک پڑا۔

"کیا مطلب پنڈت جی؟"

"راجہ جے چند حکومت تلک چند کو دے گا۔"

"آپ کو ان باتوں سے کیا دلچسپی ہے مہاراج؟"

"ہے۔ جنم جنم کی دلچسپی ہے مادھولال۔ جنم جنم کی بات ہے۔" پنڈت جی نے عجیب سے لہجے میں کہا

"میں نہیں سمجھا مہاراج؟"

"سمجھنے کی بات سمجھو۔ دوسری باتوں پر دھیان نہ دو۔ من چاہے سمجھو۔ من چاہے نہ سمجھو جو ہونا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔"

"ہوں۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" مادھولال نے کہا۔

"یہی کہ راجہ جے چند حکومت تلک چند کو دے گا۔"

"بھائی جی مہاراج نے یہ بات مجھ سے کی ہے۔"

"حکومت دینے کی؟"

"ہاں۔"

"وہ صرف راج نیتی ہے ایک۔ صرف راج نیتی ہے۔ اتنی سی بات کہہ کر اس نے دو کام کئے جانتا ہے کیا؟"

"کیا مہاراج؟"

"خالی خزانوں میں کافی مال پہنچ گیا اور ایک دشمن کی مات ہو گئی۔ ہوئے نہ دو کام۔"

"اوہ۔" مادھولال سنبھل گیا۔ یہ بات بے حد خطرناک تھی اور اس سے سادھو کی شخصیت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ اب اس کا انداز بدل گیا تاہم اس نے انجان بن کر پوچھا۔

"وہ کیسے مہاراج؟"

"ہمارا امتحان لے رہا ہے مادھولال۔ نہ لے ہمارا امتحان بالک۔ دونوں کام تیرے ذریعے ہوئے ہیں۔ راج گدی کا لالچ دیا گیا ہے تجھے۔" اور مادھولال نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

"شما کر دیں مہاراج۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"اب تو کیا سوچ رہا ہے۔"

"اب تک تو میں نے اس بارے میں کچھ نہیں سوچا تھا۔"

"سوچ۔ اوش سوچ۔ اس سمے سوچے گا جب پانی سر سے اونچا ہو جائے گا۔"

"میری سہایتا کریں مہاراج۔"

"مانے گا ہماری بات؟"

"مانوں گا۔ اوش مانوں گا۔"

"تو راجہ کو آزما لے۔"

"وہ کیسے مہاراج؟"

"چرن نواس مانگ لے اس سے۔ چرن نواس میں وہ رہتا ہے جو ہونے والا راجہ ہو۔ اس میں رہنے کا مطلب ہے کہ راجہ نے اسے اپنا جانشین چن لیا ہے۔ سب لوگ جان جاتے ہیں۔ جب جے چند نے تجھ سے یہ وعدہ کر لیا ہے تو پھر کیا ہے۔ اسے چاہئے کہ چرن نواس تیرے حوالے کر دے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مہاراج۔" مادھولال نے کہا۔

"بس تو جا۔ پہلی آزمائش کر۔ اندازہ تو ہو ہی جائے گا تجھے کوئی کچھ تو نہیں ہے۔" من موہن نے کہا۔

"جو آگیا گرو مہاراج کی۔ مگر کچھ اور بھی چاہتا ہوں۔"

"کیا بول؟" من موہن نے پوچھا۔

"جب اس راستے پر چلا ہے تو سہایتا کریں میری۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے ملتا رہوں۔"

"تو یہ پیپل کا درخت سرک تو نہ جائے گا یہاں سے۔ یہاں ملے گا تو ہم بھی ملیں گے۔ جب من چاہے آجانا۔"

"جے گرو مہاراج کی۔" مادھولال نے کہا اور یہاں سے چل پڑا۔ یہ بات اس کے دل میں کانٹا بن کر چبھ گئی تھی اور اس کے بعد تجربہ جو کچھ نکلا اس سے گرو مہاراج کے بیان کی تصدیق ہوتی تھی۔ اسنے گرو مہاراج کو پوری تفصیل بتا دی۔

"بہانہ ہے سب۔ اب آگے دیکھ کیا ہوتا ہے۔"

"میں ملاقات ضرور لوں گا مہاراج۔ چاہے اس کے لئے کچھ بھی کرنا پڑے۔"

"خاموش۔ اوش۔ جو کچھ کر سکتا ہے اس کی تیاریاں کرو لیکن خاموشی سے۔ کسی کو پتہ نہ چل جائے۔" مہاراج من موہن نے کہا اور مادھولال نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد سے وہ محتاط ہو گیا۔

اور پھر جب لوگوں نے اسے چرن نواس جانے کی بدھائی دی تو وہ حیران رہ گیا۔ ایک آدمی کہتا تو دوسری بات تھی لیکن اتنے لوگوں نے۔ اس کا مطلب ہے کوئی بات ضرور ہے۔ لیکن اسنے گرو دیو سے ملنا ضروری سمجھا۔

پنڈت من موہن اسے دیکھ کر مسکرا دیئے۔ "آ جا بالک تیرا انتظار کر رہا تھا۔ بیٹھ جا کیا بات ہے؟"

"آپ میرا انتظار کیوں کر رہے تھے؟" مادھولال نے پوچھا

"اس بات کے لئے جو تو مجھے سنانے آیا ہے؟"

"بھلا میں کیا سنانے آیا ہوں مہاراج" مادھولال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر وہی۔ کب تک میرا امتحان لیتا رہے گا مادھو۔ بدھائی ملی ہے چرن نواس جانے کی۔ بہت سے لوگوں سے۔"

"ہاں مہاراج یہی بات ہے۔ جے مہاراج کی۔"

"اور تم آگ بن گئے؟" پنڈت جی ہنس پڑے۔

"آگ بن جاتا تو آپ کے پاس کیوں آتا۔"

"ہوں۔ سب دیوان گیان چند کے ہرکارے ہیں۔ باہر کا کوئی کہے تو مانو۔ سب گھات میں ہیں۔"

"کیا مطلب مہاراج؟"

"سنو مادھولال۔ شیر کے شکار پر ضرور جانا اور جو کچھ بن سکے وہاں کر لینا۔ اس کے بعد یہ موقع نہ ملے گا۔"

"شیر کا شکار۔؟"

"ہاں شکاری جال لگا رہا ہے۔ مگر وہ نہ ہو گا۔ وہ ہو گیا تو میری جنم جنم کی تپسیا بھنگ ہو جائے گی۔ حالات اب کے دوسرے رُخ پر ہیں۔ اور مجھے بہت پھونک پھونک کر قدم رکھنے ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو مہاراج" مادھولال نے تعجب سے کہا اور موہن جی چونک پڑے۔ انہوں نے مادھولال کو دیکھا اور کھوئے ہوئے لہجے میں بولے۔

"جو کچھ کہہ رہا ہوں تم سے نہیں کہہ رہا۔ ہاں سنو۔ شکار کھیلنے جاؤ تو شکاری بن کر جانا شکار بن کر نہیں۔"

"کون سے شکار کی بات کر رہے ہیں مہاراج؟"

"بس آج کی بات ختم۔ کل کی بات کل ہو گی۔" پنڈت من موہن نے کہا اور خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے کوئی بات نہیں کی تھی۔

تب مادھولال وہاں سے چلا آیا اور دو ایک دن کے بعد ہی اسے معلوم ہو گیا۔ راجہ جے چند شیر کے شکار پر جا رہا تھا۔ اس نے خاص طور سے مادھولال کو بلایا۔

مادھولال ادب سے جے چند کے سامنے پہنچا۔ "جے بھائی جی مہاراج کی۔ کیا حکم ہے؟"

"کہاں جائیں گے مہاراج؟"

"سکلاپن میں۔ وہاں شیر بہت ملتے ہیں۔"

"جو آگیا مہاراج۔ کون کون جا رہا ہے؟"

"بس گیان چند۔ کچھ شکاری اور دوسرے خدمتگار۔"

"ٹھیک ہے میں تیاریاں کئے لیتا ہوں۔" مادھولال نے کہا۔

اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اسے پنڈت من موہن یاد آرہے تھے۔ راجہ جے چند سے اجازت ملی تو وہ دوڑا سیدھا پنڈت جی کے پاس۔ لیکن پیپل کے درخت کے نیچے نہ مرگ چھالا تھی اور نہ پنڈت جی۔ اس سے قبل ایسا نہ ہوا تھا۔ وہ بہت دیر تک پنڈت جی کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہ آئے۔ تب وہ ان کی تلاش میں چل پڑا۔ لیکن پورے دن کی کوشش کے باوجود پنڈت جی کا پتہ نہ چل سکا۔ واپس پیپل کے درخت کے نیچے آیا تو وہ اب بھی خالی پڑا تھا۔

شاید پنڈت جی چلے گئے۔ شاید ان کا کام ختم ہو گیا تھا۔ انہوں نے سب کچھ تو بتا دیا تھا۔ اس سے زیادہ کیا بتاتے۔ آج تک ان کی کوئی بات غلط نکلی تھی۔ تب مادھولال کے کانوں میں ان کے الفاظ ابھرے۔ "شکار کھیلنے جاؤ تو شکاری بن کر جانا شکار بن کر نہیں۔" اور اس کی آنکھوں میں گہری سوچ نظر آنے لگی "شکاری" یہ ایک لفظ اس کے منہ سے نکلا اور وہ آہستہ قدموں سے واپس چل پڑا۔ بہت کچھ سوچتا آیا تھا وہ راستے بھر۔

* * *

سکلاپن بہت خطرناک جنگل تھا۔ یہاں درندوں کی بہتات تھی۔ درخت بھی بہت قریب قریب اور آپس میں جڑے ہوئے تھے اور ان کے نیچے اندھیرا پھیلا رہتا تھا۔

پوری فوج ساتھ تھی۔ گیان چند نے خاص آدمیوں کو بھی ساتھ لیا تھا اور وہ جنگل میں دور تک گھس آئے تھے۔ پھر ایک جھرنے سے بہنے والی ندی کے کنارے انہوں نے ڈیرے ڈال دیئے۔

ندی کے ساتھ ساتھ درخت بھی تھے اور ان درختوں پر مچان باندھ دیئے گئے۔ خیال تھا کہ شیر ندی پر پانی پینے آئیں گے اور تیروں کا نشانہ بن جائیں گے۔ تیر انداز چاروں طرف بٹھا دیئے گئے تھے اور خاص تیر اندازوں کو ایک مخصوص جگہ دی گئی تھی۔ یہ چار آدمی تھے اور انہیں ان کا کام بخوبی سمجھا دیا گیا تھا لیکن سارے کام نہایت ہوشیاری سے کرنے تھے۔ سارے معاملات

کی باگ ڈور گیان چند کے ہاتھ میں تھی۔

پہلی رات کو ایک شیر شکار کیا گیا۔ شیر نے جونہی پانی میں منہ ڈالا چاروں طرف سے سنسناتے ہوئے تیر آئے اور اس کے پورے بدن میں پیوست ہو گئے۔ شیر وہیں تڑپ تڑپ کر مر گیا تھا۔

دوسری صبح سے پھر شکار شروع ہو گیا۔ دو تین دن وہ شکار ہوتے رہے۔ ایک چرخ مارا گیا تھا۔ رات کو شیر کے شکار کی باری تھی اور یہ رات نہ جانے کیسے کیسے شکار کی رات تھی۔

جونہی جھٹپٹا ہوا راجہ جے چند گیان چند کے ساتھ درخت پر چڑھ گیا۔ اس کے قریب ہی دوسرے درخت پر مادھولال تھا لیکن وہ بھی تنہا نہیں تھا اور اس کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔

راجہ جے چند اور گیان چند خاموشی سے اس دوسرے درخت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر جے چند نے کہا۔ "اب بتاؤ گیان چند۔"

"وہی سوچ رہا ہوں مہاراج"

"جلدی سوچو گیان چند" جتنا سمے بیت رہا ہے پریشانی ہو رہی ہے۔ یہ کام جتنی جلدی ہو اچھا ہے۔"

"درخت پر تین آدمی ہیں مہاراج۔ رات میں تمیز کرنا مشکل ہو جائے گی کہ مادھولال کون سا ہے۔"

"باقی دونوں کو بھی مار دو سسروں کو۔ ان کی موت آئی ہے تو ہم کیا کریں" راجہ جے چند نے کہا۔

"تینوں کا شکار کر لیں؟"

"ہاں کر لو۔"

"ٹھیک ہے مہاراج۔ جو آگیا۔"

"تم نے تیر اندازوں سے کیا کہہ دیا ہے؟"

"میں نے یہی کہا ہے کہ جونہی میرے منہ سے کوئل کی آواز نکلے وہ درخت پر تیروں کی بارش کر دیں۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اور سوچ لو گیان چند۔"

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے مہاراج کسی کو اندازہ ہی نہیں ہو گا۔ یہ کام اس سمے ہو جائے گا جب شیر آئے گا۔ تیر انداز شیر پر بھی تیر چلائیں گے۔ اگر رات میں چند تیر بھٹک گئے تو کس کا دوش۔ اور پھر تیروں پر نام تو نہیں لکھا ہوتا۔"

"ترکیب اچھی ہے گیان چند" راجہ جے چند نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور گیان چند بھی مسکرانے لگا۔

دوسرے درخت پر بھی کارروائی ہو رہی تھی۔ یہ کارروائی اس وقت بھی ہوئی تھی جب دن میں باقی لوگ شکار کھیلنے گئے تھے۔ مادھولال کے یہ دونوں آدمی ان شکاریوں میں شامل نہیں تھے بلکہ اسی درخت پر کارروائی کرتے رہے تھے۔ انہوں نے درختوں سے دو لمبی شاخیں حاصل کی تھیں اور دن میں ہی ان کی ناپ تول کر لی تھی۔ مضبوط اور سیدھی شاخیں اس دوسرے درخت کے آخری سرے تک جا سکتی تھیں۔ جہاں راجہ جے چند اور گیان چند موجود تھے۔ ان شاخوں کو نہایت ہوشیاری کے ساتھ اس طرح بلند کر کے باندھ دیا گیا تھا کہ وہ بھی اس درخت کی شاخیں معلوم ہوں اور یہ ساری کارروائی مادھولال کے آدمیوں نے ہی کی تھی جبکہ مادھولال خود راجہ جے چند کے ساتھ تھا۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی پھر کہیں دور سے شیر کی دہاڑ سنائی دی اور مادھولال چونک پڑا۔

"دیکھیے"

"جی مہاراج" دوسری سرگوشی ابھری۔

"شیر آ رہا ہے"

"میں سن چکا ہوں مہاراج"

"تیار ہو؟"

"پوری طرح۔" اور دونوں قوی ہیکل جوانوں نے درخت کی شاخیں کھول دیں۔ پھر انہیں انچ انچ کر کے دوسرے درخت کی طرف کھسکانے لگے۔ وہ ایسی جگہ بیٹھے تھے جہاں سے راجہ جے چند اور گیان چند صاف نظر آ رہے تھے۔ لکڑیاں لمحہ بہ لمحہ ان کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

ادھر شیر کی آواز بھی قریب آتی جا رہی تھی۔ درختوں پر شکاری دم سادھے بیٹھے ہوئے تھے۔ شیر نظر آ گیا۔ وہ درختوں کے نیچے سے گزر رہا تھا۔ اس وقت تک تیر اندازی نہیں کی جا سکتی تھی جب تک شیر پانی میں منہ نہ ڈال دے اور پھر انتہائی حد تک لمبا اور خوفناک شیر اس درخت کے نیچے پہنچ گیا جہاں راجہ اور گیان چند بیٹھے ہوئے تھے وہ دونوں اس خوفناک سرسراہٹ کو بھی نہ سن سکے تھے جو اب ان سے صرف چند انچ کے فاصلے پر تھی۔ لکڑیوں کے گول سرے ان کی کمر کے پاس پہنچ چکے تھے اور ان کے دوسرے مضبوط سرے دو قوی ہیکل ہاتھوں میں۔

اور اس سے قبل کہ گیان چند کوئل کی آواز میں کوکتا دونوں سرے ان دونوں کی کمر تک پہنچے۔ اتنی زور کا جھٹکا لگا تھا کہ دونوں سنبھل نہ سکے۔ گیان چند شیر کی پیٹھ پر گرا اور جے چند اس سے دو فٹ دور۔ شیر زور سے اچھلا۔ اس کی خوفناک دہاڑ نے دونوں کی حرکت قلب روک دی تھی لیکن شیر معاف کرنے والا کہاں تھا۔ ایک ہی جھپٹے میں گیان چند کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی شیر نے اچھل کر راجہ جے چند کو دبوچ لیا۔ راجہ جے چند کے حلق سے ہلکی سی آواز نکلی تھی اور بس۔

شکاریوں کو شیر کی اُچھل کود تو نظر آ رہی تھی لیکن تاریکی کی وجہ سے اصل معاملہ پتہ نہیں چل سکا تھا۔ آن کی آن میں شیر نے دونوں کا کام تمام کر دیا اور پھر وہاں سے بھاگ گیا۔

اس کے بعد ہی غل مچا تھا اور ہر شکاری درختوں سے کودنے لگے مشعلیں روشن ہونے لگیں۔ خوفناک حادثہ ہو گیا تھا۔ راجہ جے چند کو شیر نے ہلاک کر دیا تھا۔

شور بُری طرح مچ رہا تھا مشعلیں دن کا سا سماں پیدا کر رہی تھیں۔ اور بے پناہ شور مچایا جا رہا تھا تاکہ شیر دور بھاگ جائے۔ اور پھر راجہ جے چند اور دیوان جی کا جائزہ لیا گیا۔

دونوں میں زندگی کی کوئی رمق نہیں تھی۔ دونوں کی لاشیں بُری طرح مسخ ہو گئی تھیں۔ لوگوں میں سنسنی دوڑ گئی۔ معمولی حادثہ نہیں تھا۔ غم کرنے والوں میں مادھو لال پیش پیش تھا جے چند کا اس سے قریبی عزیز اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے سارے احکامات دیئے اور اسی وقت واپسی کا فیصلہ کر لیا گیا۔

راجدھانی میں کہرام مچ گیا۔ راجہ جے چند کی اچانک موت نے کھلبلی پیدا کر دی تھی۔ رانی شردھا کو سکتہ ہو گیا۔

لیکن مادھو لال کے لئے یہ عمل کا وقت تھا۔ اس نے اپنے سارے لوگوں کو جمع کر کے حکومت کے اہم عہدوں پر متعین کر لیا۔ آنے والا وقت ہنگامی اور خطرناک تھا۔

سب سے زیادہ خوش بختی کی یہ بات تھی کہ گیان چند مر چکا تھا اگر وہ زندہ ہوتا تو یقیناً مادھو لال کے لئے بے شمار مشکلات کھڑی کر دیتا۔ مادھو لال بے حد سازشی انسان تھا۔ اس نے اپنی حکومت کو یقینی بنانے کے لئے اہم تیاریاں شروع کر دیں اور پھر وہ سب سے اہم کام کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

شردھا پر ابھی تک سکتہ طاری تھا۔ اسے تن من کا ہوش نہیں رہا تھا۔ ویدوں نے اس کی زندگی کے لئے کاروائی شروع کر دی تھی۔ اور اسے بہت سی دوائیں دے کر چلے گئے تھے۔ مادھو لال سوگوار سی شکل بنائے اس جگہ پہنچا جہاں رانی شردھا موجود تھی۔

"بھابی جی۔ خود کو سنبھالئے بھابی جی۔ بھگوان کے لئے خود کو سنبھالیے۔ آپ کو بہت سے اہم کام کرنے ہیں۔"

"چاچا جی ۔ پتا جی ۔" تلک چند نے روتے ہوئے کہا۔

"نہیں بیٹے۔ راجہ روتے نہیں ہیں۔ جاؤ تم لوگ باہر جاؤ۔" مادھو لال نے باندیوں سے کہا اور وہ باہر نکل گئیں۔

"تمہیں بہت کچھ کرنا ہے تلک چند۔ تمہیں اپنے پتا کے قاتلوں سے بدلہ لینا ہے۔"

"قاتلوں سے۔" تلک چند نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ قاتلوں سے۔"

"مم۔ مگر وہ تو۔ وہ تو جانور تھے چاچا جی۔"

"جانور نہیں۔ وہ انسان تھے۔"

"انسان۔"؟

"ہاں انسان۔"

"کون تھے وہ۔"؟

"ان کی شکلیں دیکھنا چاہتے ہو۔"؟

"اگر کسی سازش کے تحت میرے پتا کو قتل کیا گیا ہے تو میں قاتلوں کی شکلیں ضرور دیکھنا چاہتا ہوں چاچا جی۔ میں چھوٹا ضرور ہوں لیکن۔ پتا جی کے قاتلوں سے بدلہ ضرور لے سکتا ہوں۔"

"اگر یہ بات ہے تلک چند۔ تو رات گہری ہوتے ہی تم دوسروں سے چھپ کر خاموشی سے میرے پاس آ جانا۔ میرے من میں بھی بدلے کی آگ جل رہی ہے۔ میں بھی اپنے بھائی کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ لیکن خبردار کسی کو علم نہ ہو۔ ورنہ سازشی ہوشیار ہو جائیں گے۔" مادھو لال نے کہا۔

"ایسا ہی ہوگا چاچا جی۔ ایسا ہی ہوگا۔" تلک چند نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ مادھو لال نے ایک نگاہ رانی شردھا پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

•

پوری راج دھانی میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ راجکمار تلک چند ابھی بہت چھوٹا تھا۔ وہ راج کرنے کے قابل نہیں تھا۔ مادھو لال کے پھیلائے ہوئے ہرکارے لوگوں میں یہ بات پھیلا رہے تھے کہ جے چند مہاراج نے راجگدی مادھو لال کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور چرن نواس اسی لئے ٹھیک کرایا جا رہا تھا۔

جو سخت مخالف تھے ان کے خلاف کاروائی ہو رہی تھی۔ چنانچہ نہایت خاموشی سے ایسے آٹھ افراد کو قتل کر دیا گیا تھا۔ جو اس بات کے حق میں تھے کہ تلک چند کو راجہ بنا کر ایک نگران حکومت بنا دی جائے۔

اسی رات جب محل میں مکمل خاموشی چھا گئی تو تلک چند نہایت خاموشی سے اپنے چچا مادھو لال کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ اس نے خیال رکھا تھا کہ کوئی اسے دیکھنے نہ پائے۔ اور پھر وہ مادھو لال کے پاس پہنچ گیا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر مادھو لال بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی وہ کھڑا ہو گیا۔ "آؤ تلک چند۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

"میں آ گیا چاچا جی۔"

"دروازہ بند کر دو۔" مادھو لال نے کہا اور تلک چند نے دروازہ بند کر دیا۔

"بیٹھ جاؤ تلک چند۔"

"میں پریشان ہوں چاچا جی۔"

"مجھے اندازہ ہے۔"

"شور گیہ پتا جی کی لاش میں نے دیکھی ہے۔ ان کے بدن پر تو شیر ہی کے پنجوں کے نشانات ہیں۔"

"ہاں۔ انہیں شیر نے ہی ہلاک کیا ہے۔"

"مگر آپ تو کہہ رہے تھے۔"؟

"میں ٹھیک کہہ رہا تھا۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا چاچا جی۔"

"بیٹھو تو سمجھاؤں تلک چند۔" مادھو لال نے کہا اور معصوم تلک چند بیٹھ گیا۔ "جس سمے شیر وہاں آیا راجہ جے چند اور گیان چند دیوان ایک درخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔"؟

"ان کے قریب ہی دوسرے درخت پر ان کے دشمن موجود تھے۔ جو ہاتھوں میں لمبے لمبے بانس لئے بیٹھے تھے۔"

"بانس۔"؟

"ہاں بانس یا درخت کی لمبی لمبی شاخیں۔ جونہی شیر نزدیک آیا انہوں نے ان شاخوں سے راجہ جے چند اور دیوان گیان چند کو نیچے دھکیل دیا۔ اور شیر ان پر ٹوٹ پڑا۔ یہ سازش تھی۔"

"وہ کون پاپی تھے چاچا جی۔"؟

"اس کے بارے میں بھی تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا تلک چند۔ لیکن وہ جے چند کے سیاسی دشمن تھے۔ ایک بار راجہ جے چند نے ان سے کہا تھا کہ راج نیتی بہت کٹھن ہوتی ہے۔ یوں سمجھو تلک چند راجہ جے چند نے ہی انہیں راج نیتی سکھائی تھی۔"

"اور انہوں نے راجہ کے ساتھ یہ سلوک کیا۔"

"ہاں تلک چند۔ راج نیتی میں یہی سب کچھ ہوتا ہے۔"

"میں ان سے بدلہ لوں گا۔ میں انہیں بتاؤں گا کہ راج نیتی کیا ہوتی ہے۔ آپ مجھے ان کا نام بتا دیں۔"

"ان کے بارے میں جاننا چاہتے ہو۔"؟

"ہاں چاچا جی۔"

"تو آؤ میرے ساتھ۔ لیکن ہوشیاری سے۔ کسی نے دیکھ لیا تو کام خراب ہو جائے گا۔" مادھو لال نے کہا اور تلک چند پورے اعتماد کے ساتھ اٹھ گیا۔ دونوں ایک طرف چل پڑے۔

مادھو لال نے اپنی مجرمانہ کاروائیوں کے لئے محل میں بہت سے چور دروازے بنا رکھے تھے۔ چنانچہ ایسے ہی ایک چور دروازے سے وہ تلک چند کو لے کر باہر نکل آیا۔ جہاں دو گھوڑے تیار کھڑے تھے۔

دونوں چچا بھتیجے گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑے۔ تلک چند بچہ تھا اور اس کے دل میں انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ اس کے علاوہ مادھو لال اس کا چچا تھا اس لئے اس نے کوئی خیال نہ کیا۔ مادھو لال اسے شہر سے دور جنگل میں لے آیا تھا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں میلہ لگتا تھا اور درختوں کے دوسری سمت پہاڑیوں میں بے شمار غار بکھرے ہوئے تھے۔ چند ساعت کے بعد دونوں گھوڑے پہاڑیوں کے دامن میں پہنچ گئے اور مادھو لال نے ایک جگہ گھوڑا روک دیا۔

"آؤ تلک چند۔" اس نے کہا اور تلک چند بھی گھوڑے سے اتر آیا۔ دونوں تاریک چٹانوں میں اوپر چڑھنے لگے۔

"یہاں کون ہے چاچا جی۔"؟ تھوڑی بلندی پر پہنچ کر تلک چند نے پوچھا۔

"جے چند مہاراج کے قاتل۔ یہیں تمہاری ملاقات ہوگی تلک چند۔" مادھو لال نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

تلک چند خاموشی سے اوپر چڑھتا رہا اور پھر وہ ایک غار کے دہانے کے پاس پہنچ گیا۔ دہانے کے بالکل قریب ایک بھاری چٹان ایک نوکیلے پتھر پر ٹکی ہوئی تھی۔ عام حالات میں اس چٹان کو اس کی جگہ سے سرکانے کے لئے کم از کم دس آدمیوں کی ضرورت پڑتی لیکن نوکیلے پتھر سے اسے کھسکایا جا سکتا تھا جس سے غار کا دہانہ بند ہو سکتا تھا۔ مادھو لال نے یہ سارے کام پہلے ہی کر لئے تھے۔

دونوں غار کے دہانے سے اندر داخل ہو گئے۔ لیکن ایک چھوٹی سی سُرنگ سے دوسری طرف مڑتے ہی تلک چند ٹھٹھک گیا۔

"چاچا جی۔" اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"کیا بات ہے۔"؟

"اندر کوئی موجود ہے۔"

"کیسے معلوم۔"؟

"یہ روشنی ہے۔" تلک چند نے روشنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"مشعل روشن ہے۔ مجھے معلوم ہے۔ آؤ۔" اور وہ سرنگ سے گزر کر اس کشادہ غار میں داخل ہو گئے۔ صاف ستھرا غار تھا۔ ایک طرف پیال کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ کھانے پینے کی بہت سی چیزیں ڈھیر تھیں۔ دیوار میں مشعل اڑسی ہوئی تھی اس کے پاس ہی پگھلی ہوئی چربی کا ڈھیر تھا۔
تلک چند حیرت سے ان چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔ "یہاں کوئی رہتا ہے چاچا جی؟"
"ابھی تک تو کوئی نہیں رہتا تلک چند۔"
"مگر قاتل۔؟"
"بہت جلد وہ تم سے ملے گا۔ یہاں بیٹھ جاؤ۔" مادھو لال نے کہا۔ اور تلک چند خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا وہ پیال کے ڈھیر پر بیٹھ گیا تھا۔ "میں قاتل کو دیکھتا ہوں۔" مادھو لال نے کہا۔ اور سرنگ کی طرف بڑھ گیا۔ دبے قدموں غار سے باہر نکل آیا اور پھر اس نے ایک بڑے پتھر سے ٹکی ہوئی چٹان غار کے دہانے پر لڑھکا دی۔
تلک چند نے دھماکہ سنا تھا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر مادھو لال کو آوازیں دیتا ہوا دہانے کے قریب آ گیا۔ لیکن غار کا دہانہ بند تھا۔
"چاچا جی۔ تم کہاں ہو۔ چاچا جی کہاں ہو تم۔ یہ غار کیسے بند ہو گیا۔" وہ چیخنے لگا۔ لیکن اسے کوئی آواز نہ سنائی دی۔ وہ چٹان پر زور لگانے لگا۔ لیکن اسے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ ہوئی۔
اس نے پھر بے اختیار مادھو لال کو پکارا۔ اور اندر سے مادھو لال کی آواز سنائی دی۔ وہ چٹان پر زور لگانے لگا۔ "میں یہاں ہوں تلک چند۔ اندر آ جاؤ۔" اور تلک چند واپس اندر دوڑ گیا۔
مادھو کی آواز اس نے اندر سے ہی سنی تھی۔ لیکن وہ غار خالی نظر آ رہا تھا۔ مشعل کی روشنی میں ننگی دیواریں کھڑی ہوئی تھیں۔
"چاچا جی۔ تم کہاں ہو؟"
"اوپر دیکھو تلک چند۔ میں یہاں ہوں۔" مادھو لال کی آواز ابھری اور تلک چند کی گردن اٹھ گئی۔ غار کی چھت میں ایک گول قدرتی سوراخ تھا جس سے ہوا اندر آ رہی تھی۔ اور مادھو چند اسی سوراخ سے اندر جھانک رہا تھا۔
"چاچا جی۔" تلک چند دہشت بھرے لہجے میں بولا۔
"ہاں میرے پیارے بچے۔ بھائی جی مہاراج نے نیتی مجھے خوب سکھا دی تھی اب وہ میرے کام آ رہی ہے۔"
"کیا کر رہے ہیں چاچا جی؟"
"راجہ جے چند کے قاتل سے ملو گے تلک چند؟"
"کون ہے وہ۔" تلک چند کی آواز ابھری۔
"اس کا نام مادھو لال ہے۔ بھائی جی مہاراج کو میں نے ہی درخت سے دھکا دیا تھا تلک چند۔"
"تم نے۔ چاچا جی تم نے؟"
"ہاں۔ میں نے۔"
"مگر کیوں؟"
"اس لئے کہ راج گدی مجھے چاہئے تھی۔ اور یہ ان کے جیون میں ممکن نہیں تھا۔"
"اوہ۔ مادھو لال۔ مادھو لال۔ میں ترا خون پی جاؤں گا پاپی۔ میں تجھے جیتا نہ چھوڑوں گا۔ بھگوان کی سوگند میں جیتا نہ چھوڑوں گا۔" تلک چند نے دانت پیس کر کہا۔ لال قہقہے لگانے لگا۔ اور پھر اس کی آواز معدوم ہو گئی ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

•

ویدوں اور حکیموں کی کوششوں سے رانی شرمیلا سنبھل چکی تھی۔ رات کے کسی حصے میں اسے ... اجلاس کے حق میں بہتر ثابت ہوئی۔ امراء اور ... حکومت کے ہرکاروں کے ساتھ موجود تھے۔ اجلاس ... تھا اور یہ بات پیش نگاہ تھی کہ کس کو فوراً راجہ بنا دیا ...
"راج گدی کا مالک تلک چند ہے۔" ایک ...
"لیکن وہ ابھی راج کرنے کے قابل نہیں ہے۔"
"اس کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے۔" مادھو لال کے ایک حامی نے کہا۔
"کیا۔؟"
"راجہ جے چند نے مادھو لال کو گدی دینے کا فیصلہ ..."
"انہوں نے یہ بات کس سے کہی تھی؟"
"بہت سوں سے۔ چرن داس میں کام کرنے والوں سے پوچھ لیا جائے۔" چرن داس مادھو لال کے ... ہو رہا تھا۔
"جب ریاست کا ولی عہد موجود ہے تو کسی دوسرے کو گدی دینے کا کیا سوال ہے۔" کسی نے اعتراض کیا۔

"مہاراج یہ بہت پہلے چاہتے تھے۔ مہاراج مادھو لال نے ہمیشہ راج کے کاموں میں راجہ جے چند کی سہائتا کی تھی چنانچہ راجہ نے طے کیا تھا کہ آئندہ حکومت مادھو لال کے حوالے کر دی جائے گی۔"
"یہ بات مہارانی جی کو بھی معلوم ہو گی؟" کسی نے کہا۔
"شاید معلوم ہو۔"
"تب پھر فیصلہ مہارانی پر چھوڑ دیا جائے۔"
"یہ ٹھیک ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔" سب نے اس بات کی تائید کی اور یہ اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔ رانی صحت یاب ہو جائے تب اس سے مشورہ کر لیا جائے گا۔ یہ بات طے ہو گئی تھی۔
دوسری طرف مہارانی شرمیلا نے ہوش میں آنے پر تلک چند کو پکارا۔ "تلک چند کہاں ہے میرا تلک کہاں ہے؟"
"راجکمار اپنے کمرے میں ہوں گے مہارانی۔ ابھی بلوایا جاتا ہے انہیں۔" باندیوں نے جواب دیا اور چند باندیاں راجکمار کو بلانے دوڑ گئیں۔ لیکن راجکمار کا کوئی پتہ نہیں تھا۔
راج محل کے دوسرے حصوں میں بھی تلاشی لی گئی لیکن راجکمار وہاں بھی موجود نہیں تھا۔ چاروں طرف بھاگ دوڑ ہونے لگی۔ آخر راجکمار کہاں چلے گئے۔
اور جب سارا محل چھان لیا گیا تو تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ دیر ہونے کی وجہ سے رانی بھی پریشان ہو گئی تھی اور بار بار راجکمار کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ لیکن راجکمار کا کہیں پتہ نہیں چل سکا۔ اور پھر یہ اطلاع کر دی گئی۔ مادھو لال نے سنا تو اس نے بھی سخت پریشانی کا اظہار کیا اور بہت سے سوار چاروں طرف دوڑا دیئے گئے۔
رانی کو اسی نے اطلاع دی تھی کہ راجکمار محل میں موجود نہیں ہے۔ ایک نئی ہاہاکار مچ گئی تھی۔ رانی پر غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ امراء پریشان تھے۔ مادھو لال پاگلوں کی طرح چاروں طرف راجکمار کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ غرض ایک تماشا کھڑا ہو گیا تھا۔
اور اس ہنگامے کو تین دن گزر گئے۔ راجکمار کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ رانی بستر سے لگ گئی۔ دوسری طرف حکومت راجہ کے بغیر تھی اور امراء سخت پریشان تھے۔
ایسے لمحات میں دشمنوں کی بن آئی تھی۔ امراء رانی کے پاس گئے۔ رانی کی حالت ابتر تھی۔ لیکن وہ ہوش میں تھی۔
"کیا پریشانی لے کر آئے ہیں مہارانی جی؟"
"پریشانیوں کے سوا اب ہمارے جیون میں کیا رہ گیا ہے کہو۔"
"راجکمار تو موجود نہیں ہیں۔ ملک خطرے میں ہے۔"
"میں جانتی ہوں۔"
"کیا سورگباشی مہاراج جے چند نے مادھو لال کو راجہ بنانے کی بات آپ سے کی تھی؟"
"کبھی نہیں۔"
"مادھو لال جی یہ کہتے ہیں۔"
"جھوٹ کہتے ہیں۔"
"لیکن رانی جی۔ اب کسے راجہ بنایا جائے۔"
"تلک چند مل جائے گا اور شکار مل جائے گا۔ وہی راجہ بنے وہی راجہ رہے گا۔ اس کے مل جانے تک حکومت امراء چلائیں گے۔ میں اس کی باگ ڈور خود سنبھالوں گی۔"
"جے مہارانی کی۔ حکومت رانی نے اپنے ہاتھوں میں لے لی ہے۔"
امراء نے یہ نعرے لگائے اور یہ اعلان ہو گیا۔ مادھو لال کے ہرکارے یہ منحوس خبر لے کر اس کے پاس پہنچ گئے۔
"مہارانی نے آپ کو راجہ بنانے سے انکار کر دیا ہے مہاراج۔" انہوں نے اطلاع دی اور مادھو لال مسکرانے لگا۔
"کیا واقعی۔" اس نے پرسکون انداز میں کہا۔
"ہاں مہاراج۔ ہمارے ساتھیوں کی ساری کوششیں بیکار ہو گئیں۔"
"ہوں۔ ٹھیک ہے کوئی چنتا مت کرو۔ ہم راجہ بن چکے ہیں۔ ہمارے علاوہ اب اور کوئی راجہ نہیں بنے گا۔"
"مگر مہاراج کل اس بات کا اعلان ہو جائے گا۔"
"کل ہو گا نا۔ آج تو نہیں۔"
"آج اور کل میں فرق ہی کیا ہے۔"
"بہت فرق ہے دوست۔ کل کل ہے اور آج آج۔ کل یہ اعلان نہیں ہو گا جاؤ۔ مادھو لال وچن دیتا ہے۔" اور اطلاع لے کر آنے والے نے حیرانی سے گردن ہلا دی تھی۔
وقت گزرتا رہا۔ رات کو جب چاروں طرف تاریکی چھا گئی تو مادھو لال اٹھ کر رانی شرمیلا کی طرف چل پڑا۔ اس نے خود کو پوشیدہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔
دروازے پر کھڑے دربانوں سے اس نے پوچھا۔ "مہارانی جی اکیلی ہیں یا کوئی اور بھی ہے۔"
"اکیلی ہیں مہاراج۔" دربانوں نے جواب دیا اور مادھو لال دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ رانی شرمیلا بال

کھوئے اُداس چہرہ بنائے پریشان بیٹھی تھی۔ آہٹ سُن کر چونک پڑی۔ اور پھر مادھولال کو دیکھ کر اس کے چہرے پر غم کے آثار گہرے ہو گئے۔

”آؤ مادھولال۔ یہ سب کیا ہو گیا“؟ اس نے غمگین لہجے میں کہا۔

”بھگوان کی یہی اچھا تھی بھابی رانی“ مادھولال نے کہا۔

”ایسا کون ہو سکتا ہے مادھولال“؟

”آپ خود غور کریں بھابی جی“

”حکومت یا تو تمہیں مل سکتی ہے یا پھر ملک راج کو۔ تیسرا اور کون ہے۔ لوگوں نے حکومت کے لئے تمہارے بارے میں بھی کہا تھا“

”کیا کہا تھا“؟

”یہی کہ تمہیں راجہ بنا لیا جائے“

”آپ نے کیا جواب دیا بھابی جی“؟

”حکومت کا حقدار تو راج کمار ہی ہے“

”وہ تو ابھی بہت چھوٹا ہے“

”اس کی نگرانی کی جا سکتی ہے“

”مجھے ہی حکومت مل جائے تو کیا حرج ہے رانی جی۔ اور پھر مہاراج نے مجھ سے وعدہ بھی کیا تھا“

”یہ جھوٹ ہے“

”بھگوان کی سوگند سچ ہے۔ انہوں نے راجہ کیدو راج سے جان بچانے کے لئے مجھ سے ڈوبتے ڈوبتے کہا کہ حکومت ان کے بعد مجھے ملے گی اس لئے اس کی رکھشا کرنے میں ان کا ہاتھ بٹاؤں“

”مجھے یہ بات نہیں معلوم“

”راج کی دوسری باتیں ہی کہاں معلوم ہیں آپ کو رانی جی“؟

”کیا تم خود بھی یہی چاہتے ہو مادھولال“؟ رانی نے کسی خیال کے تحت چونک کر اسے دیکھا۔

”ارے کون نہ چاہے گا بھابی رانی۔ میرے من میں بھی حکومت کرنے کی بڑی کامنا ہے“ مادھولال ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

”مادھولال۔ کیا تم اپنے بھتیجے کا حق چھین لو گے“؟

”راجہ کیدو راج کے خلاف کام کرتے ہوئے بھائی جی مہاراج نے کہا تھا کہ راج نیتی میں سب کچھ چلتا ہے“

”ایک بات بتاؤ مادھولال“؟ رانی شردھا نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”نت۔ تو کیا“؟

”ہاں۔ ممکن ہے کسی نے راج گدی حاصل کرنے کے لئے ملک چند کو راستے سے ہٹایا ہو“

”نہیں نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا“ شردھا نے دہشت بھرے لہجے میں کہا۔

”ممکن ہے نہ ہوا ہو لیکن میرے من میں یہ خیال آ گیا“ مادھولال مکاری سے بولا۔

”راجکمار“ رانی شردھا نے سسکی لی۔

”آپ ان کی ماتا ہیں بھابی رانی۔ آپ اگر چاہیں تو انہیں نیا جیون مل جائے گا“

”مجھ سے ایک بہت بڑی بھول ہوئی ہے مادھولال۔ ایک بہت ہی بڑی بھول ہوئی ہے جس کا نتیجہ بھگتنا پڑا مجھے“

”کونسی بھول“؟

”گردھاری لال نے مجھے ایک حکم دیا تھا مگر میں اسے بھول گئی“

”کون گردھاری لال“؟

”دریا پار مندر کے پجاری“

”اوہ۔ ایک پجاری اوتار نہیں ہوتا بھابی جی۔ آپ من سے نکال دیں“

”نہیں مادھولال۔ رہ رہ کر میرے من میں یہ خیال آتا ہے“

”عورت ہیں نا۔ اصل بات پر کبھی غور ہی نہیں کرتیں“ مادھولال نے کہا۔

”کیا مطلب“؟

”مجھے تو یہ کسی کی شرارت لگتی ہے بھابی جی“

”میں نہیں سمجھی مادھولال“؟

”یہ بھی ہو سکتا ہے بھائی جی کو کسی نے جان بوجھ کر، جی مہاراج کے پران لینے کی کوشش کی ہو۔ کوئی سازش“

”کس کے خلاف“؟

”مگر انہیں تو شیر نے ہلاک کیا تھا“

”ارے ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا انہیں ہلاک کیا تھا“ ”لیکن راجکمار کی گمشدگی“؟

”راجکمار سے کسی کو کیا دشمنی ہے“؟

”راج پاٹ بڑی چیز ہے بھابی جی۔ کسی کے من میں آ سکتا ہے“ مادھولال نے کہا۔

”جی بھابی رانی“

”کیا تمہیں راجکمار کے بارے میں معلوم ہے“؟

”سوال دراصل الجھا ہوا ہے۔ میں نے ابھی آپ سے ایک بات کہی تھی“

”کونسی“؟

”میں نے کہا تھا نا کہ آپ ملک چند کی ماتا ہیں۔ آپ چاہیں تو انہیں نیا جیون مل سکتا ہے“

”میں تو بھگوان سے بڑی پرارتھنا کر رہی ہوں“

”بھگوان کو کہاں کشٹ دے رہی ہیں کسی منش سے بات کریں“

”مادھولال۔ مادھولال۔ تمہاری باتیں عجیب ہیں بھگوان کے لئے مجھے بتاؤ کیا تمہیں ملک چند کے بارے میں معلوم ہے“

”میں نے کسی سازش کی بات کی تھی بھابی رانی“

”ہاں کی تھی“

”ممکن ہے یہ سازش میں نے ہی کی ہو“

”نہیں مادھو نہیں۔ تم ایسا نہیں کر سکتے“

”کیوں نہیں کر سکتا بھابی رانی“؟

”اس لئے کہ تم۔ تم اس کے چاچا ہو۔ اس کے اپنے“

”میں بھی تو آپ کا اپنا ہوں بھابی جی“

”ہاں ہو“

”تو پھر راجگدی کے لئے آپ میری مخالفت کیوں کر رہی ہیں“؟ مادھولال نے کہا اور شردھا کی آنکھیں کھل گئیں۔ مادھولال پہلی بار اسے ایک عقاب کی شکل میں نظر آیا۔ ایک خونخوار عقاب جس کے پنجوں میں معصوم ملک چند کسی چڑیا کی طرح پھنسا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں دہشت سے پھٹی رہ گئیں۔

”مادھولال۔ مادھولال“

”میں راجہ بننا چاہتا ہوں بھابی رانی۔ اور اس راستے میں کوئی رکاوٹ مجھے پسند نہ ہو گی“ مادھولال بولا۔

”راجکمار تمہارے پاس ہے“

”یہی سمجھ لیں“

”وہ زندہ ہے“؟ رانی پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولی

”ہاں ابھی تو زندہ ہے مگر اس کا جیون تمہارے ہاتھ میں ہے بھابی جی“

”کہاں ہے وہ۔ تم نے۔ تم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے“

”ارے میرا تو وہ بھتیجہ ہے۔ میں اس کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہیں کر سکتا لیکن جو لوگ اس کی نگرانی کر رہے ہیں وہ بڑے پاپی ہیں۔ بڑے ہی سنگدل انسان کی گردن اس طرح مروڑ کر پھینک دیتے ہیں جیسے چڑیا کی۔ ملک چند بھی تو چڑیا کی طرح ہے بھابی رانی“

”اسے چھوڑ دو۔ بھگوان کے لئے اسے چھوڑ دو“

”بھگوان کو آکاش پر رہنے دو بھابی جی۔ دھرتی کی بات کرو۔ یہ دھرتی ہے ہی پاپ کی جگہ“ منش بڑا لالچی ہے“

”کیا چاہتے ہو تم“؟ شردھا اس وقت صرف ماں تھی۔ صرف ماں۔ جو اولاد کے لئے ساری دنیا تیاگ سکتی ہے۔ ”راج پاٹ کیا چیز ہے“

”کل آپ راج دربار میں پدھاریں گی“؟

”ہاں“

”وہاں مہاراج جے چند کے ان الفاظ کی تصدیق کر دیں کہ وہ مجھے راجہ بنانے کے خواہشمند تھے۔ لوگوں سے کہیں کہ ملک چند ابھی چھوٹا ہے۔ راج پاٹ آپ کی خوشی سے مادھولال کے حوالے کر دیا جائے“

”ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کروں گی“ رانی تیار ہو گئی۔ ”لیکن ملک چند“؟

”انتظار کرنا ہو گا رانی جی۔ اس وقت تک انتظار کرنا ہو گا جب تک میں راج گدی مضبوط نہ کر لوں“

”میں نے جو وچن دیا ہے اس کا پالن کروں گی مادھولال۔ راج کمار کو چھوڑ دو۔ ہم دونوں ماں بیٹے یہاں سے چلے جائیں گے یہ علاقہ ہی چھوڑ دیں گے“

”یہ تو آپ کے حق میں اور اچھا ہو گا بھابی رانی“ پھر کوئی دشمنی ہی نہ رہے گی ہماری۔ لیکن وشواش رکھیں۔ راجکمار کو کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ بس دو چار دن کی بات ہے“

”رحم کرو مادھولال رحم کرو“ رانی شردھا رونے لگی۔

”آگیا دیں رانی جی۔ یہ راج کے معاملے ہیں۔ ان میں رحم، وشواش اور وچن جیسی چیزوں کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی“ مادھولال نے کہا اور پھر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ شردھا ہاتھ مل مل کر رو رہی تھی۔

•

ملک چند رات بھر چٹان پر زور آزمائی کرتا رہا لیکن غار کے دہانے کی چٹان ٹس سے مس نہ ہوئی تھی۔ یہ ایک انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

ملک غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ

کسی طرح یہ چٹان ہٹ جائے یا راستہ کھل جائے اور وہ محل پہنچ جائے۔ اس کے بعد وہ تلوار سے کرمادھولال کے بدن کو کئی حصوں میں تقسیم کر دے۔ لیکن وہ مجبور تھا۔

چھت کے سوراخ سے اُجالے کی کرنیں باہر آنے لگیں۔ صبح ہو گئی تھی۔ راجکمار تھک گیا تھا۔ خوف و دہشت نام کی کوئی چیز نہیں تھی اس کے ذہن میں۔ بس غصے سے پھنک رہا تھا۔

روشنی میں غار نمایاں ہو گیا۔ کھانے پینے کی چیزوں کی طرف اس نے دیکھا بھی نہیں تھا۔ آنکھوں میں آگ سُلگ رہی تھی وہ زمین پر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

اس کے ذہن میں رانی شردھا کا خیال آ رہا تھا۔ مادھولال کا خیال آ رہا تھا۔ انہی خیالات میں آنکھیں ایک دوسرے سے چپک گئیں اور وہ گہری نیند سو گیا۔ نہ جانے کب تک سوتا رہا پھر کوئی آواز سن کر ہی چونکا تھا۔ آواز مسلسل آ رہی تھی۔ اس آواز میں ایک انوکھی کھنک تھی۔ وہ چاروں طرف دیکھنے لگا ایک چمکدار گول سکہ ناچ رہا تھا۔ نہ جانے یہ گول سکہ کہاں سے آیا تھا اور کس نے اسے اس انداز میں پھینکا تھا کہ وہ زمین پر گھوم رہا تھا تلک چند جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"شیپا ولی" اس کے منہ سے نکلا۔

"ارے او نندو۔ کہاں ہے رے" ایک حسین آواز دور سے بہت دور سے سنائی دی اور تلک چند مسکرا دیا۔

"سری پھر پگلی ہو گئی ہے"

"نندو رے۔ او نندو" وہی آواز پھر سنائی دی اور راجکمار ہنستا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"مجھے ڈھونڈ رہی ہے" اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ چٹان کی اوٹ سے اس نے جھانک کر دیکھا۔ خوبصورت گھاگرا پہنے۔ بدن پر زیورات سجائے شیپا ولی مورنی سی گردن اُٹھا اُٹھا کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

اس نے بانسری اُٹھائی اُسے ہونٹوں سے لگایا اور ایک دلسوز آواز اُبھری اور اس نے بانسری جلدی سے ہونٹوں سے ہٹا لی۔ یہ تو شیپا کو ستانے کی ایک کوشش تھی۔

وہ بے چین ہو گئی۔ کبھی ادھر دوڑتی کبھی اُدھر۔ پھر چلا کر چیخی "بتا دے تو کہاں ہے۔ ورنہ میں پیڑ سے سر پھوڑ لوں گی"

"شیپا" اس نے میٹھے سُروں میں آواز دی اور وہ اسی طرف دوڑتی چلی آئی۔ پیروں میں پائلوں کی چھن چھن گونج رہی تھی۔ اور پھر ایک لمحے کے لئے اس کا چہرہ نظر آیا۔

بجلی سی کوند گئی۔ شیپا ولی کا حسن عقل و خرد سے بیگانہ کئے دیتا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے رُخ بدل لیا۔ "میں ناراض ہوں تجھ سے"

"کیوں۔" وہ اس کی مدھر آواز اُبھری۔

"کتنی دیر سے تجھے تلاش کر رہی تھی"

"تو پھر"؟

"تھک گئی ہوں۔ بُری طرح اور تو پوچھ رہا ہے کیوں"؟ شیپا ولی نے کہا۔

"لا تیرے پاؤں داب دوں"

"او رے نندراج۔ تو کیسی باتیں کرے ہے۔ اب میں تجھ سے پاؤں دبواؤں گی"

"کیوں نہیں"

"مجھے معلوم ہے تو راجکمار ہے"

"اس سے کیا ہوتا ہے"

"ہوتا تو ہے رے۔ لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے"

"یہی کہیں گے کہ دو پریمی ایک دوسرے میں ایسے کھو گئے ہیں کہ سنسار ہی بھول گئے ہیں"

"وہ کون آ رہا ہے نندراج" شیپا ولی نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"اوہ۔ اوہ گھنشیامی۔ دیوان گھنشیامی۔ یہ بڑا پاپی ہے شیپا۔ یوں کر تو بس سمجھ جا۔ رات کو چاند نکلے میں آجاؤں گا"

"یہ ٹھیک ہے" شیپا نے کہا اور چھن چھن کرتی ہوئی بھاگ گئی۔ جو گھوڑے سوار اسی طرف آ رہے تھے۔ نندراج نے ایک لمحے کے لئے انہیں دیکھا اور پھر ایک سمت چھلانگ لگا دی۔ اس طرف قد آدم جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ وہ جھاڑیوں میں گھس گیا۔

گھوڑے سوار آن کی آن میں اس کے قریب آ گئے اور پھر یہاں سے آگے بڑھ گئے۔ سب سے آگے والے گھوڑے پر گھنشیامی تھا۔ جب گھوڑے دور نکل گئے تو نندراج کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بیوقوف کہیں کا" وہ بڑبڑایا اور پھر اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ شیپا نہ جانے کتنی دور نکل گئی تھی۔

"شیپا۔ شیپا" اس نے آواز دی۔ لیکن اس کی آواز بھٹکتی رہی اسے کا جواب نہیں ملا تھا۔ ہاں۔ ذرا سی دیر کے بعد گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔

غالباً گھنشیامی نے اس کی آواز سن لی تھی۔ نندراج نے چھلانگ لگا دی اور بے تحاشہ دوڑنے لگا۔

"رک جاؤ نند مہاراج۔ رک جاؤ۔ رک جاؤ" گھنشیامی کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ لیکن نندراج دوڑتا رہا۔ اس کے پیروں میں جیسے پنکھ لگ گئے تھے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک دریا کے کنارے تھا۔ یہ دریائے ایل ہی تھا۔ سامنے ہی ایک کشتی نظر آ رہی تھی۔ جس کے ایک گوشے میں کوئی منہ ڈھکے سو رہا تھا۔ نندراج کشتی پر کود گیا۔

کشتی زور سے ہلی تو سونے والا جاگ گیا۔ اس نے سر سے کپڑا ہٹا کر کشتی میں کودنے والے کو دیکھا۔ اور منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

"راجکمار تلک چند مہاراج" اس کے منہ سے نکلا اور کشتی زور زور سے ہلنے لگی اور نندراج کو کئی زوردار جھٹکے لگے اور وہ کشتی میں گر پڑا۔

"دھن باد مہاراج۔ دھن باد۔ بڑے بھاگ ہیں ہمارے سرکار کہ آپ۔ آپ اس غریب کی کشتی میں آئے"

"کون ہو تم"؟

"بیندو ہے ہمارا نام مہاراج۔ کشتی چلاتے ہیں"

"کہاں رہتے ہو"؟

"دریا بیچ۔ گولی سمادھی میں ہماری جھونپڑی ہے مائی باپ"

"بیوی بچے ہیں"؟

"ہاں مہاراج۔ دو بیٹیاں ہیں بس۔ ان کے ساتھ رہتے ہیں۔ پر تلک چند مہاراج آپ اکیلے۔ اس حال میں"

"تلک چند" تلک چند چونک پڑا۔ اس نے خود کو دیکھا۔ محسوس کیا اور پھر پاگلوں کی طرح ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ غار میں نہ تھا۔ دریا کے کنارے کی کشتی ہی میں تھا۔ تلک چند تھا۔ اور تھوڑی دیر پہلے کا وہ سپنا۔ وہ انوکھا سپنا جو سپنا بھی تھا اور حقیقت بھی۔ وہ حسین صورت اب بھی نگاہوں میں تھی جس کا نام۔ جس کا نام کیا نام تھا۔ ابھی تو یاد تھا۔ اوہ۔ اوہ۔ وہ پیشانی مسلنے لگا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ابھی تو قید تھا۔ مادھولال بدمعاش نے اسے غار میں بند کر دیا تھا دھوکے سے اور اب وہ دریا کے کنارے تھا۔

"بیندو" اس نے ملاح کو پکارا۔

"مائی باپ"

"ایک بات بتاؤ"

"جی مائی باپ"

"کیا ہم سپنا دیکھ رہے ہیں"؟

"آپ تو کشتی میں بیٹھے ہیں مہاراج" بیندو آپ کا داس آپ کے سامنے کھڑا ہے"

"ہم غار سے کیسے نکلے آخر"؟

"کون سے غار سے مہاراج"؟ بیندو نے پوچھا اور راجکمار پیشانی مسلتا رہا پھر اس اُلجھن سے چھٹکارا پانے کے لئے اس نے کہا۔

"بیندو۔ کیا تم ہمارا ایک کام کر سکتے ہو"؟

"مہاراج آگیا دیں بیندو گردن کاٹ کر رکھ دے گا"

"تم ہمیں اپنے گھر لے چلو"

"اپنے گھر مہاراج" بیندو خوشی سے کپکپانے لگا۔

"ہاں بیندو۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے"

"یہ بات نہیں ہے مائی باپ۔ پر میری جھونپڑی سی کٹیا آپ کے قابل ہو گی"

"ہم تم سے کہہ رہے ہیں ہمیں وہاں لے چلو"

"ارے چلئے مہاراج بیندو کے تو بھاگ کھل گئے۔ بیندو تو مرتے دم تک خوش رہے گا کہ اس کی کٹیا میں ایک دن راجکمار آئے تھے" بیندو نے جلدی جلدی پتوار سنبھال لئے اور پھر وہ کشتی کو کھینے لگا۔ اس کے ہاتھ تیز رفتاری سے چل رہے تھے۔ اور وہ مست ہو کر گنگنانے لگا تھا۔

راجکمار تلک چند کشتی کے دوسرے سرے پر بیٹھا تھا۔ لیکن اس کا دل اُلٹ رہا تھا۔ دماغ تھا کہ چلا جا رہا تھا۔ کوئی بات جو سمجھ میں آ رہی ہو۔ وہ غار میں قید تھا۔ لیکن نکلنے کی کوئی اُمید نہیں تھی۔ پھر اس نے کھلی آنکھوں سے ایک خواب دیکھا اور اب یہاں موجود تھا۔

"یہ کیسا خواب تھا اور اس خواب میں وہ اسے کیا کہہ کر پکار رہی تھی۔ نہ جانے کیا نام لے رہی تھی وہ اس کا"

کشتی پانی پر ہچکولے کھاتی آگے بڑھ رہی تھی۔ بیچوں بیچ پہنچ کر ملاح نے اسے دھارے پر چھوڑ دیا اور وہ بہنے لگی۔ تب تلک چند نے ملاح کو مخاطب کیا "بیندو"

"جی مہاراج"

"تمہارا گھر کتنی دور ہے"؟

"زیادہ دور نہیں مہاراج"

"آبادی سے اتنی دور رہ کر تم کیسے گزارہ کر لیتے ہو"

"دیا ہے بھگوان کی"

"ریاست جاتے رہتے ہو گے"

"جی مہاراج"؟

"کب گئے تھے؟"

"ابھی دو دن ہوئے ہیں۔"

"مہاراج جے چند کے بارے میں معلوم ہو ہی چکا ہوگا۔"

"ہاں مہاراج۔ سورگباش مہاراج بڑے مہان تھے اِن کے راج میں رعایا کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔"

"اب راجہ کون بنے گا۔"

"آپ کے سوا اور کون بن سکتا ہے مہاراج۔"

"نہیں سینڈو۔ ابھی ہمارا راجہ بننا مشکل ہے ہم چھوٹے ہیں۔ ریاست میں اور کوئی بات تو نہیں سُنی تم نے۔"

"کیسی بات؟"

"ہمارے بارے میں؟"

"نہیں مہاراج۔" سینڈو نے جواب دیا۔ دریا کے بیچوں بیچ اب ایک سرسبز جزیرہ نظر آنے لگا تھا جو بیچ ندی میں موجود تھا۔ کشتی اسی سمت بڑھ رہی تھی۔

دربار لگ گیا تھا۔ رانی سشردھا کی آمد کا انتظار تھا مادھولال اس دوران سارے انتظامات کر چکا تھا۔ اس کے لاتعداد آدمی مختلف جگہوں پر تعینات تھے۔ اس نے اپنے مخالفوں کی فہرستیں دیکھ لی تھیں۔

آج یہ لوگ زیادہ دبنگ ہو کر آئے تھے اور ان کی آنکھوں میں شبہے کے آثار تھے۔ راجکمار کی گمشدگی میں مادھولال پر شبہ کیا جا رہا تھا۔ لیکن یہ لوگ اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتے تھے جب تک رانی سشردھا آخری اعلان نہ کر دیں۔ رانی سے جو گفتگو ہو چکی تھی۔ اس کے بعد اب انہیں کوئی تردد نہیں تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد نقارے پر چوٹ پڑی۔ یہ رانی جی کی آمد کا اعلان تھا۔ اور رانی دربار میں جے چند کے تخت کے پاس پہنچ گئیں۔

"جے مہارانی کی۔ جے مہارانی کی۔" نعرے گونج اُٹھے۔ رانی کے بیٹھ جانے کے بعد ایک جغادری بوڑھے نے کھڑے ہو کر کہا۔

"سجنو۔ پرمیو۔ سورگباشی مہاراج جے چند کے تخت پر آج ان کی پتنی سشردھا دیوی بیٹھی ہوئی ہیں۔ مہارانی جی اس سمے اِس ریاست کی مالک ہیں کیونکہ جب تک راجہ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا یہ تخت ان کے پتی کا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" لوگوں نے آوازیں بلند کیں۔

"رانی جی آج مستقبل کے راجہ کا اعلان کریں گی۔ اس سلسلے میں اگر مادھولال مہاراج۔ جو سورگباشی کے چھوٹے بھائی ہیں تخت کے دعویدار نہ ہوتے تو سیدھی سی بات کہی جا سکتی تھی کہ مہاراج تلک چند اب اس ریاست کے راجہ ہیں۔ لیکن مادھولال مہاراج کے دعوے کی وجہ سے یہ فیصلہ اب مہارانی کریں گی۔"

"لیکن مادھولال اس تخت کے حقدار کیوں ہیں؟" ایک ابھرنے سوال کیا۔

"اس کا جواب میں دوں گا۔" مادھولال کا آدمی کھڑا ہو گیا۔

"ضرور دو۔"

"سورگباشی مہاراج انصاف پسند تھے۔ انہوں نے مادھولال سے وعدہ کیا تھا کہ ان کے بعد مادھولال اس تخت کے مالک ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی مہاراج راج نیتی میں مادھولال کے مشورے شامل رکھتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ آگے چل کر انہیں یہ تخت سنبھالنا ہے۔"

"بات یہ پیدا ہوتی ہے کہ اگر مہاراج نے یہ بات کہی تھی تو کیوں کہی۔ بڑکھوں کی ریت کے مطابق راجکمار تلک چند کو ہی راجہ بننا تھا۔ یہ بات تو اس سمے کہی جا سکتی تھی جب راج کرنے والا نہ ہوتا۔"

"مادھولال کو وہ بڑے بیٹے کی طرح مانتے تھے۔" مادھولال کی وکالت کرنے والے نے کہا

"ماننا دوسری بات ہے اور اصول دوسری چیز۔"

"راجہ خود اصول بناتے ہیں۔"

"بہرحال فیصلہ مہارانی کریں گی۔ اور ہم سب کو یہ فیصلہ ماننا ہوگا جو اس فیصلے کو نہ مانے گا اس سے یہ فیصلہ تلوار کے ذریعہ منوایا جائے گا۔" ٹھاکر بھیرنے کہا۔ بیچارہ اپنی چتا تیار کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ مہارانی فیصلہ کریں گی۔" اور لوگوں کی نگاہیں رانی شردھا کی طرف اُٹھ گئیں۔ شردھا نے ایک نگاہ مادھولال کو دیکھا اور مادھولال نے گردن جھکا دی پھر شردھا کی آواز اُبھری۔

"یہ سچ ہے مہاراج نے مادھولال کو گدی دینے کا وچن دیا تھا۔ اور ان کے وچن کا پالن کرتے ہوئے میں اعلان کرتی ہوں کہ آج سے مادھولال اس ریاست کے راجہ ہیں۔" شردھا کی آواز اُبھری۔ اور درباریوں کو سانپ سونگھ گیا۔ ان کی آوازیں بند ہو گئی تھیں۔

دوسرے لمحے مادھولال نے اِن کے قریب رکھا ہوا تاج اُٹھا کر سر پر رکھ لیا۔ اور اپنے آدمیوں کو آواز دے کر کہا "بغاوت کرنے والے مخالفوں کو گرفتار کر لیا جائے۔"

مسلح جوان اندر گھس آئے تھے۔ فوجوں کے سالار نے خود رانی کا یہ فرمان سُنا تھا اور اب وہ مادھولال کا تابع تھا۔ چنانچہ گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ مادھولال ادب سے رانی کو اندر لے گیا تھا۔

پوری ریاست میں راجہ مادھولال کے نام کا اعلان ہو رہا تھا۔ اور مادھولال رانی کے پاس ایک کمرے میں بیٹھا تھا۔

"شکریہ بھابی جی۔ آپ نے اپنے وچن کا پالن کیا۔ میں بھی اپنے وچن کا پابند ہوں۔"

"مادھولال۔ ہمیں ہمارے بیٹے سے نہ ملاؤ گے۔" رانی شردھا نے سسکی لے کر کہا۔

"اوشش رانی بھابی اوشش۔"

"کب؟"

"اس کے لئے بھی ہمارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے۔"

"میرا من بے کل ہے مادھولال۔ مجھے میرے بیٹے کے پاس پہنچا دو۔ میں تمہارا احسان مانوں گی۔"

"انتظار نہیں کر سکتیں بھابی لالی۔"

"تمہارا بھلا ہوگا مادھو اگر تم میری یہ خواہش پوری کر دو۔"

"تب پھر آپ کو ایک کام اور کرنا ہوگا بھابی رانی۔"

"کہو۔ بولو۔ میں سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوں۔" رانی نے روتے ہوئے کہا۔ اور مادھولال مسکراتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"یوں کریں بھابی جی۔ اعلان کر دیں کہ آپ کسی بھی سمے میکے جا رہی ہیں۔ اور راجکمار کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ وہ وہیں ہے۔ میں آپ کو وہاں پہنچا دوں گا لیکن پھر یہاں واپسی نہ ہوگی۔"

"میں اب یہاں رہ کر کیا کروں گی؟"

"تو ٹھیک ہے۔ آپ باندیوں اور دوسرے لوگوں سے بھی کہہ دیں۔ میں بہت جلد آپ کو راجکمار کے پاس پہنچا دوں گا۔"

"میں ایسا ہی کروں گی۔" رانی نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد ایک طرف تو راجہ مادھولال راج گدی سنبھالنے کے انتظامات کرنے لگا۔ دوسری طرف رانی شردھا لوگوں کو بتانے لگی کہ تلک چند اپنے نانا جی کے پاس چلا گیا ہے۔ اور وہ خود بھی وہاں جا رہی ہے۔

باندیوں اور دوسرے جاں نثاروں نے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ لیکن رانی نے انہیں منع کر دیا۔

"نہیں اب اس کا انتظام راجہ مادھولال کریں گے۔"

مادھولال نے انتظام کر دیا۔ ایک ملازمہ دس سوار رانی کے ساتھ چل پڑے۔ انہیں معلوم تھا کہ انہیں کہاں جانا ہے۔ مادھولال نے وعدہ کیا تھا کہ وہ بہت جلد ان سے آن ملے گا۔

سفر زیادہ طویل نہ تھا بس تھوڑا سا گھماؤ پھراؤ اختیار کیا گیا تھا۔ اور بالآخر وہ ان پہاڑوں میں خاص غار کے پاس پہنچ گئے۔ مادھولال نہ جانے کون سے راستے سے ان لوگوں سے پہلے وہاں پہنچ گیا تھا۔

رانی شردھا نے اسے دیکھا اور بولی "کہاں ہے میرا تلک چند۔"

"چند قدم اور بھابی رانی۔ اس چٹان کے پیچھے غار ہے۔"

"آہ۔ تم نے اسے یہاں قید کیا ہے۔ وہ بھوکا پیاسا۔"

"نہ نہ نہ۔ یہاں سارے انتظامات ہیں کھانے پینے کے آپ اندر جا کر تو دیکھیں۔" مادھولال نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ چٹان ہٹانے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد چٹان ہٹ گئی۔

"تلک چند میرے بچے۔ میرے لال۔" رانی شردھا بے اختیار اندر داخل ہو گئی اور دوسرے لمحے مادھولال نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ چٹان برابر ہو گئی۔ غار کا دہانہ ڈھک گیا مادھولال نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا تھا۔

"بھگوان۔ بھائی جی مہاراج کو سورگ میں جگہ دے راج نیتی میں بیکدر گرو وہی تھے۔ میں نے جو کچھ سیکھا ہے انہی سے سیکھا ہے۔ اندر ماں بیٹے موجود ہیں۔ اور کھانے پینے کی چیزیں ہیں نہیں۔ جب تک یہ فضا ان کا ساتھ دے گی وہ جیتے رہیں گے اور پھر دونوں ماں بیٹے بھی پرلوک سدھار جائیں گے۔ تم لوگ غور کرو انہیں جیتا چھوڑ کر کیا میں اس بات کا انتظار کرتا کہ تلک چند جوان ہو کر مجھ سے جنگ کرے اور راج گدی چھین لے۔"

"بولو۔ بولو۔ مادھولال مہاراج کی جے۔ مادھولال مہاراج کی جے۔" مادھولال کے ساتھی نعرے لگانے لگے۔

"آؤ۔ واپس چلیں۔ ابھی ان سسروں سے بھی نپٹنا ہے جو میری کاٹ کرتے رہے ہیں۔ آؤ۔ لیکن سنو۔ شہر میں داخل ہوتے ہوئے تم سب منتشر ہو جانا اور اپنے گھروں میں جا بیٹھنا سمجھے۔"

مادھولال نے بڑی کامیابی سے راجہ جے چند، راجکمار تلک چند اور رانی شردھا کو راستے سے ہٹا دیا تھا۔ اس نے مشہور کر دیا کہ رانی مہاراج جے چند کی موت سے اتنی بددل ہو گئی تھی کہ اس نے یہاں رہنا پسند نہیں کیا۔ اس نے روندھی ہوئی آواز سے دربار میں کہا۔

"بھائی جی مہاراج کی اچانک موت پر کس پاپی کا دل نہ رو رہا ہوگا۔ ابھی ان کے مرنے کے دن کہاں تھے۔ بھگوان کی سوگند میرے دل میں راجہ بننے کی کوئی اچھا نہیں تھی پر انصاف پسند بھائی جی مہاراج نے خود مجھ سے چھپ کر یہ بات کہی تھی۔ "مادھولال میں صدیوں پرانی وہ ریت توڑنا چاہتا ہوں جس کی بنیاد ہمارے پرکھوں نے ڈالی ہے۔ تو میرا بھائی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ راج گدی حاصل کرنے کا شوق کسے نہ ہوگا۔ میں تجھے اپنے بیٹے تلک چند سے الگ نہیں سمجھتا اور اس کی طرح تجھے بھی چاہتا ہوں۔ تو پھر ایسی کیا وجہ ہے کہ راج گدی تجھے نہ ملے۔ یہ راج تیرا ہے مادھو لال یہ راج تیرا ہے۔" مادھولال نے کہا اور منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر رونے لگا۔ تھوڑی دیر وہ روتا رہا۔ پھر اس نے اپنی آنکھوں میں آئے ہوئے زبردستی کے چند آنسو رومال سے رگڑ رگڑ کر صاف کئے اور بولا۔

تب میں نے بھائی جی مہاراج سے کہا۔ "بھائی جی مہاراج تلک چند بھی تو میرا ہے۔ وہ اور میں الگ تو نہیں ہیں۔ تمہارا بیٹا میرا بیٹا ہے۔ وہ راج گدی پر بیٹھے گا۔ تو مجھے اتنی ہی خوشی ہوگی جتنی اپنے راج گدی پر بیٹھنے کی۔" پر بھائی جی مہاراج نہیں مانے۔ میں نے اپنے من میں سوچا تھا کہ تھوڑے عرصے میں بھائی جی مہاراج کو سمجھاؤں گا۔ لیکن تقدیر نے مجھے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ پھر جب بھائی جی مہاراج مر گئے تو میں نے بھابی رانی سے بھی یہی بات کہی۔ میں نے ان سے کہا۔

"بھابی رانی مادھولال جیتا ہے ابھی۔ تلک چند کو راجہ بنا دیا جائے۔" مادھولال راج گدی کی حفاظت کرے گا۔ پر رانی بھابی نہ مانیں۔ انہوں نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔

"سورگباشی کی جو خواہش تھی مادھولال اسے پورا کرنا نہ صرف تیرا بلکہ میرا بھی کام ہے۔ راج گدی تجھے ہی ملے گی اور میں بھرے دربار میں یہ اعلان کر دوں گی۔ میں نے بہت کوشش کی سمجھو، پر بھابی رانی کو منع نہیں کر سکا۔ ان کا دل ایسے ٹوٹ گیا تھا یہاں سے کہ راج گدی میرے حوالے کرنے کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا۔

"مادھولال میں اپنے میکے جانا چاہتی ہوں۔" تب میں نے کہا۔

"بھابی ہمیں بھی تو سیوا کا موقع دیں۔ میں آپ کا بیٹا بن کر خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ پر وہ نہ مانیں اور خاموشی سے یہاں سے چلی گئیں۔"

"بہرصورت یہ دیش اب بھی راجہ جے چند کا ہے۔ مادھولال راجہ جے چند کا جانشین ہے اور راجہ کی حیثیت سے اعلان کرتا ہے کہ اب مادھولال کے خلاف کوئی آواز دکھتے اگر کوئی آواز مادھولال کے خلاف بلند ہوئی تو اس آواز کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا جائے گا۔"

درباریوں نے یہ تقریر خاموشی سے سنی تھی۔ بے شمار ایسے تھے جنہیں اس بات کا مکمل یقین تھا کہ مادھولال مگرمچھ کے آنسو بہا رہا ہے۔ ان ساری باتوں میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ لیکن یہ حقیقت ضرور تھی کہ رانی شردھا راجکمار تلک چند کو لے کر یہاں سے چلی گئی تھی۔ اور اب اس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ نہ جانے وہ کہاں تھی۔

یہ بات کسی کے دل میں نہیں آئی تھی کہ رانی شردھا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ کسی نے مادھولال کے خلاف آواز بلند نہیں کی۔ البتہ مادھولال کے ہرکارے اس آدمی کے پیچھے لگے ہوئے تھے جو ماضی میں مادھولال کے خلاف رہ چکا تھا یا جس نے کبھی مادھولال کے خلاف کوئی بات کی تھی۔ اس طرح گھرانے کے گھرانے ختم کئے جا رہے تھے۔ قتل عام ہو رہا تھا اور کسی کو فریاد کرنے کی اجازت نہ تھی۔

رانی شردھا اس ویران غار میں بھٹک رہی تھی جب وہ اس چٹانی غار میں داخل ہوئی تھی تو اس کی آنکھوں میں محبت کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ اس کے دل میں مامتا کی ہمک تھی۔ وہ اپنے تلک چند سے ملنے جا رہی تھی۔ اس نے راج پاٹ چھوڑ دیا تھا۔ وہ ماں تھی۔ اور ماں اپنی اولاد کے لئے راج پاٹ کیا دنیا چھوڑ دیتی ہے۔ اپنا گلا کٹوا سکتی ہے پر اولاد پر آنچ نہیں آنے دیتی۔ اس کی تیز آوازیں غار کی دیواروں سے ٹکرا رہی تھیں۔

"تلک چند۔ تلک چند۔ تلک۔ میرے لال میرے بیٹے! میری آنکھوں کی روشنی کدھر ہے تو۔ آواز دے

تلک چند۔ میرے تلک چند۔" وہ غار کے ایک ایک کونے میں چیختی چلاتی پھر رہی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ چالاک مادھولال نے اس کے خلاف کیا سازش کی ہے۔ اسے تو صرف ایک ہی لگن تھی کہ تلک چند نظر آ جائے۔ پر کہاں ہے تلک چند اس نے غار کا ایک ایک کونہ ڈھونڈ ڈالا۔ لیکن پتھروں کے اس غار میں کہیں بھی اپنا جیتا جاگتا تلک چند نظر نہ آیا۔ تب اس کے دل میں شدید درد اٹھا۔

"مادھولال۔ مادھولال۔ کمبخت کہیں تو نے یہاں بھی تو دھوکا نہیں کیا۔ اس کا کلیجہ غم کی شدت سے پھٹنے لگا۔

ہائے تلک چند۔ میرا تلک چند۔ وہ بے اختیار رو رہی تھی۔ اس کا پورا وجود رو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے ساون کی جھڑیاں بہہ رہی تھیں۔ شدت غم نے اس سے اس کے حواس چھین لئے تھے۔

"مادھولال۔ مادھولال۔" وہ دوڑتی ہوئی غار کے دہانے تک آئی۔ لیکن غار کا دروازہ اس کی تقدیر کے دروازوں کی طرح بند ہو چکا تھا۔ بھاری چٹان غار کے دہانے پر لگی تھی۔ اور اس چٹان کو ہلانا کسی ایک انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔

رانی شردھا چٹان سے سر ٹکراتی رہی۔ اس کا سر لہولہان ہو گیا تھا۔ لیکن اسے اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ خون سر سے نکل نکل کر بہتا رہا۔ حتیٰ کہ رانی شردھا غش کھا کر گر پڑی۔ اس پر بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی اور یہ بیہوشی نہ جانے کتنی طویل تھی۔

جب وہ جاگی تو اوپر کے ایک سوراخ سے روشنی کی کرنیں اندر آ رہی تھیں اس کا سر بری طرح دکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے سر کو ہاتھ لگایا۔ خون سوکھ کر چپک گیا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"میرے بیٹے۔ میرے بیٹے۔ میرے تلک۔ کہاں ہے تو۔" اس کی درد بھری آواز غار میں گونجی۔ لیکن اس کے جواب میں خاموشی رہی۔

تب اسے نہ جانے کیا خیال آیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ان چیزوں کے نزدیک پہنچ گئی جو [illegible] نے غار میں رکھی تھیں، لیکن ان چیزوں سے اسے اپنے بیٹے کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی۔ تلک چند تو کہاں ہے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ تو یہاں تھا ضرور۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں، پانی بھی تھا۔ اس نے تھوڑا سا پانی لیا اور اس سے اپنا زخم صاف کرنے لگی۔ پھر اس نے اپنی ساڑھی کا پلو پھاڑا اور ماتھے پر کس لیا۔ اس کے چہرے سے حسرت اور یاس ٹپک رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں درد ہچکولے لے رہا تھا۔

"تلک چند۔ تلک چند۔" ایک ہی گردان اس کے ہونٹوں پر تھی۔ لیکن اس کا جواب دینے والا یہاں کوئی نہیں تھا۔

"آخر تجھے کیا ملا مجھے یہاں قید کر کے۔ قید ہی کرنا تھا پاپی تو مجھے بیٹے کے ساتھ یہاں قید کر دیتا۔ مادھولال بھگوان تجھے غارت کرے۔ بھگوان تجھے اس سارے کئے کی سزا دے۔ میں نے تو تیرا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ ہائے گروگردھاری لال۔ تم نے۔ تم نے تو بہت بڑا بدلہ لیا ہم لوگوں سے۔ بھول ہو گئی تھی۔ منش ہوں نا۔ غصے میں حکم بھول گئی تھی۔ لیکن اس کے بدلے میں تمہیں ہم سے اتنا بڑا انتقام نہیں لینا چاہئے تھا۔ گروگردھاری لال تمہیں ہم سے اتنا بڑا انتقام لینا نہیں لینا چاہئے تھا۔"

وہ روتی رہی۔ دیر تک روتی رہی، اس کے دل کا درد آنکھوں کے رستے بہتا رہا۔

دیر تک وہ سوچتی رہی۔ نہ جانے کیا کیا۔ تھکن، خوف، نیند اور تکلیف غالب تھی۔ ذہن ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ دل صدمے میں ڈوبا ہوا تھا۔ چنانچہ اس پر غشی سی طاری ہو گئی۔

پھر اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب کوئی اس کا شانہ پکڑ کر ہلا رہا تھا۔

وہ چونک پڑی۔ اس ویران غار میں اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

کیا چٹانی دروازہ کھل گیا۔ کیا کوئی اس کی مدد کو آ گیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ایک جیتی جاگتی سی تصویر اس کے سامنے کھڑی تھی۔

نہ جانے کون تھا یہ۔ نہ جانے کون تھا۔ آنکھوں میں جیسے گرد بھری ہوئی تھی، اس نے آنکھیں بند کیں پھر کھولیں لیکن آنکھوں کی دھندلاہٹ واضح نہیں ہو رہی تھی۔ اس کی بینائی متاثر ہو گئی تھی شاید۔ اس نے اپنی آنکھوں کو زور سے رگڑ ڈالا۔ لیکن کچھ نہ ہو سکا۔ اس کی آنکھوں کی بدستور وہی کیفیت تھی جو پہلے تھی۔ تب اس نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

"کون ہے؟"

"دم تھو رانی شردھا۔ اٹھ جاؤ۔" ایک بھاری آواز ابھری

اور رانی شردھا کو یوں محسوس ہوا جیسے یہ آواز اس نے پہلے کہیں سنی ہے۔

"کون ہو تم بھائی۔ کون ہو۔ مجھے نظر کیوں نہیں آ رہا۔ میری آنکھوں کی بینائی گم کیوں ہو گئی ہے؟"

"بہت کچھ ہو چکا ہے اور بہت کچھ ہونا باقی ہے فضول باتیں مت کرو۔ آؤ میرے ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھ جاؤ۔" اس آواز نے کہا۔ اور رانی شردھا سر ہلانے لگی۔

اس نے بڑھا ہوا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب وہ اپنی آنکھیں پٹ پٹا رہی تھی۔ اسے اپنی بینائی کھو جانے کا دلی رنج ہو رہا تھا۔ لیکن اب تو اس کا سب کچھ ہی کھوتا جا رہا تھا۔

راج پاٹ کھویا۔ بیٹا کھویا۔ پتی کھویا اور اب بینائی بھی کھو گئی۔ یہ کونسی نئی بات ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھوں سے ٹٹول کر اس مضبوط ہاتھ کا سہارا لیا۔ اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے۔ مجھے نظر کیوں نہیں آ رہا۔ مجھے نظر کیوں نہیں آ رہا ہے۔"

"میں نے کہا نا رانی شردھا تمہاری بینائی جا چکی ہے۔" بھاری آواز نے کہا۔

"مگر۔ مگر مجھے دھندلاہٹوں کا احساس تو ہو رہا ہے۔" رانی شردھا نے پوچھا۔

"یہ احساس تمہاری زندگی کے لئے ضروری ہے۔"

"مگر تم کون ہو؟"

"میں۔" بھاری آواز نے پوچھا۔

"ہاں۔ مجھے تمہاری آواز کچھ جانی پہچانی محسوس ہو رہی ہے۔" رانی شردھا نے کہا اور دوسری طرف سے ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"غور کرو رانی شردھا یہ آواز کس کی ہو سکتی ہے۔؟"

"میں۔ میں غور کر رہی ہوں لیکن میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"ذہن پر زور دو۔" بھاری آواز نے کہا۔

"مم۔ میں۔ میں نہیں بتا سکتی۔" رانی شردھا اپنی آنکھوں کو پٹ پٹاتی ہوئی بولی۔

"گیارہ سال پیچھے لوٹ جاؤ شردھا۔ لوٹ جاؤ۔ رانی شردھا۔ دریا کے اس پار سمندر کے کنارے۔ اس طرف لوٹ جاؤ۔ لوٹ جاؤ۔" بھاری آواز عجیب سے انداز میں کہہ رہی تھی اور دوسرے لمحے رانی شردھا کے ذہن میں دھماکے ہونے لگے۔" اس کے حلق سے لرزتی ہوئی آواز نکلی۔

"گرو۔ گرو جی۔" گرو گردھاری لال۔

"ہوں تو تمہیں یاد آ گیا۔"

"ہاں۔ ہاں مہاراج۔ ہاں گرو جی۔ شما کر دیں گرو جی شما کر دیں۔" رانی شردھا ٹٹول ٹٹول کر گرو جی کے قدموں میں گر پڑی۔ اور گرو جی نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"نہیں رانی شردھا کھڑی ہو جاؤ۔ میں نے تمہیں کوئی شراپ نہیں دیا۔"

"تو پھر یہ سب کیا ہے گرو جی۔ یہ سب کیا ہے۔ میرا تلک کہاں ہے۔ میرا تلک کہاں ہے۔؟" رانی شردھا کی آنکھوں سے پھر درد پھوٹنے لگا۔

"رانی شردھا حوصلہ کرو۔ حوصلہ کرو رانی شردھا۔ یہ سب تمہاری بھاگ ریکھا ہے۔ تمہاری بھاگ ریکھا میں یہی کچھ لکھا تھا۔ سبھی لکھا تھا۔ یہی لکھا تھا۔ نہ میں کچھ کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی تم کچھ کر سکتی تھیں۔ کھڑی ہو جاؤ۔ مجھے وشواش تھا کہ تم مجھے بھول جاؤ گی۔"

"مجھے شما کر دیں گے گرو جی۔ مجھے شما کر دیں۔" رانی شردھا دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی۔

"میں نے کہا نا رانی۔ میں نے تمہیں شما کر دیا۔" گرو جی نے کہا۔

"گرو جی۔ گرو جی۔ ہمارا سب کچھ لٹ گیا۔ ہم برباد ہو گئے گرو جی۔ ہمارا سب کچھ برباد ہو گیا۔"

"ہوں رانی شردھا واقعی تم برباد ہو گئیں۔ لیکن شردھا یہ سب کچھ بھاگ ریکھا ہے۔ جو کچھ بھاگ میں لکھا ہوتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے۔ یگ یگ سے یہ سب کچھ ہوتا آ رہا ہے اور نجانے کتنے یگ اسی میں بیت جائیں گے۔"

"میں کچھ نہیں سمجھی مہاراج۔ کچھ نہیں سمجھی۔ مجھے۔ مجھے سہارا دیجئے۔ بھگوان کی سوگند مجھے سہارا دیجئے۔ میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔"

"تمہیں ہمت سے کام لینا ہو گا شردھا۔ ابھی تو تمہیں ایک کٹھن سمے بتانا ہے۔ ابھی تو تمہیں اتنا طویل سمے بتانا ہے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔"

"میں مر جاؤں گی مہاراج۔ میرا سب کچھ لٹ گیا ہے۔ میں برباد ہو گئی ہوں۔ لیکن مہاراج میں تلک چند کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مہاراج مجھے میرا تلک چند دلا دیں۔ میں جانتی ہوں کہ میں نے آپ کے حکم سے سرتابی کی تھی جس کی وجہ سے مجھے یہ سزا ملی ہے۔" رانی شردھا نے بے بسی سے کہا۔

"نہیں رانی شردھا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بھگوان کی سوگند بات اگر ذرا سی بھی ہوتی تو میں تجھے کبھی شراپ نہیں دیتا۔ میں نے تجھے کوئی شراپ نہیں دیا ہے رانی۔ یہ سب بھاگوں کی ریکھا ہے۔"

"میرے ہی بھاگ میں یہ سب کٹھنائیاں رہ گئی تھیں۔" رانی شردھا نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"فکر نہ کر دیوی کٹھنائیاں کٹ جائیں گی لیکن تجھے کرنا وہی ہو گا جو میں تجھے بتا رہا ہوں۔"

"آپ۔ آپ۔ آپ مہاراج جتنے ہیں۔ آپ نے میرے لئے کوئی پتر دیا تھا۔"

"ہاں رانی شردھا۔ میں نے تیرے لئے ایک خوب [illegible] کو پتر دیا تھا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ اس کے نقش تجھے معلوم نہ ہو سکے۔ بیچارے بیوقوف لکڑہارے نے پانی میں نہاتے ہوئے اس پتر کو دھو دیا تھا۔"

"ہاں مہاراج ایسا ہی ہوا تھا۔ ایسا ہی ہوا تھا۔" رانی شردھا نے کہا۔

"خیر اس کی کوئی بات نہیں۔ میں نے تجھے اس کٹھن سمے سے آگاہ کیا تھا۔ اگر وہ پتر تیرے ہاتھ لگ جاتا تو شاید کوئی اپائے کر سکتی۔"

"کیا لکھا تھا مہاراج اس پتر میں۔" شردھا نے پوچھا۔

"تو اپنے آپ کو سنبھال۔ میں تجھے سب کچھ بتا دوں گا۔" گرو گردھاری لال نے کہا۔

"بتائیں مہاراج مجھے بتائیں۔ میں اب ٹھیک ہوں۔ آپ مل گئے ہیں مجھے بہت بڑا سہارا مل گیا ہے۔"

"بیٹھ جا رانی شردھا۔ بیٹھ جا۔" گردھاری لال مہاراج نے کہا اور رانی شردھا بیٹھ گئی۔ گردھاری لال مہاراج بھی اس کے سامنے ہی بیٹھ گئے تھے۔

شردھا کی آنکھوں کے سامنے بدستور دھند چھائی ہوئی تھی۔ بس یوں لگتا تھا جیسے روشنیاں گل ہو گئی ہوں، خلا کے ادھر ادھر دوڑتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ انہی میں ایک خلا گرو گردھاری لال کا بھی تھا۔ وہ اس خلا کے پر نگاہ جما کر بیٹھ گئی۔

"میں نے اس پتر میں لکھا تھا رانی شردھا کہ مادھو لال سے ہوشیار رہ۔ مادھو لال راجہ جے چند کے جیون کا دشمن ہو گیا ہے۔ وہ انہیں ہلاک کر دے گا۔"

"مادھو لال۔" رانی شردھا تعجب سے بولی۔

"ہاں مادھو لال۔"

"مگر مادھو لال تو۔۔" رانی کچھ کہہ نہ سکی۔ "وہ۔۔۔ وہ تو اپنے بھائی کو بہت چاہتا تھا۔"

"تو بیوقوف ہے شردھا۔ وہ جے چند کی جان کا دشمن تھا اور اس نے ایسا ہی کیا۔"

"کیا مہاراج۔؟" شردھا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ہاں رانی۔ لیکن راجہ جے چند بھی مادھو لال کا دوست نہ تھا۔"

"مم۔۔۔ میں۔ میں کچھ نہیں سمجھی مہاراج۔ میں کچھ نہیں سمجھی۔"

"میں تجھے سمجھا رہا ہوں۔ شکار پر جاتے ہوئے راجہ جے چند نے تجھے اپنے ساتھ نہیں لیا تھا۔"

"ہاں مہاراج۔"

"کیا تو جانتی ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا۔؟ جب کہ تو نے جانے کی کوشش بھی کی تھی۔"

"ہاں مہاراج۔ میں نے کہا تھا اور اس کی وجہ تلک چند تھا۔"

"لیکن راجہ نے تجھے منع کر دیا۔"

"ہاں مہاراج۔ یہ سچ ہے۔"

"جانتی ہے کیوں؟"

"نہیں مہاراج۔"

"تو سن راجہ جے چند اس دن اس جنگل میں شیر کا شکار کھیلنے نہیں بلکہ مادھو لال کا شکار کھیلنے جا رہا تھا۔" گرو گردھاری لال نے کہا اور شردھا حیرانی سے گرو گردھاری لال کو دیکھنے لگی وہ ان ساری باتوں کو غلط نہیں کہہ سکتی تھی۔ اور سچ سمجھتے ہوئے اسے تعجب ہو رہا تھا۔

"راجہ جے چند۔ سورگباشی راجہ جے چند۔" رانی شردھا نے تعجب سے پوچھا۔ یہ انکشاف اس کے لئے تعجب خیز تھا۔

"ہاں۔"

"لیکن کیوں گرو جی۔"

"یہ بات بہت پرانی ہے رانی شردھا۔ اس سمے کی جب راجہ کیدو راج نے راجہ جے چند پر لشکر کشی کر کے اسے تہس نہس کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن راجہ جے چند نے چالاکی سے میلے میں سارے راجاؤں کو بلایا اور پھر کیدو راج کو ڈاکو بنا کر چھوڑ دیا۔"

"کیدو راج کو ڈاکو۔ نہیں گرو گردھاری میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔"

"تجھے یہ ساری باتیں یاد کرنا ہوں گی رانی شردھا۔ ذہن پر زور دے۔" گرو گردھاری لال نے کہا۔ پھر بولا۔ "کیا راجہ کیدوراج نے راجکمار کو اغوا کیا تھا؟"

"مجھے نہیں معلوم مہاراج۔"

"تجھے یہ تو یاد ہوگا کہ جے چند نے تجھے وہاں سے ہٹا دیا تھا۔"

"ہاں مہاراج۔ یہ مجھے یاد ہے۔"

"اور اس کے بعد ایک اور لڑکے کو راجکمار ملک چند کی جگہ دے دی گئی۔ اور راجہ کیدوراج اُسے اُٹھا لے گیا۔ اس کے بعد مادھولال نے راجاؤں کے پاڑوں پر ڈاکے ڈالے۔ اور نام لگا دیا کیدوراج کا۔ کیدوراج اس لئے پھنس گیا کہ وہ وہاں سے فرار ہو چکا تھا۔ اس طرح راجہ جے چند نے کیدوراج کا خطرہ بھی ٹال دیا اور لوٹے ہوئے مال سے خزانے بھی بھر لئے۔ اور ان سارے کاموں کے پیچھے مادھولال کی محنت تھی۔"

"مادھولال کی ۔۔ اوہ ۔ اوہ۔" رانی نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"ہاں رانی شردھا۔ مادھولال نے ہی تیرے پتی کے کہنے پر ڈاکے ڈالے تھے اور اس شرط پر ڈالے تھے کہ راجہ جے چند مستقبل میں اسے راجہ بنائے گا۔ لیکن راجہ جے چند نہیں چاہتا تھا کہ مادھولال اس کے بعد تخت نشین ہو۔ وہ اپنے بیٹے کو ہی راجہ بنانا چاہتا تھا۔ اور مادھولال کو شیر کے شکار کے دھوکے سے اسی لئے ساتھ لے گیا تھا کہ جنگل میں پہنچ کر مادھولال کو قتل کر ڈالے۔"

"اوہ پھر ۔ پھر کیا ہوا مہاراج؟"

"پھر ہوا یوں کہ جو بات راجہ جے چند سوچ رہا تھا وہی بات مادھولال نے سوچ لی۔ اور کامیاب وہی ہوتا ہے جو پہلے عمل کرے۔ مادھولال نے راجہ جے چند کو درخت سے دھکیل دیا اور اس کے ساتھ ہی منتری گیان چند کو بھی اور یہ دونوں شیر کا شکار بن گئے۔"

"تب مادھولال نے ملک چند کو انہی غاروں میں لا کر قید کر دیا اور اس کے بعد دھوکے سے تجھے بھی یہاں لے آیا۔"

"ہم ۔ مگر ملک چند ۔ ملک چند کہاں ہے مہاراج؟" رانی کے دل میں پھر طوفان اُٹھا۔

"ملک چند یہاں سے نکل چکا ہے۔"

"کیسے؟"

"بس کوئی پُراسرار طاقت اسے یہاں سے لے گئی ہے۔ میں ابھی تجھے اس کے بارے میں نہیں بتا سکتا۔"

"کہاں لے گئی ہے مہاراج؟" رانی نے بے چینی سے پوچھا۔

"یہ میں نہیں بتا سکتا۔"

"میرا بچہ ٹھیک تو ہے مہاراج۔"

"ہاں وہ ٹھیک ہے اور ٹھیک رہے گا۔"

"اسے کوئی گزند تو نہ پہنچے گی۔"

"نہیں رانی نہیں۔ میں نے تجھ سے کہہ دیا نا وہ محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ کیونکہ جو کہانیاں اس یگ میں بیت چکی ہیں جس میں تو موجود تھی وہ ایک بار پھر انسان دوہرائیں گی۔ وہ کہانیاں پھر عمل میں آئیں گی۔ اسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔ کیونکہ یہی کل یگ اور ست یگ کی بات ہے۔"

"کیسی کہانیاں مہاراج ۔ کیسی کہانیاں۔" رانی شردھا نے بے چینی سے پوچھا۔

"رانی گندھاری کی کہانی، سیتا دیوی کی کہانی، نند راج کی کہانی۔ بہت سی کہانیاں ہیں۔ بہت سی کہانیاں ہیں۔ اس سے پہلے کی بھی بہت سی کہانیاں ہیں، دریودھن کی بھی کہانی ہے اور اس سے پہلے راجہ دھرت راشٹر کی بھی۔ کون کون سی کہانی تجھے سناؤں۔ سمے تجھے خود سب کچھ بتا دے گا۔"

"مہاراج ایک بات آپ نے پہلے بھی تو کہی تھی۔" رانی شردھا بولی۔

"کونسی بات؟"

"آپ نے کہا تھا مہاراج کہ آپ جو گیان کر رہے ہیں اس میں آپ پچھلے جنموں کی خبر لائیں گے۔"

"وہی خبر تو میں تجھے سنا رہا ہوں رانی شردھا۔"

"تو ۔ تو کیا یہ بات سچ ہے؟"

"کونسی بات؟" مہاراج گردھاری لال نے پوچھا۔

"یہی کہ پچھلے جنم میں رانی گندھاری میں تھی۔"

"ہاں۔"

"اور اس سے پچھلے جنم میں کچھ اور۔"

"ہاں رانی شردھا۔"

"لیکن مجھے تو کچھ یاد نہیں۔"

"جنم کی باتیں کسے یاد رہتی ہیں رانی شردھا، سب سب بھول جاتے ہیں۔ وہ اور ہی ہوتے ہیں جو کچھ یاد رکھتے ہیں اور جو یاد نہیں رکھتے انہیں سمے سب کچھ یاد دلا دیتا ہے، اور رانی شردھا تیرے حالات نے بھی رخ بدلا ہے لیکن ہوگا وہی سب

کچھ جو پہلے ہو چکا ہے۔ ابھی تو سنسار کے کتنے جنم باقی ہیں۔ ابھی تو یہ مٹی کی زمین قائم ہے اور جب تک یہ زمین قائم رہے گی کہانیاں اس کے گرد گھومتی رہیں گی۔ اور منش بھی اس کے ساتھ ساتھ گھومتا رہے گا۔" مہاراج گردھاری لال نے کہا اور رانی شردھا تعجب و حیرت سے یہ سب کچھ سنتی رہی۔

تب اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "مہاراج منش بڑا کمزور ہے۔ پچھلے جنم میں پچھلے یگ میں جو کچھ بھی رہا ہو لیکن اس جنم میں، میں رانی شردھا ہوں اپنے ملک چند کی دیوانی۔ اگر مجھے ملک چند نہ ملا تو میں پران دے دوں گی۔ بھگوان کی سوگند میں پران دے دوں گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ میں انہی پتھروں سے سر پھوڑ پھوڑ کر اپنی پران دے دوں گی۔" رانی شردھا بلک بلک کر رونے لگی۔

"دھیرج رکھ رانی شردھا دھیرج رکھ جو کچھ میں بتاؤں وہی کچھ کرنا ہوگا۔ ورنہ سنسار کے کن کن کٹھنائیوں سے تجھے گزرنا پڑے گا۔" مہاراج گردھاری لال نے کہا۔

"میں تیار ہوں مہاراج ۔ مگر ایک بات کا مجھے وشواش دلا دیں۔"

"بول کیا کہتی ہے؟"

"مجھے بھگوان کی سوگند کھا کر یہ وشواش دلائیں کہ میرا ملک چند مجھے ضرور مل جائے گا۔"

"بھگوان کی سوگند رانی تجھے تیرا ملک چند ضرور مل جائے گا۔" گردھاری لال نے کہا۔

"لیکن کب؟"

"بارہ برس کے بعد۔" گردھاری لال مہاراج نے کہا، اور رانی دل پکڑ کر رہ گئی۔

"بارہ برس؟" رانی نے امید و بیم کی کیفیت میں پوچھا۔

"ہاں پورے بارہ برس۔ اس سے پہلے تو دنیا جہان کے جوگ کر لے ملک چند تجھے نہیں ملے گا۔"

"ہم مہاراج مگر بارہ برس تک میں جیتی کیسے رہوں گی۔" رانی شردھا نے بے بسی سے کہا۔

"تو جیتی رہے گی رانی شردھا یہی تیرے بھاگوں کی لیکھا ہے۔"

"ہائے رام میں کیا کروں کس طرح ان بارہ برسوں تک اپنے آپ پر قابو رکھوں۔" رانی شردھا بلک پڑی۔

"جس طرح بھی بن پڑے۔ شردھا جس طرح بھی بن پڑے کیا تو یہاں سے نکلنا چاہتی ہے؟"

"میں کیا کروں مہاراج ۔ میں کیا کروں۔ شوہر چھن گیا بیٹا چھن گیا، میں اکیلی کیا کروں مہاراج۔ مجھے تو یہیں موت آ جائے تو زیادہ بہتر ہے۔"

"نہیں یہاں تجھے موت بھی نہ آسکے گی۔ اگر تو اس سے یہاں سے نہ نکلی تو آنے والا سمے تجھے کسی نہ کسی طور یہاں سے نکال دے گا۔" گردھاری لال نے کہا۔

"تب پھر یہاں رہنے سے فائدہ؟"

"ہاں یہی میں کہہ رہا تھا۔"

"تب پھر میں کیا کروں مہاراج آپ ہی کوئی اُپائے بتائیے تاکہ میں آئندہ کے حالات کا مقابلہ کر سکوں۔" رانی شردھا نے افسردگی سے پوچھا۔

"تو مجھے ایک بات بتا؟"

"پوچھیں مہاراج۔"

"تو یہاں سے نکل کر کہاں جائے گی؟"

"کہاں جاؤں گی مہاراج۔"

"کوئی ایسی جگہ تیرے ذہن میں ہے جہاں رہ کر تو خود کو محفوظ سمجھ سکے؟" گردھاری لال نے پوچھا۔

"مہاراج آپ مجھے وہاں نہیں پہنچا سکتے جہاں میرا ملک چند ہے۔"

"جائے گی بھی تو اسے نہ پائے گی۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟"

"اچھا اُٹھ۔" گردھاری لال نے کہا۔ "چل میرے ساتھ آ۔" پھر اس نے رانی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ہاتھ پکڑے پکڑے غار کے دہانے تک آیا۔ دہانہ کھلا ہوا تھا اور ہوا کے جھونکے اس سے اندر آ رہے تھے۔

"کیا غار کی چٹان کھل گئی ہے مہاراج؟"

"ہاں رانی شردھا۔"

"کیسے مہاراج؟"

"میں نے کھولی ہے۔"

"آپ نے مہاراج۔" رانی شردھا نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں رانی میں نے۔"

"پر مہاراج اکیلے ۔ وہ تو بہت وزنی تھی۔ اکیلا آدمی تو اسے سرکا بھی نہیں سکتا مہاراج۔"

"تو مجھے کیا سمجھتی ہے رانی۔ میرا گیان کم نہیں ہے۔" گردھاری لال نے کہا۔

"میں جانتی ہوں مہاراج ۔ اچھی طرح جانتی ہوں میں

تو بھی سوچا کرتی تھی کہ میں نے آپ کا حکم ٹال دیا ہے اس لئے مجھے آپ کا شراپ لگا ہے۔"

"نہیں رانی ہم سادھو سنت ہیں، ہم کبھی کسی کو شراپ نہیں دیتے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آ جا۔" گردھاری لال نے کہا اور اسے لئے ہوئے چل پڑے۔

رانی شردھا اب خاموشی سے ان کے ساتھ چل رہی تھی اگر گردھاری لال اسے چھوڑ دیتے تو وہ پتھروں سے ٹھوکریں کھا کھا کر مر جاتی۔ لیکن گردھاری لال اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ نجانے کتنا سفر طے کرنا پڑا۔ اس کے پیروں کی قوت جواب دے گئی تھی۔ لیکن مہاراج گردھاری لال چلتے رہے۔ تب اس نے پوچھا۔

"ابھی اور کتنی دور چلیں گے مہاراج؟"

"تیرے پیروں میں چھالے پڑ گئے رانی شردھا؟"

"ہاں مہاراج۔"

"دیکھ لیا تو نے یہ سنسار کتنے روپ بدلتا ہے۔ کل تک تو رانی تھی تیری سواری کے لئے رتھ چلتے تھے۔ لیکن آج سنسار کا بدلا ہوا رنگ تو نے دیکھا آج پیدل چلنے سے تیرے پاؤں میں چھالے پڑ رہے ہیں۔"

"ہاں مہاراج۔" رانی شردھا افسردگی سے مسکرائی۔

"بہر صورت بیٹھ جا یہاں پر اور میری بات غور سے سن۔" گردھاری لال نے کہا۔

"جی۔"

"آج سے تو رانی شردھا نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" رانی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"کوئی تجھ سے پوچھے کہ تو کون ہے تو تو اپنا نام شردھا نہیں بتائے گی۔"

"پھر کیا کہوں مہاراج؟"

"کوئی بھی نام لے دینا، جو پہلا شخص تیرے پاس آئے اور تجھے لے جانے کی پیش کش کرے تو تو اس کی بات مان لینا اور اس کے ساتھ چلی جانا۔ اور پھر جس طرح بھی سمے بیتے اسے بتانا۔ ہاں یہ بات تیری اپنی ہے کہ بارہ برس کے ایک ایک دن کو گن گن کر گزار دے، جب بارہ برس پورے ہوں گے تو کوئی تجھے لینے آ جائے گا اور جو تجھے لینے آئے گا وہ تیرا اپنا ملک چند ہوگا۔" گردھاری لال نے کہا۔

"جے مہاراج کی۔ جو مہاراج کا حکم۔" رانی شردھا ایک درد بھری سانس لے کر بولی۔ اور مہاراج خاموش ہو گئے

تھوڑی دیر تک یہ خاموشی چھائی رہی۔ پھر رانی شردھا نے آواز دی۔

"گردھاری لال مہاراج کیا یہاں پانی مل سکے گا؟" لیکن جواب میں اسے کچھ سنائی نہ دیا۔

"گردھاری لال جی۔ مہاراج۔ گرو جی۔" اس نے کئی آوازیں دیں۔ لیکن گردھاری لال مہاراج کا یہاں اب کوئی وجود نہیں تھا۔

"بھگوان۔ بھگوان۔ ہائے رام میں اکیلی رہ گئی۔" رانی شردھا نے بے بسی سے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلا دیئے۔ وہ وحشت زدہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر بولی۔

"کک۔ کک۔ کیا آپ یہاں سے چلے گئے مہاراج۔ مہاراج کیا آپ یہاں سے چلے گئے۔" وہ گردھاری لال کو پکارتی رہی۔ لیکن بے سود۔ اس کی ساری آوازیں صدا بصحرا ثابت ہوئیں۔

ہاں دور کہیں سے گھوڑوں کی ٹاپیں ضرور سنائی دے رہی تھیں۔ اور یہ آوازیں آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی تھیں۔

"کون ہے۔ کون ہے۔ سنو۔ سنو۔ کون ہے یہاں۔" وہ زور زور سے ہاتھ پھیلا کر چیخنے لگی۔ چٹانوں میں گھوڑوں کی آوازیں بدستور سنائی دے رہی تھیں اور پھر کوئی اس کے نزدیک آ کر رک گیا۔

"کون ہے تو؟" ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"م۔ میں۔ میں بھیا۔ میں ایک ابھاگن ہوں۔" رانی شردھا نے کہا۔

"او کیا تو اندھی ہے؟" کرخت آواز نے پوچھا۔

"ہاں بھائی میری آنکھوں کی روشنی چلی گئی ہے۔"

"کہاں رہتی ہے؟"

"م میں۔ میں نجانے کہاں رہتی تھی۔ وہاں سے بھٹک کر یہاں آ گئی ہوں۔"

"پاگل معلوم ہوتی ہے سردار۔" کسی نے کہا۔

"شاید۔" اسی کرخت آواز نے جواب دیا۔ پھر بولا۔

"کیا کریں اس کا؟"

"گھوڑوں سے روند ڈالو سسری کو۔" ایک آواز ابھری۔ اور چند لمحات کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پھر اسی کرخت آواز نے اس سکوت کو توڑا۔

"کیا فائدہ ہوگا اس سے۔"

"سردار کھیلوں میں فائدے نقصان کی بات نہیں سوچی جاتی۔" ایک شخص نے کہا۔

"ہوں۔ پر یہ تو کوئی کھیل نہ ہوا۔ اس بوڑھی عورت کو گھوڑے کے قدموں تلے روند کر ہم کیا کریں گے۔"

"تو پھر سردار اسے تلوار بھونک کر ہلاک کر دیں۔"

"کیا تو پاگل ہے۔ بھلا اس عورت کو ہلاک کر کے ہمیں کیا ملے گا۔"

"میں ایک ترکیب بتاؤں سردار۔" ایک دوسرے شخص نے کہا۔

"ہاں بول۔"

"اسے اپنے ساتھ لے چلیں۔"

"کیوں؟"

"اندھی ہے بیچاری پڑی رہے گی۔ کیا فائدہ اس کے پران لینے سے۔" ایک نرم، سیدھی اور مہربان آواز سنائی دی۔ اور سردار کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

"ٹھیک ہے ناتھ مجھے تیری تجویز پسند ہے۔ ہم اسے اپنے ساتھ لے چلیں گے۔ چلو اسے اٹھاؤ اور گھوڑے پر بٹھا لو۔"

"جو حکم سردار کا۔" کسی نے کہا۔ اور پھر کوئی شخص رانی شردھا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اس کا بازو پکڑ کر کہا۔

"ہمارے ساتھ چلے گی؟"

"چلوں گی بھائی۔" رانی شردھا نے درد بھری آواز میں کہا۔

"تو آ میرے ساتھ آگے آ۔" اس شخص نے اسے سہارا دے کر گھوڑے کی پشت پر بٹھا لیا۔ رانی شردھا نے سینکڑوں بار گھوڑے کی سواری کی تھی لیکن وہ وقت کچھ اور تھا اور یہ وقت کچھ اور تھا۔ پھر جب گھوڑے سوار خود اس کے پیچھے بیٹھا تب بھی اس نے کچھ تعرض نہ کیا تھا۔ اس نے اسے بھائی کہا تھا۔ اور بھائی کہنے کے بعد اس نے اپنے من میں بھی اسے بھائی سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ اس کے سینے کے ساتھ لگ کر بیٹھنے میں رانی شردھا نے کوئی تعرض نہ کیا۔ تب ان لوگوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی اور گھوڑے پہاڑوں میں دوڑنے لگے۔

نجانے وہ کون لوگ تھے اور اسے کہاں لے جا رہے تھے۔ رانی شردھا کو اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ لیکن گرو گردھاری لال کی باتیں اسے یاد تھیں گرو گردھاری لال نے کہا تھا کہ جو پہلا شخص تجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہے اس کے ساتھ چلی جانا اور پھر بارہ سال اسی کے ساتھ بتانا۔

بارہ سال۔ اس نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے سوچا اور پھر سینے پر گردن جھکا دی۔ اگر بھاگ میں یہی سب کچھ لکھا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ اگر بارہ سال تک جیتی رہی تو اپنے ملک چند کو بھی دیکھ لوں گی۔ ورنہ اس کی یاد دل میں لئے پرلوک سدھار جاؤں گی۔ اور وہاں جا کر راجہ جے چند سے کہوں گی۔ کہ تم نے سنسار میں میرے لئے کچھ بھی تو نہ چھوڑا۔ تم نے راج نیتی کے چکر میں میرے بیٹے ملک چند کو مجھ سے چھین لیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے رہے۔ لیکن یہ آنسو گھوڑے کی تیز رفتاری کی وجہ سے فضاؤں میں تحلیل ہوتے رہے۔ اور گھوڑے نجانے کب تک دوڑتے رہے۔

پھر گھوڑوں کے رکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اور اسی شخص نے نیچے اترتے ہوئے بازو تھامے سہارا دے کر اسے نیچے اتارا۔

"آؤ ہمارے ساتھ آؤ۔"

"کونسی جگہ ہے بھیا۔"

"یہ سب معلوم کرنے کی تمہیں کیا ضرورت ہے۔ اندھی ہو بے سہارا ہو۔ دو وقت کی روٹی اور کپڑا چاہیے ہوگا وہ تمہیں یہاں باآسانی مل سکے گا۔"

"ٹھیک ہے بھیا جو تمہارا حکم۔" رانی شردھا نے گردن جھکا دی اور وہ شخص اسے سہارا دیتے ہوئے اندر لے آیا۔

نجانے کیسی جگہ تھی۔ کونسی جگہ تھی۔ چاروں طرف اندھیرا اندھیرا تھا۔ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ چلتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد اس شخص نے اسے ایک ایسی جگہ پر بٹھا دیا جو شاید نرم تھی اور شاید مخمل کے گدے سے بنی ہوئی تھی۔

"یہاں بیٹھ جاؤ۔ یہ ایک بڑا کمرہ ہے، جہاں تمہارا بستر ہے۔ اور اٹھ کر میرے ساتھ آؤ۔ اپنے قدم گن لو کتنی دور تمہیں آنا ہے۔ یہ اشنان کی جگہ ہے۔ یہاں تم اپنی ساری ضرورتیں پوری کر سکتی ہو۔ ہاں اگر سردار نے چاہا تو تمہاری حفاظت کے لئے کسی کو رکھ دے گا۔"

"میرے لئے کسی کی کوئی ضرورت نہیں ہے بھیا۔"

"بہر صورت تم اندھی ہو۔ اور ہاں ایک بات میں تمہیں بتا دوں۔ سردار سے ہمیشہ نرم روی سے پیش آنا۔ اس کی بات مانتی رہنا۔ وہ جیسا کہے ویسا کرنا۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

"ٹھیک ہے بھیا تمہارا بڑا احسان کہ تم نے مجھے یہ ساری باتیں بتا دیں۔ مگر یہ سردار کون ہے؟"

"بڑا تجسس ہے تمہارے اندر بی بی۔ اندھی ہو بے سہارا ہو۔ بس اپنے کام سے کام رکھو۔ یہ ساری باتیں

نہیں جانتے کی بیانہ ورت ہے۔ اگر کبھی وقت نے موقع دیا تو سب کچھ تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے سمجھ اب کوئی بات تم سے نہ پوچھوں گی۔" رانی شردھا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور وہ شخص اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے قدموں کی آواز معدوم ہوگئی تو رانی شردھا ایک بار پھر بلک بلک کر رونے لگی۔

"ہائے رام میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔ میں نے کیا پاپ کئے تھے بھگوان، سب کچھ ہی تو چھین لیا تو نے مجھ سے ایک ساتھ۔ وہ دیر تک روتی رہی اور نجانے کب تک اس کی اندھی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔ تب اسے ایک معصوم سی آواز سنائی دی۔ اور وہ چونک پڑی "تم رو رہی ہو؟"

"ہاں میں رو رہی ہوں۔ مگر تم کون ہو؟"

"میں، میں۔ مجھے سردار نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"ورشنا۔" اس نے جواب دیا۔

"کون ہو تم بیٹی۔"؟

"بس میں یہیں رہتی ہوں۔"

"اچھا اچھا۔ آؤ بیٹھو میرے پاس۔ باتیں کرو گی مجھ سے۔"

"کیوں نہیں۔ سردار نے مجھے اسی لئے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تم سے باتیں کروں۔ اس نے کہا ہے کہ تم اندھی ہو۔ میں تمہاری دیکھ بھال کرنے کے لئے آئی ہوں۔ کیا تم اندھی ہو ماتا جی؟" ورشنا نے پوچھا۔

"ہاں بیٹی میں اندھی ہوں۔"

"اوہ مجھے بڑا افسوس ہوا۔ جنم جنم کی اندھی ہو یا ابھی اندھی ہوگئی ہو؟"

"جو تیرا من چاہے سمجھ لے بیٹی۔ بس اب تو میں اندھی ہوں۔"

"مجھے بڑا افسوس ہے ماں جی۔"

"کوئی بات نہیں بیٹی۔ جو بھگوان کی اچھا ہوتی ہے، وہی ہوتا ہے بھاگوں کے لکھے کو نہ تو ٹال سکتی ہے نہ میں۔" رانی شردھا نے کہا۔ اور پھر بولی۔

"تو ہے کتنی بڑی میرے پاس تو آ۔" اور بچی نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔

رانی شردھا نے اندازہ لگایا کہ اس کی عمر دس سال سے بارہ نہ ہوگی۔ چہرہ ٹٹولنے سے یہ بھی احساس ہوا کہ خوبصورت بھی ہے۔"

"ورشنا۔" اس نے بچی کو آواز دی۔

"جی ماتا جی۔"

"تیرے ماتا پتا کہاں ہیں بچی؟"

"ماتا جی مجھے اپنے ماتا پتا کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" لڑکی نے افسردگی سے جواب دیا۔

"کیوں کیا ہوا نہیں، کیا تو ان کے ساتھ نہیں رہتی تھی؟" رانی شردھا نے پھر پوچھا۔

"نہیں ماتا جی۔ میں نے کہا نا میں کچھ نہیں جانتی، میں نے تو آنکھ کھول کر یہی ماحول دیکھا، نہ کوئی ماتا، نہ کوئی پتا، نہ کوئی محبت کرنے والا اور نہ ہی کوئی گھر۔"

"اوہ۔" رانی شردھا نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

"میری بچی تو بہت دکھی معلوم ہوتی ہے۔ یہ سردار کون ہے اور تو کب سے اس کے ساتھ ہے؟" شردھا نے پوچھا۔ اور لڑکی چند ساعت کے لئے خاموش ہوگئی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ماتا جی میں نے آنکھ کھولی تو یہی سردار میرے سامنے تھا، یہ مجھے نہیں معلوم کہ میں ان کے پاس کیسے آئی۔ ویسے یہ لوگ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے ہیں۔ اچھا کھانے کو دیتے ہیں اچھا پہننے کو دیتے ہیں مگر ان غاروں سے باہر نہیں نکلنے دیتے۔"

"تو کیا یہ لوگ غاروں میں رہتے ہیں؟"

"تو اور کیا ماتا جی تمہیں نہیں معلوم۔ کہ یہ سب غاروں میں رہتے ہیں۔"

"مجھے نہیں معلوم بیٹی، میں تو اندھی ہوں نا۔"

"ارے ہاں میں تو بھول ہی گئی تھی۔"

"تو کیا یہاں بہت سارے غار ہیں۔"؟ رانی شردھا نے پوچھا۔

"ہاں ماتا جی یہاں بہت سے غار ہیں۔ بڑی اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں۔ ان پہاڑیوں کے دامن میں دور دور تک درخت پھیلے ہوئے ہیں اور ان درختوں کے درمیان ایک بڑا سا تالاب ہے۔ میں کبھی کبھی اس تالاب میں نہانے جاتی ہوں۔ بڑا اچھا لگتا ہے ماتا جی، چاروں طرف چڑیاں چہچہاتی ہیں اور مجھے یوں لگتا ہے جیسے وہ سب کی سب مجھ سے باتیں کر رہی ہیں مگر ان کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ یہ چڑیوں کی باتیں پرندوں کی باتیں ہماری سمجھ میں کیوں نہیں آتیں ماتا جی۔"

لڑکی نے بھولپن سے پوچھا۔ اور شردھا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ بولی۔

"اس لئے بچی کہ تم انسان ہو وہ پرندے۔ انسان انسان کی باتیں سمجھتے ہیں اور پرندے پرندوں کی۔"

"اوہ تو کیا پرندوں کی زبان الگ ہوتی ہے ماتا جی۔" لڑکی نے معصومیت سے کہا۔

"ہاں بیٹی۔"

"اوہ یہ تو میں بھول ہی گئی تھی ماتا جی کہ پرندوں کی زبان الگ ہوتی ہے۔"

"ہاں بیٹی جس طرح انسان اپنی زبان سمجھتا ہے اس طرح پرندے بھی اپنی زبان سمجھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ماتا جی، پر ہوا اپنی زبان میں کیا کہتی ہیں۔"؟

"بھگوان کا نام لیتی ہیں۔ اور کیا کہتی ہیں۔"

"بس صرف بھگوان کا نام لیتی ہیں۔" بچی نے کہا۔

"ہاں آپس میں باتیں بھی کرتی ہیں۔" رانی شردھا ہنس پڑی۔ بچی کی باتوں سے اس کا دل بہل گیا تھا۔

"ٹھیک ہے ماتا جی، میں ان کی باتیں سمجھنے کی کوشش کروں گی۔ ویسے مجھے پرندے بڑے پیارے لگتے ہیں۔"

"تو بھی تو ایک پرندہ ہے۔"

"تو میں کہاں پرندہ ہوں ماتا جی، میرے پر کہاں ہیں میں تو اڑ بھی نہیں سکتی، ایک بار میں نے چٹان سے نیچے چھلانگ لگا دی تھی، تو میرے بڑی زبردست چوٹ لگ گئی تھی۔"

"نا نا بیٹی ایسے کام مت کیا کر۔" رانی شردھا نے کہا۔

"اچھا ماتا جی اب میں آپ کی بات مانوں گی۔ پر بتایئے میں آپ کے لئے کیا کروں۔"

"کیوں تو مجھ سے باتیں کر رہی ہے، یہی کافی نہیں ہے کیا۔"

"اگر کافی ہے تو ٹھیک ہے ماتا جی۔ پر سردار نے یہی کہا ہے کہ تمہارا خیال رکھوں۔ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دوں۔" ورشنا نے کہا۔

"اری تو تو خود ننھی سی ہے خود تیرے لئے کوئی خیال رکھنے والا ہونا چاہیئے، تو ننھی سی بچی تو میرا کیا خیال رکھے گی۔ ہاں ایک بات تو بتا۔"

"جی ماتا جی۔"

"تو میرے ساتھ رہے گی۔"

"کیوں نہیں رہوں گی، سردار نے مجھے یہی تو کہا ہے کہ اب میں تمہارے پاس رہوں گی۔ میں تمہارے پاس ابھی تو آئی ہوں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے، میں اس کی شکر گزار ہوں مگر یہ غاروں میں کیوں رہتے ہیں۔"

"آپ کو نہیں معلوم ماتا جی۔"

"نہیں بیٹی مجھے کیا معلوم۔"؟

"یہ سب کے سب ڈاکو ہیں۔"

"ایں۔" رانی شردھا کا منہ حیرت سے کھل گیا، پھر وہ تعجب بھرے لہجے میں بولی "ڈاکو۔ کیا یہ لوگ ڈاکو ہیں۔"

"ہاں ماتا، یہ سب کے سب ڈاکو ہیں۔ راتوں کو ڈاکہ ڈالتے ہیں، پتہ نہیں کہاں کہاں جاتے ہیں اور خوب سارا مال جمع کر کے واپس آجاتے ہیں، ویسے سردار بہت اچھا آدمی ہے، اپنے ساتھیوں کے ساتھ تو وہ بہت سختی سے پیش آتا ہے۔ مگر میرے ساتھ اس نے کبھی کوئی سختی نہیں کی۔"

"اوہ یہ لوگ ڈاکو ہیں۔ ڈاکو ہیں۔" شردھا کا سینہ بھی دھونکنی کی طرح چلنے لگا۔ اسے اس نام سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ پھر وہ اپنے خوف پر خود بخود ہنس پڑی۔

بھلا مجھے ڈاکوؤں سے کیا ڈر۔ مجھ اندھی کا وہ کیا بگاڑ سکیں گے۔ لیکن تقدیر کہاں سے آئی اور اب انہی کے ساتھ مجھے بارہ برس بتانے ہیں۔ کٹھناؤں کے بارہ برس، امید کے بارہ برس، شاید ان برسوں کو بتانے کے بعد مجھے میرا تلک چند مل جائے۔ اور تلک چند کیا یاد آیا، اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ ممتا کے بند کھل گئے اور آنکھیں خون اگلنے لگیں، حسرت و یاس کی مرقع آنکھیں تلک چند کو دیکھنے کے لئے بیتاب ہو رہی تھیں، پر تلک چند کیسے ملتا، کون اسے ڈھونڈ کر لاتا۔ ہائے رام۔ ہائے بھگوان۔ میرا تلک، میرا بیٹا۔ اس کا دل ایک بار پھر غم کی شدت سے پھٹنے لگا۔

"ہائے رام کیسا عجیب امتحان ہے میرا۔ کیسی عجیب تقدیر ہے میری بھی۔" بچی نے اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے تو ایک دم پریشان ہوگئی اور دھیمے لہجے سے بولی۔

"ماتا جی تم رو رہی ہو۔"

"نہیں تو بچی۔" شردھا نے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو رگڑ ڈالا۔

"نہیں ماتا جی تم رو رہی تھیں۔ تبھی تو تم آنسو پونچھ

رہی ہو۔"
"نہیں میری بیٹی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"
"بتاؤ نا ماتا جی کیوں رو رہی تھیں تم؟"
"بس بیٹی کوئی یاد آگیا تھا۔"
"کون یاد آگیا تھا؟"
"چھوڑ بیٹی ان باتوں کو۔ کیا رکھا ہے ان میں، تو یہ بتا کہ تجھے کیا ہوا ہے۔"
"اوہ۔ اچھا ہوا ماتا جی آپ نے مجھے یاد دلایا، رات ہو رہی ہے، بھوجن کا سمے ہے۔ بھوجن لے آؤں میں آپ کے لیے۔"
"جیسی تیری مرضی۔" رانی شردھا نے کہا۔ بھوک اسے بالکل نہیں لگ رہی تھی لیکن اب اس پر ایک بچی کی ذمہ داری بھی تھی۔ اور بچی بھی ایسی جس پر بے ساختہ پیار آجائے چنانچہ اس نے سوچا۔ اچھی بات ہے۔ اس کے ساتھ وقت بھی اچھا کٹ جائے گا۔ اور پھر اس بیچاری کا بھی اس سنسار میں کون ہے۔ وہ تو خود بھی نہیں جانتی کہ اس کے ماتا پتا کون ہیں، اور وہ کہاں سے لائی گئی ہے۔

آہستہ آہستہ تلک چند کو سارے حالات کا علم ہوتا جا رہا تھا۔ اس کا مربی اس کا ہمدرد اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کر رہا تھا۔ یہ دیہاتی آدمی اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کا اس طرح احترام کرتے جیسے وہ اب بھی ان کا راجہ ہو۔
بڑی عجیب سی کیفیت تھی تلک چند کی۔ دونوں لڑکیاں اس سے ہنسی مذاق کرتیں تو اسے بالکل بھی اچھا نہ لگتا۔ پھر ایک دن یوں ہوا وہ اپنی جگہ سے نکل کر اس سادھی کی جانب چل پڑا۔ جو لوتی بھگوتی اور دید سما تھی۔
سادھی کے احاطے میں قدم رکھتے ہی اسے ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوا۔ یہ سادھی وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس سمے جب اس کی ماتا جی اسے یہاں لائی تھیں۔ اور اس وقت بھی ایسے عجیب سے احساسات سے واسطہ پڑا تھا۔ اب بھی وہ سادھی کے پاس بیٹھ کر عجیب سے خیالات میں کھو گیا اور یہ خیالات عجیب تھے اور اس کی آنکھیں بند سی ہو گئیں۔
تب اسے یوں لگا جیسے چھم چھم کی کوئی آواز اس کے کانوں میں گونجی ہو۔ اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں اور ادھر ادھر دیکھا لیکن دور دور تک کسی کا نام و نشان نہیں تھا۔ تب وہ حیرت سے گردن جھٹکنے لگا۔ اس نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اور گھنگھروؤں کی چھنک نے اس کی آنکھیں پھر کھلوا دیں۔ لیکن کوئی وجود نہیں تھا جو نظر آتا۔ ہائے رام یہ کیسی آواز ہے جو سنائی تو دیتی ہے پر دکھائی نہیں دیتی اس نے تعجب سے سوچا۔ دیر تک وہ اسی تجسس میں ڈوبا رہا کہ آواز کے بارے میں معلوم کرے۔ لیکن جب کوئی نظر نہ آیا تو اس نے پھر سر جھکا کر آنکھیں بند کر لیں۔
چھم چھم کی آواز اس بار پھر اس کے قریب سے گزری تھی تلک چند بری طرح بدحواس ہو گیا۔
"کون ہے؟" اس نے غصے سے پوچھا۔ لیکن کوئی آواز اس سوال کے جواب پر نہ ابھری۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "کون ہے؟" وہ پھر چلایا۔
"بیٹھے رہو۔ بیٹھے رہو۔ تم پریشان کیوں ہو گئے۔" ایک آواز جیسے اس کے کانوں میں گونجی۔ اور وہ دہشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔
"تم کون ہو۔ کہاں ہو؟ مجھے نظر نہیں آ رہیں، پھر بول کیسے رہی ہو۔"
"ابھی میں تمہیں نظر نہیں آؤں گی راجکمار۔"
"مگر۔ مگر۔" راجکمار بہروپیوں کی طرح پلٹ پڑا۔
"پریشان نہ ہو۔ میں نے کہا نا، میرے اس ٹھکانے پر اگر تمہیں پریشانی ہوئی تو میرے من کو چین نہیں ملے گا۔"
"مگر تم میرے سامنے کیوں نہیں آتیں، تم۔ تم کون ہو۔ کہاں ہو۔ میں نے کہا نا میرے سامنے آؤ۔ میں تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں، میں بہت پریشان ہوں۔"
"مجھے تمہاری پریشانی کا پتہ ہے راجکمار۔"
"پتہ ہے۔"
"ہاں۔"
"کیا پتہ ہے؟"
"سب کچھ پتہ ہے۔ وہ کچھ پتہ ہے راجکمار جس کی ابھی تمہیں ہوا بھی نہیں لگی۔"
"اوہ۔ کیا تم کوئی جادوگرنی ہو۔ یا کوئی یا کوئی چڑیل یا بھوت ہو۔ آخر تم مجھے نظر کیوں نہیں آ رہیں؟"
"تم جو من چاہے سمجھ لو مجھے۔ تمہارا دیا ہوا ہر نام مجھے پسند ہوگا۔" آواز ابھری۔
"تعجب ہے، تمہاری آواز مجھے بالکل یوں لگ رہی ہے جیسے میرے کانوں کے نزدیک ہو۔ لیکن تمہارا وجود مجھے محسوس نہیں ہوتا۔ آخر تم کہاں ہو؟"

"میں نے کہا نا ابھی تمہیں یہ سب کچھ محسوس نہیں ہوگا۔"
"تو پھر تمہاری آواز کیوں میرے کانوں میں آ رہی ہے؟"
"اس لیے کہ یہ میرے دل کی آواز ہے۔"
"دل کی آواز؟" راجکمار تعجب سے بولا۔
"ہاں۔ دل کی آواز۔" غیر مرئی آواز ابھری۔
"کیا دل سے بھی آوازیں نکلتی ہیں۔" راجکمار نے سوال کیا۔
"ہاں راجکمار۔"
"پر میں نے تو کبھی ایسی بات نہ سنی اور نہ محسوس کی۔"
"اس لیے راجکمار کہ تم دل کی آواز سے بے خبر ہو۔ دل سے جو آوازیں نکلتی ہیں راجکمار وہ کچھ دوسری ہی ہوتی ہیں۔" درد بھری آواز نے کہا اور راجکمار تلک چند حیرت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ حیرت زدہ سا ایک طرف بیٹھ گیا۔ وہ اس طلسم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنا ذہن جھٹک دیا۔ جو کچھ سمجھ میں نہ آئے اس کے بارے میں غور کرنے سے کیا فائدہ۔
آواز اب بھی اس سے باتیں کر رہی تھی۔ اس سے بول رہی تھی۔ چند ساعت وہ کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے آواز کو دوبارہ آواز دی۔
"کیا تم چلی گئیں؟"
"نہیں۔ تم یہاں ہو، میں کیسے چلی جاتی۔"
"اگر تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو تو میرے سامنے آجاؤ۔ میرا من تمہیں دیکھنے کو چاہ رہا ہے، میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں پریشان ہوں اور تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"
"بھگوان کی سوگند اگر میں تمہارے سامنے آسکتی تو ضرور آجاتی۔ لیکن میں تم سے باتیں کر سکتی ہوں، تمہارے سامنے نہیں آسکتی تم مجھ سے باتیں کرو تلک چند باتیں کرو۔"
"تم نے کہا تھا کہ تم میرے بارے میں سب کچھ جانتی ہو۔" تلک چند بولا۔
"ہاں۔ میں نے کہا ہے۔ میں سب کچھ جانتی ہوں۔"
"ذرا بتاؤ تو سہی۔"
"کب کی بتاؤں۔ کیا پوچھو گے؟ کب کی پوچھو گے یہ تو بتاؤ۔" حسین آواز نے کہا۔
"جب سے تمہارا من چاہے۔" تلک چند نے کہا۔ اسے اب ان باتوں میں مزہ آنے لگا تھا۔
"میرا من تو بہت کچھ چاہتا ہے تلک چند۔ اس وقت کی بھی سنا سکتی ہوں جب تم تلک چند نہ تھے، دریودھن تھے۔ اور اس وقت کی بھی سنا سکتی ہوں جب تم نند راج تھے۔ کہاں کی سنو گے تلک چند۔ بہتر یہ ہے کہ ابھی کی سنو۔" آواز نے کہا اور تلک چند حیرانی سے سوچنے لگا۔
"میں۔ دریودھن تھا۔ نند راج تھا۔"
"ہاں تم دریودھن تھے۔ نند راج تھے۔"
"کیا مطلب ہوا۔ کیا مطلب ہوا ان باتوں کا۔" تلک چند نے تعجب سے کہا۔
"یہی تو میں کہتی ہوں تلک چند۔ تمہارا دماغ وہاں تک نہ پہنچے گا جہاں تک کہ میں تمہیں بتا سکتی ہوں۔"
"بتاؤ مجھے ضرور بتاؤ۔"
"بس کیا بتاؤں تھی ایک ابلا جو تم پہ واری ہو گئی تھی پر سنسار نے اسے تمہارا نہ ہونے دیا۔ ہمارے درمیان ایک پاپی گھنشیام آگیا۔ اور اس نے ہمیں کہیں کا نہ رہنے دیا۔ تب ہم جدا ہو گئے ایک دوسرے سے، اس سمے تک کے لیے جب تک یگ نہ بیت جائیں اور وہ ست یگ نہ شروع ہو جائیں جو ہمارے جیون کا یگ ہوتا ہے۔ تب وہ یگ آیا۔ اور میں جو صدیوں سے پیاسی آنکھیں لیے تمہارے دیدار کے لیے بیٹھی تھی پھر اس سنسار میں آگئی۔ میں نے تمہیں تلاش کر لیا اور اس سمے تم دریودھن تھے۔ تمہاری ماں رانی گندھاری تھی۔ پر رانی گندھاری تمہاری نہ ہونے کے باوجود دکھی بن گئی کیونکہ گھنشیام بدستور ہمارے درمیان تھا۔ سو اس نے وہی کیا جو پہلے جنم میں ہو چکا تھا اور میں پھر یہاں پہنچ گئی۔ اور اب تلک چند سنسار نے ایک نئی کہانی شروع کر دی۔" وہ افسردگی سے بولی۔
"اوہ۔ وہ کیا کہانی ہے۔"
"اب تم تلک چند ہو اور میں تم سے پریم کرتی ہوں۔"
"پریم؟" تلک چند تعجب سے بولا۔
"ہاں پریم۔"
"پر تم تو۔ تم تو نظر بھی نہیں آتیں اور تمہارے پاس کوئی انسانی بدن بھی نہیں ہے، پھر تمہارے پاس پریم کہاں ہے؟"
"میرے دل میں۔"
"کیا تمہارے نظر نہ آنے والے بدن میں کوئی دل بھی ہے؟" تلک چند نے پوچھا۔
"ہاں سب کچھ ہے۔ پر سمے نہیں آیا ہے۔"
"اوہ کیسی تعجب خیز باتیں کر رہی ہو۔ کیسی انوکھی باتیں

کر رہی ہو...

"دیکھو ملک چند پرانی باتوں کے بارے میں نہ پوچھو۔ اگر تم میری باتوں پر دشواس نہیں کر پا رہے تو پھر تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"تم میرا نام تو جانتی ہی ہو؟"

"ہاں جانتی ہوں۔ اور یہ بھی جانتی ہوں کہ تم راجکمار ہو۔"

"اور کیا جانتی ہو میرے بارے میں؟"

"یہ کہ تم راجہ جے چند کے بیٹے ہو؟"

"اس کے علاوہ؟"

"تمہاری ماں رانی شردھا اور تم بچھڑ گئے ہو۔ اور اس کی وجہ تمہارا پاپی چچا مادھو لال ہے۔ راجہ جے چند کے مرنے کے بعد اس نے تمہیں اور تمہاری ماں کو پہاڑیوں میں بند کر دیا تھا۔"

"اوہ۔ اوہ۔ ٹھیک بالکل ٹھیک۔" ملک چند بولا۔

"بات یہ تھی ملک چند کہ تمہارا چچا مادھو لال تمہارے پتا کو ہلاک کر کے خود حکومت پر قابض ہونا چاہتا تھا۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔"

"مم۔ مگر کیا میرے پتا کو قتل کیا گیا ہے؟"

"ہاں تمہارے پتا کو قتل کیا گیا ہے اور اسے قتل کرنے والا تمہارا چچا مادھو لال ہے۔"

"مگر کیسے؟" ملک چند بولا۔

"بس تقدیر کا شکار ایک سازش تھی۔ ایک جال تھا۔ تمہارے پتا جی اس کوشش میں تھے کہ مادھو لال کو قتل کر دیں اور مادھو لال تمہارے چچا کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ہوا یوں کہ تمہارے پتا سوچتے رہ گئے اور مادھو لال نے عمل کر لیا۔"

"اوہ۔" ملک چند سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "تمہیں تو ساری باتیں معلوم ہیں۔"

"ہاں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم وہاں سے کیسے نکل آئے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے ملک چند کہ تمہاری ماں رانی شردھا تمہارے انتظار میں بیٹھی ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"وہ جہاں بھی ہے ٹھیک ہے۔"

"کیا تم اسے مجھ سے ملا سکتی ہو؟"

"نہیں وہ ابھی تم سے نہ مل سکے گی۔"

"کیوں؟"

"بس سنسار میں عجیب عجیب باتیں ہوتی ہیں اور ہم انہی چیزوں کے تابع ہوتے ہیں جو ہمیں نظر بھی نہیں آتیں لیکن جو ہمارے ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔"

"مجھے تمہاری باتوں پر سخت حیرت ہوئی ہے۔ میں سخت پریشان ہوں۔"

"میں نے کہا نا ملک چند پریشانی ذہن سے نکال دو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں، بھگوان کی سوگند میں کبھی تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔ تم جب بھی چاہو مجھے آواز دے لینا میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

"کیا سچ کہتی ہو؟"

"ہاں ملک چند میں بالکل سچ کہتی ہوں، میں تمہاری رہنمائی کروں گی ان راستوں کی طرف جو تمہیں میری جانب لائیں گے۔ میں یہ سب کچھ کروں گی ملک چند، مجھے بہت کچھ کرنا ہے، اتنا کچھ کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"اچھا تو یہ بتاؤ کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ میں ان لوگوں کے درمیان اس جگہ قید ہوں۔"

"قید تو نہیں ہو تم یہ لوگ تو تم سے بڑا پریم کرتے ہیں۔"

"پریم تو کرتے ہیں بےشک مجھے اس کا یقین ہے لیکن اس کے باوجود میں کب تک رہوں گا ان کے ساتھ کیا ان کے رہوں گا ان کے ساتھ، میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔"

"میں تمہیں بتاؤں گی ملک چند۔"

"کب؟"

"تھوڑا سا انتظار کر لو۔"

"کیوں؟"

"بس کوئی آنے والا ہے۔ اور جو آئے گا وہ تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا۔" آواز ابھری۔

"لیکن کہاں؟"

"راج محل۔ تم راجکمار ہو ملک چند، تم جنم جنم سے راجکمار بنتے چلے آئے ہو۔ تم راجہ بنو گے اور شن بنو گے۔ یہ میرا تم سے عہد ہے۔" آواز نے کہا۔

"لیکن مجھے تو ایسے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔"

"جو چیزیں نظر نہیں آتیں وہ خود بخود ہوتی رہتی ہیں تم اس بارے میں چنتا مت کرو۔"

"تم نے تو مجھے اور پریشان کر دیا۔"

"ارے کیوں؟" آواز نے کہا۔

"اب میرا ذہن ان باتوں میں الجھ کر رہ گیا ہے۔" ملک چند نے کہا۔

"میں نے کہا نا من کو مایوسی کی باتوں سے نہ الجھاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"ابھی ساتھ ہو، سامنے تو آتی نہیں اور کہتی ہو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ بہر صورت میں تمہاری باتیں مانوں گا۔ تم سے تعاون کروں گا۔ بولو میں اب کیا کروں؟"

"بیٹھو تھوڑی دیر یہاں۔ جب تھک جاؤ تو واپس چلے جانا۔"

"تم مجھ سے باتیں کرتی رہو گی؟"

"ہاں۔"

"کیا باتیں کرو گی؟"

"جو تم کہو۔"

"کیا تم بہت خوبصورت ہو؟" ملک چند کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"یہ تو میں نہیں بتا سکتی۔"

"کیوں، کیوں نہیں بتا سکتیں؟"

"اس لیے کہ میں تو خود کو دیکھ نہیں سکتی۔ شاید تم دیکھو تو بتا سکو کہ میں خوبصورت ہوں یا نہیں۔"

"اچھا یہ بتاؤ کہ تمہیں گانا آتا ہے؟"

"سنو گے؟"

"ہاں۔"

"تو پھر سنو۔" آواز نے کہا۔ اور پھر ملک چند کے کانوں میں رقص کرنے کی آواز آنے لگی، ایک حسین آواز نے ایک انوکھا بھجن شروع کر دیا تھا جس کے بول سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ غالباً سنسکرت کی زبان تھی۔ لیکن اتنا حسین گیت تھا کہ ملک چند بے خود ہوا جا رہا تھا۔ گھنگھروؤں کی آواز نغمے کے ساتھ ساتھ ابھر رہی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے رقص کر رہی ہے۔ گھنگھروؤں کی اس آواز نے ملک چند کو سرور کی بادلیوں میں پہنچا دیا تھا۔ ملک چند کو یوں لگا جیسے وہ بادلوں میں اڑ رہا ہو۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگیں۔ چند ساعت کے بعد گہری نیند کے عالم میں بیٹھا یہ نغمہ سن رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ خواب کے عالم میں کچھ دیکھ رہا ہو۔ وہ شکل وہ چہرہ جو اسے بادلوں میں بنتا بگڑتا نظر آ رہا تھا اسے کوئی ہوش نہ رہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ ایک ہنسی کی ہلکی سی آواز ابھری اور پھر گھنگھروؤں کی جھنک کے ساتھ ساتھ قدموں کی چاپ دور ہوتی چلی گئی۔

پھر جب مانجھی نے اسے اٹھایا تو وہ جاگا۔

"سو گئے مہاراج یہاں سو گئے۔" اس نے کہا اور ملک چند آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"وہ چلی گئی۔"

"کون مہاراج؟"

"وہی وہی۔ جو ناچ رہی تھی۔"

"کون ناچ رہی تھی؟" مانجھی نے حیرت سے پوچھا۔

"میں۔" ملک چند اب ہوش میں آ گیا۔ اس نے اپنے سر کو دو تین جھٹکے دیئے، مانجھی سے کیا کہتا، وہ بے چارہ کیا سمجھے گا۔ چنانچہ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"کس کی باتیں کر رہے تھے مہاراج؟"

"کسی کی نہیں۔ میں شاید کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا سرکار، سپنے میں کوئی چیز دیکھی ہوگی۔ کیا سپنا دیکھا تھا مہاراج؟"

"پتہ نہیں، اب کچھ یاد نہیں۔" ملک چند نے کہا اور کھویا کھویا سا اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔

رات کو پلنگ پر سوتے ہوئے اس کے ذہن میں وہی ساری باتیں آ رہی تھیں، وہ حسین آواز۔ اس حسین آواز کی نغمگی۔ بڑی عجیب سی بات تھی، سنجانے کیا کیا خیالات اس کے ذہن میں آ رہے تھے۔

نہیں سپنا تو نہیں تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں تب وہ آواز میرے کانوں میں آئی تھی لیکن پھر میں نے آنکھیں کھول بھی تو لی تھیں۔ میں نے اس سے باتیں بھی تو کی تھیں اس نے مجھے میرا سارا حال بتایا تھا۔ نہیں وہ سپنا نہیں تھی ایک حقیقت تھی۔ مگر ایک ایسی حقیقت جو نظر نہیں آتی۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں اور تھوڑی دیر کے بعد اسے نیند آ گئی۔ صبح کو وہ پرسکون تھا۔

سارے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد وہ بڑی لگن سے سادھی کی جانب چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد سادھی کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ کوئی آواز نہیں تھی۔ وہی خاموشی اور وہی پراسرار سا ماحول تھا۔ اس نے سنجانے کیوں پیار بھری نگاہوں سے سادھی کی طرف دیکھا۔

سادھی کے بہت سے حصے ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ تب اس نے سوچا کہ اس سادھی کو ٹھیک کرے گا۔ تب یہ بات اس کے دل میں بیٹھ گئی۔ وہ دوبارہ اسی سادھی کے نزدیک آ گیا۔ بڑی نرم سی ٹھنڈک اور بڑی عجیب سی مہک وہاں پھیلی ہوئی

سکتی۔ تب اُس نے آواز دی "کیا تم یہاں موجود ہو؟"

"ہاں مہاراج میں یہاں موجود ہوں" چھم چھم کی آواز اُس کے نزدیک پہنچ گئی اور وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔

"ارے تم۔ تم۔ تم یہیں رہتی ہو؟"

"ہاں۔ میں ہر جگہ رہتی ہوں۔ یہاں بھی اور اُس جگہ بھی جہاں تم نے رات بتائی۔ ہر اُس جگہ جہاں تم ہو"

"کیا مطلب۔ کیا اُس جگہ بھی تم تھیں جہاں رات کو میں سو رہا تھا"

"ہاں۔"

"تب تو مجھے اپنے آپ پر غصہ آنا چاہیئے"

"وہ کیوں؟"

"تم مجھے اتنا یاد آ رہی تھیں، میرا من چاہ رہا تھا میں آواز دوں، تم سے باتیں کروں۔"

"کب؟"

"جبھی۔ جب میں لیٹا ہوا تھا اور تم مجھے یاد آ رہی تھیں، میں سوچ رہا تھا کہ کاش تم یہاں آ سکتیں۔"

"اوہ۔ بہت افسوس ہوا۔ یہ بتاؤ کہ تم مجھے یاد کیوں کر رہے تھے؟"

"میرا دل چاہ رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے تم میری اپنی ہو۔ اس لئے تم مجھے یاد آ رہی تھیں، میں تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"ہوں تو یہ بات تھی۔ اور کیا سوچ رہے تھے تم میرے بارے میں؟"

"یہی۔ تم کون ہو؟ کیا ہو؟"

"یہ نہ سوچا کرو۔"

"کیوں؟"

"بس میں تم سے کہہ چکی ہوں نا۔ رفتہ رفتہ تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"وہ سمے کب آئے گا؟"

"بھگوان جانے، یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔"

"اوہ۔ تو کیا کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو تم نہیں جانتیں" تلک چند نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں بہت سی باتیں ہیں" اُس نے اُداس لہجے میں کہا۔

تلک چند خاموشی سے اُس کی باتوں پر غور کرتا رہا، پھر بولا۔ "اچھا یہ تو بتا سکتی ہو کہ میرے ساتھ کیا واقعہ پیش آئے گا۔"

"ابھی نہیں۔ ابھی نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" تلک چند نے کہا۔ اور اُس کے بعد وہ کافی دیر تک وہاں بیٹھا اُس کے ساتھ گفتگو کرتا رہا۔

*

اپنی راجدھانی میں راجہ کیدوراج کی پوزیشن بڑی خراب ہو گئی تھی، اُس کے سارے دوستوں سے اُس کے تعلقات خراب ہو چکے تھے اور وہ تنہا زندگی گزار رہا تھا۔ گو راجدھانی میں اب بھی اس کے نام کا سکہ چلتا تھا اور مخالفوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ لیکن ابتدائی دور میں اُسے نہایت مشکل حالات سے گزرنا پڑا تھا۔ اُس دور میں جب یہ الزام اس کے سر پہ لگا تھا کہ اُس نے راجہ جے چند کی راجدھانی میں جا کر میلہ میں شریک ہو کر ڈاکہ زنی کی ہے۔"

بھلا ایک راجہ کو ڈاکہ زنی کی کیا ضرورت تھی۔ کیدوراج یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ اُس کے خلاف کوئی بڑی سازش ہوئی ہے۔ حالانکہ اُس نے جو کچھ سوچا تھا وہ نہیں ہوا تھا۔ اپنی دانست میں وہ تلک چند کو اغوا کر کے لایا تھا۔ لیکن جے چند نے پانسہ ہی پلٹ دیا۔ اُس نے نہ صرف اُس کی سازش پر پانی پھیر دیا بلکہ اُسے لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و رسوا بھی کر دیا۔ اور راجہ کیدوراج نے اُس کے بعد یہی مناسب سمجھا کہ خاموشی سے بیٹھ جائے۔

لیکن اُس کے بعد حالات آہستہ آہستہ بدلنے لگے، اور جے چند کی راجدھانی کی خبریں اُس تک پہنچ رہی تھیں۔ اُسے علم ہوا کہ راجہ جے چند مارا گیا۔ اُسے مارنے والا کون تھا۔ یہ بات وہ نہیں جانتا تھا۔ لیکن جے چند کی موت سے اُسے دلی خوشی ہوئی تھی۔

اور اب وہ منتظر تھا کہ دیکھیں کون راجہ بنتا ہے۔ تبھی اُس کے کھوجیوں نے خبر دی کہ راجہ جے چند کی جگہ اُس کا بھائی مادھو لال راجہ بن گیا ہے۔ تو اُسے اور زیادہ حیرت ہوئی۔ آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ راجہ جے چند کے بعد اُس کے بیٹے تلک چند کو راجہ بننا تھا۔ اُس نے لوگوں سے تفصیل معلوم کی لیکن اُسے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔

مادھولال کے بارے میں کیدوراج نے معلومات حاصل کیں تو اُسے علم ہوا کہ وہ عام سا آدمی ہے اور راج پاٹ کی باتوں سے اُسے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ چنانچہ کیدوراج کے ذہن میں نئے منصوبے بننے لگے۔

وہ اپنی شکست ابھی تک نہیں بھولا تھا۔ ہاں کچھ وقت اس نے خاموشی سے ضرور گزارا تھا۔ لیکن اپنے اوپر لگا ہوا وہ الزام اُسے ابھی تک یاد تھا۔ وہ بدلہ لینے کا اب بھی خواہاں تھا۔ اب بدلہ لینے کی ترکیب یہی تھی کہ کسی طرح راجہ جے چند کی راجدھانی کو تباہ کر کے اپنا مطیع کر لیا جائے۔

اگر یہ کام ہو سکتا تو پھر کیدوراج کے دامن سے لگا ہوا وہ دھبہ صاف ہو سکتا تھا جس نے راجہ کیدوراج کے من کی آگ ابھی تک بھڑکائی ہوئی تھی۔ وہ ایسے لوگوں کو گرفتار کرے گا جن سے وہ یہ بات ثابت کرا دے گا کہ وہ سب کچھ ایک سازش کے تحت تھا اور یہ کام اُس کے لئے زیادہ مشکل نہیں تھا۔ بس بات یہ تھی کہ مادھولال پر کسی طرح قابو پا لیا جائے۔ اور مادھو لال پر قابو پانے کے لئے اس بار اس نے دھمکی اور دھونس سے کام نہیں لیا۔ بلکہ بہت سے زر و جواہر اور مال و اسباب دے کر اپنے چند آدمیوں کو راجدھانی کے لئے روانہ کر دیا۔ اس نے راجہ مادھولال کے لئے ایک خاص لباس سلوا کر بھیجا تھا اور یہ دعائیں بھیجی تھیں کہ خدا کرے وہ جیون بھر اُس راجدھانی کو کسی قسم کی مشکل کے بغیر چلاتا رہے۔ اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ راجہ کیدوراج کی تمام محبت اور اُس کا تعاون راجہ مادھولال اور اُس کی راجدھانی کے لئے حاضر ہے۔

زر و جواہر کے یہ ڈھیر، خلعت فاخرہ اور نیک دعائیں جب راجہ مادھولال کے دربار میں پہنچیں تو وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ راجہ مادھولال کی تخت نشینی کو قرب و جوار کے راجاؤں نے قطعی طور پر پسند نہیں کیا تھا۔ ہاں قبول کرنے کا معاملہ دوسرا تھا۔ ظاہر ہے انہیں کسی ریاست کے اندرونی معاملات سے کیا واسطہ لیکن انہوں نے یہ بات پسند نہیں کی تھی کہ تلک چند کو تخت سے محروم کر کے مادھولال راجہ بن بیٹھے۔

اس لئے کسی ریاست کے حکمران نے اُسے کوئی بدھائی نہیں بھیجی تھی۔ یہ پہلی بدھائی تھی جو راجہ مادھولال کے پاس پہنچی تھی۔ اور مادھولال خوشی سے مست ہو گیا۔

اسے اپنے راجہ ہونے میں اب بھی شک و شبہ تھا حالانکہ اپنے راستے کے سب سے بڑے کانٹے تلک چند کو وہ اپنی راہ سے ہٹا چکا تھا۔ یقینی بات تھی کہ تلک چند اور رانی شردھا اس غار میں مر چکے ہوں گے۔ اب تک تو ان کو کبھی کا مر جانا چاہیئے تھا۔ اس سلسلے میں مادھولال نے سوچا تھا کہ کچھ دنوں کے بعد وہ وہاں جا کر ان کی گلی سڑی لاشوں کو بھسم کر دے گا۔

بہرصورت اس نے کیدوراج کے آدمیوں کا بہت اچھی طرح سواگت کیا۔ ان کی خوب خاطر و مدارات کی، انہیں سرکاری مہمان خانہ میں ٹھہرایا اور ان کے لائے ہوئے زر و جواہر اور خلعت فاخرہ قبول کر کے راجہ کیدوراج کے لئے جوابی طور پہ خلعت فاخرہ جو زر و جواہر سے مرصع تھی بھیجی۔ اس نے وفد کے سربراہ سے بہت سی باتیں کیں۔ اور مہاراج کیدوراج کے لئے بہت اچھے خیالات کا اظہار کیا۔

حالانکہ اسے یہ باتیں کرتے ہوئے خود ہنسی آ رہی تھی۔ یہ وہی کیدوراج تھا جسے اس نے ذلیل و خوار کر کے یہاں سے نکالا تھا اور تو اور ڈاکہ زنی کرنے کے بعد سارا الزام راجہ کیدوراج کے سر بڑی آسانی سے تھوپ دیا تھا۔

لیکن یہ تو جوانی [illegible] کی بات تھی۔ میری راج نیتی بالکل الگ ہوگی۔ راجہ کیدوراج مہاراج کو میرا دوست ہونا چاہیئے کیونکہ تعلقات سلطنتوں کو اٹوٹ کر دیتے ہیں۔ یہ مادھولال کا خیال تھا۔

اور اسی خیال کے تحت مادھولال نے راجہ کیدوراج کے قاصد کے ہاتھ کیدوراج کو ایک دعوت نامہ بھی بھیجا جس میں کہا گیا تھا کہ کیدوراج کچھ وقت مادھولال کے ساتھ گزارے۔

چند روز کی خاطر و مدارات کے بعد کیدوراج کا بھیجا ہوا وفد قیمتی زر و جواہر لے کر واپس چلا گیا اور راجہ کیدوراج کے دربار میں پہنچ گیا۔

کیدوراج نے اپنی اس خیرسگالی کے جواب میں یہ ساری چیزیں دیکھیں تو خوش ہو گیا۔ اُس کی سازش کام کر رہی تھی اور اُس نے پھر اپنے آدمی کو بھیج دیا اور یہ اطلاع کرا دی کہ وہ ایک مہینے کے اندر اندر راجہ مادھولال کے پاس پہنچ رہا ہے۔

چنانچہ مادھولال اُس کے سواگت کی تیاریاں کرنے لگا۔ راجہ کیدوراج کے ساتھ ظاہر ہے اُس کا لشکر بھی آئے گا، اُس کے قیام کے لئے بھی مناسب بندوبست ہونا چاہیئے۔ چنانچہ راجہ مادھولال نے اس مقصد کے لئے بہت سی عمارتیں خالی کرانا شروع کر دیں، اور ان میں ترمیم و تنسیخ ہونے لگی۔

عمارتوں پر رنگ و روغن کیا جانے لگا۔ راجدھانی کو سجایا جانے لگا۔ چاروں طرف بڑھ چڑھ کر تیاریاں ہونے لگیں کیونکہ یہ پہلا راجہ تھا جو مادھولال سے دوستی کرنے آ رہا تھا۔

پھر راجہ کیدوراج کے ہراول دستے نے سب سے پہلے ریاست میں قدم رکھا۔ اور یہ اطلاع دی کہ راجہ کیدوراج دس کوس کے فاصلے پر ہے۔

چنانچہ کیدوراج کے استقبال کے لئے مادھولال تیار

ہوگیا۔ اُس کی تمام تیاریاں مکمل تھیں۔ تمام شہر سجا ہوا تھا۔ اور شہر والے رنگ برنگ کے کپڑے پہنے راجہ کیدوراج کے استقبال کے لئے تیار تھے کیونکہ اُنہیں حکم ملا تھا کہ جس دن راجہ کیدوراج شہر میں قدم رکھے اُس دن شہر کے تمام لوگ رنگ برنگے کپڑے پہن کر باہر نکل آئیں اور راجہ کیدوراج کی جے جے کار لگائیں۔

خود راجہ مادھولال اپنے تھوڑے سے لشکر کو ساتھ لے کر کیدوراج کے سواگت کے لئے چل پڑا تھا۔ اور ریاست سے پانچ کوس دور اُس نے راجہ کیدوراج کا سواگت کیا۔

دونوں راجہ گلے ملے اور راجہ کیدوراج نے راجہ مادھولال کو تخت پر بیٹھنے کے سلسلے میں بدھائی دی۔ اُس کے بعد مادھو لال اُسے لے کر راج محل میں آگیا جہاں راجہ کیدوراج کی رہائشگاہ کا بہترین بندوبست کیا گیا تھا۔

راجہ کیدوراج کو اپنے سواگت کی اتنی امید نہیں تھی۔ وہ یہ ساری چیزیں دیکھ دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا لیکن دل ہی دل میں سوچ رہا تھا مادھولال تم یہ سب کچھ کر رہے ہو لیکن آنے والا کل تمہیں کچھ اور ہی بتا سکے گا۔

پہلی رات کو راجہ کیدوراج اور مادھولال کے درمیان گفتگو ہوئی جس میں راجہ کیدوراج نے مادھولال کے راجہ بننے پر بہت ہی زیادہ خوشی کا اظہار کرنے کے بعد کہا۔

"راجہ مادھولال اب یہ دونوں ریاستیں ایک ہو کر اپنی راجدھانیوں کو ترقی دیں گی۔" مادھولال نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔

راجہ کیدوراج کی آمد پر خوب ناچ رنگ کی دعوتیں کی گئیں اور یہ جشن تقریباً آٹھ دس روز تک برابر ہوتا رہا۔ مادھولال نے ہر وہ نعمت راجہ کیدوراج کے لئے مہیا کر دی تھی جو وہ کر سکتا تھا۔ اور راجہ کیدوراج ان ساری باتوں سے بہت خوش ہو رہا تھا تقریباً دس دن اُس نے وہاں گزارے اور پھر مادھو لال سے اجازت چاہی۔

مادھولال نے اُس سے کہا کہ "ابھی جلدی کیا ہے ابھی کچھ اور وقت یہاں گزارو۔ اگر سیر و شکار سے تمہیں دلچسپی ہو تو شکار کھیلیں۔" لیکن کیدوراج نے معذرت کر لی تھی۔ اس نے کہا کہ "راجدھانی کی نگرانی کرنا راجہ کا فرض ہے اتنے دن وہ اپنی اس راجدھانی سے دور نہیں رہ سکتا۔ میں پھر آؤں گا۔" راجہ کیدوراج نے کہا اور مادھولال نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔

کیدوراج وہاں سے چل پڑا۔ لیکن زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ رات ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ رات کو لشکر انداز ہو جائے اور صبح ہی صبح وہاں سے سفر کا آغاز کرے۔ چنانچہ اُس نے وہاں اپنے مختصر سے ساتھیوں کے ساتھ دریا کے کنارے خیمے لگوا دیئے۔ اور وہاں فروکش ہو گیا۔

اسے دریا کے قرب و جوار کے مناظر بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ مادھولال کی راجدھانی کافی پیچھے رہ گئی تھی۔ مادھولال اسے بیس کوس تک چھوڑنے آیا تھا۔ اس کے بعد کیدوراج نے اسے کہہ دیا تھا کہ اب وہ واپس جائے اس سے زیادہ اسے تکلیف دینے کا روادار راجہ کیدوراج نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ مادھولال واپس چلا گیا تھا۔

اس وقت بھی راجہ کیدوراج خاموش اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا اور مہاراج مادھولال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ باہر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ پھولوں کی مہک کہیں دور سے اس کے نتھنوں سے آ کر ٹکرا رہی تھیں۔ جب اس کا دماغ تھک گیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ باہر نکل کر ٹھنڈی ہوا میں ہوا خوری کرے گا۔ چنانچہ وہ ٹہلتا ہوا دریا کے کنارے نکل آیا۔

خوشگوار اور خوشگوار رفتار دریا ایک خاص انداز سے بہہ رہا تھا آسمان پر پورا چاند نکلا ہوا تھا اور اس کی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ تبھی راجہ کیدوراج کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ کشتی کی سیر کی جائے۔ لیکن یہاں کشتیاں کہاں مل سکتی ہیں۔ اس نے خود ہی سوچا۔ اسی سے اس کی نگاہ دریا کے کنارے کی طرف اٹھ گئی۔ کوئی سیاہ سا دھبہ نظر آ رہا تھا جو پانی پر ڈول رہا تھا۔

"کیا یہ کشتی ہے۔" اس نے سوچا اور اپنے ایک خاص خادم کو آواز دی۔ خادم اس کے پاس پہنچ گیا۔

"جاؤ دیکھ کر آؤ وہ جو سیاہ دھبہ نظر آ رہا تھا کیا وہ کشتی ہے۔" اس نے خادم کو اشارے سے بتایا۔

"جو آگیا مہاراج کی۔" خادم نے کہا اور پھر دوڑتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ دھبہ کافی دور نظر آ رہا تھا۔ خادم تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا اس دھبے کی طرف بڑھ گیا اور پھر اسی تیز رفتاری سے اس کشتی کو دیکھ کر واپس پلٹ پڑا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ راجہ کیدوراج اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"ہاں کیا چیز ہے وہ۔"

"کشتی ہی ہے مہاراج۔"

"کتنی بڑی۔"

"بس اتنی بڑی کہ تین چار آدمی اس میں سفر کر سکتے ہیں۔"

"کافی ہے جاؤ کنہیا لال کو اور گوردھن داس کو بلا لاؤ۔" اُس نے خادم سے کہا اور خادم پھر دوڑ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد گوردھن داس اور کنہیا لال آگئے۔ یہ دونوں راجہ کیدوراج کے مشیر خاص تھے۔ تب راجہ نے اُن سے کہا۔

"آؤ کشتی کی سیر کریں۔ دریا بہت خوشگوار لگ رہا ہے اور پھر اوپر سے چاند۔"

"جو آگیا مہاراج۔" دونوں نے گردنیں جھکا لیں اور راجہ کیدوراج بنفس نفیس کشتی کی طرف بڑھ گیا۔ کشتی ساز و سامان سے لیس کھڑی ہوئی تھی۔ اُس میں آرام کی ہر چیز موجود تھی۔ یہ جانے یہ کشتی وہاں کون چھوڑ گیا تھا۔ سمجھانے یہ کیا پُراسرار بات تھی۔ آس پاس بھی کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن راجہ کیدوراج کو اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اُس نے اپنے دوستوں کے ساتھ کشتی میں قدم رکھا اور اُس کے دوستوں نے پتوار سنبھال لئے۔ کشتی آہستہ آہستہ پانی کے بہاؤ پر بہنے لگی تھی۔

دریا کی ہلکی ہلکی روانی کے ساتھ ساتھ کشتی آگے کا سفر طے کر رہی تھی اور راجہ کیدوراج قرب و جوار کے مناظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی اس سلسلے میں نہیں سوچا تھا کہ کشتی یہاں کہاں سے آگئی۔ بس دریا کی حسین لہریں اسے مست کر رہی تھیں اور وہ سارے خیالات سے بے نیاز ہو کر قرب و جوار کے حسین ماحول میں کھویا ہوا تھا۔

اس کے ساتھی بھی خاموش بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے۔ غالباً اس کشتی کے بارے میں جو ساز و سامان سے لدی ہوئی انہیں مل گئی تھی۔ آخر یہ کشتی کس کی تھی۔ یہ دریا کے کنارے کیوں کھڑی ہوئی تھی۔ کون تھا جو اسے اس طرح یہاں چھوڑ گیا تھا ——— اور پھر خاص بات یہ تھی کہ اس میں خاصہ سامان بھی موجود تھا۔

راجہ کیدوراج کو انہوں نے اس بارے میں بتا دیا تھا۔ لیکن جب راجہ کیدوراج نے پرواہ ہی نہیں کی تو وہ بار بار اسے اس کا احساس کیوں دلاتے ——— چنانچہ وہ بھی خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور کشتی کا حسین سفر جاری تھا۔

سمانے کشتی اس جگہ سے کتنی دور نکل آئی تھی جہاں کیدوراج کے باقی ساتھی ٹھہرے ہوئے تھے ——— کچھ دور چلنے کے بعد کیدوراج کو ایک چھوٹا سا ٹاپو نظر آیا اور وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

چاندنی رات میں یہ ٹاپو زمرد کا کوئی ایسا ٹکڑا معلوم ہو رہا تھا جو سمندر کے بیچوں بیچ پڑا جگمگا رہا ہو۔ بڑا ہی حسین منظر تھا اس ٹاپو کا کیدوراج نے اپنے ساتھیوں کو بھی اس جانب متوجہ کیا۔ اور کنہیا لال اور گوردھن داس بھی اسے دیکھنے لگے۔

"کیسی سُندر جگہ ہے۔" راجہ کیدوراج نے کہا اور اس کے مصاحب سر ہلانے لگے۔

پورے چاند کی چاندنی اس ٹاپو کو منور کر رہی تھی اور اس کا سبزہ چاندنی میں اس طرح چمک رہا تھا جیسے زمرد چمک رہا ہو۔ اس عجیب منظر کو دیکھ کر کنہیا لال اور گوردھن داس بھی ساکت رہ گئے ———

"گوردھن ہے مہاراج" ——— کنہیا لال نے کہا

"کونسی جگہ ہے یہ ———"

"ٹاپو ہے مہاراج ———"

دریا کے بیچوں بیچ چاندنی کی ہلکی روشنی میں یہ کتنا خوبصورت لگ رہا ہے۔"

"ہاں مہاراج، بس یوں لگ رہا ہے جیسے کوئی سپنا دیکھ رہے ہوں ———"

"آؤ سپنوں کی اس سرزمین کو قریب سے دیکھیں۔" راجہ کیدوراج بولا اور کنہیا لال متعجب رہ گیا۔

"کل ——— لیکن ——— مہاراج ———" کنہیا لال ہکلایا۔

"کیا بک رہے ہو کنہیا لال، جو کہنا ہے صاف صاف کہو ———"

"مہاراج میں یہ کہہ رہا ہوں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے ———" کنہیا لال نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"ہاں مہاراج یہ بات تو ہے۔" گوردھن داس نے بھی کنہیا لال کی تائید کی اور مہاراج کیدوراج غصے سے لال پیلا ہو گیا ———

"گوردھن داس تم ——— تم ہمیشہ تاریکی پر نگاہ رکھتے ہو۔ کبھی تم کسی روشن پہلو کے بارے میں نہیں سوچتے۔ کیا گڑبڑ ہو جائے وہاں ———"

"مہاراج مہاراج شما کر دیں، میں کسی وجہ سے نہیں کہہ رہا تھا۔ میں نے بس ایسے ہی کہہ دیا تھا۔ دراصل میں نے کبھی اس ٹاپو کو نہ تو دیکھا تھا اور نہ ہی اس کے بارے میں سنا ———"

"تو پھر ——— ؟"

"میرا مطلب ہے کہیں یہ ——— کہیں یہ ———"

"ہاں ہاں آگے کہو ———"

"مہاراج یہ کوئی ایسی ویسی جگہ نہ ہو ———"

"گوردھن داس تم جانتے ہو، میں ہر بات وضاحت سے سننا چاہتا ہوں ———"

"مہاراج میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ چاندنی راتوں میں کچھ ایسی روحیں بھی آزاد ہو جاتی ہیں جو دریاؤں کے اوپر چکر لگاتی ہیں، کہیں یہ اُن کا کوئی ٹھکانہ نہ ہو ———"

"اگر دھوکہ ہوا تو قریب جا کر لوٹ آئیں گے اس سے کیا فرق پڑتا ہے ———" کیدوراج نے کہا اور گوردھن داس خاموش ہو گیا۔

کینالال بھی بدستور خاموش تھا۔
کشتی کا رخ اب ٹاپو کی طرف پھیر دیا گیا تھا اور کشتی آہستہ آہستہ اس ٹاپو کے نزدیک ہونے لگی۔
کشتی جب ٹاپو کے قریب پہنچ گئی تو وہ سب حیران رہ گئے۔ یہ حسین جزیرہ بہت مختصر سا تھا اور اتنا حسین سرسبز و شاداب تھا کہ اسے دیکھ کر جی خوش ہو جاتا تھا۔ راجہ کیدو راج کے اشارے پر کشتی کنارے سے لگا دی گئی۔ تب کیدو راج نے کہا۔
"آؤ" گوردھن داس، کم از کم یہ روحوں کا مسکن نہیں ہے کیدو راج نے ہنستے ہوئے کہا اور کینالال کو بھی آنے کا اشارہ کیا۔
"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں مہاراج ——" گوردھن داس نے ہمت کر کے پوچھا۔
"اس لئے مہاراج کہ اس ٹاپو کے بارے میں آج سے پہلے کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا ——" گوردھن داس نے کہا۔
"ممکن ہے اس سے پہلے کسی نے معلوم ہی نہ کیا ہو ——"
راجہ کیدو راج نے کہا۔
"میں اور کوئی بات نہیں کہوں گا مہاراج ——" بہر صورت آپ کا داس ہوں، جو آپ کی آگیا۔"
"آؤ آؤ —— فضول بات سے پرہیز کرو، آؤ چلتے ہیں" راجہ کیدو راج نے کہا اور تینوں کشتی سے کر نیچے اتر آئے۔
وہ اس حسین جزیرے کے حسین ماحول کو دیکھ رہے تھے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جو پانی سے ٹکرا کر نم ہو گئی تھی، بے حد خوشنما ماحول تھا، جس کے اثرات ان کے چہروں پر بھی موجود تھے —— وہ آگے بڑھتے رہے چاندنی رات میں یہ پُر اسرار جزیرہ بلاشبہ خوابوں کا سا ماحول پیش کر رہا تھا۔ لیکن خوابوں کے ماحول میں انہیں ایک چھوٹی سی جھونپڑی بھی نظر آئی۔
جھونپڑی ایک طرف بنی ہوئی تھی۔ انہوں نے جھونپڑی کو نظر انداز کر دیا اور جزیرے کا جائزہ لینے لگے —— اس تنہا جھونپڑی کے علاوہ وہاں کوئی آبادی نہ تھی —— ہاں ایک عمارت جزیرے کے بیچوں بیچ بنی ہوئی تھی، چنانچہ وہ اس عمارت کی طرف بڑھ گئے۔
یہ عمارت بہت ہی قدیم تھی اور بے حد ٹوٹی پھوٹی سی تھی اس کے درمیان ایک سمادھی بنی ہوئی تھی۔ وہ سب اس سمادھی کے قریب پہنچ گئے۔ راجہ کیدو راج نے جھک کر اس سمادھی کو دیکھا۔ بڑی پرانی جگہ تھی جو اس طرح سیاہ ہو چکی تھی کہ انگلی لگا دو تو بکھر جائے۔ غالباً یہ سیاہی قدامت کی تھی ورنہ اور کوئی خاص بات نہیں تھی۔ تم ہواؤں نے پتھر کا رنگ ایسا کر دیا تھا —— سمادھی کے نزدیک کوئی کتبہ وغیرہ نظر نہ آیا جس سے پتہ چلتا کہ یہ کس کی سمادھی ہے، بہر صورت وہ اسے دیکھتے رہے۔ ہاں اس پراسرار ماحول کو راجہ کیدو راج بھی نظر انداز نہ کر سکا تھا جو سمادھی کے اندر کا تھا —— اسے یوں لگ رہا تھا جیسے قدموں کی چاپیں اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے گونج رہی ہوں۔ کوئی بے چین بے قرار پھر رہا ہو، کوئی سوچ رہا ہو کہ اب کیا ہوگا، اب کیا ہوگا، یہ سارا احساس راجہ کیدو راج کا تھا۔ لیکن اس نے اپنے ساتھیوں سے یہ بات نہیں کہی تھی، اگر کہہ دیتا تو ممکن ہے کم از کم گوردھن داس تو ڈر کر بھاگ ہی نکلتا، چنانچہ اس نے اس بات سے پرہیز کیا۔ ہاں اسے یہ خیال ضرور تھا کہ ممکن ہے یہ دونوں بھی اس چاپ کو محسوس کر رہے ہوں، البتہ سمادھی کے اندر اس نے ان دونوں سے یہ سوال بھی نہیں کیا اور آہستہ آہستہ وہ وہاں سے نکل کر باہر آ گئے ——
"عجیب جگہ تھی مہاراج"
کینالال بولا۔
"ہاں واقعی بہت عجیب اور بہت پرانی ——"
راجہ کیدو راج نے جواب دیا۔
"لیکن مہاراج تعجب کی بات ہے۔ اس کے بارے میں بھی پہلے کبھی سنا نہیں"
"یہ بات تو میں بھی سوچ رہا ہوں ——"
"میں ایک بات بتاؤں مہاراج ——"
گوردھن داس بولا ——
"ہاں ہاں ضرور بتاؤ —— لیکن مجھے یقین ہے کہ تم کوئی ایسی ہی بات بتاؤ گے جسے سن کر ہم دونوں ڈر جائیں ——" کیدو راج نے مسکراتے ہوئے کہا ——
"بھگوان کی سوگند مہاراج، جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا جھوٹ نہیں بولوں گا ——"
"یہ تو مجھے یقین ہے —— کہو"
"آپ نے —— بتانے آپ نے سمادھی کے اندر پیروں کی چاپ سنی تھی یا نہیں ——"
"پیروں کی چاپ ——" کیدو راج نے ہنستے ہوئے کہا۔
حالانکہ اس نے پیروں کی چاپ سنی تھی۔ اسے احساس تھا کہ کوئی آواز قرب و جوار میں گردش کر رہی ہے۔ لیکن وہ اس بات کو چھپانا چاہتا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ گوردھن داس نے بھی وہ آواز سنی تھی ——
چنانچہ راجہ کیدو راج نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
"لیکن میں نے تو کوئی آواز نہیں سنی ——"
"مہاراج یوں لگتا ہے جیسے وہ ہمارے ہی قدموں کی چاپ ہو اور سناٹا ہونے کی وجہ سے وہ ہم تک عجیب انداز میں پہنچ رہی ہو" کینالال نے کہا۔

"نہیں مہاراج، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس وقت جب ہم سب ساکت کھڑے تھے، تب بھی وہ قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ وہ چاپ ادھر سے ادھر آنے جانے کی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی دوڑ رہا ہے البتہ دوڑنے والا نظر نہیں آ رہا تھا"
گوردھن داس نے کہا ——
"یہ سب تمہارا وہم ہے گوردھن داس آ جاؤ —— چلو —— اب تو ہم اس سمادھی سے نکل آئے ہیں"
راجہ کیدو راج نے کہا —— اور وہ سب خاموشی سے باہر آ گئے ——
کیدو راج کے ذہن پر عجیب سی کیفیت طاری تھی وہ ضرورت سے زیادہ خاموش تھا۔ اس نے سمادھی کے عقب میں دائیں بائیں چاروں طرف دیکھا۔ جزیرے کا چھوٹا سا حصہ نمایاں تھا۔ اس کے بعد کنارہ تھا اور کنارے کے بعد دریا شروع ہو جاتا تھا۔ یعنی اس چھوٹے سے جزیرے میں گھومنے کے لئے دو تین منٹ سے زیادہ وقت نہیں کرنے پڑتے تھے۔ اور راجہ کیدو راج کو سوائے اس جھونپڑی کے کوئی اور رہائش گاہ نظر نہیں آئی تھی ——
چنانچہ اس نے اپنے مشیروں کینالال اور گوردھن داس کی طرف دیکھا اور کہا ——
"کیا خیال ہے اس سمادھی کے بارے میں جانے بغیر کشتی میں بیٹھ کر چلے جاؤ گے ——"
"کیا مطلب ہے مہاراج ——"
گوردھن داس نے پوچھا ——
"مطلب یہ ہے کہ اس جزیرے میں ایک ہی جھونپڑی یہاں نظر آئی ہے اس کے علاوہ اور کوئی رہائش گاہ نظر نہیں آئی۔ نہ ہی یہاں کوئی آبادی ہے۔ جس سے ہم اس جزیرے کے بارے میں معلوم کر سکتے، کیا اس جھونپڑی کو نظر انداز کر دو گے"
"نہیں مہاراج ——"
"تو پھر کیا خیال ہے، چلیں جھونپڑی کی طرف ——"
کیدو راج نے پوچھا۔
"جیسی مہاراج کی آگیا —— ہم تو آپ کی آگیا کا پالن کرنے کے لئے ہیں ——"
کینالال نے خوش دلی سے کہا —— اور گوردھن کا چہرہ فق ہو گیا ——
"یہ گوردھن داس ہمت ہار رہا ہے ——"
"نہیں مہاراج میں ہمت نہیں ہار رہا۔ بس ایسی ویران جگہ پر عجیب عجیب سے خیالات ذہن میں آتے ہیں۔ ویسے جو آپ کی اچھا ہو"
گوردھن داس نے کہا ——
"تو پھر آؤ اس جھونپڑی کے نزدیک چلتے ہیں ——"
"چلیں مہاراج"
کینالال نے کہا اور تینوں آگے بڑھنے لگے۔ پھر وہ جھونپڑی تک پہنچ گئے۔ جھونپڑی کے اندر چراغ روشن تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں کے مکین سو چکے ہوں۔
راجہ کیدو راج چند ساعت سوچتا رہا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور جھونپڑی کے نزدیک پہنچ گیا۔

تلک چند کو اب اس جگہ سے خاص انسیت ہو گئی تھی، خاص طور سے اس لئے کہ اس کی ایک نامعلوم دوست سمادھی کے اندر موجود تھی وہ اس سے باتیں کرتی تھی۔ اس کے ساتھ ہنستی بولتی تھی۔ سارے زمانے کی باتیں اسے بتاتی تھی اور گا نا بھی سناتی تھی، تلک چند اس سے بہت خوش تھا۔ وہ اب ہر وقت اس کے بارے میں ہی سوچتا رہتا کہ وہ کون ہے، کیسی باتیں کرتی رہتی ہے۔ کیا کرنا چاہیے کہ اس سے ملاقات کی کچھ ترتیب ہو سکے —— اس نے آج تک ماتا جی سے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا کیونکہ اس کی دوست نے اسے منع کر دیا تھا کہ وہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرے ورنہ لوگ خواہ مخواہ کی باتیں بنائیں گے اور بات یہاں سے نکل کر کہیں اور پہنچ جائے گی۔
پھر جب ایک دن تلک چند سمادھی کے قریب پہنچا تو وہی پراسرار خوشبو وہی حسین سا احساس اس کے دل کو محسوس ہوا —— وہ یقیناً اس کے پاس موجود تھی۔ تلک چند کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ——
"کہاں ہو تم ——"
"یہیں ہوں مہاراج —— میں کہاں جاؤں گی"
اس نے اداس لہجے میں کہا ——
"تم اداس ہو ——"
"ہاں مہاراج ——"
"پرنت کیوں ——"
"بس یونہی ——"
"کوئی وجہ تو ہوگی ——"
"ہاں ——"
"تو وجہ بتاؤ ——"
"بتا تو دوں پر مجھے ایک بات کا خطرہ ہے ——"
"خطرہ، کیسا خطرہ ——"
"ہے مہاراج ——"
"سچ تم پہیلیاں بہت بجھاتی ہو۔ صاف صاف بات کرو۔ کیا کہنا چاہتی ہو ——"

"مہاراج اگر میں آپ کو وجہ بتا دوں گی جس کا مجھے خطرہ ہے تو آپ بھی پریشان ہو جائیں گے ۔۔۔"

"آخر کونسی ایسی بات ہے ۔۔۔"

"مہاراج یوں سمجھ لیں کہ ہمارے اور آپ کے بیچ جو یہ باتیں ہوا کرتی تھیں وہ ختم ہونے والی ہیں سمے آ گیا ہے کہ آپ اور ہم پھر سے ایک طویل عرصے کے لئے جدا ہو جائیں گے ۔"

"کیا مطلب ۔۔۔"

"ہاں مہاراج یہ سب ہونا ہے اوش ہونا ہے ۔۔۔"

"دیکھو! میں تمہاری کوئی بات نہیں سمجھ پایا ، بھگوان کیلئے مجھے صحیح بتا دو کہ تم کیا کہنا چاہ رہی ہو ۔۔۔"

"آپ یہاں سے جانے والے ہیں مہاراج ۔۔۔"

"میں ۔۔۔"

"ہاں مہاراج آپ ۔۔۔"

"یہ بات تمہیں کس نے بتائی ۔۔۔"

"کسی نے بھی نہیں۔ بس بدلتے ہوئے وقت نے آسمان کا چکر لگاتے ہوئے بادلوں نے ، اور جہاں جہاں کی خبریں لانے والی ہواؤں نے مجھے یہ سب کچھ بتایا ہے ۔۔۔"

"یہ ساری چیزیں جھوٹ بھی بول سکتی ہیں ۔۔۔"

"بول بھی سکتی ہیں مہاراج ، پر میرا من جھوٹ نہیں بول سکتا ۔ میرا من سچ بولتا ہے ۔۔۔"

"کیا کہہ رہا ہے تمہارا من ۔۔۔"

"یہی کہ آپ جا رہے ہیں ۔۔۔"

"اچھا اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں نہیں جاؤں گا تو ۔۔۔"

"نہیں نہیں مہاراج آپ مجھ سے یہ کبھی نہ کہیں ۔۔۔"

"دیسے ۔۔۔ تو گویا تم یہ چاہتی ہو کہ میں یہاں سے چلا جاؤں ۔"

تلک چند نے برا سا منہ بناتے ہوئے پوچھا ۔۔۔

"ہاں مہاراج آپ کو جانا ہی ہو گا ۔۔۔"

"لیکن کیوں جانا ہو گا ۔۔۔ کون مجھے مجبور کر کے لے جا سکتا ہے ۔۔۔"

تلک چند نے پوچھا ۔۔۔

"سمے ۔۔۔" وہ بولی ۔

"سمے ۔۔۔ وقت ۔۔۔ واہ ۔۔۔ آخر ان چیزوں کا مجھ پر کیا ادھیکار ہے ۔۔۔"

"مہاراج سارے سنسار پر سمے کا ہی تو ادھیکار ہے ، جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے ، آپ دیکھئے نا یہ بھی کوئی کہنے والی بات ہے ۔ سورگباشی جے چندراج قتل ہو گئے ۔ مادھو لال راجہ بن گیا ۔ آپ قید ہو گئے اور پھر گھر سے بے گھر ہو کر یہاں چلے آئے ۔ مہارانی جی بھگوان جانے کہاں چلی گئیں ۔ یہ ساری باتیں کس نے کی ہیں ۔۔۔ کیا سب کچھ وقت کے تابع نہیں ہے ۔ چنانچہ وقت یہی کہتا ہے کہ مہاراج تلک چند مہاراج کہ اب آپ یہاں سے چلے جائیں گے ۔۔۔"

"مگر میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے ۔ میں نے تو یہاں سے کہیں جانے کے بارے میں سوچا بھی نہیں ہے ۔۔۔"

"سوچ آپ کی نہیں سمے کی ہوتی ہے ۔۔۔"

"اچھا تو یہ سمے مجھے کہاں لے جائے گا ۔۔۔"

"ساری باتیں مجھ سے پوچھیں گے ۔۔۔"

"ہاں تم نے کہا تھا نا کہ جب سمے آئے گا میں تمہیں بتا دونگی ۔"

تلک چند نے کہا ۔۔۔

"وہ سمے تو ابھی نہیں آیا مہاراج ۔۔۔ لیکن میں آپ کی سہائتا کرنا چاہتی ہوں ۔۔۔"

"بہت بہت شکریہ مجھے بتاؤ میں کہاں چلا جاؤں گا ۔ حالانکہ نہ تو میرا ماتا جی کا ، نہ ان کی دونوں بیٹیوں کا ۔ کسی کا بھی یہاں سے کہیں جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے ، پھر میں کہاں چلا جاؤں گا ۔"

تلک چند نے پوچھا ۔۔۔

"آج ہی رات پورا چاند نکلے گا اور جب چاند کا ڈھلان شروع ہو گا تو کوئی آپ کے دوارے آئے گا ۔۔۔ مہاراج وہ آپ سے ملے گا اور ایسا ہو جائے گا اس کا من کہ وہ آپ کو ساتھ لے جانے کی کوشش کرے گا ۔۔۔ میں بتاؤں آپ اس کے ساتھ ضرور چلے جائیے ۔ اس کے ساتھ چلے جانے میں ہی کلیان ہے ، اس کے ساتھ چلے جانے سے ہی تاریخ آگے بڑھے گی ۔ اگر آپ نے اس کے ساتھ نہ جانے کی ضد کی تو مہاراج تاریخ میں خلا پیدا ہو جائے گا ۔۔۔ اور تاریخ میں جب بھی خلا پیدا ہو جاتا ہے ۔ سارے کھیل بگڑ جاتے ہیں ۔ تو آپ اس کے ساتھ ضرور چلے جائیے ۔ وہ کوئی بھی ہو ، کیسا بھی ہو ۔۔۔ آپ کو اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم ہو ، لیکن آپ اس کے ساتھ ضرور چلے جائیے ۔"

وہ بولی ۔۔۔

"تعجب ہے آخر وہ کون ہو گا ۔۔۔"

"یہ میں نہیں بتا سکتی ۔۔۔"

"کیوں ۔۔۔ کیوں نہیں بتا سکتیں ۔ جب تم مجھے اس کے بارے میں اتنا کچھ بتا سکتی ہو تو اتنا اور نہیں بتا سکتیں ۔۔۔"

"بتا تو سکتی ہوں ، پرنتو ڈرتی ہوں ۔۔۔"

"ڈرتی ہو ۔۔۔ پر کیوں ۔۔۔"

"اگر میں نے اس کا نام بتا دیا تو آپ اس کے ساتھ نہیں جائیں گے ۔۔۔"

"دیکھو اگر تم کہتی ہو کہ میں اس کے ساتھ چلا جاؤں اور یہی میرے مفاد میں ہے اور یہی وقت کی پکار ہے تو ظاہر ہے ، مجھے اس کے ساتھ جانا ہو گا ۔ مجھے تم پر پورا پورا وشواش ہے ۔۔۔ تم نے آج تک جو بتایا ہے ، میں نے اس پر کبھی شک نہیں کیا ۔ اور شک نہ کرنے کی بھی ایک وجہ تھی ۔ دراصل تمہاری کہی ہوئی بات کبھی غلط نہیں ہوئی ۔ میں تمہیں اپنی سب سے بڑی ہمدرد ۔ سب سے بڑا دوست اور سب سے اچھا ساتھی سمجھتا ہوں ۔ تمہاری باتوں پر مجھے کبھی جھوٹ کا گمان نہیں ہوتا ۔۔۔ تلک چند نے پُر محبت لہجے میں کہا ۔۔۔ پھر بولا ۔۔۔ "تمہیں چاہیئے کہ اس اعتماد کے عوض جو میں تم پر کرتا ہوں ، مجھے ساری باتیں بتا دو ۔ مجھے اس کا نام وغیرہ بتا دو ۔ تاکہ آنے والے وقت کے لئے میں خود کو تیار کر لوں ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ صورت حال بگڑ جائے ۔۔۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں مہاراج کہ آپ مجھ سے سب کچھ معلوم کر لیں ۔۔۔ وہ بولی ۔۔۔

"تو پھر مجھے سب کچھ بتاؤ ۔۔۔"

"آنے والا شخص کیدوراج ہو گا ۔۔۔"

"کیدوراج ۔۔۔"

"ہاں کیدوراج ۔۔۔ جو مادھو لال کو سلطنت مل جانے پر بدھائی دینے آیا ہے ۔۔۔"

"اوہ میرے پتا کا دشمن کیدوراج ۔۔۔"

"ہاں تمہارے پتا کا دشمن کیدوراج ۔۔۔"

"اور وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائے گا ۔۔۔"

"ہاں وہ تمہیں ساتھ لے جائے گا ۔۔۔"

"مگر کیوں ۔۔۔"

"میں نے کہا نا زمین کی چال یہی بتاتی ہے ، ستاروں کا کہنا یہی ہے ۔ سنسار کا یہی رنگ ہے اور تمہیں اس رنگ میں بھنگ نہیں کرنا چاہیئے ۔۔۔"

"ہاں ۔ مگر ۔۔۔ مگر میں اپنے پتا کے دشمن کے ساتھ کیسے رہ سکوں گا ۔"

"صبر کر کے ، سکون کر کے ۔ آپ کو اپنے سینے میں پتھر کی چٹان رکھنی ہو گی تلک چند مہاراج ۔۔۔ اور پھر کیدوراج نے تو صرف یہ سوچا تھا کہ وہ آپ کے پتا پر حملہ کرے گا ۔ وہ آپ کے پتا کی راجدھانی پر قبضہ کرنا چاہتا تھا ۔۔۔ لیکن آپ کے سگے چچا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ۔ اس نے اپنے بڑے بھائی کو قتل کرا دیا اور آپ کو اور مہارانی جی کو دربدر کرا دیا بلکہ اپنی دانست میں اس نے آپ دونوں کو مروا دیا ۔ آپ کا اصل دشمن تو مادھو لال ہے ۔ کیدوراج تو بعد کی چیز ہے چنانچہ اگر کیدوراج آپ کو ساتھ لے جانے کی ضد کرے ، یا کوشش کرے تو آپ کو اس کی سہائتا کرنی چاہیئے ۔۔۔ آپ اس کے ساتھ جانے سے انکار نہ کریں مہاراج ۔۔۔"

"ہوں ۔ لیکن جب کیدوراج کو یہ بات معلوم ہو گی کہ میں راجہ جے چند کا بیٹا ہوں تو کیا وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کرے گا ۔۔۔؟"

"یہی تو وہ خاص بات تھی مہاراج جو میں آپ سے کہنا چاہتی تھی اور آپ سے کہنے کے لئے بے چین تھی ۔ اس سلسلے میں میں آپ کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی ۔۔۔"

"اور بھی کوئی خاص بات ہے ۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔"

"وہ کیا ۔۔۔؟"

"آپ اسے اپنا اصل نام نہ بتائیں ۔۔۔"

"کیا مطلب ۔۔۔؟"

"بس آپ اسے ہری راج اپنا نام بتائیں ۔۔۔"

"ہری راج ۔۔۔"

"ہاں ہری راج ۔۔۔"

"یہ کوئی خاص نام ہے ۔۔۔"

"نہیں ۔۔۔ کوئی خاص نہیں ۔۔۔"

"تو پھر اس نام کی کیا خاص ضرورت ہے ۔۔۔"

"ضرورت ہے مہاراج ۔۔۔ میں نے آپ کو یہ بدلا ہوا نام کسی وجہ سے دیا ہے ۔۔۔"

"تمہارا یہ نام دل و جان سے قبول ہے ۔۔۔ مگر مجھے تو یہ دکھ ہے کہ تم مجھ سے دور ہو جاؤ گی ۔۔۔"

"مہاراج بڑے کاموں کے لئے چھوٹے کاموں کو کرنا ہی پڑتا ہے ۔ یہ تو ایک معمولی سا کام ہے ۔۔۔"

"کیا مطلب ۔۔۔ کونسا بڑا کام ۔۔۔؟"

تلک چند نے پوچھا ۔۔۔

"وہ بڑا کام مہاراج جسے آنے والا وقت اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے ۔۔۔"

"بھگوان جانے تم کیسی پراسرار باتیں کرتی ہو ۔ میری سمجھ میں تو تمہاری بات نہیں آتی ۔۔۔"

"بھگوان کے لئے ابھی سب کچھ سمجھنے کی کوشش مت کرو ، تلک چند ورنہ سارا کھیل بگڑ جائے گا ۔۔۔"

"ہوں ۔۔۔ تو تم یہ چاہتی ہو کہ میں یہاں سے چلا جاؤں ۔"

تلک چند نے پوچھا ۔۔۔

"بھگوان کی سوگندھ میں یہ نہیں چاہتی کہ تم یہاں سے چلے جاؤ، میں جو چاہتی ہوں اسے تو میرا من ہی جانتا ہے۔ مگر سے نہیں چاہتا کہ تم میرے ساتھ رہو ـــ اور تلک چند میں تم سے رو نہیں سکتی، اگر میں رو سکتی تو ـــ تو ـــ تو سنجانے کیا ہوتا ـــ"

"کیا ہوتا ـــ؟"

"بس ابھی اس بارے میں کچھ نہ بتاؤں گی ـــ"

"اچھا ٹھیک ہے ـــ تو اس کا مقصد ہے کہ مجھے اپنا نام اسے ہری راج بتانا چاہیئے ـــ"

"ہاں ـــ"

"کب آئے گا وہ ـــ؟"

"جب چاند اُترنا شروع ہوگا ـــ"

"تعجب کی بات ہے تمہیں یہ ساری باتیں پہلے سے معلوم ہو جاتی ہے۔ کیا تم یہ نہیں بتا سکتیں کہ تم دوبارہ مجھے کب ملو گی ـــ"

تلک چند نے بے قراری سے پوچھا ـــ

"جلد ملوں گی۔ اور تم ملوں گی اور ایسے ملوں گی کہ تمہیں میرا چہرہ دیکھنے کی طاقت بھی حاصل ہوگی ـــ"

"مگر کب ـــ"

"ابھی نہیں ـــ"

"پھر کب ـــ"

"یہ نہیں بتا سکتی تلک چند ـــ"

"پھر وہی بات جو پہلے کہتی رہی ہو ـــ"

"میں مجبور ہوں تلک مجبور ہوں ـــ" سسکیاں سنائی دینے لگیں اور تلک چند بھی اداس ہو گیا۔ واقعی وہ پریشان ہو گیا تھا ـــ وہ کافی دیر تک سسکیاں لیتی رہی پھر پژمردہ لہجے میں بولی ـــ

"آپ بھی اداس ہو گئے نا مہاراج ـــ"

"ہاں ـــ"

"کیوں مہاراج ـــ"

"تم سے جدائی کا تصور مجھے اداس کر رہا ہے ـــ"

"میں نے کہا نا یہ مجبوری ہے ـــ اگر مجبوری نہ ہوتا تو میں کبھی بھی آپ سے یہ بات نہ کہتی ـــ"

"ٹھیک ہے جو تم کہہ رہی ہو میں وہی کروں گا۔ لیکن اب نجانے بھاگ مجھے کیا کیا دکھانے والا ہے ـــ"

"جو کچھ ہوگا برا نہ ہوگا مہاراج بالکل برا نہ ہوگا۔ آپ چنتا نہ کریں ـــ"

"ٹھیک ہے ـــ"

تلک چند نے کہا اور پھر دیر تک وہ دونوں مختلف باتیں کرتے رہے اور پھر اس کے بعد اس نے تلک چند سے جانے کے لئے کہا ـــ اور تلک چند آنکھوں میں آنسو بھرے اپنی جھونپڑی میں آ گیا ـــ وہ بے حد غمزدہ تھا۔

راجہ کیدور راج کی تیسری آواز پر مانجھی جاگ اٹھا اور حیران سا باہر نکل آیا ـــ

باہر آ کر اس نے ان تینوں آدمیوں کو دیکھا اور متعجب لہجے میں بولا ـــ

"کہو مہاراج کیا بات ہے ـــ کہاں سے آئے ہیں آپ لوگ ـــ" اس نے پوچھا

کیدور راج نے اوپر سے نیچے تک اسے دیکھا، بے چارہ غریب سا آدمی تھا۔ اس کے اندر کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے کیدور راج کو اس پر شبہ ہوتا ـــ چنانچہ اس نے اسے روشنی میں بلاتے ہوئے کہا ـــ

"ادھر آؤ ـــ کیا تم سو گئے تھے ـــ"

"ہاں مہاراج رات کا سمے ہے۔ آدھی سے زیادہ رات ہو گئی ہے چاند ڈھلنے والا ہے کیا اب بھی نہ سوتے ہم ـــ"

"نہیں میرا یہ مقصد نہیں ہے۔ دراصل ہم تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں ـــ"

"اور باتیں کرنے کے لئے صبح کا وقت کونسا برا ہوتا ہے مہاراج" ـــ مانجھی نے کہا اور گوردھن داس غصیلے انداز میں آگے بڑھ گیا پھر تیز لہجے میں بولا ـــ

"بے وقوف تجھے پتہ نہیں تو کس سے مخاطب ہے ـــ"

"میں ـــ میں ـــ کون ہیں مہاراج ـــ یہ کون ہیں ـــ" مانجھی نے فوراً خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"راجہ کیدور راج ـــ تمہارے راجہ مادھو لال کا دوست اور مہمان ـــ واپس جا رہے تھے کہ ان کا دل چاہا کہ سیر کی جائے۔ چنانچہ دریا کی سیر کو نکل آئے اور تمہاری عزت ہے کہ وہ تمہاری جھونپڑی میں پہنچے اور تم ان سے ایسی باتیں کر رہے ہو ـــ" گوردھن داس نے کہا

"شما چاہتا ہوں مہاراج شما چاہتا ہوں۔ نیند سے اٹھ کر آیا ہوں نا اس لئے دماغ قابو میں نہیں ہے" مانجھی بے چارہ کیدور راج کے قدموں میں گر گیا ـــ

کیدور راج نے جھک کر مانجھی کے شانے پر تھپکی دی اور بولا ـــ

"ٹھیک ہے تم سوتے سے اٹھ کر آئے ہو لیکن میں نے

تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانا لیکن اب دماغ کو قابو کر کے مجھے ٹھیک ٹھیک جواب دو ـــ"

"ہم تیار ہیں مہاراج، بڑی بھول گئی ہے ـــ" مانجھی اب سنبھل گیا تھا ـــ راجاؤں کا کیا ہے، ذرا سا غصہ آ جائے تو گردن پیروں میں پڑی ہوتی ہے ـــ

"یہ ٹاپو کیا کہلاتا ہے ـــ؟"

"کچھ نہیں مہاراج بس ٹاپو ہی کہلاتا ہے ـــ"

"میرا مطلب ہے یہ کس کی راجدھانی میں شامل ہے ـــ"

"یہ تو ہمیں نہیں معلوم سرکار ـــ پرنت کچھ پرے مادھو لال جی کی راجدھانی ہے ـــ"

"ہاں ہاں یہ تو مجھے معلوم ہے۔ لیکن کبھی اس کا ذکر نہیں سنا ہم نے ـــ"

کیدور راج نے کہا ـــ

"بس مہاراج مانجھی بے چارہ یہ کیا جانے ـــ"

بڑھے نے کہا ـــ

"ہوں۔ اس جزیرے میں ایک سمادھی بھی ہے ـــ"

"ہاں مہاراج ـــ"

"کس کی سمادھی ہے یہ ـــ"

"یہ تو شاید پوری راجدھانی اور قرب وجوار کے کسی شخص کو بھی معلوم نہ ہوگا ـــ"

"کیا مطلب ـــ"

"بہت پرانی سمادھی ہے آپ نے دیکھی ہے تو آپکو اس کا حال بھی معلوم ہوگا"

"ہاں بہت خستہ اور پرانی معلوم ہوتی ہے ـــ لیکن آخر کسی کو تو پتہ ہوگا کہ یہ ہے کس کی ـــ"

"کسی کو نہیں معلوم مہاراج، یوں لگتا ہے جیسے ہزاروں سال بیت گئے یہ سمادھی ہے جو اب تک جوں کی توں موجود ہے، بس اس کی دیواریں بھر بھری ہو گئی ہیں، اور ہزاروں سال میں ہزاروں لوگ مر چکے ہیں جو اس سمادھی کے بارے میں کچھ جانتے تھے ـــ اب کون بتائے کہ یہ کس کی سمادھی ہے ـــ"

"تمہیں بھی نہیں معلوم ـــ"

راجہ نے پوچھا ـــ

"نہیں مہاراج میں کیا جانوں ـــ"

"ہوں ـــ کیا یہاں روحیں منڈلاتی ہیں ـــ"

کیدور راج نے پوچھا ـــ

"روحیں ـــ روحیں۔ بوڑھے کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے

"میرا مطلب ہے ـــ کیا تم نے اس سمادھی میں کسی کے چلنے پھرنے کی آوازیں سنی ہیں ـــ"

"سمادھی میں ـــ" "بس مہاراج کبھی کبھی ہمارے بچے جاتے ہیں ـــ اور ہم نے کسی کی آواز نہیں سنی" مانجھی نے جواب دیا ـــ اور کیدور راج سمجھ گیا کہ جو چاپ اس نے سنی تھی وہ بوڑھے مانجھی نے نہیں سنی یا یہ بھی ہو سکتا تھا کہ مانجھی کبھی سمادھی میں گیا ہی نہ ہو ـــ بہر صورت اس نے بات بدلنے کے لئے پوچھا ـــ

"کتنے بچے ہیں تمہارے ـــ"

"دو لڑکیاں ہیں مہاراج ـــ"

"بہنیں بھی ہوں گی تمہاری ـــ"

"نہیں مہاراج بہنیں تو نہیں ہے پر وہ ـــ وہ ـــ وہ ـــ"

"کیا ـــ" کیدور راج نے اسے دیکھا ـــ

"ایک لڑکا بھی ہے ـــ"

"اچھا اچھا ـــ" کیدور راج نے کہا۔ پھر بولا ـــ

"تو تم اس سمادھی کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔ اسے بوڑھے لوگوں کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں تھی ـــ"

"نہیں مہاراج بھگوان کی سوگندھ اگر مجھے کچھ معلوم ہوتا تو آپ کو بتانا میں فرض سمجھتا ـــ"

مانجھی نے کہا اور اسی وقت کوئی مانجھی کی جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔

کیدور راج نے اسے دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔ عجب آن بان کا لڑکا تھا ـــ

چھوٹی سی عمر لیکن چہرے پر بڑی پختگی اور ایک ایسی محبت آمیز نرمی تھی کہ کیدور راج اس کے چہرے سے نگاہیں نہ ہٹا سکا۔ گوردھن داس اور کنیا لال بھی اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ تب کیدور راج چند قدم آگے بڑھ آیا اور دلچسپ نگاہوں سے لڑکے کو دیکھتے ہوئے بول اٹھا ـــ "کیا یہ لڑکا ہے مانجھی ـــ"

"نہیں مہاراج میں مانجھی کا بیٹا نہیں ہوں ـــ"

"پھر کون ہو تم ـــ"

"ہری راج ہے میرا نام ـــ"

"ہری راج کس کے بیٹے ہو تم ـــ"

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔ پر مہاراج اس مانجھی کا بیٹا نہیں ہوں ـــ کیوں مانجھی میں نے غلط تو نہیں کہا ـــ"

"نہیں سرکار ـــ نہیں مائی باپ۔ آپ نے سچ کہا ـــ" مانجھی دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا ـــ

"ارے ارے تم تو اس کے ساتھ بھی اس طرح پیش آنے لگے ـــ کیا بات ہے ـــ کیا کسی بہت بڑے باپ کا بیٹا ہے ـــ"

"ہم کچھ نہیں جانتے سرکار، بس یہ ہمیں مل گیا تو ہم اسے یہاں لے آئے، تب سے یہ ہمارے پاس ہے۔ بہت بڑی کشتی کا کلنک لگا بچہ — کیا کہیں کیا نہ کہیں —"

مانجھی نے پریشان لہجے میں کہا۔ تلک چند نے اپنا نام ہری راج بتایا تھا، مانجھی نے اس کی تردید نہ کی —"

"ہوں — بیٹے تمہارے پتا تو ہوں گے — کہاں ہیں وہ —"

"میں نہیں جانتا مہاراج — میں کچھ نہیں جانتا مہاراج، بس مجھے یوں لگتا ہے جیسے آکاش نے مجھے اس سنسار میں پھینک دیا ہو۔ کوئی بھی تو نہیں ہے میرا — کسی نے بھی مجھے نہیں دیکھا، نہیں پالا — اور جب میں نے اپنے آپ کو دیکھا تو میں اتنا ہی بڑا تھا اور یونہی آوارہ گرد پھر رہا تھا —"

"اوہ کیسی عجیب بات ہے گوردھن داس —"

مہاراج کیدو راج نے کہا —

"ہاں مہاراج عجیب بچہ لگتا ہے، نجانے کس کا ہے —"

"ہوں —" کیدو راج کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ کنیالال سے بولا —

"کنیالال نجانے کیوں یہ بچہ ہمیں بے حد پسند آیا ہے۔ اس کے اندر راجاؤں کی سی آن بان ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے کسی ریاست کا راجکمار ہو۔ کیا وہ ریاست ہماری ریاست نہیں ہو سکتی —"

"میں نہیں سمجھا مہاراج —"

کنیالال حیرت سے بولا —

"کنیالال اگر یہ بچہ تیار ہو جائے تو اسے اپنے ساتھ لے چلو۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارا کوئی بیٹا نہیں ہے اور ہماری رانی ایک بیٹے کے غم میں موت کے قدموں میں پہنچ گئی ہے۔ ہماری اپنی کوئی اولاد نہیں ہے۔ یوں تو ہم نے بہت سی باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔ پر ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہماری بھی کوئی اولاد ہو — بھگوان نے ہمیں کوئی اولاد تو نہ دی۔ پرنتو یہ بچہ اگر ہم کو دے دیں تو کیا رہیگا۔"

"چھوٹا نہیں ہے مہاراج یہ تو خاصہ بڑا ہے اور چہرے سے بھی خاصہ چست و چالاک نظر آتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو منع کر دے —"

کنیالال نے کہا —

"بات کر کے دیکھ لیتے ہیں کنیالال —"

"ضرور مہاراج پر ہم لوگوں کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اس کا باپ کون ہے — اب آپ خود سوچیں آپ کا بیٹا بننے کے بعد اسے آپ کے بعد راج گدی بھی ملے گی۔ اگر ہم نے کسی نیچ ذات کو گدی پر بٹھا دیا تو سنسار ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گا —"

"کیسی فضول باتیں کرتے ہو کنیالال، کسی کی شکل و صورت دیکھئے سے یہ اندازہ تو ہو ہی جاتا ہے کہ وہ کیسے خاندان سے تعلق رکھتا ہے —"

"میں آپ کی بات میں دخل نہ دوں گا مہاراج، بلاشبہ جس طرح آپ کو یہ لڑکا پسند آیا ہے اسی طرح مجھے بھی یہ لڑکا پسند آیا ہے سندر ہے اور بھاری بھر کم بھی، اور پھر اس کی آنکھوں میں کیسی حسین چمک ہے اس چمک کو دیکھ کر عجیب سا احساس ہوتا ہے —"

"یہی میں تم سے کہنے والا تھا کنیالال۔ اگر یہ کام ہو جائے تو ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔ ممکن ہے بھگوان نے ہمیں اس کام کے لئے یہاں بھیجا ہو، ورنہ دریا کے کنارے وہ کشتی ہمیں کیسے ملتی اور ہم یہاں تک کیسے پہنچتے —"

"جو آگیا مہاراج کی، مجھے کیا کرنا چاہیئے —"

کنیالال نے پوچھا —

"ٹھہرو تم کچھ نہ کرو پہلے میں مانجھی سے بات کرتا ہوں —"

مانجھی اور لڑکا دونوں خاموش کھڑے ہوئے تھے اور ان لوگوں کی باتیں ان کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ پھر جب کیدو راج مانجھی کی طرف متوجہ ہوا تو مانجھی نے اسے ہاتھ جوڑ کر دیکھا —

"کوئی آگیا ہے مہاراج —"

"ہاں مانجھی —"

"یہ تو عجیب نہیں، یہ بات معلوم تھی کہ یہ لڑکا تمہارا نہیں ہے اور اس کی ماتا پتا کا بھی پتہ نہیں ہے۔ تو تم نے اس کے ماتا پتا کو تلاش نہیں کیا — ؟"

"ہم نے — مہاراج ہماری کیا حیثیت تھی —"

"کیا مطلب —"

"میں بتاتا ہوں مہاراج —"

تلک چند نے آگے بڑھ کر کہا —

"ہاں بتاؤ —"

"میں نے خود انہیں منع کر دیا تھا، کیونکہ مجھے خود معلوم تھا کہ جب اس پورے سنسار میں میں نے ماتا پتا کو دیکھا ہی نہیں تو پھر وہ کہاں سے ملیں گے۔ میں نے بیچارے مانجھی کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور سختی سے اسے اس بات کے لئے منع کر دیا کہ وہ ایسی کوشش نہ کرے —"

تلک چند نے جواب دیا۔

"آخر کچھ تو یاد ہوگا تمہیں، بچپن کی کوئی بات بھی تمہیں یاد نہیں ہے — ؟"

"نہیں مہاراج مجھے کوئی بات بھی یاد نہیں ہے سوائے اس کے کہ میرا نام ہری راج ہے —"

"ہوں — ہری راج کبھی تمہارا من بھی نہیں چاہتا کہ تم اپنے ماتا پتا سے ملو —"

"من تو نجانے کیا کیا کہتا ہے مہاراج، پر جو باتیں نہ ہو سکیں انہیں اگر من چاہے بھی تو کیا ہو سکتا ہے —"

"کیوں —"

"میرے ماتا پتا کا کوئی وجود ہی نہیں ہے اس سنسار میں، تو پھر من کے چاہنے سے وہ کہاں مل سکتے ہیں —"

"ہوں — اور اگر میں تمہیں اپنا بیٹا کہوں تو —"

"آپ —"

"ہاں میں —"

"مگر میں آپ کا بیٹا تو نہیں ہوں —"

"نہیں ہو لیکن بن سکتے ہو —"

"کیا ماتا پتا اور بیٹے بن بھی سکتے ہیں — ؟"

"ہاں کیوں نہیں، سنسار میں رشتوں کی ایک اٹوٹ زنجیر ہے، جو نہ جانے کہاں سے کہاں تک چلی گئی ہے۔ لاکھوں کڑیاں ہیں اس میں۔ کبھی یہ زنجیر ٹوٹ جائے کڑیاں بکھر جائیں تو کون کہہ سکتا ہے کونسی کڑی کہاں پڑی ہوئی ہے۔ اگر ان کڑیوں کو پھر سے یکجا کر دیا جائے تو ایک نئی زنجیر بن جاتی ہے۔ وہی رشتے وہی ناتے پھر سے یکجا ہو جاتے ہیں، پھر سے زندہ ہو جاتے ہیں جو پہلے اس زنجیر کے تھے۔ حالانکہ کڑیاں بدل چکی ہوتی ہیں۔ اگر اسی طرح میں تمہیں اپنا بیٹا کہہ دوں، بنا لوں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے —"

"بات تو عجیب ہے مہاراج، آپ ہیں کون — ؟"

ہری راج نے پوچھا —

"میں ایک معمولی سا آدمی ہوں، غریب سا، کچھ نہیں ہے میرے پاس۔ ادھر ادھر نکلا تھا کہ تمہارے پاس پہنچ گیا —"

"مگر — مگر —" مانجھی نے بولنا چاہا۔ لیکن کنیالال نے اس کا شانہ دبا کر روک دیا —

"جو کچھ کہا جا رہا ہے اسے خاموشی سے سنو، درمیان میں دخل مت دو۔ مانجھی بے چارہ شاید یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ ابھی ابھی تو انہوں نے کہا تھا کہ وہ کیدو راج ہیں اور اب وہ انکار کر رہے ہیں — لیکن شانہ دبانے سے وہ خاموش ہو گیا اور ان دونوں کی شکلیں دیکھنے لگا۔"

"ٹھیک ہے مہاراج مجھے معمولی ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن آپ یہ بتائیں کیا آپ کو میری وجہ سے پریشانی نہیں ہوگی —"

تلک چند نے کہا —

"نہیں، اگر پریشانی ہوتی تو میں تم سے یہ فرمائش ہی کیوں کرتا —"

کیدو راج نے کہا —

"بابا آپ کیا کہتے ہیں —"

تلک چند نے مانجھی سے پوچھا —

"میں کیا کہوں گا بیٹا، تم پر میرا کیا ادھیکار ہے۔ مہمان کی حیثیت سے آئے تھے۔ چلے جاؤ گے تو یوں لگے گا جیسے مہمان آیا اور چلا گیا — تمہارا ٹھکانہ تو کہیں اور ہی ہے، مانجھی کی جھونپڑی تمہارے کس کام کی"

مانجھی نے کہا اور تلک چند گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے کیدو راج کی طرف دیکھ کر کہا

"اگر آپ مجھے اتنے پریم سے بیٹا کہنے کو تیار ہیں تو میں بھی آپ کو پتا مان لوں گا۔ مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے —"

"اوہ" کیدو راج نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا۔ "ہاں آج سے ہم تمہارے پتا مان ہیں" پھر کنیالال اور گوردھن داس کی طرف دیکھ کر بولا — "دیکھا ہم نہ کہتے تھے یہ کشتی کوئی خاص حیثیت رکھتی ہے ورنہ اس کا یہاں موجود ہونا کیا حیثیت رکھتا تھا۔ اب تم یوں کرو کہ تمہارے پاس جتنا مال دولت ہے وہ مانجھی کو دے دو —"

کیدو راج بے پناہ خوش تھا۔ اس کے دل میں اس لڑکے کیلئے بے حد محبت پیدا ہو گئی تھی اور وہ دل ہی دل میں اس کے بارے میں نجانے کیا کیا فیصلے کر چکا تھا۔

کنیالال اور گوردھن نے مانجھی کو اپنے پاس موجود تمام دولت دے دی اور مانجھی بے چارہ فرط حیرت سے گنگ رہ گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ لڑکا اس کے دن یوں بھی پھیر سکتا ہے —"

رانی شردھا اپنی زندگی کے دن کاٹ رہی تھی — اگر درشنا اس کے ساتھ غاروں میں نہ ہوتی تو نجانے اس کی کیا کیفیت ہوتی — لیکن درشنا اتنی پیاری اتنی من موہنی لڑکی تھی کہ اس نے رانی شردھا کو اپنی باتیں سنا سنا کر اس کے دل میں گھر کر لیا تھا — رانی شردھا درشنا کو بے حد چاہنے لگی تھی —

کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ اس کا دل تلک چند کی یاد سے تڑپ جاتا اور وہ آنسو بہا لیتی۔ لیکن عام طور سے رانی شردھا اس وقت تلک چند کو یاد کرتی تھی جب درشنا اس کے پاس نہیں ہوتی تھی۔ اگر درشنا کبھی ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھ لیتی تھی تو بری طرح بے چین ہو جاتی تھی اور اس وقت تک سکون سے نہ بیٹھتی تھی جب تک رانی شردھا سے ان آنسوؤں کی وجہ نہ پوچھ لیتی تھی —

جب رانی شردھا محسوس کر لیتی کہ درشنا رونے کا سبب پوچھے بغیر نہ مانے گی تو اس وقت وہ بتاتی کہ اسے کوئی یاد آ رہا ہے —

"آخر وہ کون ہے — تم اس کے بارے میں مجھے کب بتاؤ گی ماتا جی —"

درشنا کہنے لگی ۔

"وہ ۔ وہ بھی تیری طرح کا تھا درشنا ۔ نجانے بھگوان نے ہمارے پریوار کو اس طرح کیوں اجاڑ دیا ۔"

"میری طرح ۔ ؟"

درشنا نے تعجب سے پوچھا ۔

"ہاں تیری طرح ۔"

"مگر ماتا جی میں تو لڑکی ہوں ۔"

"وہ لڑکا تھا درشنا ۔ بہت ہی پیارا تھا ۔"

رانی شردھا اپنی سسکی روکتے ہوئے بولی ۔

"وہ کون تھا ماتا جی ۔"

"بیٹا تھا میرا ۔"

"رام رام ۔ میرا بھیا تھا ۔ تو تم اب اکیلی کیوں ہو ۔ وہ کہاں گیا ۔"

"وہ ۔ درشنا وہ ۔ وہ بیچارہ نجانے کہاں ہوگا ۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے ۔ پر مجھے وشواش ہے کہ وہ جہاں بھی ہوگا زندہ سلامت ہوگا ۔ بھگوان اسے ٹھیک رکھے گا ۔ اس کی رکشا کرے گا ۔"

"اگر وہ تمہارا بیٹا ہے تو پھر تمہارے پاس کیوں نہیں آجاتا ماتا جی ۔"

درشنا نے پوچھا ۔

چھوٹی سی لڑکی اس عقدے کو حل کرنا چاہ رہی تھی کہ ماتا اور بیٹا الگ الگ کیوں ہیں ۔

رانی شردھا کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اور وہ اپنے ان آنسوؤں کو اپنی اوڑھنی سے صاف کرتی رہی ۔ پھر بولی ۔

"بہت سی مجبوریاں ہیں ہمارے راستے میں بیٹی ، اتنی مجبوریاں ہیں کہ ہم انہیں دور نہیں کر سکتے ، وہ بھی مجبور رہے ۔ میں بھی مجبور ہوں ۔"

رانی شردھا نے کہا ۔

"مگر میں تو مجبور نہیں ہوں ماتا جی ، مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے ۔"

"تجھے ۔"

"ہاں مجھے ۔ کیوں تم مجھے کیا سمجھتی ہو ماتا جی ۔"

"تو تو خود ایک ننھی سی کومل سی بیٹی ہے اور کیا ہے ۔"

رانی شردھا نے پیار سے کہا ۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن ایسی بات نہیں کہ میں کیسی ہوں ، میں اسے کھوج لاؤں گی ۔ تم مجھے اس کا پتہ بتاؤ ۔"

"کاش مجھے اس کا پتہ معلوم ہوتا ۔"

"کیا مطلب ۔"

"مجھے اس کا پتہ نہیں معلوم بیٹی ۔"

"کیسی ماتا ہو تم تمہیں اپنے بچے کا پتہ تک نہیں معلوم ۔"

"ہاں میں ایسی ہی ابھاگن ماں ہوں ۔"

شردھا نے درد بھری آواز میں کہا اور درشنا خاموشی سے اس کی صورت دیکھتی رہی ۔

رانی شردھا کی بہت سی باتیں درشنا کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں وہ تو خود اپنے آپ کو بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ کون ہے ۔ کہاں سے آئی ہے اور یہاں کیوں رہ رہی ہے ۔ اس نے جب ہوش سنبھالا تھا تو انہی غاروں میں تھی ، اور اس کے بعد اس نے انہی غاروں کو اپنی زمین اپنی جائیداد سمجھ لیا تھا ۔ یہاں وہ جس انداز میں بھی رہ رہی تھی خوش اور مطمئن تھی ۔ اس کے علاوہ اس کے ذہن میں کوئی خاص احساس نہیں تھا ۔

نجانے کتنا وقت ، کتنا سمے گزر گیا ۔ شردھا کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی ۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ ان لوگوں نے اس کے اوپر یہ رحم کیوں کھایا ہے بس یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی فرض پورا کر رہے ہوں ، اس دوران ایک شخص خاص طور سے اس سے ملنے آتا رہتا تھا ۔ ایک دو بار اس نے بڑی عقیدت سے اس کے چرن بھی چھوئے تھے اور رانی شردھا تعجب سے اسے محسوس کر کے رہ گئی تھی ، اس کی ہمت نہیں پڑی تھی کہ وہ اس سے کوئی سوال کرتی ، کیونکہ وہ سن چکی تھی کہ یہ لوگ ڈاکو ہیں اور ڈاکوؤں سے اسے ویسے ہی موت محسوس ہوتا تھا ۔ چنانچہ وہ ان لوگوں سے بات کرتے ہوئے ڈرتی تھی ۔

جب بہت وقت گزر گیا تو ایک شام ان کی زندگی میں کچھ تبدیلی رونما ہوئی ۔ رانی شردھا کو تو نظر ہی نہیں آتا تھا ۔ بس درشنا ہی اس کی آنکھوں کا کام دیتی تھی اور اسے ساری باتیں بتاتی رہتی تھی ۔ درشنا نے ہی بتایا تھا کہ باہر زوردار بارش ہو رہی ہے ، بادل گڑگڑا رہے ہیں اور رات بےحد تاریک ہے ۔

"تجھے رات سے ڈر لگتا ہے درشنا ۔"

شردھا نے پوچھا ۔

"نہیں ماتا جی رات سے تو ڈر نہیں لگتا ، ہاں جب بادلوں میں بجلی چمکتی ہے نا تو مجھے بہت ڈر لگتا ہے ۔"

"کیوں اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے ۔"

"ڈرنے کی بات نہیں ہے ماتا جی ، پرنت مجھے لگتا ہے جیسے بجلی مجھے ڈرا رہی ہو ۔"

"چل ہٹ پگلی ، تو تو بالکل بے وقوف ہے ۔ پانی بہت زور کا برس رہا ہے ۔"

"ہاں ماتا جی بہت زور کا ۔"

درشنا نے جواب دیا اور اس کے سینے میں دبک کر لیٹ گئی ۔ نجانے

کتنا وقت گزرا تھا کہ باہر سے شور کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور رانی شردھا اٹھ کر بیٹھ گئی ۔ درشنا گہری نیند سو رہی تھی ۔

شور کی آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں ۔ اس میں انسانوں کے چیخنے کا شور زیادہ تھا ۔ تب رانی شردھا نے سوچا کہ کہیں کسی دریا میں باڑھ نہ آگئی ہو ۔ اس نے درشنا کو جھنجھوڑ کر اٹھا دیا اور درشنا اس سے چپک کر بیٹھ گئی ۔

"کیا ہوا یہ ۔ کیا ہوا ۔"

اس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا ۔

"پتہ نہیں ری ۔ باہر لوگ نجانے کیوں چیخ رہے ہیں ۔"

"یہ ۔ یہ آوازیں ۔ یوں لگ رہا ہے جیسے ۔ جیسے ۔"

"کیا لگ رہا ہے ۔"

رانی شردھا نے پوچھا ۔

"جیسے لوگ آپس میں لڑ رہے ہوں ۔ تم تلواروں کی آواز نہیں سن رہیں ۔"

"تلواروں کی آواز ۔ اب رانی شردھا نے بھی غور کیا اور اسے ٹن ٹن کی آوازیں بلند ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں ۔ ہر آواز کے ساتھ ایک نہ ایک چیخ بھی بلند ہوتی تھی ۔ رانی شردھا خوف کے گھٹے گھٹے سانس لینے لگی ۔ بلاشبہ جنگ ہو رہی تھی ۔

"لیکن کس سے ۔ یہ تو ڈاکوؤں کا ڈیرہ تھا ۔ ڈاکو جب کسی بستی پر حملہ کرتے ہیں تب یہ آوازیں بلند ہوتی ہیں ۔ اسی وقت لوگوں سے یہ جنگ کی جاتی ہے ۔ لیکن اس وقت ۔ اس وقت کیا ہوا ہے ۔ ڈاکو چیخ رہے تھے اور درد و کرب کی ملی جلی آوازیں بلند ہو رہی تھیں دوسرے لوگوں کی آوازیں بھی ان میں شامل تھیں نجانے کون لوگ تھے جنہوں نے ڈاکوؤں پر حملہ کر دیا تھا ۔

پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور کوئی یہاں بھی گھس آیا جہاں یہ دونوں تھیں ۔

"یہاں بھی ہیں ۔ کسی نے بھاری آواز میں کہا اور ہتھیار لوگ رانی شردھا کی جانب دوڑ پڑے ۔ درشنا شردھا سے چپٹ گئی تھی ۔

"کون ہیں ۔ کون ہیں یہ لوگ ۔"

"معلوم نہیں ۔ معلوم نہیں ماتا جی ، نجانے کون ہیں یہ ۔"

درشنا نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا ۔

آنے والے ان کے نزدیک پہنچ کر رک گئے تھے ۔

"ارے یہ تو ایک عورت ہے اور ایک بچی ہے ۔"

کسی نے کہا ۔

"کون لوگ ہیں یہ ۔"

ایک بھاری آواز سنائی دی ۔

"پتہ نہیں مہاراج ، دیکھ لیں آپ خود دیکھ لیں ۔"

دوسری آواز نے کہا اور کوئی ان کے قریب آ کر رک گیا ۔

مشعل کی روشنی دونوں پر پڑی ۔ رانی شردھا بیچاری تو محسوس بھی نہ کر سکی تھی لیکن درشنا نے منہ چھپا لیا ۔

"کون ہو تم لوگ ماں جی ۔ اس بار پوچھنے والے کی آواز نرم تھی ۔

"میں ۔ میں ۔"

شردھا نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا ۔

"ڈرو نہیں ہم لوگ تمہارے دشمن نہیں ہیں ۔ ہم راجہ پورن کے سپاہی ہیں ۔ راجہ پورن کے سپہ سالار دھرمادھر نے ڈاکوؤں پر حملہ کیا ہے اور سارے ڈاکو مار دیے گئے ہیں ۔ ہم نے ڈاکوؤں کے سردار کو بھی قتل کر دیا ہے کہ کمبخت نے تباہی مچا رکھی تھی ہم نے اس سارے علاقے کو ان کمینے لوگوں سے صاف کر دیا ہے ۔ تم بتاؤ ۔ تم کون ہو ۔ ؟"

"میں ۔ رانی شردھا کچھ کہتے کہتے رک گئی ، وہ ڈری تو ہوئی تھی لیکن بے وقوف نہیں تھی ۔ میں ۔ میں شردھا ہوں ۔"

"وہ تو ٹھیک ہے ، لیکن کیا تم ان ڈاکوؤں کی رشتہ دار ہو ۔ کیا ڈاکو تمہیں بھی کہیں سے اٹھا کر لائے ہیں ۔" اسی نرم آواز نے پوچھا اور رانی شردھا موقع کی نزاکت محسوس کرنے لگی ۔ اگر وہ یہ کہہ دیتی ہے کہ ڈاکوؤں سے اس کا بھی کوئی ناطہ ہے تو یہ لوگ یقیناً اسے مار ڈالیں گے اور درشنا کو بھی ، چنانچہ مظلوم بننا مناسب تھا ۔ اس نے گردن جھکائی اور سسکیاں لینے لگی ۔

"ماں جی رونے کی ضرورت نہیں ۔ اب تمہیں کوئی چنتا نہیں ہونا چاہیئے ، ہمیں بتاؤ تم کون ہو ۔"

"میں ۔ میں ایک بےسہارا عورت ہوں ، بیوہ تھی ، کئی بچے تھے لیکن پتہ نہیں اب وہ غریب کہاں ہوں گے ، میں اندھی ہوں یہ ڈاکو مجھے یہاں اٹھا لائے تھے ۔"

"یہ بچی کون ہے تمہارے ساتھ ۔ ؟"

"میری بیٹی ہے ۔"

شردھا نے جواب دیا ۔ اس کا احوال پوچھنے والوں نے اسے ایک بار پھر تسلی دی اور کہا ۔

"چلو ہمارے ساتھ چلو ، ہم تمہیں دھرمادھر مہاراج کے پاس لے چلتے ہیں وہ تمہارے ساتھ اپنائیت کریں گے ۔" رانی شردھا خاموشی سے اٹھ گئی ۔ اسے اب یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ ڈاکو مر چکے ہیں اور اب ان غاروں میں نہیں رہا جا سکتا ، تنہا یہاں زندگی گزارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ۔ چنانچہ اس نے درشنا کا ہاتھ پکڑا اور اس شخص کے ساتھ باہر نکل آئی ۔ اس شخص نے شردھا کا بازو پکڑ لیا تھا ۔ چند ساعت

کے بعد شایما سے دھرم ادھر کے سامنے پیش کر دیا گیا۔
یہ قوی ہیکل اور کس قدر تند خو سا انسان تھا۔
"کون ہے یہ۔"
اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔
"ابھی ڈاکوؤں کا شکار ایک عورت ہے مہاراج۔"
لانے والے نے اسے جواب دیا۔
"اوہ۔ یہیں یقین ہے۔"
"ہاں۔ مہاراج آپ خود بھی اندازہ لگا لیں۔"
"کیا چاہتی ہے یہ۔"
"یہ کیا چاہے گی مہاراج یہ بے چاری تو اندھی ہے۔"
"اس کے ساتھ کون ہے۔"
"اس کی بیٹی ہے مہاراج۔ اب ان نا داروں میں اس کا کیا ہوگا۔"
"ہم اسے پورن لال جی کے سامنے پیش کر دیں گے۔" دھرم ادھر نے جواب دیا اور سپاہیوں نے رانی شردھا کو اپنے ساتھ لے لیا اور واپسی میں آ کے ایک رتھ میں لایا گیا تھا۔

بارش ہو رہی تھی اور ہلکی ہلکی پھواریں رتھ کے پردوں سے اندر آ جاتی تھیں۔ رانی شردھا بالکل خاموش تھی۔ تقدیر کے اس الٹ پھیر کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔ نجانے کیا ہو رہا تھا، نجانے بھاگوں میں اور کیا لکھا تھا۔ اس نے خاموشی سے سب کچھ برداشت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

رتھ اسے لیکر چلتا رہا۔ طویل سفر طے کرنا پڑا تھا لیکن سفر کے دوران سپاہیوں نے اس کا خاص خیال رکھا تھا۔ وہی آواز جس نے اسے پہلی بار مخاطب کیا تھا، بڑی نرم اور مہربان معلوم ہوتی تھی۔ وہ بار بار اس کے پاس آ کر پوچھتا تھا۔
"ماتا جی کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔"
اور وہ بڑے پیار سے اسے جواب دیتی۔
"نہیں بیٹے تو چنتا مت کر سب کچھ موجود ہے، بھگوان تجھے سکھی رکھے۔"

یہاں تک کہ وہ لوگ کسی بستی یا شہر میں داخل ہو گئے۔ ایک جگہ پہنچ کر رتھ رک گیا اور چند ساعت کے بعد رانی شردھا کو رتھ سے نیچے اترنے کے لئے کہا گیا۔ ورشنا اب بھی اس کے ساتھ ساتھ تھی اور خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔
"کیسی جگہ ہے یہ۔"
شردھا نے آہستگی سے ورشنا کی طرف جھک کر پوچھا۔
"محل ہے ماتا جی محل ہے۔ بہت بڑا محل ہے۔ شاید راجہ کا محل ہوگا۔"
ورشنا نے جواب دیا۔
"ہاں اس نے کسی راجہ پورن کا نام لیا تھا۔"
"اسی کا محل معلوم ہوتا ہے ماں جی، چاروں طرف سپاہی پھر رہے ہیں اور بڑی بڑی خوبصورت چیزیں لگی ہیں یہاں۔"
ورشنا نے جواب دیا۔
پھر کسی نے رانی شردھا کا بازو پکڑ لیا اور انہیں اندر لے جایا گیا اندر سے جا کر ایک کمرے میں انہیں چھوڑ دیا گیا اور کہا گیا۔
"یہاں رکو ماں جی، آرام کے لئے اچھی جگہ ہے۔ کل صبح تمہیں راجہ پورن کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔"
"جیسی تمہاری مرضی بھیا۔"
رانی نے جواب دیا۔
ورشنا یہاں آ کر بہت خوش ہو رہی تھی، بلاشبہ وہ اس کی آنکھیں بن گئی تھی۔ ورشنا نے رانی شردھا کو اس کمرے کے بارے میں بتایا اس آرام دہ پلنگ کے بارے میں بتایا جس پر لیٹ کر بہت سکون سے نیند آ سکتی تھی اور رانی شردھا بیٹھ گئی۔ اس نے گہری سانس لی تھی۔

ورشنا بے چاری نے شاید اس سنسار میں کچھ نہیں دیکھا تھا وہ ایک معصوم لڑکی تھی اور شہر کی ان ساری چیزوں سے ناواقف تھی، اسے نہیں معلوم تھا کہ محلوں میں کیا کیا ہوتا ہے اس لئے وہ یہاں آ کر بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ لیکن رانی شردھا اپنی زندگی میں بہت کچھ دیکھ چکی تھی۔ اندھی ضرور تھی لیکن سب کچھ محسوس کر سکتی تھی۔
یہاں اسے ساری سہولتیں میسر تھیں اور پھر دوسری صبح جب پورن لال نے اس سے ملاقات کی۔
بڑا نرم مزاج اور منکسر المزاج انسان معلوم ہوتا تھا۔ اس نے رانی شردھا سے اس بارے میں زیادہ کرید نہیں کیا۔ بلکہ بڑے نرم لہجے میں کہا۔
"ماتا جی تم اور تمہاری بیٹی مجھ سے جو بھی خدمت لینا چاہیں لے سکتی ہیں۔ میں تمہاری سیوا کر کے بہت خوش ہوں گا اور اگر تمہیں کہیں جانا ہے تو مجھے بتا دو۔ میں تمہیں وہاں پہنچا دوں گا اور اگر تمہارا کوئی نہ ہو تو یہ محل تمہارے لئے حاضر ہے۔ جس طرح چاہو یہاں رہو اور آرام سے جیون بسر کرو۔ تمہیں کسی قسم کی کوئی چنتا کی ضرورت نہیں ہے تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔" راجہ پورن لال نے کہا اور شردھا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔
پورن لال نے اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو دیکھ کر اسے تسلی دی۔ اور بولا۔
"ماتا جی رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نہیں ماتا کہہ رہا ہوں۔ اور ماتا کبھی بیٹے کی موجودگی میں نہیں روتی۔ نجانے کیوں مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہو گئی ہے۔ مجھے اپنے من ہی میں تمہارے لئے بڑی چاہ محسوس ہو رہی ہے نجانے کیوں، تم رو نہیں، مجھے بتاؤ تم کیا چاہتی ہو۔"
"بھگوان کی سوگند میں تمہاری خواہش پوری کروں گا۔"
"میرا اس سنسار میں کوئی نہیں ہے بیٹے، کوئی بھی نہیں ہے میرا اس سنسار میں۔"
"میں نے کہا نا ماں جی تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اگر یہ بات ہے اور تم کہیں جانا نہیں چاہتیں تو تم یہاں آرام سے رہو۔ یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"
پورن لال نے اسے اس طرح تسلیاں دیں کہ رانی شردھا کو واقعی سکون سا محسوس ہونے لگا۔
رات کی تنہائی میں اس نے اس نیک دل بادشاہ کے بارے میں سوچا اور اسے دعائیں دینے لگی۔
وقت گذرتا رہا۔ رانی شردھا کے بال سفید ہونے لگے، ورشنا جوان ہونے لگی۔ اس نے رانی شردھا کے ساتھ خاصہ وقت راجہ پورن کے ہاں عیش و آرام میں گزارہ تھا۔ لیکن رانی شردھا کی آنکھوں کی روشنی ابھی تک نہیں لوٹی تھی۔ وہ ایک ایک دن گن گن کر گزار رہی تھی۔ بارہ سال۔ بارہ طویل سال۔ جب بھی وہ اس بارے میں سوچتی، اس کے دل میں درد اٹھنے لگتا تھا۔ بارہ سال کوئی معمولی مدت تو نہیں ہوتی اور جیسا کہ گرو گردھاری نے کہا تھا کہ بارہ سال سے پہلے تک چندر کا ملنا مشکل ہے۔ نجانے میں اس وقت تک جیتی رہوں گی یا مر جاؤں گی۔ اس نے سوچا۔
ایک شام رانی شردھا محل کے باغ میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ کچھ باندیاں جو اس کی خدمت پر مامور تھیں اسے یہاں چھوڑ گئی تھیں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ٹھنڈی ہوا میں بیٹھی رہے وہ باہر آ گئی تھی ورشنا محل کے اندر ہی تھی۔
اس کے ذہن میں ایک چندر تھا۔ اس کا بیٹا پیارا سا بیٹا جو نجانے اس وقت کہاں تھا۔ اس کے خیالات کو اچانک کسی کے بھاری قدموں کی چاپ نے روک دیا اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ لیکن اندھی آنکھیں بھلا کیا دیکھ سکتی تھیں۔
"کون ہے ورشنا۔ بیٹی ورشنا۔"
"ورشنا نہیں ہے میں ہوں۔" ایک بھاری آواز سنائی دی۔ اور رانی شردھا اس کی آواز پر غور کرنے لگی۔ نجانے کس کی آواز تھی اور شردھا کو یہ آواز سنی سنائی سی محسوس ہوئی۔
"کون ہو بھائی۔ میں نہیں پہچانی۔" اس نے بمشکل تمام کہا۔
"پہچانو شردھا پہچانو۔ آنکھیں نہیں ہیں، مگر من کی آنکھیں کھول لو۔ پہچانو میری آواز کہ میں کون ہوں۔"
"مہاراج گرو مہاراج۔"
شردھا کے منہ سے ایک سسکاری نکلی۔
"ٹھیک ہے۔" گرو مہاراج ہنسنے لگے۔ ان کی ہنسی ویسی ہی ہنسی جیسی رانی شردھا نے بہت پہلے سنی تھی۔
"آپ۔ آپ گرو جی۔ آپ یہاں کیسے۔" اس نے گرو گردھاری سے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔
"تیرا سوال بڑا بے تکا ہے شردھا۔ میں سنسار کے کسی بھی کونے میں کسی بھی جگہ ہو سکتا ہوں۔"
"گرو جی آپ کی آواز سن کر میرے من کو بڑی ڈھارس ہوئی ہے بھگوان کی سوگند بڑا ہی سکون ملا ہے۔" رانی شردھا پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی، وہ جذبات سے دیوانی سی ہو گئی تھی۔
گرو گردھاری لال کافی دیر خاموش کھڑے رہے، جب رانی شردھا کافی دیر رو چکی تو انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
"رونے کی ضرورت نہیں ہے شردھا، تمہارے من میں جو کچھ ہے سب پورا ہوگا، اوش پورا ہوگا۔"
"مگر۔ مگر کب گرو جی۔"
"جو کچھ میں نے کہا اس میں کوئی بھی تبدیلی ناممکن ہے۔ اگر بات میرے ہاتھ کی ہوتی تو شاید میں تمہارے دکھ میں کمی کر دیتا، لیکن یہاں صورت حال دوسری ہے۔ سنسار میں جو کچھ ہوتا ہے ایک خاص اصول کے تحت ہوتا ہے۔ ہر چیز کا ایک سمے ہوتا ہے سمے آنے دو، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"
گرو گردھاری لال نے کہا۔
"میں کہاں کہاں ماری پھروں گی مہاراج، کون کونسی جگہ میرا ٹھکانہ بنے گی۔"
"کوئی نہیں، بس اب تمہارا باقی جیون یہیں گزرے گا۔"
"یہاں۔"
"ہاں یہاں۔"
"مگر مہاراج یہ راجہ پورن لال۔ یہ راجہ پورن لال۔"
"ہاں تمہیں یہ سن کر تعجب ہوگا رانی شردھا کہ پورن لال تمہارا ہی بیٹا ہے۔"
"میرا۔" رانی شردھا حیرت سے اچھل پڑی اور گرو گردھاری لال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"یہ جنم جنمان کی بات ہے اس سمے کی جب تم رانی کندھاری تھیں ایک بیٹے چار جگ بیت گئے۔ ان چاروں جگوں کی باتیں

کسے معلوم ــــ یہ ساری باتیں وہ ہیں رانی گندھاری جو وید میں لکھی ہوتی ہیں۔ اگر تم وید اٹھا کر پڑھو تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ دریودھن تمہارا بیٹا تھا جس سے تم رانی گندھاری تھیں۔ تو تمہارے ہاں سو بیٹے پیدا ہوئے ــــ تمہارا ایک بیٹا تمہاری سوکن سے تھا۔ ان سو بیٹوں میں بے شمار نام آتے ہیں ــــ کوروں اور پانڈوں کی کہانی بہت طویل ہے رانی شردھا اور اس طویل کہانی میں کئی جگہ تمہارا ذکر آیا ہے۔ جگ بیتتے رہتے ہیں اور انسان جنم پر جنم لیتا رہتا ہے سو اس جگ میں تم تلک چند کی ماں ہو۔ اس سے پہلے دریودھن کی ماں تھیں اور اس دوران تم راجہ پورن لال کی ماں بھی رہی ہو۔ پورن لال تمہارا بیٹا ہے۔ اس کے لئے من میں تمہارے اندر جو محبت اور پیار ہے وہ جنم جنم کا دیا ہوا ہے ــــ اس وقت کی بات نہ کرو اس کے من میں یہ بات نہیں ہے کہ کس سے تم اس کی ماں ہو۔ لیکن خون کا ایک رشتہ جو ازل سے چلا آرہا ہے اور ابد تک رہے گا انسانوں کو خون سے کبھی جدا نہیں ہونے دیتا ــــ"

"دریودھن میرا بیٹا میرا بچہ ــــ میں کچھ نہیں سمجھ پائی۔ مہاراج مجھے تلک چند کا پتہ تو بتا دو ــــ میرا تلک چند کہاں ہے مجھے اس بارے میں کچھ بتا دو ــــ"

"تلک چند کے بارے میں ابھی تمہیں کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکتا البتہ اتنا میں بتا دوں کہ وہ جہاں بھی ہے سکو خیریت سے ہے۔ تمہیں اس بارے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے ــــ"

"ہے بھگوان ــــ ہے بھگوان کیا ہو گا ــــ میرا کیا ہو گا۔"

رانی شردھا نے کہا۔

"شاید تمہیں اس بات پر بھی تعجب ہو کہ رانی شردھا تمہارا ایک بیٹا تمہارے سامنے مارا گیا ہے۔"

"میرا بیٹا، کونسا بیٹا ــــ"

رانی شردھا حیرت سے بولی۔۔

"ہاں تم کیا سمجھتی ہو خون کے رشتے اٹوٹ ہوتے ہیں۔ وہ ڈاکو جو تمہیں اٹھا کر لے گیا تھا وہ بھی تمہاری ہی اولاد تھا، کسی جنم میں وہ تمہارا ہی بیٹا تھا ــــ"

گردھاری نے کہا اور شردھا نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

"یہ ناممکن ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے ــــ"

"بس جو ہو چکا ہے اسے کوئی نہیں ٹال سکتا شردھا۔ جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دو ــــ میں تم سے صرف یہ کہنے آیا تھا کہ تم چنتا مت کرو، جو ہو رہا ہے ہونے دو۔ تم یہاں بھی اپنے بیٹے کے پاس ہو ــــ مگر اگر تم یہ بات پورن لال سے کہو گی تو وہ اس بات پر تعجب کرے گا اور سوچے گا کہ تمہاری عقل خراب ہو گئی ہے۔ لیکن بہر صورت جو ہے، وہ رہے گا۔ اب میں چلتا ہوں ــــ"

"ٹھہرو مہاراج ٹھہرو ــــ تمہارے آنے سے مجھے بڑی ڈھارس ہو گئی ہے، میری ایک بات اور سنتے جاؤ ــــ"

"ہاں ہاں کہو کیا کہنا چاہتی ہو ــــ؟"

"میں ــــ میں کیا کروں ــــ یہ بچی میرے ساتھ ہے ــــ میں اسے کیا دوں ــــ"

"ہوں ــــ گرو گردھاری لال کی آواز میں ایک عجیب سا طنز پیدا ہو گیا تھا ــــ اس بچی کو ابھی اپنے پاس ہی رہنے دو رانی شردھا۔ دیکھو یہ کیا گل کھلاتی ہے تمہارے لئے ــــ"

"کیا مطلب ــــ"

"مطلب میں نہیں بتاؤں گا کیونکہ ابھی اس کا سمے نہیں آیا ہے ــــ"

"مہاراج مہاراج ــــ کوئی ایسی ویسی بات ہو تو بتا دیں۔ کیسی کشٹ میں آج تک بھوگ رہی ہوں، اس سے میری جان نہیں چھوٹی ــــ"

رانی شردھا نے کہا اور گردھاری لال نے کوئی جواب نہیں دیا ــــ

"مہاراج ــــ مہاراج مجھے کوئی جواب نہیں دیں گے ــــ"

وہ در در بھرے لہجے میں بولی ــــ لیکن وہاں کوئی ہوتا تو جواب دیتا۔ گرو گردھاری لال تو کب کا وہاں سے جا چکا تھا اور وہ باغ میں تنہا بیٹھی تھی۔ تب ہی ترشنا اسے تلاش کرتی ہوئی آ گئی ــــ

"ماں جی ــــ ماں جی ــــ آپ یہاں اکیلی بیٹھی ہیں۔ میں آپ کو ساری جگہوں پر تلاش کرتی پھر رہی ہوں ــــ"

"ورشنا میرے پاس آ جا ــــ میرے پاس آ جا ــــ میرے قریب بیٹھ جا ــــ"

رانی شردھا نے کہا اور ورشنا اس کے قریب پہنچ گئی۔ رانی شردھا نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا تھا ــــ

"تو کس طرح میرے لئے نقصان دہ بن سکتی ہے، تو نے تو مجھے نیا جیون دیا ہے، تو نے تو میرے من کو اس طرح شانت کیا ہے کہ بھگوان تجھے ہمیشہ شانت رکھے، میرے من سے یہی دعائیں نکل سکتی ہیں تیرے لئے ــــ"

رانی شردھا نے کہا اور ورشنا پیار سے رانی شردھا کو دیکھنے لگی اور پھر بولی ــــ

"میری ماتا جی ــــ میری پیاری ماتا جی ــــ اس نے اپنی دونوں باہیں رانی شردھا کے گلے میں ڈال دیں ــــ

کیدو راج اپنی راج دھانی میں واپس پہنچ چکا تھا ــــــ مادھو لال سے وہ جو کچھ حاصل کرنے گیا تھا حاصل کر چکا تھا ــــ اس

نے مادھو لال کی قوت کا اندازہ کیا تھا ــــ اور وہ یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ مادھو لال نے چاروں طرف پنجے گاڑے ہیں اور اس سے نمٹنا آسان کام نہیں ہو گا دل میں وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گیا تھا ــــ

حالانکہ مادھو لال سے بڑے اچھے انداز میں ملاقات ہوئی تھی اور دونوں نے ایک دوسرے کیلئے نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا۔ لیکن کیدو راج دل میں کینہ رکھتا تھا۔ اسے جے چند کے زمانے سے ہی اس ریاست پر قبضہ کرنے کی دلی خواہش تھی ــــ

لیکن جے چند کے زمانے میں ہی وہ اپنے اس منصوبے میں ناکام رہا تھا بلکہ جے چند نے اس کے لئے بہت سی برائیاں پیدا کر دی تھیں، بہت سے لوگوں سے اس کے تعلقات بہت خراب ہو گئے تھے اور وہ چور یا ڈاکو کی حیثیت سے مشہور ہو گیا ــــ گو اس نے بات کو برابر کرنے کی بڑی کوشش کی تھی لیکن صورت حال ایسی تھی کہ جو لوگ لٹے تھے انہیں کیدو راج پر ہی شبہ تھا۔ بعض اوقات تو حالات اتنے بگڑ گئے کہ کیدو راج کو جنگ کا خطرہ اپنے سر پر منڈلاتا ہوا محسوس ہوا لیکن بہر صورت حالات بعد میں کافی بدل گئے ــــ

مادھو لال سے ملاقات کے بعد اس کی یہ آشا پوری نہیں ہوتی تھی جو اس کے دل میں تھی لیکن بہر صورت اسے تلک چند مل گیا تھا۔ نجانے کیوں یہ لڑکا اسے پیارا لگ رہا تھا۔ راستے بھر وہ تلک چند کے ساتھ رہا تھا۔ اس کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی ــــ اس نے تلک چند کے بارے میں بہت کچھ سوچا تھا ــــ

تلک چند ایک بار پھر محل میں آ گیا۔ اسے پھر وہی ماحول مل گیا جسے وہ ایک بار چھوڑ آیا تھا۔ لیکن اس کا دل اب بھی دکھا ہوا تھا۔ ہری راج کی حیثیت سے وہ یہاں پرورش پا رہا تھا کیدو راج کو اس نے اپنا اصلی نام نہیں بتایا تھا۔ بلکہ کوشش کر رہا تھا کہ خود بھی اپنا نام بھول جائے۔ ہاں جب رات کی تنہائیوں میں کبھی اسے اپنی ماں یاد آتی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ــــ

راجہ کیدو راج نے اس کا دل ہاتھ میں رکھنے کے لئے اسے ہر طرح کی سہولت دے رکھی تھی اور بہت سی ایسی دلچسپیاں فراہم کر رکھی تھیں جن میں ہری راج کا دل بہل جائے لیکن تلک چند کے دل میں کچھ اور ہی تھا ــــ

تلک چند بظاہر خوش رہتا تھا اور راجہ کیدو راج کو یہ اندازہ نہ ہونے دیتا کہ اس کے دل میں کوئی افسردگی یا کھٹک باقی ہے۔ لیکن اندر ہی اندر وہ بہت سے منصوبے بنا رہا تھا۔ اس کے دل میں خواہش تھی کہ اپنی ماتا کا پتہ لگائے اور اپنے پتا کے قتل کا بدلہ لے۔ مادھو لال اس کا چچا ضرور تھا ــــ لیکن جب سے اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ اس کے پتا کا قاتل ہے اس کے دل میں بدلے کی آگ جل اٹھی تھی لیکن

اس کے لئے ابھی سمے چاہیئے تھا۔ ایک طویل وقت ــــ اور وہ اس طویل وقت میں انتقام کی آگ کو سرد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے رات کی تنہائیوں میں وہ اپنے گھر والوں کو ضرور یاد کرتا تھا ــــ

کیدو راج کی بہت سی رانیاں تھیں لیکن شاید اس میں کوئی ایسا نقص تھا جو اس کے ہاں اولاد نہیں ہوئی تھی۔ ہری راج کو ان رانیوں نے بھی ہاتھوں ہاتھ لیا ــــ

خود تو بے چاری مجبور تھیں لیکن اولاد کی خواہش سب کے دل میں تھی ــــ اب وہ ان سب کی مشترکہ اولاد بن گیا تھا۔ ہر رانی کی یہ کوشش تھی کہ ہری راج کے لئے اچھے سے اچھا ماحول فراہم کرے ــــ چنانچہ اسے چاند کی طرح رکھا جانے لگا ــــ

پھر ایک عرصے کے بعد راجہ کیدو راج نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کارروائی کا آغاز کر دیا۔ اس نے اپنے راجدھانی میں یہ اعلان کر دیا کہ اس نے اپنی سلطنت کے لئے راجکمار تلاش کر لیا ہے۔

کیدو راج کی اپنی راجدھانی پر پوری پوری حکمرانی تھی۔ اس کی رعایا کا کوئی بھی فرد اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی کی جرأت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ جب اس نے اعلان کیا کہ ولی عہد آ گیا ہے اور بہت جلد اس کے عام درشن کرائے جائیں گے تو کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ لوگوں نے اس اعلان کو خوشی سے قبول کر لیا تھا۔

چنانچہ ہری راج کی پرورش اسی انداز میں ہونے لگی جیسی مستقبل کے راجاؤں کی ہوتی ہے ــــ پہلی بار جب کافی دن آرام کرنے کے بعد جب کیدو راج نے راجکمار ہری راج کو فنون سپہ گری کی تربیت دینے کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے استادوں کو مقرر کر کے پہلی بار میدان میں لایا تو وہ بہت خوش تھا۔ اس کی آنکھوں میں مسرت چمک رہی تھی اور اس کے دل میں احساس تھا کہ ولی عہد اس کی حکومت کو سنبھالے گا ــــ

راجکمار ہری راج سے بھی اس نے یہی کہا تھا کہ اسے تلوار بازی نیزہ بازی اور دوسرے فنون سپہ گری کے بارے میں معلومات ہونی چاہیئں کیونکہ وہ مستقبل کا درجہ تھا۔ تلک چند کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی، لیکن اس نے اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا ــــ

ہاں جب پہلی بار ہری راج کے استاد نے جو ایک چھوٹی سی تلوار جو خاص طور سے راجکمار کے لئے تیار کی گئی تھی، ہری راج کی طرف بڑھائی، تو وہ ہنس پڑا ــــ

"یہ کیا ہے ــــ"

اس نے پوچھا ــــ

"تلوار ہے مہاراج ــــ آپ کو یہی سیکھنا ہے ــــ"

"یہ تو کھلونا ہے ــــ اور میں کھلونوں سے نہیں کھیلتا ــــ"

تلک چند بولا۔

"کھلونا نہیں ہے مہاراج یہ تلوار ہے۔ ابھی آپ چھوٹے ہیں اس لئے آپ کو چھوٹی تلوار دی گئی ہے اور جب آپ بڑے ہو جائیں گے تو آپ کو بڑی تلوار دی جائے گی۔"

"نہیں۔ میں ابھی سے بڑی تلوار لینا چاہتا ہوں۔"

"آپ کے بازو دکھ جائیں گے مہاراج۔ بڑی تلوار بہت وزنی ہوتی ہے۔"

استاد نے کہا۔

"نہیں دکھیں گے تم مجھے بڑی تلوار دو۔"

ہری راج بولا اور استاد نے پریشان نگاہوں سے کیدوراج کی طرف دیکھا۔ کیدو بھی مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور تلک چند کے سر پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"ہری راج بیٹے بڑی تلوار بہت وزنی ہوتی ہے۔ جب تمہارے بازو بھاری تلوار اٹھانے کے قابل ہو جائیں گے تو تب تم بڑی تلوار لے لینا، ابھی تم اس سے مشق کرو۔"

"نہیں مہاراج۔ مجھے بڑی تلوار چاہئے۔"

تلک چند نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ اچھا ٹھیک ہے، تم یوں کرو بڑی تلوار ہری راج کو دے دو۔ اگر کچھ دقت ہو اسے ہلانے جلانے اور چلانے میں تو پھر انہیں چھوٹی تلوار دے دینا۔"

کیدوراج نے کہا اور استاد نے گردن جھکا لی۔

بڑی تلوار ہری راج کو دے دی گئی اور استاد اسے پکڑنے کا گر سکھانے لگا۔ ہری راج نے خاموشی سے استاد سے وہ ساری باتیں سنی تھیں جو اس نے اسے تلوار پکڑنے کے سلسلے میں بتائی تھیں اور پھر اس نے تلوار پکڑ لی۔

"بالکل ٹھیک۔"

استاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ راجکمار آپ کے تلوار پکڑنے کا انداز تو بالکل ٹھیک ہے۔"

"جی گرو مہاراج، اب کیا کروں۔"

ہری راج نے پوچھا۔

"دیکھو میرے ہاتھ میں بھی تلوار ہے اور میں آپ کا دشمن ہوں دشمن پر حملہ کرنے کے لئے انسان کو کسی رعایت سے کام نہیں لینا چاہئے اور اتنے زوردار حملے کرنے چاہئیں کہ دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہ ملے۔"

استاد نے کہا اور ہری راج ہنس پڑا۔

"کیوں بیٹے اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔"

"جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں گرو راج، وہ بہت ہی بری بات ہے ایسا نہ کہیں۔"

"آپ گرو راج ہیں دشمن نہیں۔"

"مگر بیٹے میں تو تمہیں طریقہ بتا رہا ہوں۔ تم اس وقت مجھے گرو مہاراج نہ سمجھو بلکہ یوں سمجھو کہ اس وقت تمہارے سامنے تمہارا سب سے بڑا دشمن کھڑا ہے، اور اس کے ہاتھ میں بھی تلوار ہے، تمہیں یہ چاہئے کہ تم اسے سنبھلنے کا موقع نہ دو اور اس کے اوپر پے در پے حملے کرو۔ ایسے حملے کرو کہ اس کی تلوار گر جائے، ٹوٹ جائے۔"

استاد نے کہا۔

"اس کے بعد گرو مہاراج۔"

ہری راج نے پوچھا۔

"بس اس کے بعد کچھ نہیں بیٹے۔"

"تو پھر آیئے میدان میں۔"

ہری راج بولا اور استاد مسکراتا ہوا سامنے آگیا۔ اس نے تلوار چلانے کے دو تین طریقے پہلے ہی ہری راج کو بتا دیے تھے۔ اس کے بعد وہ کھڑا ہو گیا۔

کیدوراج کے ساتھ اس کا منتری، فوج کا سالار اور چند معزز امراء بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ سب پہلی بار اس مہورت میں شرکت کے لئے آئے تھے اور مستقبل کے ہونے والے راجہ کی تربیت دیکھنے کے خواہشمند تھے۔ تب ہری راج نے کہا۔

"تو گرو مہاراج میں وار کروں۔"

"ہاں۔"

گرو مہاراج نے جواب دیا۔

"دشمن کی طرح۔ بچنے نہ پائے تمہارا دشمن۔"

استاد نے اسے جوش دلاتے ہوئے کہا۔ اور اچانک بجلی سی کوند گئی۔

ہری راج نے الٹی طرف جھکائی دی اور سیدھی طرف وار کیا اور استاد کی تقدیر ہی تھی کہ وہ بچ گئے ورنہ ان کے کم از کم کئی انچ گہرا گھاؤ آتا۔ وہ تصور بھی نہ کر سکے کہ سامنے والا اتنی مہارت اور پھرتی سے حملہ کرے گا۔

ایک لمحے کے لئے وہ سٹپٹائے۔ لیکن اب انہیں بچنے کا موقع نہیں تھا وہ بری طرح ادھر سے ادھر دوڑ رہے تھے اور ہری راج کے وار روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایسے خوفناک وار تھے ایسے عجیب وار تھے کہ استاد کی ہنسی گم ہو گئی پھر وہ کافی دور بھاگ گئے اور منہ پھاڑ کر ہری راج کو دیکھنے لگے۔

"گرو جی آپ نے کہا ہے کہ دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہئے۔" ہری راج انکی طرف لپکا اور گرو جی دونوں ہاتھ سامنے کر کے

چلاتے۔

"ارے رکو بھئی رکو، راجکمار ٹھہر جاؤ۔ رکو تو سہی۔ میں مر جاؤں گا۔ مر جاؤں گا۔"

استاد نے تلوار پھینک دی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو گئے ہری راج رک گیا تھا۔

"گرو جی اب کیا خیال ہے، دشمن کو موقع دینا چاہئے یا نہیں دینا چاہئے۔"

اس نے پوچھا۔ لیکن استاد کے منہ سے کوئی جواب نہیں نکل رہا تھا راجہ کیدوراج، منتری، سالار اور دوسرے سارے لوگ منہ پھاڑے کھڑے تھے اور ہری راج کو دیکھ رہے تھے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے اتنا کم عمر لڑکا اتنا اچھا تلوار باز ہو سکتا ہے۔ تب کیدوراج آگے بڑھ آیا۔

"ہری راج۔ ہری راج۔" کیدوراج اس کے پاس پہنچ گیا۔

ہری راج نے تلوار کیدوراج کے قدموں میں رکھ دی تھی۔

"واہ ہری راج واہ، یہ تلوار بازی تم نے کہاں سے سیکھی۔"

کیدوراج نے پوچھا۔

"میں نے۔ کہیں سے نہیں، گرو مہاراج نے سکھائی ہے۔"

ہری راج بولا۔

"ناممکن۔ ناممکن یہ بتاؤ تمہیں اتنی اچھی تلوار بازی کیسے آگئی۔"

"کہیں سے نہیں مہاراج۔ بس مجھے بچپن سے ہی اس کا شوق تھا۔"

"اوہ یہ تمہارے گرو ہیں بیٹا، پر تم نے ان کے حواس خراب کر کے رکھ دیے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں، گرو مہاراج نے خود ہی مجھے آگیا دی تھی کہ میں انہیں دشمن سمجھوں اور اگر یہ تلوار نہ پھینک دیتے تو میں انہیں دشمن ہی سمجھتا۔"

ہری راج نے جواب دیا۔

گرو مہاراج گہری گہری سانسیں لے رہے تھے، پھر وہ اپنی جگہ سے چلے اور ہری راج کے پاس پہنچ گئے اس کے قریب پہنچ کر وہ جھک گئے۔ اور انہوں نے اسکے سامنے اس کی گردن جھکا دی۔

"راجکمار میں نے بڑے بڑے راجکماروں کو تربیت دی ہے۔ لیکن اس عمر میں اتنی مہارت اتنی پھرتی۔ بھگوان کی سوگند میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں ہی کیا کوئی بھی نہیں سوچ سکتا۔ مہاراج کیدوراج اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ یہ راجکمار تلوار بازی میں مکمل ہے تو کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی۔ اتنی سی عمر میں راجکمار جب ایسے ایسے ہاتھ دکھا سکتا ہے تو تھوڑے عرصے کے بعد آپ خود ہی سوچ لیں، اس کے سامنے آنے والے جان نہ بچا سکیں گے۔"

"تعجب کی بات ہے، تعجب کی بات ہے۔"

کیدوراج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سالار جو فوجوں کی کمان کرتا تھا، مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے تلوار نکال کر کہا۔

"ہری مہاراج جی ہمارے اور آپ کے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں۔"

"جو آگیا، مگر میرے لئے کیا حکم ہے۔"

ہری راج نے پوچھا۔

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ صرف ہاتھ دکھانے ہیں یا میں آپ کو بھی دشمن ہی سمجھوں۔"

"نہیں بھئی ہمیں دشمن مت سمجھنا ہم آپ کے دشمن کبھی نہیں بن سکتے۔"

سالار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کیدوراج نے بھی اسے اجازت دے دی اور اشارہ کر دیا ذرا احتیاط سے۔ لیکن سالار بے چارہ کیا احتیاط کرتا۔ وہ فوجوں کی کمان کر رہا تھا۔ ہری راج سے تلوار بازی کے چند لمحات میں اسے اندازہ ہو گیا کہ اس کے سامنے ایک انتہائی ماہر اور پھرتیلا شمشیر زن کھڑا ہوا ہے اور اگر اس سے کہیں بھی چوک ہو گئی تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سارا قصہ ختم ہو جائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ تلوار بازی میں ہری راج اسے شکست فاش دے دے اور اس کا سارا بھرم ٹوٹ جائے۔

چنانچہ اس نے بزرگانہ انداز میں ہار مان لی۔

"بھئی واہ راجکمار۔ ہار گئے ہم آپ سے، ہار گئے، بس اب کھیل ختم۔" اور تلک چند نے تلوار نیچے ڈال دی۔

"جو آگیا مہاراج کی۔"

ہری راج نے کہا اور مقابلہ ختم ہو گیا۔

اس کے بعد کیدوراج نے بہت سے استادوں کو اس پر مقرر کر دیا جو اسے فنون سپہ گری کے مختلف آداب سکھاتے تھے۔ سب کا متفقہ فیصلہ تھا کہ تلک چند فنون سپہ گری میں ماہر ہے اور اسے مزید مشق کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنی سی عمر کا کوئی بچہ اس طرح فنون سپہ گری میں ماہر نہیں ہو سکتا۔ اس بات پر راجہ کیدوراج کو سخت حیرت تھی۔ لیکن نجانے کیوں اس کا ذہن بند ہو گیا تھا۔ اب اس
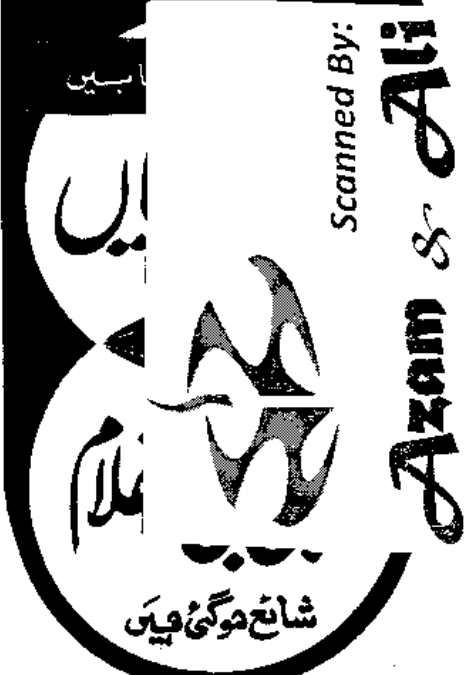
نے ایک بار بھی نہیں سوچا تھا کہ آخر یہ لڑکا ہے کون۔ ماں جی نے صاف کہا تھا کہ ہری راج اس کی اولاد نہیں ہے اور وہ اس کے ہاں کیوں رہ رہا تھا۔ کیدو راج نے یہ بھی نہیں سوچا تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ اب ہری راج کے چہرے پر روئیں نکل آئے تھے۔ اس کا جسم بھی بڑی تیزی سے بڑھ رہا تھا اور اب وہ خاصہ قد آور بھی ہو گیا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ اس کی عمر زیادہ نہیں تھی۔ وہ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں ایک دیو ہیکل انسان معلوم ہوتا تھا۔

اسی زمانے کی بات ہے کہ راجہ کیدو راج کی دور کے رشتے کی بہن جو خود بھی ایک ریاست کے راجہ کی بیٹی تھی۔ کیدو راج سے ملنے آئی۔ بہت برسوں کے بعد اس کا آنا ہوا تھا۔ اس لئے راجہ کیدو راج بہت خوش ہوا۔

بھان متی کے ساتھ اس کی بیٹی پوجا بھی تھی۔ پندرہ سولہ سال کی ایک حسین اور چنچل سی لڑکی، جس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی مقناطیسیت تھی۔ گلاب کی پتیوں جیسی مسکان والی، بہت ہی خوبصورت تھی وہ۔

جب ان کے پہنچنے کی خبر ملی تو راجہ کیدو راج بے حد خوش ہوا اور محل سے کافی دور ان کا سواگت کرنے گیا۔ راجہ کیدو راج نے ان کی آمد کی خوشی میں جشن منانے کا اعلان کیا۔

اسی شام راجکمار ہری راج سے ان لوگوں کی ملاقات کرائی گئی۔ بھان متی نے ہری راج کو دیکھا اور آنکھوں میں محبت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو یہ ہے ہمارا ہری راج — جس کے بارے میں ہم نے بہت کچھ سنا تھا۔"

"ہاں بہن جی، بہت ہی عجیب لڑکا ہے یہ آپ کو اس سے مل کر بہت تعجب ہوگا۔"

"تعجب کی کیا بات ہے بھائی جی یہ تو بہت ہی پیارا ہے۔" بھان متی نے کہا اور اسی وقت ہری راج کی آنکھیں پوجا کی طرف اٹھ گئیں۔

پوجا کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں ایسی پرکشش چمک جس کا صحیح مفہوم سمجھنا مشکل تھا۔ نجانے کیوں ہری راج کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ایک انوکھا سا احساس اس کے ذہن میں جاگ اٹھا تھا۔

"کیسا احساس۔

کروں لگا جیسے پیوست اس کی نگاہیں بھالی ہے۔ کہاں دیکھا ہے آپ نے کسی جگہ دیکھا ہے، یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن بس ایک احساس — ایک انوکھا احساس۔

بھان متی ملک چند کے نزدیک پہنچ گئی اور اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اس کی پیشانی چوم لی۔

"بڑا ہی سندر راجکمار ہے، پر انوکھی بات ہے کہ کیدو راج تم اس کے بارے میں تفصیل نہیں جانتے —؟"

"ہاں بہن جی، بس یوں سمجھیں بھگوان کی دین ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر بھگوان کی یہ دین آئی کہاں سے —؟" بھان متی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی ہی پوچھ لوگی ساری باتیں —" کیدو راج نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں نہیں ایسی جلدی یا پریشانی نہیں ہے مجھے، بعد میں پوچھ لوں گی —" بھان متی نے جواب دیا۔

"تب پھر آؤ بیٹھو" کیدو راج اسے ساتھ لیکر نشست گاہ تک پہنچ گیا۔ بھان متی کی آمد پر اس نے جشن کا اہتمام کیا تھا۔ اس کا انتظام باہر ہو رہا تھا، اندر کیدو راج نے بہن کے سامنے مختلف چیزیں رکھوا دیں پھل اور دوسری اشیاء، جو ان کی ابتدائی خاطر مدارات کے طور پر تھیں۔ ملک چند کو بھی وہیں بیٹھنا پڑا۔ لیکن اب اس نے پوجا کی طرف دیکھنے میں احتیاط برتی تھی۔ وہ جوانی کے دور میں قدم رکھ چکا تھا اور جوانی خود بخود ایک احتیاط سکھا دیتی ہے۔ جی چاہتا ہے، دل تڑپتا ہے، لیکن ذہن کہتا ہے ذرا آہستہ آہستہ کسی کو خبر نہ ہو سکے، کوئی من کی بات نہ جان سکے۔

تو ملک چند کے من میں کوئی خاص بات نہ تھی۔ بس پوجا کے چہرے میں اسے ایک خاص بات محسوس ہوئی تھی۔ اس لئے اس نے اس وقت اتنے غور سے پوجا کو دیکھا تھا اور جب اسے یہ احساس ہوا کہ پوجا اس کے دیکھنے کو محسوس کر رہی ہے تو اسے ایک دم احساس ہو گیا۔ اس نے پوجا سے نظریں چرا لیں اور سوچا کہ کیا فائدہ اس طرح دیکھنے کا، کہ وہ اپنے دل میں کوئی غلط خیال لائے چنانچہ وہ ایک دم سنجیدہ اور متانت ہو گیا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ اب بھی احتیاط کر رہا تھا۔ جبکہ پوجا کی نگاہیں بدستور اس پر گڑی ہوئی تھیں۔

پوجا حسین لڑکی تھی، انتہائی پرکشش آنکھوں کی مالک، لیکن انتہائی بے باک لگتی تھی۔ اسے اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ کوئی اسے ملک چند راجکمار کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ اسے بس اتنا دیکھنا تھا، اور وہ دیکھ رہی تھی — جبکہ اس کے دیکھنے سے ملک چند کسی قدر گھبرا رہا تھا۔ اسے یہ احساس تھا کہ کوئی اسے یوں دیکھتے ہوئے نہ دیکھ لے —

یوں یہ آنکھ مچولی جاری رہی۔ بھان متی اور کیدو راج الگ گفتگو کر رہے تھے۔ پھر رات ہو گئی اور کیدو راج نے ان لوگوں کو جشن گاہ میں چلنے کی پیشکش کی۔

"تم نے تو بڑی خوشیاں منا ڈالی ہیں کیدو راج آخر ایسی کونسی خاص بات تھی۔" بھان متی نے جشن گاہ میں جو محل کے ایک بہت بڑے اور کشادہ حصے میں بنائی گئی تھی۔ پہنچ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور کیدو راج کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس بات سے تمہیں یہ اندازہ ہو جائے گا بھان متی کہ میں تم سے کتنا پریم کرتا ہوں —"

"مجھے تو یہ اندازہ پہلے ہی تھا کیدو بھیا، اس میں بتانے کی کیا بات تھی —"

"آؤ بیٹھو۔ بڑی دور دور سے ناچنے اور گانے والے آئے ہیں۔ آؤ ان کا رقص دیکھیں۔" کیدو راج نے کہا اور بھان متی نے گردن ہلا دی۔

نہ ہی بھان متی نے کوئی توجہ دی اور نہ ہی کیدو راج نے کہ اس وقت پوجا کہاں ہے —؟ البتہ ملک چند ہی بھان متی اور کیدو راج کے ساتھ آیا تھا۔ وہ اس وقت اس جشن گاہ کے گوشے میں کھڑا ان رقاصوں کو ان ٹولیوں کو دیکھ رہا تھا جو ترنگ میں بھر رہے تھے اور اپنے چہروں پر نجانے کیا کیا مل رہے تھے۔ اس کی توجہ اسی جانب تھی کہ اس کے نتھنوں سے خوشبو کا ایک جھونکا ٹکرایا اور کانوں سے ایک مترنم آواز —

"ہری راج مہاراج —" اس حسین اور مترنم آواز کو سن کر وہ چونک پڑا، دیکھا تو پوجا اس سے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی وہ جھینپ گیا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں —" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا — اور ملک چند ایک دم الجھ سا گیا —

"کچھ نہیں — کچھ نہیں پوجا دیوی۔ کوئی خاص چیز نہیں —"

"ارے ارے تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے —" پوجا ہنسی، اس کی ہنسی میں نقرئی گھنٹیوں کی کھنک تھی۔ ملک چند مسحور ہو گیا۔

"گھبرانے کی — نہیں تو — نہیں تو" ملک چند نے خود کو سنبھالا پھر بولا "نہیں میں گھبرا تو نہیں رہا —"

"آپ عجیب ہیں" پوجا بولی —

"شاید — مگر کیوں —"

"بس مجھے لگ رہے ہیں —"

"لیکن آپ یہ بات کیونکر کہہ رہی ہیں —" ملک چند نے پوچھا

"مجھے یوں لگتا ہے جیسے آپ کچھ کہہ رہے ہوں۔ کچھ کہنا چاہ رہے ہوں لیکن جو کچھ آپ سوچتے ہیں وہ نہیں کرتے ہیں یا جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ کہتے نہیں ہیں، یوں لگتا ہے جیسے آپ خود ہی اپنے آپ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں، آخر ایسا کیوں ہے ۔۔؟"

"اتنی جلدی آپ نے میرے بارے میں بہت سے اندازے لگالئے ۔ پجاری جی" تلک چند نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں سمجھتی ہوں کہ میں انسانی چہرے بآسانی پڑھ لیتی ہوں، اور یوں بھی اندازے لگانا کوئی بڑی بات نہیں ہے، یوں بھی جو چیز من کو بھا جاتے اس پر غور کرنا ہی پڑتا ہے۔" پوجا بے باکی سے بولی ۔۔

"اوہ، تو میں آپ کے من کو بھا گیا ۔۔"

"کیوں نہیں، جو سب کے من کو بھاتا ہے، وہ میرے من کو کیوں نہ بھائے گا ۔۔"

"سب کی بات چھوڑیں، آپ کے من میں میرے لئے کیا ہے؟"

"بہت کچھ ۔۔" پوجا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا

"میرے کان آپ کی باتیں سننے کے متمنی ہیں ۔۔" تلک چند کی جھجک اب کافی حد تک ختم ہو گئی تھی۔

"مگر ابھی نہیں بتاؤں گی ۔۔؟"

"کیوں ۔۔؟"

"بس سمے آئے گا، تب بتاؤں گی، ابھی نہیں ۔۔"

"ابھی کیا مشکل ہے ۔۔"

"بس، میں نے جو کہہ دیا ابھی نہیں بتاؤں گی ۔۔" اس نے کہا اور پھر ایک طرف مڑ گئی ۔۔

"آیئے ہم بھی اپنے لئے کوئی اچھی جگہ تلاش کریں ۔۔" اس نے چہرہ پیچھے موڑ کر کہا۔ اور تلک چند اس کے برابر پہنچ گیا۔

"کیا مطلب ۔۔؟" تلک چند اس کے پاس پہنچ کر بولا۔

"ارے ارے میرا مطلب ہے، بیٹھنے کے لئے ۔ یہ لوگ ناچ گانا شروع کرنے والے ہیں ۔۔"

"ہمیں تو وہیں بیٹھنا پڑے گا جہاں مہاراج بیٹھے ہیں ۔۔" تلک چند بولا۔

"نہیں، وہاں نہیں بیٹھیں گے ۔۔"

"کیوں ۔۔؟"

"بس میں نے کہہ دیا ۔۔" پوجا مسکرائی اور تلک چند گردن ہلانے لگا ۔۔

کسی نوجوان اور حسین لڑکی سے اس کا یہ پہلا قرب تھا، حالانکہ محل میں بے شمار خادمائیں تھیں، کچھ اس سے بے تکلف بھی تھیں، یہ بے تکلفی تلک چند نے ایک دائرے سے آگے نہیں بڑھنے دی تھی خادمائیں اور باندیاں صرف باندیاں ہی ہوتی ہیں۔ ان سے ہنسی مذاق بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن انہیں اتنا موقع نہیں دیا جا سکتا کہ وہ بے تکلفی پر آمادہ ہو جائیں۔ لیکن پوجا کی بے تکلفی ذرا مختلف محسوس ہو رہی تھی وہ بہت ہی پر اطمینان انداز میں باتیں کر رہی تھی۔

راجہ کیدو راج اور بھان متی نے بھی ان دونوں پر کوئی خاص توجہ نہیں دی اور پوجا نے اپنی پسند کی جگہ منتخب کر لی۔

جشن گاہ میں بڑے بڑے امیر، سردار اور معززین تشریف رکھتے تھے سب کو پتہ چل گیا تھا کہ راجہ کیدو راج نے اپنی بہن بھان متی کے اعزاز میں اس جشن کا اہتمام کیا ہے۔

بالآخر سوانگئے تیار ہو گئے اور ناچ رنگ کے سوانگ ترتیب جانے لگے۔ یہ لوگ دلچسپی سے یہ سارے مناظر دیکھ رہے تھے، ایک بار تلک چند نے یوں ہی چور نگاہوں سے پوجا کی طرف دیکھا تو وہ چونک پڑا ۔۔

پوجا کی پرکشش آنکھیں اسی پر جمی ہوئی تھیں اور ان آنکھوں میں ایک عجیب سا کیف، ایک عجیب سی مستی تھی، ہونٹوں پر دبی پر اسرار مسکراہٹ رقصاں تھی جس نے تلک چند کو پریشان کر دیا تھا وہ ہڑبڑا گیا اور پوجا آہستہ سے ہنس پڑی ۔۔

تلک چند کا جی چاہا کہ اس سے اس ہنسی کی وجہ معلوم کرے لیکن نجانے کیوں وہ کسی قدر نادم سا ہو گیا تھا، چند ساعت وہ خاموش بیٹھا رہا، تب پھر پوجا نے ہی اسے مخاطب کیا۔۔

"ہری راج جی کیا دیکھ رہے تھے ۔" پوجا نے کسی قدر شوخی سے پوچھا ۔۔

"تک تک ... کچھ نہیں ۔" تلک چند سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"کیسے ہیں آپ ۔۔" پوجا نے اپنی ہنسی کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے پوچھا۔

"کک ... کیوں مجھے کیا ہوا تھا ۔۔ کیا ہوا تھا مجھے ۔۔"

"آپ کی یہ کیفیت مجھے بڑی ہنسانی ہے ۔۔"

"کیوں ۔۔" تلک چند نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"بس مجھے یوں لگتا ہے جیسے کوئی چھوٹا سا بچہ، معصوم سا بچہ کسی کو دیکھ کر شرم سے منہ چھپا رہا ہو۔ اب آپ چھوٹے سے تو نہیں ہیں ۔۔"

"ہاں ہاں میں بڑا ہو گیا ہوں ۔۔ مگر ایک بات میں بھی پوچھوں پجاری جی ۔۔!"

"پوچھیں ۔۔"

آپ مجھے اس طرح کیوں گھورتی رہتی ہیں؟"

"میں تو آپ کو بتا چکی ہوں کہ کوئی من کو بھا جائے تو من اسے دیکھنے کو چاہتا ہے۔" پوجا بے باکی سے بولی اور تلک چند لاجواب ہو گیا۔

رقاص رقص کرتے رہے۔ بڑے بڑے انوکھے تماشے دکھائے جاتے رہے تھے وہ ۔۔ تلک چند نے کوشش کی کہ دوبارہ پوجا کی جانب متوجہ نہ ہو اور وہ اس کوشش میں کامیاب بھی رہا ۔۔ حالانکہ وہ محسوس کر رہا تھا کہ پوجا کی نگاہیں مسلسل اس کے چہرے پر جمی ہوتی ہیں۔ وہ رقص میں قطعی دلچسپی نہیں لے رہا تھا اور یہ بات اسے پریشان کر رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح ۔۔۔ بیٹھا رہا، پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اور پوجا چونک کر بولی ۔۔

"کہاں ہری راج ۔۔؟"

"بس ذرا مہاراج کے پاس جا رہا ہوں۔"

"کیوں ۔۔؟ کیا کرو گے وہاں جا کر ۔۔" اس نے کہا اور تلک چند نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کیدو راج کے پاس پہنچ گیا اور کیدو راج مسکرا کر اسے دیکھنے لگا ۔۔

"آ گئے راجکمار ۔۔" کیدو راج نے پوچھا ۔۔

"جی مہاراج ۔۔" تلک چند نے جواب دیا ۔۔

"بیٹھ جاؤ ۔۔" کیدو راج نے کہا اور تلک چند اس کے برابر میں بیٹھ گیا۔ اچانک کیدو راج کو پوجا یاد آئی اور اس نے تلک چند سے پوچھا۔

"پوجا کہاں ہے ہری راج ۔۔"

"پجاری جی ادھر بیٹھی ہوئی ہیں ۔۔"

"تم کیسے چلے آئے ۔۔!"

"بس یوں ہی مجھے نیند آ رہی ہے ۔۔"

"اچھا اچھا ۔ جاؤ، نیند آ رہی ہے تو آرام کرو ۔۔" کیدو راج نے اس کی مشکل حل کر دی اور تلک چند اپنی آرام گاہ کی طرف چل پڑا۔ راستے میں وہ پوجا کے بارے میں سوچتا رہا تھا، چھوٹی سی عمر کی لڑکی ہے پر کتنی تیز ہے، کتنی چالاک لگتی ہے، وہ بار بار مجھے گھورنے کیوں لگتی ہے، اس نے سوچا اور پوجا کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے، جو من کو بھا جائے اسے دیکھا ہی جاتا ہے ۔۔ اور اس کے ذہن میں ایک عجیب سا احساس پھیل گیا۔

اسے کچھ یاد آنے لگا ۔۔ وہ سادھی، وہ آواز جو اب اس سے دور ہو گئی تھی ۔۔۔ وہ آواز جو اسے بہت یاد آتی تھی، وہ مانوس سی خوشبو، وہ چاپ یہ سب کچھ آج تک اس کے من میں بسا ہوا تھا حالانکہ اس بات کو سالہا سال گزر گئے تھے، لیکن وہ اس آواز اس احساس اس خوشبو کو نہیں بھولا۔ وہ آواز اب بھی اس کے کانوں میں گونجتی تھی، اس خوشبو کو وہ اب بھی اپنے آس پاس محسوس کرتا تھا اور چاپ ۔۔ چاپ تو اس کے من میں بسی ہوئی تھی، وہ آج تک اسے کو نہیں بھولا تھا۔ جب بھی وہ احساس اس کے من میں جاگتا اس کے دل میں ایک ہوک سی اٹھنے لگتی تھی۔ اور اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ دوڑ کر اس سادھی کے پاس چلا جائے، لیکن یہ ممکن نہ ہوتا۔ اسے ہدایت ملی تھی ۔۔ اور اسے وہی کچھ کرنا تھا جو اسے کہا گیا تھا۔ اسے اپنی آواز کا بھرم رکھنا تھا، اپنی خوشبو کو قائم رکھنا تھا، اس لئے وہ اس سے انحراف نہیں کر سکتا تھا۔

انہی خیالات میں گم وہ اپنی خوابگاہ میں پہنچ گیا، مسہری پر لیٹ کر وہ بہت دیر تک مختلف باتیں سوچتا رہا، اس کی سوچ میں کبھی پوجا ابھرتی اور کبھی وہ سادھی اس کی آنکھوں میں لہرانے لگتی۔

تب ایک بار ۔۔ بلکہ پہلی بار اس نے ایک بات سوچی، ایک گمنام آواز، ایک بے رنگ خوشبو، ایک احساس کیا حیثیت رکھتا ہے ۔۔ وہ اس احساس کا غلام کیوں بن گیا ہے۔ پتھر کی وہ ٹوٹی ہوئی سادھی اسے کیا دے سکتی ہے۔ کیا ملے گا اسے اس کی بات ماننے سے، کیوں اس نے کہا ہے کہ میں کیدو راج کے ساتھ جیون گزاروں، یہ سب کیا ہے۔ اگر اس کی بجائے میں اپنی ماں کو تلاش کرتا، اپنے چچا یادھو لال سے انتقام لینے کی کوشش کرتا تو شاید کسی نہ کسی حد تک کامیابی نصیب ہو جاتی۔ انتقام لینے کے مختلف طریقے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے مجھے راج گری نہیں چاہیئے تھی مجھے تو صرف اپنے پتا کے قاتلوں سے بدلہ لینا تھا۔ کسی بھی طور پر محل میں چھپ کر داخل ہوتا اور یادھو لال کو قتل کر دیتا ۔ آخر میں نے اس آواز پر تکیہ کیوں کر لیا ۔۔ میں اس کا کیوں ہو گیا ۔۔ میں یہ سب کچھ کرنے کی بجائے یہاں آ کر پھنس گیا ہوں۔ کیوں آخر کیوں ۔۔ صرف اس آواز کی بنیاد پر ۔۔ لیکن یہ آواز کیا ہے، کوئی صورت کوئی شکل میری نگاہوں کے سامنے نہیں ہے۔ تو پھر میں اسے اتنا کیوں مانتا ہوں، کیوں میں اس کے احکامات کی تعمیل کر رہا ہوں، مجھے چاہیئے میں یہاں سے نکل جاؤں اور ۔۔ یادھو لال کو قتل کر دوں ۔۔

اس کے بدن میں شرارے دوڑنے لگے، اس کے انگ انگ میں آگ بھر گئی۔ تلک چند مسہری سے اٹھ گیا، وہ دیوانہ وار باہر کی طرف دوڑا۔ تب ہی بجلی سی ایک آواز ایک دوش پر اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"رک جاؤ تلک چند ۔۔" وہ بے اختیار رک گیا، اس نے ادھر ادھر دیکھا، کوئی نہ تھا ۔۔ تب آواز دوبارہ ابھری۔

"آؤ تلک چند اپنے کمرے میں آ جاؤ ۔۔" اور اس کے قدم خود بخود اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگے، کمرے میں پہنچ کر وہ ایک طرف کھڑا ہو گیا ۔۔ تب آواز نے کہا۔

"نہیں تلک چند ایسا نہ کرو، یوں نہ سوچو، سارا کھیل بگڑ جائے گا

ساری بات خراب ہو جائے گی ملک چند بھگوان کے لئے ایسا نہ کرو۔ میں تمہارے ہاتھ جوڑتی ہوں ۔۔"

اور ملک چند چونک پڑا وہی مانوس آواز — وہی مانوس خوشبو تھی حالانکہ یہ آواز اس نے برسوں کے بعد سنی تھی لیکن وہ اسے بہت اچھی طرح پہچانتا تھا۔ وہ متوحش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر چیختے ہوئے بولا۔

"کہاں ہو تم — کہاں ہو — میرے سامنے آؤ — آؤ میرے سامنے آؤ۔ اگر تم کوئی وجود رکھتی ہو تو میرے سامنے کیوں نہیں آتیں۔ آؤ میرے سامنے آؤ۔ مجھے اس سے تمہاری ضرورت ہے۔ میں پریشان ہوں، میں پاگل ہو رہا ہوں، کہاں ہو تم ۔۔؟"

جواب میں اسے سسکیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ "ملک چند — ملک چند، دھیرج رکھو ملک چند۔ دھیرج رکھو، میں — میں تمہارے سامنے نہیں آسکتی۔"

"سامنے نہیں آسکتیں تو پھر کیوں میرے ذہن پر مسلط ہو جاتی ہو، کیوں قبضہ کر رکھا ہے تم نے مجھ پہ ۔۔"

"میں نے قبضہ نہیں کیا ملک چند، بس بس یہ وِدھی کا لیکھا ہے ۔۔" آواز نے کہا۔

"لیکن میں کسی لیکھا کو نہیں مانتا ۔۔" ملک چند نے سختی سے کہا۔

"نہیں ملک چند ایسا نہ کہو۔ ایسا مت کہو۔"

"کیوں نہ کہوں ۔۔"

"ملک چند — ملک چند میں مجبور ہوں — میں بہت مجبور ہوں ملک چند۔ میں تمہارے سامنے نہیں آسکتی ۔۔" آواز کی سسکیاں گونجنے لگیں۔

"اتنے عرصے کے بعد تمہاری آواز میرے کانوں میں گونجی ہے، میں پریشان ہوں، مجھے شانتی چاہیئے۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں ۔؟"

"جو کر رہے ہو کرتے رہو۔"

"اور تم — تم اس طرح میرے ہوش و حواس پر چھائی رہو گی؟" ملک چند نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"نن نہیں ملک چند۔ میں تو — میں تو تمہاری داسی ہوں، میں تو مجبور ہوں۔ میرا من کب نہیں چاہتا کہ تمہارے چرنوں میں آ بیٹھوں، مگر — مگر ..."

"میں کچھ نہیں مانتا۔ میں یہ ساری باتیں نہیں جانتا، جب تک تم میرے سامنے نہیں آؤ گی میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گا۔ میں — میں پوجا سے دوستی کروں گا۔ میں اس سے پوچھوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے" ملک چند نے کہا اور سسکیوں کی آوازیں تیز ہو گئیں۔ وہ روتی رہی، اور آہستہ آہستہ اس کی آواز معدوم ہو گئی — پھر کوئی آواز نہ ابھری۔ تب ملک چند نے ہی کہا۔

"کیا تم چلی گئیں ۔۔" ملک چند نے پوچھا — لیکن اس کی آواز ملک چند کے کانوں میں نہ ابھری۔

"میں پوچھتا ہوں اب تم کہاں ہو ۔۔" لیکن خاموشی، سناٹا اور ملک چند سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اسے دکھ سا ہونے لگا۔ اس نے اسے بڑا بھلا کہہ کر اچھا نہیں کیا تھا۔ سمجھنے کون ہے، بیچاری کیا پریشانی ہے اسے، وہ تو اس کی ہمدرد ہے۔ اس کی دوست ہے، مگر — مگر — میں کیا کروں — میں کیا کروں اس کے لئے — یہ سب کچھ کیا ہے ۔۔؟

وہ بستر پر لیٹ گیا اور اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی پیار سے اس کے سر کو اپنی گود میں لے کر اس کے بالوں میں آہستہ آہستہ انگلیاں پھیر رہا ہے۔ اسے یہ لمس بہت حسین محسوس ہوا، بڑا سکون ملا تھا اسے، بڑا ہی آرام ملا تھا اور آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں پھر کسی نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا تو وہ جاگ گیا۔

آنکھیں کھول کر دیکھا تو نسوانی دلکشی سے بھرپور ایک بدن اس کے اتنا قریب تھا کہ وہ اس کی ہر سرسراہٹ محسوس کر سکتا تھا، وہ اس کے ہر نقش کو اپنی آنکھوں میں اتار سکتا تھا کوئی باندی ہو گی، اس نے سوچا۔ کیونکہ بہت سی باندیاں اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی حرکتیں کیا کرتی تھیں۔ لیکن ملک چند کو ایک عجیب قسم کا دکھا دکھا سا احساس ہوتا تھا اور وہ پریشان ہو جاتا تھا۔ اس نے اپنے بستر پر تیزی سے ہاتھ ٹکائے اور سہارا لے کر اٹھ گیا۔ اسے شدید غصہ آیا تھا کہ باندی نے اس کے بدن کو چھونے کی جرأت کس طرح کی ۔۔۔؟ لیکن وہ لڑکی باندی نہیں تھی بلکہ ایک ایسی شخصیت تھی جس کا احترام اس پر فرض تھا — وہ پوجا تھی۔

پوجا اپنی گہری اور حسین آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، اس کی آنکھوں میں سرخ سرخ ڈورے تیر رہے تھے، نہایت پرکشش آنکھیں تھیں، سیاہ بڑی بڑی پتلیاں اس کی جانب نگراں تھیں اور وہ گہری سانس لے کر مسہری سے ٹک گیا اور پوجا اس کی پائنتی بیٹھ گئی۔

"اتنی دیر تک سوتے ہو مہاراج —" وہ بولی۔

"ہاں میں دیر ہی تک سوتا ہوں ۔۔"

"اچھا۔"

"ہاں ۔۔"

"حالانکہ میں تو تمہارے آنے کے بعد بھی دیر تک وہاں بیٹھی پھر آکر سوئی۔ لیکن دیکھو صبح کتنی جلدی جاگ گئی ۔۔"

"ہاں عادت ہوتی ہے اپنی اپنی پوجا — مگر آپ ۔۔"

"ہاں ہاں کہو۔"

"آپ یہاں کیسے آگئیں ۔۔؟"

"بس تمہیں جگانے ۔۔" پوجا نے کہا اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"جگانے کا کام تو باندیاں کرتی ہیں ۔۔"

"ہوں تو ہمیں بھی اپنی باندی بنالیں مہاراج ۔۔" وہ آنکھیں بند کر کے اور ہاتھ جوڑ کر بولی اور ملک چند مسکرانے لگا۔

"نہیں نہیں پوجا دیوی کیسی باتیں کرتی ہیں آپ ۔۔"

"کیوں ۔۔" اس نے آنکھیں کھول کر کہا۔

"آپ — آپ تو — آپ تو بہت بڑی ہیں ۔۔"

"نہیں ہری راج جو کہنا چاہتے تھے وہ کہو ۔۔"

"کیا مطلب ۔۔؟"

"تم آپ تو — آپ تو کہنے کے بعد کچھ رک گئے تھے، کونسا جملہ تھا اس کے آگے ۔۔" پوجا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں کوئی جملہ نہیں تھا — میرا مقصد صرف یہ تھا کہ میں آپ کو باندی کیسے سمجھ سکتا ہوں اور نہ ہی آپ باندی ہیں، آپ تو میری قریبی رشتہ دار ہیں ۔۔"

"خیر یہ تو نہ کہو۔"

"کیا مطلب ۔۔؟"

"تمہاری رشتہ دار ہوتی تو تم یوں مجھے اس طرح نظر انداز کرتے۔"

"میں نے تمہیں کب نظر انداز کیا پوجا ۔۔" ملک چند نے تعجب سے کہا۔

"دور دور رہتے ہو — تم آخر مجھ سے اتنے دور کیوں ہو ۔۔؟"

"نہیں نہیں پوجا میرا مقصد ہے مجھے دور رہنے کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی، بس مجھے نیند آرہی تھی، اس لئے میں چلا آیا ۔۔" ملک چند نے کہا۔

"اچھا چھوڑو — میں نے تمہیں خواہ مخواہ تنگ کر دیا، اٹھو تمہارے بغیر صبح کا بھوجن نہیں کروں گی میں ۔۔" پوجا نے کہا اور ملک چند کا بازو پکڑ لیا۔ اس کا نرم و ملائم جسم ملک چند کے اس قدر قریب ہو گیا تھا کہ ملک چند اسے اپنے بدن سے مس ہوتا محسوس کر رہا تھا

تب وہ بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اس ہیجان

پوجا کے چہرے سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ایک مکمل تجربہ کار لڑکی ہو اور جانتی ہو کہ کسی نئے نئے جوان ہونے والے کے جذبات پر کس طرح حکمرانی کی جا سکتی ہے۔

گھبراتے گھبراتے سے ملک چند کمرے کے در سے باہر نکل آئی، اور تھوڑی دیر بعد وہ سب بھوجن کے کمرے میں تھے جہاں بھان متی اور کیدراج بھی موجود تھے۔

پورن لال کے بارے میں گرو گردھاری نے کہا تھا کہ وہ راکا شردھا کی اولاد تھا۔ لیکن یہ جنم جنم کے کھیل تھے، پچھلے جنموں میں کون کون تھا یہ کسے یاد رہتا ہے، ہاں کبھی کبھی رانی کے من میں یہ بات سر ابھارنے لگتی تھی کہ پورن لال اس کا بیٹا ہے۔ اس کا دل چاہتا کہ جب بھی پورن لال کی آواز نے اسے پیار سے اپنے پاس بلائے، بات کرے اس سے، لیکن یہ ایک ایسی بات ہوتی جو بہتر نہ تھی۔

پورن لال بہر صورت ایک راجہ تھا، اگر وہ اسے پچھلے جنم کی باتیں بتانے لگتی اور یہ کہتی کہ وہ اس کی ماں ہے تو ممکن ہے پورن لال اسے مکاری سمجھتا، وہ سوچتا کہ چونکہ وہ اس کی خدمت کر رہا ہے اسلئے رانی اب یہ کھیل کھیل رہی ہے، چنانچہ وہ دل مسوس کر رہ جاتی، اور جب وہ اپنا دل ٹٹولتی تب بھی اسے یہ احساس ہوتا کہ پورن لال کے لیے اس کے دل میں وہ پیار نہیں ہے جو ملک چند کے لیے ہے۔

ملک چند جب بھی اس کے من میں جاگتا وہ بے چین ہو جاتی تھی، ایک ورشنا تھی، جو اس کی ہر طرح سے ہاتھ میں لئے رہتی تھی حالانکہ گرو گردھاری لال نے کہا تھا کہ دیکھنا کہ ورشنا ایک دن تیرے لئے کیا گل کھلاتی ہے گی، لیکن رانی شردھا کے دل میں اس محبت کرنے والی لڑکی کے لئے کبھی میل بھی نہ آیا، وہ اسے اپنی بیٹی کی طرح چاہتی تھی سچ مچ اگر رانی کی کوئی بیٹی ہوتی تو وہ بھی ورشنا کی طرح اسے پیار نہ کرتی۔

رانی شردھا ٹٹول ٹٹول کر ورشنا کو دیکھا کرتی تھی۔ اس کے چہرے اور بدن کی تبدیلیاں محسوس کرتی تھی، ورشنا کے بدن میں اب جوانی کی چبھن شروع ہو گئی تھی اور نرم و ملائم بدن جس انداز میں پرورش پا رہا تھا اس کا احساس رانی شردھا کو بھی تھا لیکن رانی شردھا اس احساس سے خوفزدہ نہیں تھی۔

دوسری طرف پورن لال تھا۔ اس نے سنبھالنے کس جذبے کے تحت رانی شردھا کو سچ مچ اپنی ماں کا درجہ دے دیا۔ اس کے لئے بہت سی خادمائیں اور باندیاں رکھ دی گئی تھیں۔ ورشنا کو وہ اپنی بہن ہی کی طرح چاہتا تھا۔ غرضیکہ ان لوگوں کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی جو رانی شردھا یا ورشنا کے لئے تشویش کا باعث ہوتی۔ البتہ ورشنا کے اندر اب کچھ تبدیلیاں ہونے لگی تھیں۔ عموماً وہ دونوں رات کو ایک ہی کمرے میں سوتی تھیں۔ بلکہ ورشنا زیادہ تر رانی شردھا کے چھپر کھٹ پہ ہی سوتی تھی اس رات بھی رانی شردھا جب اپنے چھپر کھٹ پر سونے کے لئے گئی تو ورشنا بھی اس کے ساتھ لیٹ گئی۔ آدھی رات کو ورشنا اٹھ گئی، عجیب سے خواب اس کو پریشان کر رہے تھے۔ آہٹ ہوئی تو رانی شردھا بھی اٹھ گئی۔

"کیا بات ہے ورشنا کیوں جاگ رہی ہے تو۔" اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر ورشنا کے سر کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے پوچھا۔ لیکن ورشنا ایک دم پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"کون ہو تم۔" اس کی آواز ابھری۔

"ورشنا بیٹی۔ ورشنا۔ کیا ہوا ورشنا۔ تیری ماں ہوں، تیری ماتا ہوں بیٹی۔" رانی شردھا نے کہا اور ورشنا اٹھ کر بیٹھ گئی، اس نے رانی شردھا کے ہاتھ جھٹک دیئے تھے۔

"کیا بات ہے آخر کیوں اٹھ گئی تو؟" شردھا دونوں ہاتھ پھیلا کر بولی۔

"رانی جی تم یہاں۔" ورشنا نے کہا اور رانی شردھا پریشان ہو کر خود بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ورشنا کوئی سپنا دیکھ رہی ہے تو۔ کیا ہو گیا ہے تجھے، بتاتی کیوں نہیں۔"

"سپنا۔ ہاں شاید سپنا ہی دیکھ رہی ہوں جنم جنم سے۔ اٹھو مہارانی جی اٹھ جاؤ۔" ورشنا کی آواز میں سختی تھی، رانی شردھا پریشان ہو گئی۔

"ورشنا، ورشنا کیا ہوا تمہیں۔؟"

"میرا نام ورشنا نہیں ہے سمجھیں تم، میں چمپاکلی ہوں، پہچانو مجھے مگر تم کیسے پہچانو گی تم تو اندھی ہو۔"

"چمپاکلی۔ ورشنا یہ تو ہی ہے نا۔"

"نہیں میں ورشنا نہیں، چمپاکلی ہوں۔"

"کون چمپاکلی۔ کیا بک رہی ہے تو۔ سپنا دیکھا ہے، دماغ پر گرمی چڑھ گئی ہے کیا، لیٹ جا آرام کر، سو جا آنکھیں بند کر لے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"اٹھو رانی گندھاری اٹھو، تمہیں معلوم ہے تم کیا کر چکی ہو۔" ورشنا نے سختی سے کہا۔

"گندھاری۔" رانی شردھا چونک پڑی۔ یہ تو گرو گندھاری والے نے بھی اسے بتائی تھی اور ورشنا کو آج تک اس نے گرو گندھاری وال کی کہانی نہیں سنائی تھی۔ لیکن اس وقت ورشنا کے منہ سے گندھاری کا نام سن کر رانی شردھا حیرت زدہ رہ گئی۔

"ورشنا۔" اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

"میں نے کہا نہیں میرا نام ورشنا نہیں ہے چمپاکلی ہے۔"

"کون چمپاکلی، کیسی باتیں کر رہی ہو تم۔؟"

"اٹھ جاؤ رانی گندھاری، میں تمہیں بتاؤں گی کہ میں کون ہوں۔" ورشنا نے کہا۔

"کیسے بتائے گی ری۔ کیوں مجھے پریشان کر رہی ہے، نجانے کتنی رات بیت گئی ہے۔"

"اٹھو رانی گندھاری! بڑی باتیں کرتی ہیں بڑے صاحب چکانے ہیں تم سے۔ کب تک تم دوسروں کے ہاتھوں میں کھیلتی رہو گی۔ کب تک تم چمپاکلی کے سینے پر ناگن بن کر بیٹھی رہو گی۔"

"ورشنا۔" رانی سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہارے من کی آنکھیں کھول دوں۔ آؤ میرے گھنشیامی کی چال ناکام کر دوں۔" ورشنا نے رانی شردھا کا ہاتھ پکڑ لیا اور طاقت دہشت سے اسے اٹھا لیا۔ رانی شردھا بادل ناخواستہ اس کے ساتھ چل پڑی۔ وہ اندھی ضرور تھی لیکن طویل عرصے سے اس جگہ رہ رہی تھی اور ایک ایک قدم پہچانتی تھی اور اس لئے اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ دروازے کی طرف جا رہی ہے۔

لیکن اس کے بعد ورشنا اسے کہاں لے گئی یہ اسے معلوم نہ ہوا۔ کافی طویل سفر طے کیا تھا، رانی شردھا نے وہ تھک گئی تھی۔

"اس جگہ کو پہچانو گندھاری۔ جانتی ہو یہ جگہ کونسی ہے۔؟"

"دیوانی ہے کیا تو۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ میں اندھی ہوں۔"

"تم اندھی نہیں ہو گندھاری۔ پاپی گھنشیامی نے تمہاری آنکھوں پر جالا تان دیا ہے۔ اس نے تمہاری آنکھیں بند کر دی ہیں تاکہ اس کی مرضی پوری ہونے تک تم کچھ نہ جان سکو۔"

"مگر میں تو اندھی ہوں۔"

"آؤ۔ گھنشیامی کا یہ کھیل بھی ختم کر دوں۔" ورشنا یا چمپاکلی نے کہا اور رانی شردھا کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف چلی۔ راستے کے نتھنوں سے لوبان کی خوشبو ٹکرائی، کوئی انوکھی جگہ تھی۔

"یہ تلسی باٹ ہے۔ سچ اور جھوٹ کی پرکھ یہاں ہوتی ہے، مانگو اپنے من کی آشا مانگو۔"

"کون سی آشا۔؟"

"کیا ہے تمہارے من میں۔؟"

"بہت کچھ ہے میرے من میں تو بہت کچھ ہے ورشنا۔ تو بول میں کیا مانگوں۔؟"

"ہے تلسی ماتا۔ اگر رانی گندھاری کی آنکھوں پر جھوٹا جال ہے تو اسے اس کی روشنی واپس کر دے۔ اور اگر بھگوان کی یہی مرضی ہے تو پھر اسے اندھا رہنے دے۔ اس جھوٹ کو ختم کر دے تلسی ماتا تو جھوٹ توڑنے والی ہے۔" ورشنا کی آواز ابھری اور رانی شردھا آنکھیں پٹ پٹانے لگی۔ تب اسے لگا جیسے اس کی آنکھوں سے دھند ہٹتی جا رہی ہو۔ اور پھر اس نے روشنی دیکھی۔ ایک سیاہ رنگ کی بدشکل مورتی رکھی ہوئی تھی اور اس کے چرنوں میں ایک چراغ روشن تھا۔

رانی شردھا کا دل اچھلنے لگا۔ کیا وہ خود کوئی سپنا دیکھ رہی ہے۔ کیا یہ سب جھوٹ ہے خواب ہے، لیکن۔ لیکن اسے نظر آنے لگا تھا۔ وہ دیکھ سکتی تھی۔ اب اس کی آنکھوں کی روشنی لوٹ آئی تھی۔

"ورشنا۔ ورشنا۔" وہ دیوانہ وار لپٹی۔ اور اس کی آنکھوں نے ایک پیکر حسن و جمال کو دیکھا۔ یہ ورشنا تھی۔

"ورشنا۔ میری بچی۔" اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ لیکن ورشنا پیچھے ہٹ گئی۔

"نہیں رانی گندھاری، مجھے چمپاکلی کہو۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔ "میرے سینے سے تو لگ جا۔ میں تجھ سے بڑا پریم کرتی ہوں۔"

"یہ اندھے پن کی بات تھی رانی جی۔ اب تم دیکھ سکتی ہو۔ میرے تمہارے بیچ بڑی دیواریں ہیں۔"

"کیسی دیواریں۔"

"وہی دکھانے تو لائی ہوں۔"

"تو دکھا۔ میری سمجھ میں تو کوئی بات نہیں آ رہی۔"

"سمجھنا چاہتی ہو۔"

"ہاں ری سمجھنا چاہتی ہوں۔"

"تو آؤ۔ یہاں تو میں تمہیں گرو گندھاری لال کا طلسم توڑنے لائی تھی۔ تمہاری آنکھیں کھل گئی ہیں اب تم سب پرکھ سکتی ہو۔ آؤ۔" چمپاکلی نے کہا۔ اور رانی کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف چل پڑی۔ کئی سرنگوں سے گزر کر وہ ایک ٹوٹے ہوئے بوسیدہ محل میں داخل ہو گئی جہاں گھور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

"یہ کونسی جگہ ہے؟"

"بھرت لواس؟"

"بھرت لواس؟" رانی نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں وہ محل جو اب منوں مٹی کے نیچے ہے لیکن جو کبھی اپنے شان و شوکت کے لئے دور دور تک مشہور تھا۔ بڑی کہانیاں وابستہ ہیں اس محل سے۔ آؤ میں تمہیں دکھاؤں، آؤ اس جگہ کو پہچانو۔"

چمپاکلی اسے لے کر ایک جگہ پہنچ گئی اور پھر اس نے پتھر کے نیچے سے ایک چراغ نکال کر اسے دکھایا۔

"اسے پہچانتی ہو۔"

"یہ کیا ہے۔ ارے اس میں تو خون ہے۔ اور یہ انگلی۔ یہ کس کی ہے۔؟" رانی شردھا نے کہا۔

"یہی تو میرا اپکار ہے رانی جی۔ یہی تو میرا مان ہے، یہی تو میری سچائی ہے۔ اگر یہ چراغ بجھ جائے تو میرے من کی جوت بھی بجھ جائے گی اور اس کے بعد جنم جنم کا یہ کھیل ختم ہو جائے گا۔"

"کھیل کیا ہے؟" شردھا نے پوچھا۔

"کھیل پریم کا ہے رانی جی! میں تندراج سے پریم کرتی تھی۔ آؤ۔ آج میں تمہیں یہ پریم کہانی بھی سنا دوں۔ آؤ رانی شردھا۔ دیکھو۔ من کی آنکھوں سے دیکھو یہ جمنا کی گھاٹ ہے۔ دیکھو۔ وہ سبج کی آمد کے منتظر کھڑے ہیں۔ اور۔ اور وہ دیکھو۔ وہ مہاراج تندراج ہیں۔" یگ بیت گئے پیچھے چلو رانی ورشنی۔ صدیوں پہلے کی بات ہے۔

ماحول ہی بدل گیا۔ صبح کی آمد آمد تھی۔ چڑیاں چہچہا رہی تھیں، سرسبز کھیت لہلہا رہے تھے۔ جمنا کی گھاٹ پر اشنان ہو رہا تھا۔ سامنے ہی جمنا کے کنارے ایک خوبصورت محل نظر آ رہا تھا۔

یہ بھرت لواس تھا۔

چاروں طرف لوگ پھیلے ہوئے تھے۔ عجیب عجیب لباس نظر آ رہے تھے۔ پھر سورج کی پہلی کرن نے زمین کو چھوا اور مندروں میں ناقوس پھونکے جانے لگے۔ پوجا شروع ہو گئی تھی۔ گھنٹے بجنے لگے تھے اور پھر سورج ابھر آیا۔

گرودھنا کے راجہ بدھ راج کے محل میں داسیاں ادھر سے ادھر پھر رہی تھیں۔ راجکمار تندراج صبح کی سیر کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ بارہ بیلوں کے رتھ پر سوار ہو کر وہ بہت سے پیدلوں اور سواروں کے ساتھ سیر کو چل پڑے۔ بازار کھل گئے تھے، سواروں کے آگے گھنٹیاں اور ناقوس بج رہے تھے یہ اس بات کا اعلان تھا کہ مہاراج تندراج سیر کو نکلے ہیں۔ ان کے سامنے سے وہ سارے کے سارے ہٹ جائیں جو نیچ ذات کے ہیں۔ کافی فاصلے پر ایک برہمن اعلان کرتا ہوا چل رہا تھا۔

"نگر باسیو۔ راجکمار صبح کی سیر کو نکلے ہیں۔ تم میں وہ جو نیچ ذات کا ہو راستے سے ہٹ جائے تاکہ راجکمار پر اس کا سایہ بھی نہ پڑے اور یاد رکھو اگر تم نے ایسا کیا تو اپنی جان سے ہاتھ دھو دو گے، اور چھوٹی ذات کے لوگ ادھر سے ادھر بھاگنے لگے جس کو جہاں جگہ مل رہی تھی چھپ رہا تھا، ان کی ناپاک آنکھوں کو مہاراج تندراج کی صورت دیکھنے کی اجازت نہیں تھی کیونکہ وہ نیچ ذات تھے۔

تندراج کا رتھ کشادہ اور شفاف راستوں سے گزرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ ایک ننگ دھڑنگ بچہ جس کی کمر کے پاس جنیو بندھا ہوا تھا ایک طرف کھڑا مسکرا رہا تھا۔ رتھ کے بیلوں کی گھنٹیاں دیکھ کر آگے بڑھ آیا اور مسکراتی ہوئی نگاہوں سے تندراج کو جھانکنے لگا۔

سواروں نے جو دیکھا تو جلدی سے دو تین سوار آگے بڑھ آئے۔ انہوں نے ننگ دھڑنگ بچے کو پکڑ لیا۔ پھر ایک سوار نے اسے بالوں سے پکڑ کر اوپر لٹکا دیا، بچہ رونے لگا۔ چھوٹا سا ننھا بچہ ظاہر ہے اسے اپنی غلطی کا علم نہ تھا۔ وہ بری طرح رونے اور کراہنے لگا، اور اس بچے کو طرح طرح کی اذیت دی جانے لگی، اونچی ذات کے لوگ یہ تماشا دیکھ رہے تھے لیکن کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی۔ تب ایک سوار نے کہا۔

"یہ کس کا بچہ ہے۔؟ کیا کسی نیچی ذات والے کا ہے۔؟"

"صورت سے ہی معلوم ہوتا ہے جناب پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔"
دوسرے سوار نے جواب دیا۔
"کس کی مجال ہوئی کہ اس بچے کو اس طرح چھوڑ دیا۔"
"مار دو اسے۔ مار دو کمبخت کو۔" سوار نے کہا اور بچے کو زمین پر پٹخ کر گھوڑے کی ٹاپوں سے کچل دیا گیا۔ بچے کی شکل بگڑ گئی تھی۔ اس کے بدن کے مختلف حصوں سے خون بہہ رہا تھا۔
نندراج کا رتھ رُک گیا تھا۔ تب ہی ایک حسین اور نوخیز لڑکی دوڑتی ہوئی آئی اور بچے کی لاش سے لپٹ گئی۔
"ستیاناس ہو جائے تمہارا پاپیو۔ جنم جنم تمہیں سکون و چین نصیب نہ ہو۔ بھگوان کرے تم کتے کی موت مرو۔ بدبختو تمہارا ستیاناس تم نے میرے بھائی کو مار ڈالا۔ پاپیو تم نے میرے بھائی کو مار ڈالا۔" سوار سیخ پا ہو کر آگے بڑھے۔ اسی وقت نندراج نے بے چین ہو کر گردن رتھ سے نکالی۔
تین سواروں نے لڑکی کے بال اپنے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے تھے اور لڑکی کو گھسیٹنے کے لئے زور لگا رہے تھے۔ لیکن بپھری ہوئی شیرنی کسی کے قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ بمشکل تمام اسے بچے کی لاش پر سے اٹھایا گیا اور لڑکی دوبارہ سواروں کو گالیاں دینے لگی۔ سوار اسے بُری طرح مار رہے تھے۔ تب نندراج بے چین ہو کر نیچے اُتر آیا۔ تمام لوگ جھک گئے تھے۔
"رُک جاؤ۔ کیا کر رہے ہو۔" نندراج نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور سوار جو لڑکی کو بُری طرح زد و کوب کر رہے تھے۔ ایک دم رُک گئے۔
دمکتا ہوا حسین چہرہ۔ زندگی کی متانت سے بھرپور۔ آنکھوں میں جھیلوں کی سی گہرائی۔ متناسب ہونٹ لیکن اس وقت غم و اندوہ سے اس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا۔ مار نے جگہ جگہ نشانات پڑ گئے تھے لیکن وہ اب بھی بپھری ہوئی تھی۔ نندراج جب اس کے سامنے آیا تو نفرت بھری نگاہیں اس پر ڈالیں اور بولی۔
"تو نندراج ہے۔۔؟"
"ہاں میں ہی نندراج ہوں۔"
"مر جائے۔ بھگوان کرے تو کتے کی موت مر جائے بھگوان کرے تیرا ناس جائے۔ تیری راجدھانی فنا ہو جائے۔ تو پاپی زندہ نہ رہے تو ختم ہو جائے۔" لڑکی نے قہر آلود لہجے میں کہا۔
"ٹھیک ہے بھگوان چاہے گا تو یہ سب کچھ بھی ہو جائے گا مگر تم کون ہو۔۔؟"
"دیکھ، دیکھ تو نے میرے بھائی کا کیا حال کیا۔ کم بخت تو نے میرے بھائی کا ناس کر ڈالا۔ مار ڈالا اسے۔ تجھے موت نہ آئی رے پاپی وہ تو تجھے دیکھنے آیا تھا۔ اسے تو صرف تیرے بیلوں کی سج دھج کھینچ لائی تھی۔ ہمیں اس کا پتہ نہ تھا ورنہ ہم اسے آنے نہ دیتے۔ مار دیا پاپی تو نے اسے مار دیا۔ تیرے پاپی ساتھیوں نے مار دیا۔ بھگوان کرے تیرا ستیاناس ہو جائے۔" لڑکی نے کہا اور نندراج نے متاسف انداز میں لاش کی طرف دیکھا۔
"مجھے افسوس ہے دیوی مجھے افسوس ہے۔"
"افسوس ہے۔ پاپی تیرے افسوس کرنے سے کیا ہوگا۔ مجھ سے تو میرا بھائی بچھڑ گیا اور تو صرف افسوس کر رہا ہے۔ مجھ سے تو چھن گیا میرا بھائی۔" اس نے دردناک لہجے میں کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بچے کی لاش اب بھی اسی طرح پڑی ہوئی تھی نندراج نے آگے بڑھ کر لاش کو اٹھایا اور اپنے ساتھیوں کی طرف خونخوار انداز میں دیکھنے لگا پھر بولا۔
"تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے۔" اور سپاہیوں کے چہرے اُتر گئے۔
"مہاراج یہ اچھوت ہے اور آپ کے رتھ کے سامنے آ گیا تھا۔" ایک سپاہی نے جواب دیا۔
"تو پھر کیا قیامت آ گئی تھی۔ کیا ہو گیا تھا؟"
"یہ اچھوت ہیں مہاراج اینچ ذات ہیں۔"
"انسان تو ہیں۔ تم نے بتایا اسے کیا ہے؟"
"بدھ راج مہاراج کا حکم ہے اور پھر یہ نئی بات نہیں ہے۔ ان اچھوتوں کو کسی بھی راج میں راجاؤں کے سامنے نہیں رہنے دیا جاتا۔"
"کیا نہیں مانتا۔ یہ انسان ہیں۔ تم نے اس بچے کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کی سزا ملے گی۔"
"مہاراج۔۔!"
"بکواس۔ لاؤ یہ خنجر مجھے دے دو۔" راجکمار نے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔ اور سوار نے خنجر اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ تب نندراج نے لڑکی کی طرف دیکھا۔
"جس نے تیرے بھائی کو مارا ہے تو اسے مار دے۔ یہ خنجر لے اپنے ہاتھ میں۔"
"اس سے میرا بھائی تو مجھے نہ مل جائے گا۔ تم لوگ پاپی ہو، تمہیں اس پاپ کی سزا بھگوان دے گا۔" لڑکی بدستور رو رہی تھی۔
"مہاراج! انہیں منہ نہ لگائیں یہ لوگ۔" سوار بولا اور مہاراج نندراج نے وہ خنجر اس کے منہ پر دے مارا۔
"دور ہو جاؤ میرے سامنے سے۔ اور لڑکی تم سنو میں تمہارے بھائی کو زندہ تو نہیں کر سکتا لیکن میں کوشش کروں گا کہ تمہارے اوپر سے یہ شک دور کر سکوں۔ تم کہاں رہتی ہو؟"

"نگری کے اس پار جہاں اچھوت رہتے ہیں۔ ادھر کھیتوں میں کام کرتی ہوں۔" اس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔
"تمہارا نام کیا ہے؟" راجکمار نے پوچھا۔
"چمپاکلی۔" اس نے جواب دیا۔ اور بچے کی لاش کو گود میں لے کر ایک طرف چل پڑی۔ رتھ آگے بڑھ گیا تھا۔
نندراج بہت اُداس تھا۔ صبح کی سیر میں بھی اس کا دل نہ لگا رہ رہ کے اسے بچے کی لاش اور روتی ہوئی لڑکی آ رہی تھی۔ پھر وہ سیر سے واپس ہو کر گھر پہنچ گیا۔ اس کی ماں ورشنی نے اس کی شکل دیکھی تو چونک پڑی۔
"راجکمار۔"
"ماتاجی۔"
"کیا بات ہے میرے لعل، کچھ اداس ہو۔"
"ہاں ماتاجی۔"
"دیکھو میرے بچے اداسی کی کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔"
"ہاں ماتاجی۔"
"اپنی ماتا کو نہیں بتاؤ گے۔"
"ایک سوال ہے میرے من میں ماتاجی۔"
"سارے منش ایک جیسے ہوتے ہیں۔ پھر یہ شودر اور چھتری ایک ذات کیوں نہیں ہیں؟"
"ایک ذات۔ بھلا سب ایک ذات کیسے ہو سکتے ہیں۔"
"کیا ذاتیں بھی بھگوان بناتا ہے۔"
"کیوں نہیں۔"
"میں یہ بات نہیں مانتا ماتاجی۔"
"ارے ارے کیا ہو گیا تمہیں۔ یہ کیسی باتیں کر رہے ہو اگر ذاتیں بھگوان نہ بناتا تو سب ایک جیسے نہ ہوتے۔"
"ایک جیسے تو ہیں ماتاجی۔ بھگوان نے جنہیں الگ بنایا ہے وہ الگ ہیں انسانوں اور جانوروں میں فرق ہے۔ یہ ایک جیسے نہیں ہوتے لیکن اگر بھگوان انسانوں میں فرق رکھنا چاہتا تو شودروں کی شکل دوسری ہوتی، چھتریوں کی دوسری ہوتی، ساری ذاتوں کی شکلیں ایک دوسرے سے الگ ہوتیں۔"
"تو بڑے غلط کہتے آئے ہیں کیا۔۔؟"
"ہاں ماتا۔ بڑے بھی ہمارے جیسے ہی انسان تھے۔ ساری باتیں انہوں نے سچ ہی تو نہ کہی ہوں گی۔"
"کیسی باتیں کر رہے ہو نندراج۔" ورشنی نے بولی۔
"سچ کہہ رہا ہوں ماتاجی۔ اچھوتوں پر بڑا ظلم ہو رہا ہے، بتایا نہ تم ہو رہا ہے ان کے ساتھ میں اس ریت کو بدلنا چاہتا ہوں۔"
"یہ کیسے ممکن ہے۔"
"اسے ممکن بنایا جائے ماتاجی۔ آج ایک افسوسناک واقعہ ہوا ہے مجھے اس کا بڑا دکھ ہے۔"
"کیا واقعہ۔" رانی ورشنی نے پوچھا اور نندراج نے اسے پورا واقعہ بتا لیا۔ واقعہ سننے کے بعد رانی بولی۔
"دوش اس بچے کا تھا۔"
"کیا معصوم بچہ دوشی ہو سکتا ہے ماتاجی۔"
"اس کی بہن کو چاہیے تھا کہ اسے سنبھالتی اور پھر وہ بھی تمہارے سامنے آ گئی۔ تمہیں معلوم ہے کہ صبح ہی صبح کسی شودر کا سایہ پڑ جائے تو پھر دن نحوست میں گزرتا ہے۔"
"میں ان باتوں کو نہیں مانتا ماتاجی۔ میں پتاجی سے بات کروں گا۔" نندراج نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا اور اٹھ کر یہاں سے چلا گیا۔
لیکن بات ختم نہیں ہوئی۔ سپاہیوں نے یہ واقعہ راجہ بدھ راج کے گوش گذار کر دیا اور کچھ نمک مرچ بھی لگائی۔ انہوں نے کہا کہ لڑکی نے نندراج کو بڑی بد دعائیں دی تھیں اور بے باکی سے اس کے سامنے آ گئی تھی۔
"کون تھی وہ لڑکی اسے گرفتار کر کے لایا جائے۔" راجہ نے حکم دیا۔
لیکن مہامنتری نے درمیان میں دخل دیا۔
"راجکمار سے تو۔ اس بارے میں پوچھ لیا جائے۔ ابھی کوئی ایسا کام نہ کریں۔"
"سپاہی جھوٹ تو نہ بول رہے ہوں گے منتری جی۔ اگر نیچ ذات اس طرح سامنے آنے لگے تو۔ آپ نہیں جانتے کیا ہو جائے گا۔" بڑے پجاری شری گھنشیام نے درمیان میں دخل دیا جو دربار میں موجود تھے۔
"پھر بھی گھنشیام مہاراج۔ راجکمار سے پوچھ لینے میں کیا حرج ہے۔" منتری جی نے کہا اور راجہ بدھ راج نے سپاہیوں کو راجکمار کو بلانے کیلئے بھیج دیا۔ لیکن راجکمار خود اس طرف آ گیا تھا۔
"جے ہو مہاراج بدھ راج کی۔" نندراج کی آواز ابھری۔
"جے ہو مہاراج نندراج کی۔" سارے دربار نے آواز لگائی۔
اور نندراج بدھ راج کے پاس جا بیٹھا۔ بدھ راج نے محبت بھری نگاہ سے بیٹے کو دیکھا اور پھر اس کے ذہن میں چند ساعت قبل کا خیال آ گیا۔ چنانچہ اس نے بھاری آواز میں کہا۔
"میں نے تمہیں ایک خاص کام سے بلایا ہے نندراج۔"
"میں بھی آپ کے پاس آیا۔ خاص کام سے ہی آ رہا تھا مہاراج پتاجی۔" نندراج نے جواب دیا۔
"اوہ تمہیں ہم سے کوئی کام ہے۔"
"جی پتاجی مہاراج۔"

کیا کام ہے تمہیں۔"

"پہلے مہاراج آپ بتلایئے کہ ندراج سے آپ کو کیا کام ہے۔" ندراج نے کہا اور یدھ راج گردن ہلانے لگا۔

"سپاہیوں نے بتایا ہے بیٹے کہ آج صبح جب تم سیر کو جا رہے تھے تو کوئی شودر لڑکا تمہارے رتھ کے سامنے آ گیا تھا جسے سپاہیوں نے مار ڈالا، کیا ایسا ہوا تھا؟"

"جی پتاجی مہاراج ایسا ہوا تھا۔ ایک معصوم بچے کے ساتھ ان سورماؤں نے یہ انیائے کیا تھا۔" ندراج نے کہا اور تمام درباری چونک پڑے۔

"معصوم بچہ۔ کیا وہ شودر نہیں تھا؟" سوامی گھنشیامی داس نے پوچھا اور ندراج ان کی جانب پلٹ پڑا۔

"گھنشیامی جی وہ بچہ پہلے تھا اور شودر بعد میں تھا کیا منش شودر ہو کر منش نہیں رہتا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں راجکمار۔ شودر نیچ ذات ہیں۔ برہمنوں کے راستے میں انہیں خود نہیں آنا چاہیئے۔ اگر ہم نے انہیں یہ جرأت دے دی تو آئندہ وہ ہمارے قریب آ کر کھڑے ہونے کی کوشش کریں گے۔" گھنشیامی راج نے کہا۔

"میں اس بات کو نہیں مانتا مہاراج۔" ندراج بولا۔

"کیا مطلب۔؟" اس بار یدھ راج نے ندراج کی بات میں دخل دیا تھا۔

"مہاراج ایک معصوم بچہ جسے ابھی ذات پات کے بارے میں صحیح طور سے معلوم ہی نہیں۔ اگر راجکمار کے راستے میں آ جاتا ہے تو وہ اس قابل تو نہیں کہ اسے موت کی سزا دے دی جائے۔"

"وہ تو اس قابل نہیں ندراج۔ لیکن اس کے رکھوالے تو اسی قابل ہیں کہ انہیں موت کی سزا دی جائے۔ بچے کو انہوں نے کیوں چھوڑ دیا تھا۔" یدھ راج مہاراج نے جھنجھلائے لہجے میں کہا۔

"نہیں پتاجی مہاراج! اچھوت نیچ ذات مزدور ہیں، پر انسان ہیں، اگر انہیں برابر کا درجہ نہ دیا جائے تو کم از کم انسان کا درجہ تو ضرور دیا جائے۔ اگر کوئی شودر راستے میں آ جائے تو یہ تو اس سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ راستے سے ہٹ جائے، یا اسے کوئی چھوٹی موٹی سزا دی جا سکتی ہے۔ لیکن گھوڑوں سے کچل کر مارنا تو انسانوں کی حرکت نہیں ہے، یہ تو جانوروں کی سی حرکت ہے۔ کسی معصوم بچے کو اس طرح مارنے سے کسی بھی سزا کا کیا فائدہ ہوا۔؟"

"خوب۔ خوب۔" سوامی گھنشیامی داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یدھ راج تمہارا بیٹا کیا کہہ رہا ہے۔" راجہ یدھ راج نے ندراج کی طرف دیکھا اور نرم لہجے میں بولا۔

"شودروں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے ندراج تم جذباتی ہو اور راجاؤں کو جذباتی نہیں ہونا چاہیئے۔ میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ کوئی شودر لڑکی تمہارے سامنے اگر تھیں کوس رہی تھی۔"

"ٹھیک کر رہی تھی مہاراج، ہم نے اس کا بھائی مار دیا تھا، ایک ننھا سا بچہ جسے وہ نجانے کتنا پیار کرتی ہوگی۔ وہ بہن تھی مہاراج، اگر وہ نہیں کوس رہی تھی تو ٹھیک کر رہی تھی، اسے ہمیں کوسنا ہی چاہیئے تھا۔" ندراج نے کہا۔

"ہرگز نہیں ندراج، کسی شودر کی زبان حلق میں رہنے نہیں دی جا سکتی اگر وہ کسی برہمن کے خلاف اٹھے۔ اور پھر راج کمار ندراج۔ سپاہیو! ندراج نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ ایک شودر لڑکی نے ندراج مہاراج کو برا بھلا کہا ہے، جاؤ اور اسے گرفتار کر کے لے آؤ۔ اگر شودر اس کے لانے میں کوئی رکاوٹ بنیں تو قتل عام کر دینا ایک ایک کو مار دینا۔" یدھ راج نے سنگین لہجے میں کہا۔ لیکن ندراج سینہ تان کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"نہیں پتاجی مہاراج ایسا نہیں ہوگا!"

"ایسا ضرور ہوگا ندراج۔ اور اگر تم نہیں مانتے تو... تو..." مہاراج یدھ راج کی آواز غیظ و غضب سے لرز رہی تھی۔

"اور اگر ایسا ہوا پتاجی مہاراج ندراج آپ کی اس راجدھانی میں نہیں رہ سکے گا۔ کوئی سپاہی شودروں کی جانب نہ جائے اور لڑکی کو کچھ نہ کہا جائے۔ اگر اسے کچھ کہا گیا تو میں آتم ہتھیا کر لوں گا۔" ندراج نے کہا اور سارے دربار میں سناٹا چھا گیا۔ خود یدھ راج منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا۔

گھنشیامی داس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس کی آنکھوں میں معنی خیز چمک تھی۔

"یدھ راج چند ساعت تو بت بنا رہا۔" پھر اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ندراج تم شودروں کی اتنی حمایت کیوں لے رہے ہو۔"

"آخر وہ بھی تو انسان ہیں مہاراج۔"

"لیکن۔ لیکن۔ اس لڑکی کی گستاخی کو کیسے معاف کیا جا سکتا ہے۔"

"ایک ہی بات ہو سکتی ہے مہاراج۔"

"وہ کیا۔؟" یدھ راج نے پوچھا۔

وہ بیٹے کے حق میں کچھ نرم پڑ گیا......

....

"اسے اس کا بھائی دے دیا جائے اور پھر اسے اس کی گستاخی کی سزا دی جائے۔" ندراج نے کہا اور یدھ راج حیرانی سے ندراج کو دیکھنے لگا۔ پھر متعجبانہ انداز میں بولا۔

"بھائی دے دیا جائے۔"

"ہاں پتاجی اس کا بھائی دے دیا جائے جسے ہم نے کچل کر مار ڈالا ہے۔"

"اگر وہ مر چکا ہے تو واپس کیسے آ سکتا ہے۔"

"نہیں آ سکتا تو آپ کو اس لڑکی کو سزا دینے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔"

"تم گستاخی کر رہے ہو ندراج۔"

"ہاں مہاراج کر رہا ہوں اور اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو جو کچھ میں نے کہا ہے وہ بھی کر ڈالوں گا۔ میں اس دیش میں جیتا نہیں رہ سکتا جہاں انسانوں کے ساتھ جانوروں والا سلوک کیا جاتا ہے۔"

"انسانوں میں اور شودروں میں فرق ہوتا ہے۔"

"میں کوئی فرق نہیں سمجھتا، اس لئے اس لڑکی کو کچھ نہیں کہا جائے گا، بلکہ آئندہ یہ حکم دیا جائے گا کہ اگر کوئی شودر اتفاق سے راستے میں آ بھی جائے تو اسے ڈانٹ ڈپٹ کر چھوڑ دیا جائے سزا دینے کا حق کسی کو بھی نہیں ہے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا ندراج۔"

"نہ ہو مہاراج، کوئی بات نہیں ہے لیکن ایک بات آپ بھی کان کھول کر سن لیں۔ آپ کی موت کے بعد جب میں راجہ بنوں گا تو سب سے پہلا کام یہ کروں گا کہ شودروں کو بھی میں انسانوں کا حق دوں گا۔ اگر آپ اس ریت کو توڑنا نہیں چاہتے تو آپ کے لئے یہی بہتر ہے مہاراج کہ مجھے موت کی سزا دے دیں۔" ندراج نے کہا۔ اور پاؤں پٹختا ہوا دربار سے نکل آیا۔ سارے دربار میں بھنبھناہٹیں رقصاں تھیں۔ لوگ طنزیہ لہجے میں ایک دوسرے سے ندراج کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ مہاراج جی خاموش تھے۔ غالباً ان کا مزاج بھی نرم تھا اور وہ کسی حد تک ندراج کی باتوں سے متفق نظر آتے تھے۔ تب گھنشیامی نے مسکراتے ہوئے مہاراج سے کہا۔

"پریشان نہ ہوں مہاراج، چنتا کی کوئی بات نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا، اوش ٹھیک ہو جائے گا۔"

"چنتا کی بات تو ہے گھنشیامی جی، یہ سب کیا ہے، ندراج کیا کہہ رہا ہے۔ وہ ہمارا بیٹا ہو کر ایسی باتیں کیوں کر رہا ہے۔ کیا شودروں کو بھی انسانوں کا حق دیا جا سکتا ہے۔"

"کبھی نہیں دیا جا سکتا، جب کسی شودر کو برہمن کے سامنے آ کے بات کرنے کا موقع دیا گیا تو ساری لیلا ہی پلٹ جائے گی۔ اس سنسار میں وہ پاپ ہوں گے کہ انسان جیتا نہ رہ سکے گا۔ اونچی ذات کے لوگ سڑکوں پر کتوں کی طرح بھونکتے پھر رہے ہوں گے، یہ گھنشیامی کی پیشن گوئی ہے۔"

"نہیں مہاراج نہیں، ایسی باتیں نہ کریں۔"

"میں نہیں کر رہا یدھ راج جی۔ آپ کا بیٹا کر رہا ہے۔"

"وہ ابھی بچہ ہے۔"

"اس بچے کو سمجھائیں یدھ راج جی ورنہ آگے چل کر حالات بہت خراب ہو جائیں گے۔" گھنشیامی نے کہا اور اپنی جنیو کو ہاتھ میں لے کر وہاں سے چل پڑے۔

راجہ یدھ راج پریشان ہو گیا تھا۔ یہ صورت حال اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ کافی دیر تک وہ الجھا بیٹھا رہا پھر اس نے دربار برخاست کر دیا۔ سب سے اس نے یہی کہا کہ وہ آرام کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ گھنشیامی جی کی بات اس کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ کوئی معمولی چیز نہ تھے یہ سوامی گھنشیامی داس بڑے مندر کے پجاری تھے اور ان سے متعلق بڑی بڑی کہانیاں مشہور تھیں۔ وہ اتنے بڑے گیانی تھے کہ یدھ راج کو اپنی حکومت میں ان کی شمولیت پر فخر تھا۔ بڑے بڑے راجہ گھنشیامی داس کے پاس گیان لینے آتے تھے اور ان سے راج پاٹ کی باتیں معلوم کر کے چلے جاتے تھے، اس طرح یدھ راج کی حکومت کو ایک خاص حیثیت حاصل تھی۔ لوگ اس حکومت کی عزت کیا کرتے تھے صرف اس وجہ سے کہ وہاں گھنشیامی داس بذات خود موجود ہیں۔ ان گھنشیامی داس نے ندراج کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ خاصی تشویشناک بات تھی۔ چنانچہ راجہ بڑی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

شام کو وہ پوجا کرنے بڑے مندر گیا۔ تو وہاں گھنشیامی داس موجود تھے۔ جب پوجا ختم ہو گئی تو راجہ نے گھنشیامی داس سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی اور گھنشیامی داس نے راجہ یدھ راج کو اپنی خلوت گاہ میں بلوا لیا۔ راجہ کو دیکھ کر وہ مسکرائے اور آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے بولے۔

"مجھے معلوم تھا یدھ راج کہ تم آؤ گے۔"

"اوش۔ اوش۔ آپ کو ضرور معلوم ہوگا مہاراج۔" راجہ یدھ راج نے کہا۔

"کہو کیا کہنا ہے۔"

"آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا مہاراج کہ مجھے کیا کہنا ہے۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم نندراج کی اس حرکت سے پریشان ہو گئے ہو کیونکہ تم اونچی ذات کے برہمن ہو۔"

"مہاراج بچہ ہے وہ۔ کیسے سمجھایا جائے اس کو آپ ہی بتائیں" بدراج نے کہا۔

"بدراج تم بڑے بھولے ہو۔"

"کیا مطلب مہاراج؟" بدراج نے حیرت سے کہا۔

"بات بچے کی نہیں ہے بلکہ ایک نوجوان کی ہے۔ نندراج جوان ہو چکا ہے۔"

"ہاں مہاراج جوان تو وہ ہو گیا ہے پر ابھی اس کی سوچ بالکل بچوں کی سی ہے۔"

"ہرگز نہیں۔"

"میں نہیں سمجھا مہاراج۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"بھگوان کے لئے آپ مجھے روشنی دکھائیں۔"

"روشنی دیکھنا چاہتے ہو بدراج" گھنشیامی نے پوچھا۔

"ہاں مہاراج"

"تو بھیس بدل کر اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر شودروں کی بستی میں چلے جاؤ اور اس لڑکی کو جا کر دیکھو جس کی وجہ سے نندراج کے ذہن میں بغاوت پیدا ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب، میں نہیں سمجھا مہاراج۔"

"وہ بہت سندر ہو گی، جوان ہو گی، ایسی خوبصورت ہو گی کہ کوئی بھی اسے دیکھ کر من ہار سکے۔ شودروں میں بھی خوبصورت لڑکیاں موجود ہیں۔ نندراج پر یہ کیفیت بلاوجہ نہیں آئی، کوئی نہ کوئی بات ضرور ہو گی۔ میرا گیان یہی کہتا ہے کہ لڑکی کی خوبصورتی نے نندراج کو دیوانہ کر دیا ہے۔ ورنہ بچے کی موت کا اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہے۔"

"تو وہ۔ تت۔ تو وہ۔"

"ہاں بدراج ہاں۔ نندراج اس لڑکی کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گیا ہے میرا گیان یہی کہتا ہے لیکن ممکن ہے مجھے غلط فہمی ہی ہوئی ہو۔ تم کیوں نہ پرسوں رات کو بھیس بدل کر اس بچے کے گھر والوں کے پاس چلے جاؤ جو صبح مارا گیا ہے اس میں تمہیں کوئی دقت نہ ہو گی۔"

"میں جاؤں گا مہاراج، اوش جاؤں گا۔ پر مہاراج آپ کی بات سچی ہی ہو تو کیا جا سکے؟" اس نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں پریشان نہ ہو بدراج، ابھی تو تم سے جاؤ پہلے جو کچھ میں نے کہا ہے اسے پورا کرو، جو کچھ دیکھ کر آؤ مجھے بتاؤ۔ پھر اس سلسلے میں بھی کوئی اُپائے بتا دوں گا۔" گھنشیامی داس نے مسکراتے ہوئے کہا اور بدراج وہاں سے اٹھ آیا۔ لیکن وہ بے حد پریشان تھا، اور گھنشیامی داس کی ان باتوں نے اسے اور بھی پریشان کر دیا تھا اگر ان کی باتیں سچ ہی نکلیں تو کیا ہو گا۔ اس نے سوچا۔ لیکن گھنشیامی داس معمولی سے انسان نہیں تھے، میں ان کی بات کی تصدیق کئے بغیر نہ رہ سکوں گا۔

اس نے ضروری تیاریاں کیں۔ دو آدمیوں کو ساتھ لیا اور بھیس بدل کر دور کے علاقے سے دریا پار کیا۔ شودروں کا محلہ دریا پار تھا۔ دریا سے نکل کر وہ بستی کی جانب چل پڑے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تاریک بستی میں داخل ہو گئے۔

بہت بڑی بستی تھی لیکن اتفاق سے وہ صحیح جگہ پہنچے تھے۔ ایک مکان سے بین کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ چند افراد گھر کے سامنے جمع تھے۔ "یہ کیا ہو گیا بھائی؟" بدراج نے پوچھا اور لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"تمہیں نہیں معلوم؟"

"نہیں۔"

"کہیں باہر سے آئے ہو؟"

"ہاں" بدراج نے جواب دیا۔

"تبھی تو۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ گوپی ناتھ کا بیٹا راجکمار کے رتھ کے سامنے چلا گیا تھا۔"

"تو پھر؟"

"سپاہیوں نے کچل کر مار ڈالا۔"

"کتنا بڑا لڑکا تھا؟"

"چھ سال کا۔"

"اتنے بڑے بچے کو دریا پار کیوں بھیجا تھا؟"

"موت آئی تھی بھیا بس۔ اپنی بہن کے ساتھ چلا گیا تھا۔ بہن کی نظر بچی اور راجکمار کو دیکھنے بھاگ گیا۔"

"بہن کہاں ہے اس کی؟"

"وہ بیٹھی ہے سر جھکائے ہوئے۔" انہوں نے ایک طرف اشارہ کیا۔ اور راجہ بدراج منہ سے افسوس کی آوازیں نکالنے لگا۔ پھر وہ لوگ لڑکی کے پاس پہنچ گئے۔ راجہ نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔

"تو یہ گوپی ناتھ کی بیٹی ہے۔" اور لڑکی نے با دل ناخواستہ گردن اٹھائی۔ راجہ نے اس کی شکل دیکھی اور دنگ رہ گیا۔ [illegible]

گھنشیامی داس کی پیشن گوئی درست ثابت ہوئی تھی۔ اس حسین لڑکی کو دیکھ کر تو ہوش و حواس گم ہونے ہی چاہئیں تھے۔ اور نندراج یقیناً حواس کھو بیٹھا تھا۔

لڑکی نے گردن ہلا دی۔

"تو کیا کرنے نکلی تھی اس سمے؟"

"اپنا کام کرو جاؤ۔ میں کوئی جواب نہیں دوں گی۔"

"سنا ہے تو نے راجکمار کو بڑے کوسنے دیئے ہیں؟"

"برا کیا تھا میں نے۔ مجھے خود افسوس ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیوں؟"

"میرے بھائی کو تو اس کے سپاہیوں نے مارا تھا۔"

"مگر وہ سپاہی تو اسی کے تھے۔"

"تم اس کے نہیں بدراج کے تھے۔"

"ایک ہی بات ہے۔"

"دو باتیں ہیں۔" لڑکی نے کرخت لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بدراج کا بیٹا بدراج کی طرح ظالم نہیں ہے۔"

"تو بدراج ظالم ہے؟"

"پاپی ہے۔ اگھوری ہے پاپی۔" چمپا کلی نے کہا اور پھر بدراج کے سپاہی تلواریں نکالنے لگے لیکن بدراج نے انہیں روک دیا۔

"تو راجہ کو برا کہہ رہی ہے چمپا کلی۔"

"بھگوان نے چاہا تو اس کے راج کی اینٹ سے اینٹ بجے گی، اور راجہ بدراج کتے کی موت مارا جائے گا۔" چمپا کلی نے کہا۔ اور بدراج وہاں سے ہٹ آیا۔ اس کو خطرہ تھا کہیں چمپا کلی کی باتیں اس کے آدمیوں کے لئے ناقابل برداشت نہ ہو جائیں اور وہ اسے قتل کر دیں۔ اس وقت یہ بات ٹھیک نہیں رہے گی، خاص طور سے نندراج کے تیور جو اس وقت راجہ بدراج نے دیکھے تھے وہ کافی خطرناک نظر آئے تھے۔۔۔ بہرحال اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ چمپا کلی اتنی ہی حسین تھی کہ اسے دیکھ کر نندراج کے حواس کھو جانا قدرتی بات تھی۔

راجہ دل میں بے پناہ تفکرات لئے وہاں سے پلٹا تھا اور پھر وہ محل میں آ گیا۔ گھنشیامی داس نے اسے جو کچھ بتایا تھا وہ حرف بحرف سچ نکلا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ چمپا کلی ایک شودر لڑکی تھی اور کسی شودر لڑکی پر دل ہارنا راجکمار کی توہین تھی۔ کافی غور و خوض کے بعد راجہ بدراج نے اپنے مشیروں اور مہامنتری کو بلا بھیجا اور خود ان کے درمیان بیٹھ گیا۔ چمپا کلی کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے اس نے کہا۔ "وہ بڑی کینہ فطرت سرکش لڑکی ہے لیکن اس کے ساتھ بے پناہ حسین بھی۔ میرا تو دل چاہتا ہے کہ اسے بلاؤں اور قتل کر دوں۔ لیکن میرے ذہن میں ایک اور بات ہے ممکن ہے نندراج اور سخت ہو جائے۔"

"وہ آپ کا بیٹا ہے مہاراج آپ جو کچھ کریں گے وہ اس سے اختلاف کیسے کر سکتا ہے۔"

"کر سکتا ہے جوانی بڑی کٹھور ہوتی ہے۔ کوئی بات نہیں مانتی۔ نندراج کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا ہو گا۔"

"گھنشیامی داس ہی اس سلسلے میں کوئی مشورہ دے سکیں گے۔" راجہ کے مشیر نے کہا۔

"میں گھنشیامی داس جی سے بھی اس سلسلے میں پوچھ لوں گا، مگر آپ لوگ بتائیں کہ مجھے کیا اُپائے کرنا چاہئے۔"

"یہی مہاراج کہ اس لڑکی کو قتل کرا دیں۔ خاموشی سے یہ کام کر دیں، کسی کو کانوں کان پتہ نہیں چلے گا اور خطرہ بھی ٹل جائے گا اور تو اور اسے اپنی بکواس کی سزا بھی مل جائے گی اور شودروں کے کان بھی کھل جائیں گے کہ برہمنوں کے منہ لگنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔"

"لیکن اگر نندراج کو اس بات کا شبہ ہو گیا تو؟"

"تو کیا ہے مہاراج آپ کے سامنے وہ کیا بول سکیں گے۔" مہامنتری نے کہا۔

"یہی بات میرے لئے فکر کا باعث ہے کیونکہ نندراج بہت ضدی اور بہت خود سر لڑکا ہے، میں اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے میں گھنشیامی داس سے مشورہ ضرور لوں گا اور یہ کام آج رات کو ہی کروں گا۔"

چنانچہ دوسری رات بھی راجہ بدراج بڑے مندر کے پجاری گھنشیامی داس کے پاس پہنچ گیا۔ بڑا پجاری مرگ چھالا بچھائے تپسیا میں مصروف تھا۔ بڑا پراسرار آدمی تھا یہ۔ عمر کا کوئی تعین ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ راجہ بدراج اپنے بچپن ہی سے اسے اس عالم میں دیکھ رہا تھا۔ بہرصورت گھنشیامی داس نے تپسیا سے فارغ ہو کر اسے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دیکھ آئے؟"

"ہاں مہاراج۔" راجہ نے جواب دیا۔

"میری بات جھوٹ نکلی؟"

"نہیں گھنشیامی داس تمہاری بات کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتی، یہ میرا دھرم ہے اور اپنے دھرم کا کوئی اپمان نہیں کرتا۔" راجہ

بدراج عقیدت مندی سے بولا۔

"چلو ٹھیک ہے اب تم کیا کہتے ہو۔"

"میں کیا کہوں گا مہاراج، میں اس قابل کہاں۔ جو کچھ کہنا ہے آپ ہی کو کہنا ہے۔"

"نہیں بدراج گیان کے بھی بہت سے پھیر ہوتے ہیں۔ اور بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہمارے علم میں آجاتی ہیں، پر ہم بتا نہیں سکتے کسی کو۔ تم یوں کرو سمے کا انتظار کرو، حالات پر نگاہ رکھو، نندراج کو دیکھو کہ وہ کس ڈگر پر چل رہا ہے، اگر کوئی خطرناک سی بات دیکھو اور حالات تمہیں اپنے بس سے باہر نظر آئیں تو ہم سے مشورہ کر لینا، ورنہ دیکھتے رہو سمے کیا کہتا ہے۔"

"کوئی خطرناک بات ہو گئی مہاراج تو۔"

"کیا خطرناک بات ہو گئی۔؟"

"میرا مطلب ہے نندراج نے اس سے ملنے کی اگر کوشش کی تو۔"

"تو تم اس کوشش کو ناکام بنا دینا۔"

"میرے من میں تو ایک اور بات ہے مہاراج۔"

"وہ کیا۔؟"

"کیوں نہ اس لڑکی کو قتل کر دیا جائے۔"

"چمپا کلی کو۔؟" گھنشیامی داس نے پوچھا۔

"اوہ تو آپ اس کا نام بھی جانتے ہیں۔" بدراج نے تعجب سے کہا۔

"ہم بہت کچھ جانتے ہیں بدراج بہت کچھ جانتے ہیں۔ اور انہی جاننے والی باتوں میں یہ بھی ہے بدراج کہ تم چمپا کلی کو قتل نہیں کر سکو گے، اگر تم اسے اس سمے قتل کر دو گے تو ایک بہت بڑا طوفان اٹھ کھڑا ہو گا ایک ایسا طوفان جس سے تم نمٹ نہیں سکتے، ہاں سمے آنے دو، وہ تمہارے ہی ہاتھوں قتل ہو گی لیکن سمے آنے پر۔" گھنشیامی داس نے کہا اور بدراج گردن ہلانے لگا۔ وہ خاصا متوحش نظر آ رہا تھا، اس کے چہرے پر تردد فکر کی لکیریں دیکھ کر گھنشیامی داس بولے۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے بدراج۔ اپنے آدمیوں کو نندراج کے پیچھے لگائے رکھو اور دیکھو سمے کیا کہتا ہے، چمپا کلی کو بھی آزاد رہنے دو اور نندراج کا خیال رکھو۔"

"تو میں اسے قتل نہ کراؤں۔"

"ہرگز نہیں اس سے تمہارے لئے کچھ خطرات ہی پیدا ہو جائیں گے۔ ابھی تم اس پر ہاتھ نہ ڈالو، تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو۔" گھنشیامی داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جو آگیا مہاراج کی۔" بدراج نے کہا اور پریشان سا چہرہ لئے وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔

☆

بھوجن کے کمرے میں بھان متی اور کیدو راج موجود تھے۔ دونوں انہیں دیکھ کر مسکرا پڑے۔

"آؤ بھئی تم لوگوں نے تو بہت دیر لگا دی۔"

"بس یہ مہاراج ہری راج ہی لڑکیوں کی طرح نخرے کر رہے تھے، میں ہی انہیں اٹھا کر لائی ہوں۔ ورنہ نجانے کتنی دیر میں آتے۔" پوجا نے شرارت بھرے انداز میں کہا اور کیدو راج ہنسنے لگا۔

"بھان متی بہن تمہاری یہ بیٹی بڑی ہی نٹ کھٹ ہے۔" کیدو راج نے کہا۔ اور بھان متی مسکرانے لگی۔

خاموشی سے صبح کا ناشتہ کیا گیا تب پوجا نے بھان متی کی طرف دیکھا اور بولی۔

"ماتا جی کیا ہری راج جی ہمارے یہاں آمد کو پسند نہیں کرتے، کیسے چپ چپ ہیں یہ۔ کیوں ہری راج جی۔"

"نہیں پوجا دیوی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تو پھر آپ ہم سے باتیں کیوں نہیں کرتے۔" پوجا بولی۔

"ہاں ہری راج پوجا میری بہن کی بیٹی ہے، تم اس کا پورا پورا خیال رکھو۔ بلکہ ایسا کرو کہ آج اسے آس پاس کے علاقوں کی سیر کرا دو، تم چاہو تو سپاہیوں کو ساتھ لے سکتے ہو، اور چاہو تو اکیلے ہی گھوڑوں پر جا سکتے ہو جیسی تمہاری مرضی۔" کیدو راج نے کہا۔

"نہیں ماما جی ہم سپاہیوں کے ساتھ نہیں جائیں گے سپاہی ہماری نگرانی رکھیں گے اور ہم ٹھیک سے یہاں کی چیزیں دیکھ بھی نہ پائیں گے۔ چنانچہ آپ ہری راج مہاراج سے کہیں یہ خود ہی میرے ساتھ چلیں۔"

"ہاں بیٹے تم پوجا کے ساتھ چلے جاؤ۔"

"مم میں۔۔ میں۔۔" تلک چند نے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ارے تم پوجا سے ڈر رہے ہو۔" کیدو راج نے کہا۔

"نہیں میں کسی سے نہیں ڈرتا۔"

"تو پھر اس کے ساتھ جانے سے کیوں گھبرا رہے ہو۔"

"بس یونہی میں سوچ رہا تھا کہ اگر جانا ہے تو سپاہیوں کو بھی کیوں نہ ساتھ لے لیا جائے۔"

"ہاں ہاں اگر کہیں سانپ نکل آیا تو۔" پوجا نے تمسخرانہ لہجے میں کہا اور تلک چند اکڑ گیا۔

"یہ بات نہیں ہے، میں کسی سے نہیں ڈرتا چلو۔"

"یہ ہوئی نہ بات۔" پوجا مسکرا کر بولی اور تلک چند کے ساتھ باہر نکل آئی۔

"تو تم کسی سے نہیں ڈرتے ہری راج جی۔"

"ہاں میں کسی سے نہیں ڈرتا۔"

"مجھ سے بھی نہیں۔"

"تم۔ تم کوئی ڈرنے کی چیز ہو۔ تم ہو ہی کیا۔" تلک چند مسکرا کر بولا۔

"چیز تو میں بڑی خطرناک ہوں، پر تم سے کیا کہوں، تم تو ہو ہی اتنے سندر کہ تمہارے سامنے بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے، میں بھلا تمہیں کیا کہہ سکتی ہوں۔" پوجا نے معنی خیز لہجے میں کہا اور تلک چند نے گردن ہلا دی۔ پوجا کی باتیں اس کی سمجھ میں نہ آئی تھیں، پر وہ ان کو کوئی خاص اہمیت بھی نہیں دے رہا تھا۔

ضروری تیاریوں کے بعد وہ گھوڑوں پر بیٹھ کر چل پڑے۔ راجکمار ہری راج جدھر سے گزرتا لوگ اسے جھک جھک کر سلام کرتے۔ پوجا نے جب یہ انداز دیکھا تو مسکرا کر بولی۔

"ہونے والے راجا کو لوگ جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں پر تم نے یہ بھی سوچا ہری راج جی کیا تم راجہ بن سکتے ہو۔"

"کیوں، یہ بھی سوچنے کی بات ہے۔"

"بات تو ہے۔"

"کیا بات ہے تم مجھے بتاؤ۔" ہری راج بولا۔

"چلو تو سہی اس ہنگامے میں کیا بتاؤں جسے دیکھو وہ چلا رہا ہے یوں لگ رہا ہے جیسے ساری رعایا تمہیں دیکھنے ہی باہر نکل آئی ہے۔ میں تو پریشان ہو کر رہ گئی ہوں، تم گھوڑے کو تیز بھگاؤ اور یہاں سے نکل چلو۔" پوجا نے کہا اور ہری راج نے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سنسان علاقوں میں نکل آئے۔ ہری راج کا رخ ایک ٹوٹے ہوئے مندر کی جانب تھا جس کی کسی زمانے میں دور دور تک دھوم تھی لیکن اب وہ تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ البتہ اس کے قرب و جوار کے علاقے سرسبز اور حسین تھے۔ مندر کے سامنے ایک چھوٹی سی جھیل بھی تھی جس کے کنارے سبزہ ہی سبزہ اگا ہوا تھا، یہ جگہ بہت ہی خوبصورت تھی اور اکثر تلک چند ادھر نکل آتا تھا۔

ہری راج کا رخ خود بخود اس طرف ہو گیا جب اس نے جھیل کے پاس پہنچ کر گھوڑا روکا تو پوجا اس حسین منظر کو دیکھ کر جھوم اٹھی اور سرشاری کے عالم میں بولی۔

"یہ تو بہت ہی خوبصورت جگہ ہے ہری راج۔" اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے بھی پسند ہے۔"

"تمہاری پسند واقعی اچھی ہے۔" پوجا نے کہا اور ذرا آگے بڑھ گئی۔ پھر تیز آواز میں بولی "یہاں بیٹھ کر من کو بڑی شانتی ملتی ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر تم مجھ سے کچھ کہہ رہی تھیں۔" ہری راج نے کہا۔

"ہاں راجہ ہنسنے والی بات۔ مگر تم نیچے تو آؤ۔ بیٹھ کر باتیں کریں گے دیکھو یہ گھاس کیسی ہری ہے، بالکل یوں لگ رہا ہے جیسے ریشم کے ٹکڑے بچھا دیئے گئے ہوں۔"

تلک راج بھی گھوڑے سے اتر کر اس کے قریب گیا۔ اور دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

"وہ بات تو میں نے بس یونہی ہنسی میں کہہ دی تھی۔" پوجا نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"دیکھو پوجا مجھے صاف باتیں کرنا پسند ہیں، تم کوئی ایسی بات کرو تو اس کا مقصد بھی ضرور ہونا چاہیئے۔"

"مقصد۔" پوجا نے معنی خیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔"

"مقصد تو ہر بات کا ہوتا ہے ہری راج، بس سوچنے اور سمجھنے کی توفیق ہونی چاہئیں۔ پر آپ کے بارے میں بہت سی باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔" پوجا نے کہا۔

"مثلاً۔ کونسی بات ہے جو آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔" تلک چند نے پوچھا۔

"یہی کہ آپ کون ہیں۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"آپ ہری راج تو نہیں ہیں۔" پوجا نے معنی خیز لہجے میں کہا اور تلک چند ایک لمحے کے لئے بھونچکا سا رہ گیا۔

"میرا مطلب ہے آپ ہری راج تو ہیں، پر ماما جی کے بیٹے نہیں ہیں۔" پوجا جلدی سے بولی اور تلک چند نے سکون کے گہرے گہرے سانس لئے۔

"گھبرا گئے تھے۔" پوجا پھر معنی خیز انداز میں بولی اور تلک چند نے دونوں آنکھیں بند کر لیں۔ یہ لڑکی۔ یہ لڑکی۔ کیا کہہ رہی ہے یہ لڑکی۔

"نہیں نہیں تو نہیں گھبرایا۔"
"نہیں مہاراج گھبرائے ہوئے سے تو لگ رہے ہیں آپ۔ میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ آپ ماما جی کے بیٹے نہیں ہیں۔ مجھے یہ بات معلوم ہے کہ ماما جی آپ کو کہیں سے لائے ہیں اور انہوں نے آپ کو اپنا بھتیجا بنا لیا ہے۔ اور یہ بات بھی مجھے معلوم ہے ہری راج مہاراج کہ آپ آئندہ ہونے والے راجہ ہیں۔ اور آپ کے مقابلے میں کوئی نہیں آسکے گا۔ پر ہری راج جی بڑی کٹھنائیاں ہیں آپ کے راستے میں۔"
"کیسی کٹھنائیاں۔" ملک چند نے پوچھا۔
"جس نے آپ کو بھیجا ہے، ابھی خود اس کا راستہ بھی صاف نہیں ہے۔" پوجا نے کہا اور ہری راج نے پھر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور تعجب سے بولا۔
"مجھے بھیجا ہے۔"
"ہاں۔ میرا مطلب ہے آپ جہاں سے بھی آئے جس ارادے سے بھی آئے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوگا۔"
"پوجا تم نجانے کیا کہہ رہی ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے ساتھ نہیں ٹھہر سکوں گا۔"
"کیوں ہری راج جی، آخر ایسی کون سی بات کہہ دی میں نے جو آپ کو اتنی بری لگ گئی۔"
"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں پوجا مجھے معموں میں بات کرنا بالکل پسند نہیں ہے۔ اور تم مسلسل مجھے فضول باتوں میں الجھا رہی ہو، مجھے افسوس ہے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اس لئے واپس جا رہا ہوں، تم اپنی مرضی سے واپس آجانا۔" ہری راج نے کہا اور واپسی کے لئے مڑنے لگا تب ہی پوجا کی دلکش آواز ابھری۔
"رک جاؤ ہری راج، تم اس سے نہیں ٹھہر سکتے۔ پر پوجا سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔" پوجا کی آواز میں دھمکی پوشیدہ تھی۔
"میں نہیں جانتا تم ایسی فضول باتیں کیوں کر رہی ہو۔ میں کیدو راج مہاراج سے کہہ دوں گا مجھے پوجا کا ساتھ بالکل پسند نہیں ہے۔"
"ارے ارے مذاق کی بات کا اتنا برا مان گئے۔ میں تو تمہاری مہمان ہوں۔"
"مہمان تو ہو پر تمہاری باتیں میرے لئے بے حد تکلیف دہ ہیں۔" ہری راج خفگی سے بولا۔
"اچھا چلو اب نہیں کروں گی ایسی باتیں۔ چلو دوسری باتیں کرتے ہیں۔ پر تم خود ہی مجھے بتا دو کہ کونسی باتیں کی جائیں۔ کیا پریم کی باتیں ہوسکتی ہیں۔"
"نہیں۔" ملک چند نے سخت لہجے میں کہا۔
"ہوں تو تم پریم کے بارے میں جانتے ہو۔"
"کون نہیں جانتا پریم کے بارے میں۔"
"ارے میں اس پریم کے بارے میں کہہ رہی ہوں جو ایک نر کو ناری سے ہوتا ہے۔"
"میں بھی اسی پریم کی بات کر رہا ہوں۔"
"تو تم اس پریم سے واقف ہو۔"
"ہاں کیوں نہیں۔"
"تو پھر ابھی تک تم نے کسی سے پریم کیوں نہیں کیا۔"
"ضروری ہے یہ بات تمہیں بتا دی جائے۔"
"بہت ضروری ہے ہری راج جی۔" پوجا بولی۔
"پوجا دیوی جب میں آپ سے سخت لہجے میں بات کرتا ہوں تو آپ کہتی ہیں کہ آپ میری مہمان ہیں اور اس کے بعد آپ خود ایسے سوالات کرتی ہیں جن کا جواب میرے پاس نہیں ہے بھگوان کے لئے مجھے ان ساری باتوں پر مجبور نہ کریں۔ میں آپ کو اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں کوئی بات نہیں بتا سکتا۔"
"تم نہیں بتا سکتے۔ پر میں تمہیں تمہاری ذاتی زندگی کے بارے میں سب کچھ بتا سکتی ہوں ہری راج۔"
"میں تم سے کچھ بھی نہیں پوچھنا چاہتا۔"
"نہ پوچھو خود ہی بے کل رہو گے۔ ہاں ایک بات کا خیال رکھنا۔ پوجا تمہاری سہائتا کر سکتی ہے۔ چلو اب واپس چلیں۔" پوجا نے کہا اور وہ دونوں چل پڑے۔ گو پوجا کی باتیں ملک چند کی سمجھ میں نہیں آئی تھیں لیکن محل پہنچ کر وہ خاصا پریشان ہوگیا۔ آخر یہ پوجا کیا کہنا چاہتی ہے کیا معلوم ہے اسے میرے بارے میں۔ وہ سخت پریشان ہوگیا۔ دوپہر ہوئی، شام ہوئی، رات ہوئی، لیکن اس کی پریشانی کسی بھی طور ختم نہ ہوئی۔ کئی بار وہ پوجا کے سامنے جا چکا تھا اور پوجا سادہ سا چہرہ بنائے خاموش بیٹھی رہی تھی۔ اب اس نے کوئی خاص بات نہیں کی تھی۔ رات کو جب وہ اپنے بستر پر لیٹا تو اس کے ذہن میں بے شمار خیالات آنے لگے۔
وہ پریشانی سے پوجا کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ لڑکی اپنی شخصیت میں نجانے کیا ہے۔ حالانکہ یہ بھگوان منی کی بیٹی ہے لیکن نجانے کیوں یہ مجھے عجیب سی لگ رہی ہے کہیں اسے میرا کوئی راز معلوم نہ ہو۔
یہ خیال ملک چند کے لئے بہت خوفناک تھا۔ بہت دیر تک وہ پریشانی سے اس بارے میں سوچتا رہا۔ اور جب پریشانی

حد سے زیادہ بڑھ گئی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ پچھلے باغ میں جاکر چہل قدمی کرے۔ تازہ ہوا اور فرحت بخش ماحول شاید اس کی بے چینی کا مداوا کر سکے۔ چنانچہ وہ خاموشی کے ساتھ پچھلے باغ میں نکل آیا اور درختوں کے درمیان گردش کرنے لگا۔
لیکن چند ہی ساعت کے بعد اسے محسوس ہوا کہ کوئی اور بھی اس کے قریب موجود ہے۔ اس نے چونک کر دیکھا تو پوجا کی ہنسی کی آواز اس کے کانوں میں ابھری اور وہ ساکت رہ گیا۔
"کیوں میں نے سچ کہا تھا نا۔" پوجا کی آواز ابھری اور ملک چند خوف و دہشت سے اسے دیکھنے لگا۔
پوجا کے یہاں موجود ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اسے کس طرح پتہ چل گیا کہ میں یہاں ہوں۔ چنانچہ وہ ساکت و جامد اپنی جگہ کھڑا اسے گھورتا رہا۔ پوجا آہستہ آہستہ اس کے قریب آگئی۔
سفید ساڑھی میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سا وقار اور دبدبہ تھا۔
"سو ہری راج مہاراج پوجا نے جھوٹ نہ کہا تھا، سچ ہی کہا تھا کہ میرے بنا تڑپتے بے کل رہو گے۔"
"پوجا دیوی آپ نے واقعی بہت پریشان کر دیا ہے۔"
"پریشان میں نے۔ نہیں ہری راج جی۔ میرے خیال میں میں نے تو آپ کو بالکل بھی پریشان نہیں کیا۔"
"یہ آپ مجھ سے پوچھیں پریشان تو میں ہوا ہوں۔"
"میں نے نہیں کیا، بلکہ تمہارے من کے چور نے تمہیں پریشان کر دیا ہے۔" پوجا نے کہا۔
"بھلا کیا چور ہے میرے من میں۔"
"یہ تو تم اپنے ہی منہ سے بتاؤ گے ہری راج جی بلکہ اگر مجھے آگے بڑھنے کا موقع دو تو میں یوں کہوں ملک چند جی۔" پوجا نے کہا اور ملک چند کا چہرہ دھواں دھواں ہوگیا۔ وہ دہشت سے آنکھیں پھاڑے پوجا کو دیکھ رہا تھا۔
"نہ نہ نہ۔ من میں کوئی برا خیال لانے کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا نا پوجا تمہاری سہائتا کر سکتی ہے۔"
"اُف تم نے مجھے پاگل کر کے رکھ دیا ہے پوجا۔ کیا کہوں میں تم سے۔ کیسے تم سے من کی بات کہوں۔"
"کہہ دو نہ حرج ہی کیا ہے۔"
"تم نے مجھے کس نام سے پکارا ہے۔"
"بھول ہوگئی کیا مجھ سے، جھوٹ بولی ہوں کیا میں۔"
"کیا نام لیا تھا تم نے میرا۔"
"ملک چند۔ غلط لیا تھا کیا۔" پوجا بولی۔
"یہ نام تمہارے ذہن میں کس طرح آیا۔"
"اس لئے کہ یہ تمہارا ہے۔"
"تمہیں کیسے معلوم۔"
"معلوم ہے بس اس بات کو جانے دو۔" پوجا نے کہا۔
"نہیں تمہیں بتانا پڑے گا پوجا۔ میرا یہ نام تمہیں کس نے بتایا ہے۔"
"میرے گیان نے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں ملک چند مہاراج مجھے اس سنسار کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم ہیں۔ ایسی باتیں جو آپ کی سمجھ میں کبھی نہ آئیں۔ جیسے چاہیے من چاہے تو مجھ سے باتیں کریں یا دل اگر ناگوار گزر رہا ہو تو واپس چلی جاؤں۔"
"پوجا بھگوان کے لئے مجھے پریشان نہ کرو۔ مجھے اتنا پریشان مت کرو کہ میرا دماغ چٹخ جائے۔"
"نہ نہ نہ۔ میرے من میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بھگوان نہ کرے تمہیں کوئی تکلیف پہنچے۔ میں تمہاری ہمدرد ہوں تمہاری دوست ہوں، بشرطیکہ تم سمجھو۔"
"تم مگر پوجا تم تو بھگوان منی کی بیٹی ہو۔"
"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"
"م م میرا مطلب ہے۔ میرا مطلب ہے۔ اُف۔ اُف بھگوان، بھگوان۔" ملک چند دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور پوجا اس کے قریب آگئی۔
"اگر آگیا دو تو تمہارا سر اپنی آغوش میں لے لوں۔ بڑی شانتی ملے گی۔"
"نہیں پوجا مجھے تنگ نہ کرو۔" ملک چند پریشانی سے بولا۔
"میری بات مان کر دیکھو۔" پوجا نے کہا اور ملک چند کا سر اٹھا کر اپنی آغوش میں رکھ لیا۔ ملک چند کو اس کی آغوش میں ایک عجیب سا احساس ہوا۔ اسے کوئی شانتی نہیں ملی تھی، بلکہ اس کے اضطراب میں اضافہ ہوگیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ اسی آواز سے فریب ہے۔ اس پریم سے انکار ہے جو سمادھی میں رہنے والی روح سے اسے ہے۔ وہ کیا سوچ رہی ہوگی لیکن پھر اس نے یہ بھی سوچا کہ وہ مجبور ہے۔ کم از کم اس لڑکی سے وہ راز تو اگلوا لے جو اس کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آخر یہ لڑکی اس کا نام کیسے جان گئی۔ ابھی زندگی میں پہلی بار اسے ایک ایسی لڑکی ملی تھی جو اس کی پچھلی زندگی سے واقف تھی، ورنہ اب تک اس نے اپنی زبان سے کسی کو اس بات کا شبہ تک نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ کون ہے۔ لیکن پوجا کے منہ سے اپنا نام سن کر وہ سنسندر رہ گیا تھا

ہاں وہ اس بات کے لئے مجبور تھا کہ پوجا کی بات مانے لیکن اس کے من میں کیا ہے، یہ وہی جانتا تھا، چنانچہ وہ اسی طرح لیٹا رہا تب پوجا نے اس سے پوچھا۔

"کیوں ملک راج شانتی مل رہی ہے نا۔"

"ہاں بہت۔"

"میں نے کہا تھا نا پوجا کے پاس تمہارے لئے بہت کچھ ہے۔"

"مگر میں پریشان ہوں پوجا۔"

"کیوں۔؟"

"تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا۔؟"

"مجھے تو تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے ملک چند۔"

"کیا مجھے بتاؤ تو سہی۔"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو۔"

"یہی کہ تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا۔؟"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ مجھے تمہارے پتا جی کا نام بھی معلوم ہے تو۔"

"جب تمہیں میرا نام معلوم ہے تو یقیناً ان کا نام بھی معلوم ہوگا۔ مگر۔ مگر۔ مگر۔"

"ہاں مگر کیا۔"

پوجا اس محل میں اس جگہ میرے اصل نام سے کوئی واقف نہیں ہے۔ اگر میرا یہ نام کسی کو معلوم ہو جائے تو یقین کرو میری جان کے لالے پڑ جائیں گے۔"

"یہ بات بھی مجھے معلوم ہے۔"

"تو پھر کیا تم اس نام کو چھپاؤ گی۔"

"ہاں۔ مگر اس کے لئے کچھ شرطیں ہوں گی۔"

"شرطیں۔"

"ہاں شرطیں۔" پوجا نے کہا اور معنی خیز انداز میں مسکرانے لگی۔

"کیا شرط ہے تمہاری۔" ملک چند مردہ سے لہجے میں بولا۔

"میں تم سے پریم کرتی ہوں ہری راج۔ تمہیں مجھے ایک وچن دینا ہوگا۔"

"کیسا وچن۔؟"

"یہ کہ جب تم راجہ بن جاؤ گے تو تمہاری رانی میں بنوں گی۔ سجان منی کی بیٹی پوجا تمہاری دھرم پتنی ہوگی۔ بولو ملک چند اگر تمہیں یہ بات منظور ہے تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں تو پھر تم پوجا کو اپنا دوست مت سمجھنا کسی بھی سمے میری زبان کھل سکتی ہے۔" پوجا نے کہا اور ملک چند وحشت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا کیسی کڑی شرط تھی یہ۔ راجہ بننے کے بعد اسے پوجا سے شادی کرنا ہوگی پوجا سے۔ حالانکہ وہ کسی طور پوجا کو اپنی زندگی میں داخل کرنے کا روادار نہیں تھا۔ لیکن اگر اس نے پوجا کو وچن دے دیا تو پھر اسے اپنا یہ وچن پورا کرنا ہی ہوگا۔ کیا کروں کیا نہ کروں۔ ملک چند اس کی آغوش میں سر رکھے سوچ رہا تھا اور پوجا اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ تب اس نے گمبھیر لہجے میں پوچھا۔

"کیا سوچنے لگے ملک چند۔"

"تمہاری اسی بات کے بارے میں سوچ رہا ہوں پوجا۔ نجانے آنے والے سمے حالات کیسے ہوں، ہمیں کیسے کیسے مراحل سے گزرنا پڑے۔ ان حالات میں اگر میں تمہیں وچن دے دوں تو کیا یہ ٹھیک رہے گا۔"

"ہاں ٹھیک رہے گا۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو۔"

"اس لئے کہ میرا گیان مجھے اس بات کی اطلاع دے رہا ہے کہ تمہارے راجہ بننے میں کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی اور اگر میں تمہارے ساتھ ہوں ملک چند تو پھر تم یوں سمجھو کہ تمہیں کوئی پریشانی ہی نہ ہوگی۔"

"آخر تم ایسی گیانی کیسے بن گئیں۔"

"دیکھنا چاہتے ہو میرے گیان کو۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ ہے کہ میرے گیان کے کرشمے دیکھنا چاہتے ہو تو چلو، میرے ساتھ چلو۔" پوجا نے کہا اور ملک چند حیران سا ہو کر اس کے ساتھ اٹھ گیا۔ پوجا اس کا ہاتھ پکڑے باغ کے آخری گوشے کی جانب چل پڑی تھی اور ملک چند متحیرانہ انداز میں اس کے ساتھ ساتھ قدم بڑھا رہا تھا۔ نجانے وہ اپنے گیان کا کونسا کرشمہ دکھانا چاہتی تھی۔ نجانے کیا ہونے والا تھا۔ بہر حال وہ اس کے ساتھ باغ کے آخری گوشے میں پہنچ گیا۔

پوجا نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر دیئے اور ملک چند کے چاروں طرف دھواں پھیل گیا۔ پھر اس دھوئیں میں چند شکلیں نمودار ہونے لگیں۔ سب کی سب جانی پہچانی شکلیں تھیں۔ مادھولال، جے چند، رانی شردھا اور نہ جانے کون کون۔ رانی شردھا کو دیکھ کر ملک چند کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

"ماتا جی۔ ماتا جی۔" آواز کافی زوردار تھی۔ پوجا نے دونوں ہاتھ نیچے کر لئے اور ایک لمحے میں سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ پوجا کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

"سب کچھ۔ سب کچھ تمہارے من کی ہر آشا پوری ہو جائے گی ملک چند۔ پر مجھے وچن دے دو۔"

"تم۔ تم آخر کون ہو۔ کون ہو تم۔" ملک چند نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

پوجا اپنے مخصوص انداز میں مسکراتی ہوئی بولی

"پوجا ہوں اور کون ہوں۔"

"مگر۔ مگر پوجا یہ سب کچھ جو تم نے دکھایا۔" یہ کیا تھا۔"

"میں نے کہا تھا میرا گیان اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"پوجا تم اتنی کم عمر ہونے کے باوجود اتنی بڑی گیانی ہو۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"

"خیر اب سوچ لینا گیانی ہے یا جو کچھ بھی ہے، مگر ایک بار تم سے کہہ چکی ہے۔ وہ بات جو اس کے من میں چھپی ہوئی ہے اور وہ بات جو تمہیں دیکھ کر اس کے من میں جاگ اٹھی تھی وہ اب تمہارے کانوں تک بھی پہنچ چکی ہے، میں اب یہ بات چھپانا ضروری نہیں سمجھتی راجکمار ہری راج کہ میں۔ میں تم سے بے انتہا پریم کرتی ہوں، بہت چاہتی ہوں میں تمہیں۔ میں نے جب تمہیں دیکھا بھی نہ تھا اور میرے کانوں میں پہلی بار تمہاری بات پڑی تھی، تو نجانے کیوں میرے دل کی دھڑکنیں بہکنے لگی تھیں کہ وہ تم ہی ہو جس کی مجھے تلاش ہے۔ میں تم سے جھوٹ نہیں کہہ رہی ملک چند، تمہارے بارے میں معلومات کرتے ہوئے بھی میرے من میں تمہارے لئے بڑی جگہ تھی۔ اور پھر جب میں نے تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کیا تو میرے من کو اس طرح شانتی مل گئی جیسے سنسار میں، میں نے سب کچھ پا لیا ہے۔ ہری راج میں تمہارے ساتھ ہوں ہری راج، میری آنکھوں میں تم نے دیکھ لیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوا ہے کہ جیسے جو کچھ میں نے کہا ہے یا جو کچھ میں نے سوچا ہے جھوٹ نہ تھا۔ تم خود ہی بتاؤ میں اب تمہیں کیسے چھوڑ سکتی ہوں ہری راج بھگوان کی سوگند میرا گیان دھیان، میرا جیون، میری پران سب تمہارے چرنوں پر واری ہیں، میں تمہارے بنا جی نہ رہ سکوں گی ہری راج، اب میں تمہارے بنا جینی نہ رہ سکوں گی۔ مجھے وچن دے دو۔ دیکھو مجھے وچن دے دو۔ ورنہ میں مر جاؤں گی اور میرا خون تمہاری گردن پر ہوگا۔" پوجا نے جذباتی انداز میں کہا۔

ملک چند اس کی باتوں سے بے پناہ پریشان ہو رہا تھا اس نے اپنے دل کی گہرائیوں کو ٹٹول کر دیکھا تو اس لڑکی کے لئے اسے اپنے دل میں کوئی جگہ نظر نہ آئی۔ اس کا من تو اس سمادھی میں الجھا ہوا تھا جس سے ابھرنے والی آوازیں اس کے وجود کے لئے سب سے بڑا سکون تھی، وہ تو اپنی اسی پریمیکا کو جانتا تھا جو آج تک اس کے سامنے بھی نہ آئی تھی اور چھپی ہوئی تھی لیکن وہ اسے ہر وقت اپنے دل کی دھڑکنوں میں محسوس کرتا تھا۔

لیکن یہ لڑکی۔ یہ لڑکی پوجا کتنی خطرناک ہے نجانے کہاں سے آمری یہ۔ نجانے اسے میرے بارے میں کس نے بتا دیا، نجانے اسے میرے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا۔ میں کیا کروں میں۔ کیا کروں۔ وہ پریشانی سے سوچ رہا تھا اور پوجا مسحور نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی، پھر اس نے اس کے نزدیک آ کر کہا۔

"راجکمار کیا سوچ رہے ہو۔؟"

"کچھ نہیں پوجا بس پریشان ہوں۔"

"آخر کیوں پریشان ہو راجکمار ملک چند۔" پوجا نے اسے اپنی مدھ بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس پوجا کوئی خاص بات نہیں ہے۔" ملک چند نے مضمحل لہجے میں کہا۔

"نہیں ملک چند کوئی بات تو ہے۔" پوجا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں پوجا کوئی خاص بات نہیں ہے، میں نے تم سے کہا نا بس اس بارے میں سوچ رہا ہوں جو کچھ تم نے کہا ہے اور اسی وجہ سے ذہن پریشان ہے۔" ملک چند نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تو کیوں پریشان ہو پوجا تمہارا ہر اپکار مانے گی، ہر جگہ تمہاری سہائتا کرے گی، کوئی کشٹ تمہارے اوپر آئے گی ہری راج تو دشواش کرو پوجا اس قسم کی لڑکی ہے جو تمہارے اوپر نثار ہو جائے گی۔ دوسری بات کیا میں ایسی بدصورت ہوں؟ سندر نہیں ہوں کیا میں۔ کہ تم مجھے اپنی پتنی کی حیثیت سے سویکار نہیں کر سکتے۔"

"یہ بات نہیں ہے پوجا۔" ہری راج نے مصلحتاً کہا وہ اپنے دل پر جبر کر رہا تھا۔ اگر اسے یہ خوف نہ ہوتا کہ اس کا راز کھل جائے گا تو وہ اس کے منہ پر تھپڑ مار دیتا۔ اور کہہ دیتا کہ جتنی سندر وہ ہے اور جتنا وہ اپنے آپ کو سمجھتی ہے میں اسے جوتی پر بھی نہیں مارتا۔ میرے من میں جو صورت بسی ہوئی ہے، اس کے بعد اس من میں کسی اور کی گنجائش کہاں؟ وہ انسانی شکل میں نہ سہی لیکن اس کے وجود کی مہک میری زندگی بن چکی ہے۔ لیکن یہ ساری باتیں ملک چند پوجا سے نہ کہہ سکا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر کیدو راج کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ جے چند کا بیٹا ملک چند ہے۔ اور جے چند اس کا دشمن تھا تو کیدو راج اسے کبھی جیتا نہ چھوڑے گا، بلکہ اپنے انتقام کی ایک ایک کڑی کو پورا کرے گا۔ وہ تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ

ہری راج جے چند کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ کمبخت پوجا یہ نہ جانے کہاں سے آگئی ہے، اس بدبخت کو نجانے تلک چند کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا تھا۔ حالانکہ اس حسین آواز نے اسے پوری طرح ہوشیار کر دیا تھا۔ اب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی سے جھوٹ بولا جائے۔ اپنے رویئے میں مصلحت پیدا کی جائے۔ وہ چھوٹی سی عمر میں ہی خوب چالاک ہو گیا تھا اور اب اسے کافی سمجھ آگئی تھی، چنانچہ اس نے اپنا چولا بدل لیا، اس کی آنکھوں میں شرارت آمیز مسکراہٹ ناچنے لگی۔ پھر وہ بولا۔

"پوجا دیوی ساری باتیں اپنی جگہ۔ مگر ذرا یہ تو بتائیں آخر آپ مجھ پر یہ قبضہ جمانے کے لئے کیوں تیار ہو گئیں؟"

پوجا نے جو اس کے اس بدلے ہوئے رویئے کو دیکھا تو خوشی سے نہال ہو گئی۔ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ سوچنے سمجھنے کے بعد بالآخر تلک چند اس کی جانب متوجہ ہو ہی گیا ہے، چنانچہ وہ بڑے ناز سے بولی۔

"بس ہماری مرضی، ہمارے من نے تمہیں پسند کیا اور ہم نے فیصلہ کر لیا کہ اب تمہیں یوں نہ چھوڑیں گے۔ سچ تلک چند اب تمہارے بنا جینا بڑا ہی برا لگتا ہے۔"

"پوجا تم ضرور مجھے مرواؤ گی۔"

"کیوں؟" پوجا نے پوچھا۔

"بار بار مجھے تلک چند کہہ کر مخاطب کر رہی ہو۔"

"تو کیا ہوا۔ تم ہو ہی تلک چند۔" پوجا شرارت سے بولی۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں پوجا کہ اگر کیدو راج کے کانوں میں اس بات کی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ مجھے جیتا نہ چھوڑے گا۔" ہری راج نے کہا۔

"ادہو تو میں کون سا تمہیں کسی کے سامنے کہہ رہی ہوں۔" پوجا نے کہا۔

"پوجا دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں، اگر کسی نے سن لیا تو میرا کیا بنے گا۔" تلک چند نے کسی قدر ناراضگی سے کہا۔ اور پوجا مسکرانے لگی۔ پھر شرارت آمیز انداز میں اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر تلک چند کے سامنے کر دیئے اور بولی۔

"چلو ٹھیک ہے، معاف کر دو اب میں تمہیں تلک چند نہیں کہوں گی، پر میری بات کا جواب نہیں دیا تم نے۔"

"کس بات کا جواب۔"

"مجھے وچن دو کہ راجہ بننے کے بعد تم مجھے اپنی رانی بناؤ گے۔"

"عجیب بات ہے نہ تو ابھی میں راجہ بنا ہوں اور نہ ہی مہاراج کیدو راج ابھی بوڑھے ہوئے ہیں۔ پھر یہ سارے وچن میں تمہیں کیسے دے دوں اور تم میری بات تو سنو پوجا کہ اگر میں تمہیں وچن دے دوں اور کیدو راج جی کسی اور سے میرا وواہ کرنے کے بارے میں سوچیں تو پھر میں کیا کروں گا۔" تلک چند نے سوالیہ نگاہوں سے پوجا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پوجا کے چہرے پر غصے کے آثار پیدا ہو گئے۔

"کیا تم لڑکی ہو ہری راج۔"

"لڑکی تو نہیں ہوں، بہرصورت کیدو راج جی کا بیٹا تو ہوں۔" تلک چند نے کہا۔

"بیٹا۔" پوجا ہنس پڑی۔

"کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔"

"تم اچھی طرح جانتے ہو ہری راج کہ تم کیدو راج مہاراج کے بیٹے نہیں ہو جس کے بیٹے ہو اسے ابھی ابھی دیکھ چکے ہو۔ اور اگر مہاراج کیدو راج کو پتہ چل جائے کہ تم اس شخصیت کے بیٹے ہو جو اس کی زبردست دشمن رہ چکی ہے تو وہ ایک لمحے کے لئے بھی تمہیں اس زمین پر نہ رہنے دے تم خود سوچ لو وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔"

"پوجا اب تم خود دیکھ لو محبت بھی کرتی ہو اور دھمکیاں بھی دیتی ہو۔"

"بھگوان کی سوگند اس بات میں کوئی دھمکی نہیں تھی، اب میں تمہیں کوئی دھمکی بھی نہیں دے سکتی۔ تمہارے پریم بھرے لہجے نے میرے من کو بڑی شانتی دی ہے بس من میں ایک خیال سا آتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھے ٹھکرا دو۔" پوجا نے کہا۔

"نہیں پوجا ایسا نہیں ہوگا۔"

"وچن دیتے ہو ہری راج۔"

"پھر وہی وچن والی بات۔"

"تو آخر اس میں ہرج کیا ہے۔" پوجا نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"بس ابھی میں تمہیں وچن نہیں دوں گا، پہلے تم میرے من کی گہرائیوں میں بیٹھ جاؤ اس کے بعد ساری باتیں ہوں گی۔"

"میں ابھی تک تمہارے من کی گہرائیوں کو نہیں چھو سکی؟"

"ایسی بات بھی نہیں ہے، تم بے پناہ سندر ہو پر تم نے ایک کام خراب کر دیا ہے۔"

"وہ کیا؟" پوجا نے پوچھا۔

"مجھے ڈرا دیا ہے۔"

"ڈرا دیا ہے؟" پوجا نے حیرت و تعجب سے پوچھا۔

"ہاں ہاں میں تم سے بہت ڈرنے لگا ہوں۔"

"وہ کیوں؟" پوجا کے لہجے میں حیرت برقرار تھی۔

"بھئی دیکھو نا تم جیسی خطرناک لڑکی کسی بھی سمے میری گردن مروڑ سکتی ہے اور میں تمہارے سامنے بھیگی بلی بن جاؤں گا۔ نہیں پوجا دیوی ایسے نہیں بن سکتی بات، پتی بنوں گا تو پھر پتی ہی بن کے رہوں گا۔ ڈر خوف میرے نزدیک نہیں آنا چاہئے۔" تلک چند نے کہا اور پوجا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اوہ یہ بات تھی، تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا ہری راج، اچھا پتی دیو مہاراج، پتی بنئے پتی بنئے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن یہ سوچ لیں کہ اگر کبھی دھوکا دیا آپ نے تو اچھا نہ ہوگا۔"

"اب تمہیں کیا دھوکا دوں گا، تم نے تو میری گردن پر انگوٹھا ہی رکھ دیا ہے۔"

"بھگوان نہ کرے ایسا ہو۔ میں تو تمہارے چرنوں کو دھو دھو کر پیئوں گی۔ میں تو تمہاری ایسی سیوا کروں گی کہ تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ میں بھلا تم پر کوئی زور کیسے ڈال سکتی ہوں، مجھ جیسی پتی ورتا تمہیں اور کہیں نہ ملے گی ہری راج۔" پوجا نے نیم باز نگاہوں سے ہری راج کو دیکھا۔ اور ہری راج بھی مسکرانے لگا۔

"بس مجھے یہی ایک خیال تھا پوجا۔ کہ وواہ کے بعد کہیں تم مجھے الو نہ سمجھ لو۔"

"ارے نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے، میں تم پر وشواش کرتی ہوں اور تم بھی مجھ پر وشواش کرنا۔" پوجا نے کہا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر ہری راج کے نزدیک پہنچ گئی، اس نے اپنا سر ہری راج کے سینے پر ٹکا دیا۔ تلک چند کو اس کے اس لمس سے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور مجبوراً اپنے دونوں ہاتھ پوجا کے بدن کے گرد پھیلا دیئے، لیکن اس کا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ مجھے معاف کر دینا میری محسن، میری دوست، تمہاری روح کو یقیناً اس منظر سے دکھ ہو رہا ہوگا لیکن دیکھو نا میں بھی تو مجبور ہوں آخر میں کیا کروں۔ میں تم سے بے وفائی نہیں کرنا چاہتا لیکن میری دوست مجھے معاف کر دینا۔ میں مجبور ہوں۔ میں مجبور ہوں۔"

کافی دیر تک پوجا اس کے سینے سے لگی رہی۔ اور اس کے بعد اس نے شرارت سے آنکھیں کھول دیں۔

"چلو اب واپس چلتے ہیں، ورنہ بہت دیر ہو جائے گی۔"

"چلو پوجا۔" تلک چند نے کہا اور پھر انہوں نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔

☆☆☆

نند راج نے جس باغیانہ انداز میں گفتگو کی تھی اس کے بعد سے خدشہ تھا کہ راجہ یدو راج اس کے خلاف کوئی قدم اٹھائے گا، لیکن چمپا کلی کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اس نے نند راج کے دل میں انسانی ہمدردیاں جگا دی تھیں۔ اس حسین لڑکی کی تصویر اس کی آنکھوں سے مٹائے نہیں مٹ رہی تھی۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ اڑ کر اس کے سامنے پہنچ جائے۔ لیکن کس منہ سے اس کے پاس جاتا۔ اس کا بھائی نند راج کی وجہ سے مارا گیا تھا۔ نند راج کیا کہتا اس سے۔ لیکن بے کلی تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

وہ دن رات پریشان رہنے لگا۔ راجہ یدو راج نے ابھی تک اس سے اس سلسلے میں مزید کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ اس دن دربار میں جو کچھ کہہ آیا تھا وہ بڑی ہی خراب بات تھی، لیکن نند راج اپنے خیال پر اٹل تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر چمپا کلی کے خلاف کوئی حرکت کی گئی تو وہ اور کچھ تو نہیں کرے گا، بس آتم ہتیا کر لے گا۔ یہ اس کا آخری فیصلہ تھا۔ اور شاید اسی آخری فیصلے نے یدو راج کو بھی کسی حرکت سے باز رکھا تھا۔

نند راج دریا پار کے اچھوتوں کی طرف سے غافل نہیں تھا اس نے اپنے چند خاص آدمی اس بات پر لگا دیئے تھے کہ جائیں اور اچھوتوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آئیں کہ ان کے ساتھ کوئی ایسی بات تو نہیں ہوئی جس سے انہیں تکلیف پہنچی ہو۔ اس کے آدمیوں نے آ کر اسے یہی اطلاع دی تھی کہ اچھوت اطمینان سے ہیں۔

نند راج کا ایک خاص دوست پرکاش جو ہمیشہ اس کے ساتھ ہی رہتا تھا آج کل نند راج پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اس دن بھی پرکاش نند راج کے ساتھ تھا جس دن صبح کو وہ دردناک واقعہ پیش آیا۔

نند راج کو یوں پریشان دیکھتے دیکھتے کئی دن گزر گئے، اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ وہ نند راج سے یہ پوچھ سکتا کہ آخر وہ پریشان کیوں ہے؟ لیکن پھر اس نے ہمت کی اور نند راج کے پاس پہنچ گیا۔ نند راج پرکاش کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"کوئی نئی لائے ہو گے پرکاش۔"

"نہیں راجکمار۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" پرکاش نے جواب دیا۔

"پھر کیا بات ہے پرکاش؟" راجکمار نے بدستور نرم لہجے میں پوچھا۔

"راجکمار مہاراج میں آج آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں" پرکاش نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"کہو پرکاش کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ اور ہاں یہ تم خوفزدہ کیوں ہو؟"

"نہیں مہاراج خوفزدہ تو نہیں ہوں۔ مگر پرکاش آج اس بات کا اندازہ لگانا چاہتا ہے کہ پرکاش آپ کا داس ہے یا دوست۔"

"میں نے تمہیں اپنا داس تو کبھی بھی نہیں سمجھا پرکاش" راجکمار نے کہا۔

"پرکاش کو فخر ہے مہاراج کہ وہ اپنے من میں یہی بھاؤنا رکھتا ہے کہ وہ آپ کا داس ہے اور بہت بڑا مان ہے اسے اس بات پر کہ راجکمار اسے اپنے دوستوں میں جگہ دیتے ہیں۔"

"تم ہمارے سب سے خاص دوست ہو پرکاش۔"

"خاص دوستوں کا کچھ حق بھی ہوتا ہے راجکمار۔"

"کیوں نہیں، ہم نے اس سے کب انکار کیا۔ بتاؤ کونسا حق مانگتے ہو تم۔" سندر راج نے کہا۔

"دوستی کا حق۔"

"ہم تمہیں یہ حق دینے کو تیار ہیں۔"

"تو پھر میں آج راجکمار کے من میں اترنا چاہتا ہوں۔"

"من میں۔" "تم تو ہمارے من میں اترے ہوئے ہو پرکاش کونسی ایسی بات ہے جو آج تک ہم نے تم سے چھپائی ہے؟"

"یہی تو تعجب ہے مجھے راجکمار کہ آپ نے آج تک مجھ سے کوئی بات نہیں چھپائی ہے۔ پھر اب یہ بات کیوں چھپا رہے ہیں؟"

"آخر کونسی بات۔"

"آپ آج کل پریشان ہیں۔"

"تمہیں اس پریشانی کی وجہ تو معلوم ہے پرکاش؟"

"کسی حد تک۔" پرکاش نے جواب دیا۔

"اچھا بتاؤ کس حد تک معلوم ہے۔"

"یہ بات میرے علم میں ہے راجکمار کہ اس دن جب ایک اچھوت کا بچہ آپ کے سامنے آگیا تھا اور آپ کے آدمیوں نے اسے مار ڈالا تھا تو آپ چمپا کلی سے ملے تھے۔ وہ سندر لڑکی جتنی بپھری ہوئی تھی اور جو کچھ اس نے آپ سے کہا تھا اسے سن کر تو میرا دل بھی خراب ہو گیا تھا مگر چونکہ اس کا من دکھا ہوا تھا اس لئے آپ نے اس کے کہنے سننے کا برا نہیں مانا تھا کیونکہ اس کا من دکھا تھا

اس لئے وہ بک رہی تھی۔ مگر پھر آپ نے اسے شما دیدی۔ تو میں نے کچھ نہیں کہا۔ ... یہ بھی معلوم ہے کہ بھرے دربار میں اچھوتوں کے لئے آپ نے بہت بڑی بڑی باتیں کہی تھیں۔ یہ ایسی باتیں تھیں کہ اگر کوئی دوسرا کہتا تو اسے باغی قرار دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔ مگر آپ راجکمار ہیں، راجہ بدراج کے بیٹے ہیں، سو راجہ بدراج نے اس سلسلے میں یقینی طور پر اپنے منتریوں سے مشورہ کیا ہوگا۔ اور منتریوں کے کہنے پر انہوں نے کیا قدم اٹھایا ہو تو ہمیں نہیں معلوم۔ لیکن راجہ جی کی طرف سے ابھی تک خاموشی ہے۔ پر آپ نے ایک اور بڑی بات کہی تھی، اس بات کا کیا وزن ہے۔"

"کونسی بات؟" سندر راج نے پوچھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ آپ راجہ بنیں گے تو اچھوتوں پر سے پابندیاں ختم کر دیں گے۔"

"ہاں میں نے کہا تھا۔ اور پرکاش یقین کرو اگر مجھے کبھی راجہ بننے کا موقع ملا تو میں واقعی اچھوتوں کو بھی انسانوں کی حیثیت دوں گا۔ میں انہیں موقع دوں گا کہ وہ برہمنوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ ان کے ساتھ جئیں ان کے ساتھ مریں، ان کے راہ و رسم میں شریک ہوں اور ان کی بیٹیوں سے شادیاں کریں اور اپنی بیٹیاں ان کو دیں۔ انسانوں کی یہ تفریق مجھے پسند نہیں ہے، انسان صرف اور صرف انسان رہے کیونکہ سب انسان ایک طرح پیدا ہوتے ہیں اور ایک طرح ہی مرتے ہیں۔ خواہ وہ برہمن ہو یا شودر۔ پھر تفریق کے یہ پہاڑ لوگوں نے کیوں کھڑے کر لئے ہیں بھگوان کی تو یہ اچھا نہیں تھی۔ بھگوان نے تو سارے انسانوں کو ایک ہی طرح پیدا کیا ہے اور سارے انسان جو برہمن ہیں یا شودر بھگوان کی ہی پرارتھنا کرتے ہیں، تب پھر شودروں کے ساتھ یہ سلوک کیا معنی رکھتا ہے۔"

"مگر مہاراج ایسا ہونا بہت مشکل ہے۔"

"آخر کیوں مشکل ہے، ایسی کونسی قیامت آجائے گی؟"

"جنم جنم سے ایسا ہی ہوتا آ رہا ہے۔"

"جو باتیں جنم جنم سے غلط کی جا رہی ہیں، ان کا جاری رہنا کیا بہت ضروری ہے۔" راجکمار نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"میں، میں آپ کی بات کی نفی نہیں کر رہا مہاراج، بس ایک بات ہے بڑکھوں کے بنائے ہوئے اصول کوئی نہ کوئی حیثیت تو رکھتے ہیں۔ راجکمار جی۔"

"ہاں بڑکھوں نے کچھ اصول بنائے اور ان کے بعد آنے والی

نسلیں ان کی تقلید کرتی رہیں۔ اگر کبھی سچے من سے سوچا جاتا کہ اگر بھگوان نے ذاتیں الگ الگ بنائی ہیں تو انسانوں میں فرق کیوں نہیں کیا۔ لیکن اندھی تقلید کرنے والوں نے کبھی نہیں سوچا۔ دیکھو نا بھگوان نے جانور بنائے کسی کو شیر کسی کو ہاتھی کسی کو کتا کسی کو بلی اور کسی کو چیتا اور پرندے بنائے، آبی کیڑے اور جانور بنائے اور سب کی شکلیں الگ الگ بنائیں تاکہ ان میں تفریق محسوس کی جا سکے، یہ سمجھا جا سکے یہ کہا جا سکے کہ یہ شیر ہے یہ بکری ہے ... لیکن اس نے سارے انسانوں کو ایک جیسا بنایا ہے۔ دو ہاتھ، دو پاؤں، دو آنکھیں ایک ماغ سوچنے سمجھنے کی ساری قوتیں سب کی یکساں ہیں، پھر اگر بھگوان نے انسانوں میں تفریق نہیں کی تو پھر یہ انسان کیوں انسانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔ آخر یہ اونچ ذات اور نیچ ذات کیوں ہے۔ میں نہیں مانتا پرکاش میں نہیں مانتا، جس نے یہ اصول بنایا غلط بنایا ہے۔ اور اگر وہ خود اپنے اصول پر غور کر لیتا تو شاید خود ہی اسے شرمندہ ہو کر توڑ دیتا۔" سندر راج نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے لیکن برہمن کبھی اس اصول کو ٹوٹنے نہیں دیں گے راجکمار۔"

"میں اس اصول کو توڑنے کے لئے قتل عام کراؤں گا۔ اتنی خونریزی کراؤں گا پرکاش کہ زمین خون سے سرخ ہو جائے گی، جو میرے بنائے ہوئے اصول کو نہیں مانے گا میں اسے جیتا رہنے کی اجازت نہیں دوں گا اور پھر سارے بھارت ورش میں یہ تحریک چل پڑے گی، تمام علاقوں کے راجاؤں مہاراجاؤں کو یہ بات ماننا پڑے گی کہ شودر، شودر نہیں ہے کوئی برہمن برہمن نہیں ہے، جتنے ہیں سب کے سب انسان ہیں، بھگوان کے بنائے ہوئے ایک برابر۔ اچھوت اچھوت نہیں رہے گا اور برہمن برہمن نہیں رہے گا، بلکہ سب انسان ہوں گے صرف اور صرف انسان۔"

"آپ کا مان بہت بڑا ہے مہاراج۔ ایک دوست ہونے کی حیثیت سے میں یہی کہوں گا کہ بھگوان آپ کی یہ آشا پوری کرے۔ لیکن بدراج مہاراج کے دور میں ایسی بات مشکل نظر آتی ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں انتظار کروں گا اور جب میرا وقت آئے گا تو میں اس پر عمل بھی کروں گا۔ لیکن مہاراج بدراج نے اگر عقل سے کام نہ لیا تو یہ وقت بہت پہلے آ سکتا ہے۔"

"وہ کیسے۔" پرکاش نے پوچھا۔

"نہیں پرکاش ابھی نہیں۔ اس سلسلے میں کچھ بولنا وقت سے پہلے کی بات ہے اور جو کچھ میں بولوں گا وہ ایسی بات بھی نہیں ہوگی جس پر میرا دل سکون پا سکے۔" راج کمار سندر راج نے کہا اور پرکاش خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر خاموشی کو پرکاش نے توڑا۔

"پر مہاراج یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی پر آپ نے اپنے من کو یہ روگ کیوں لگا لیا ہے۔ نہ ہنستے ہیں نہ بولتے ہیں نہ کسی کھیل تماشے میں حصہ لیتے ہیں ہم تو پریشان ہو کر رہ گئے ہیں۔"

"پرکاش بھگوان کی سوگند یقین کرو اس سنسار میں میں اپنا سب سے قریبی دوست تمہی کو سمجھتا ہوں، میرے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ میں کسی کی بیٹھی کے بغیر تم سے کہہ دیتا ہوں، خود میرے دل میں بھی یہ آشا تھی کہ میں اس سلسلے میں بھی تمہیں اپنا رازدار بنا لوں۔" راج کمار سندر راج بولا۔ اور اسے دیکھنے لگا۔

"کس سلسلے میں مہاراج؟" اس نے پوچھا۔

"وہی تو بتانے جا رہا ہوں۔"

"تو بتائیے نا جلدی سے۔"

"پرکاش تم نے اس لڑکی کو دیکھا تھا۔"

"چمپا کلی کو۔"

"ہاں اسی کی بات کر رہا ہوں۔"

"دیکھا تھا۔"

"کیسی تھی۔"

"بھگوان کی سوگند بہت ہی سندر۔ بہت ہی سندر۔ اور جب آپ نے یہ بات یاد دلائی ہے تو اسے دیکھ کر آپ کی کہی ہوئی باتوں پر یقین آتا ہے جب بھگوان سندرتا کے معاملے میں کسی برہمن اور اچھوت کی تفریق نہیں کرتے تو انسانوں کو کیا حق پہنچتا ہے، ایسی سندرتا کی میرا خیال ہے کسی برہمن کے گھر میں بھی نہیں ہوگی۔ اس کی سندرتا تو اپرم پار ہے میں بہت کچھ سوچ رہا ہوں اس کے بارے میں۔" پرکاش نے کہا۔

"ہمارے من میں بھی یہی احساس ہے پرکاش۔ بڑی سندر تھی، غصے میں تھی تو یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے مکھڑے پر آگ سلگ رہی ہو، ایسا سندر رنگ منش کے چہرے پر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔"

"سچ کہا راجکمار نے۔ مگر اس کا مطلب کیا ہے؟" پرکاش

نے پوچھا۔

"مطلب یہ ہے پرکاش کہ اس کی موہنی صورت ہمارے من میں آ بیٹھی ہے۔" نندراج نے کہا اور پرکاش ایک لمحے کے لئے بھونچکا رہ گیا۔

"روگ کیسا۔ کیا آپ نے۔ کیا آپ نے من کا روگ لگا لیا ہے مہاراج؟"

"نہیں پرکاش تم اسے من کا روگ نہ کہو۔ اس روگ کی ابتداء اس ہمدردی سے ہوئی جو اس کے رونے سے ہمارے من میں پیدا ہوئی تھی اور جب اس نے ہمیں برا بھلا کہا تو ہمیں کوئی غصہ نہ آیا بلکہ ہم اس کے بارے میں سوچتے رہے کہ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے۔ کسی سے اس کا اپنا بچھڑ جائے یا کوئی کسی سے اس کا بھائی چھین لے تو اسے غصہ تو آنا ہی چاہئے۔ اور پھر جب وہ چلی گئی تو ہم اسے یاد ہی کرتے رہے اور اب جب بھی ہم اسے یاد کرتے ہیں ہمارے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔ اور اب تو یوں لگتا ہے جیسے وہ ہماری رگوں کا ہماری شریانوں کا روگ بن گئی ہو۔"

"یہی تو پریم روگ ہے راجکمار نندراج جی۔"

"اگر یہ پریم روگ ہے تو ہمیں اس کی کوئی چنتا نہیں ہے پرکاش بھگوان کی سوگند اگر ہمارے جیون نے اس کا موقع دیا تو ہم اچھوتوں کو اس کا حق دینے کے لئے ان کی ایک لڑکی کو اپنی ملکہ بھی بنا لیں گے۔" نندراج نے کہا اور پرکاش کے جسم میں جھرجھری سی پھیل گئی۔

"اس پر جو طوفان اٹھے گا اس کے بارے میں آپ نے سوچ لیا ہے راجکمار جی۔"

"ہاں۔ ہر مقصد کے لئے طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے پرکاش پہاڑوں کو چیرنا پڑتا ہے، دریاؤں پر بند باندھنے پڑتے ہیں، تب کہیں جا کر مقصد حاصل ہوتا ہے۔"

"آپ اتنے ہی مضبوط ہیں۔" پرکاش نے پوچھا۔

"ہاں، میں اتنا ہی مضبوط ہوں۔ میرے اندر اس سلسلے میں کوئی لچک نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے میرے اس فیصلے کے آڑے آنے کی کوشش کی تو میں اس سے ٹکرا جاؤں گا اور ظاہر ہے اس کوشش میں یا تو فاتح بن جاؤں گا یا پھر ٹوٹ جاؤں گا۔ اور اگر میں شکست کھا گیا پرکاش تو پھر اپنے اس جیون پر تھوک دوں گا، آتم ہتیا کر لوں گا میں۔ میں مرنا پسند کر لوں گا ٹوٹ کر بکھرنا پسند نہیں کروں گا۔" نندراج نے کہا اور پرکاش اس کی اس بات میں پتھروں کی سی سختی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اب وہ بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اس کا دوست راجکمار اگر اپنے اس معاملے میں اتنا مضبوط تھا تو پرکاش کا فرض تھا کہ اس کے لئے اس کے مقصد کے لئے جان دے دے۔ چنانچہ وہ کچھ خیال انداز میں گردن ہلاتا رہا۔ پھر نندراج سے کہنے لگا۔

"ایک اور بات بتائیں راجکمار۔"

"ہاں ہاں پوچھو۔"

"آپ اس سے پریم کرنے لگے ہیں، پر اس کے من میں آپ کے لئے دوسرا خیال ہو گا۔"

"دوسرے خیال سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"بھگوان کے لئے برا نہ مانیں، اچھے من سے یہ بات کہہ رہا ہوں وہ تو آپ کو اپنے دشمن کی حیثیت سے سمجھتی ہو گی۔"

"دشمن کی حیثیت سے۔" راجکمار نندراج نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ کیونکہ آپ کے آدمیوں نے اس کے بھائی کو قتل کیا ہے۔"

"ہاں یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اب کیا کیا جائے؟"

"اس سے مل لیں۔"

"پر کیسے؟"

"آپ کا من چاہتا ہے اس سے ملنے کو؟"

"بڑا ہی من چاہتا ہے پرکاش، بڑا ہی من چاہتا ہے۔ پر کیسے مل سکتا ہوں میں اس سے؟"

"پریم بھی کر رہے ہیں اور ڈر بھی رہے ہیں۔ ایک طرف تو اتنا بڑا ارمان اور دوسری طرف پرکاش سے پوچھ رہے ہیں کہ اچھوتوں کی ایک لڑکی سے ملا کیسے جا سکتا ہے۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ آپ اس سے مل چکے ہوں گے۔ خیر اگر نہیں ملے تو ملنا کونسی بڑی بات ہے راجکمار جی۔ بھگوان کی سوگند پرکاش آپ کے لئے زمین آسمان ایک کر سکتا ہے۔ اٹھا لاؤں اسے؟"

"نہیں نہیں پرکاش اسے اٹھا لا کر اس کا اپمان کرو گے۔" نندراج نے کہا۔

"تو پھر آپ اس کے پاس چلئے۔"

"میرا بھی دل یہی چاہتا ہے۔ مگر کیسے جاؤں؟"

"پھر وہی بات کیسے جاؤں۔ دریا پار کر کے چلیں۔" پرکاش نے کہا۔

"اور اگر دیکھ لیا گیا تو کیا وقت سے پہلے بھونچال نہیں آ جائے گا؟"

"دیکھ کیسے لیا جا سکے گا۔ ہم کوری گھاٹ سے دریا پار کریں

گے اور پیچھے سے گھوم کر اچھوتوں کی بستی میں داخل ہو جائیں گے اس کے بعد گوپی ناتھ کے بارے میں پوچھنا کچھ مشکل کام نہ ہو گا۔"

"لیکن پرکاش کیا ضروری ہے کہ گوپی ناتھ ہمارا سواگت کرے۔"

"نہیں راجکمار وہ ہمارا سواگت ضرور کرے گا۔"

"یہ بات تم یقین سے کہہ رہے ہو پرکاش۔ تم یہ کیوں نہیں سوچ لیتے کہ اسے جب یہ معلوم ہو گا کہ راجکمار نندراج اس بستی میں آیا ہے۔ وہ نندراج جس کی وجہ سے اس کے معصوم بیٹے کو قتل کیا گیا ہے تو وہ نفرت سے ہمیں دھتکار دے گا۔"

"مجال ہے اس کی۔" پرکاش بگڑ کر بولا۔

"پھر وہی باتیں کرو گے۔ مجال کی کیا بات ہے ہم نے اسے دکھ پہنچایا ہے اس لئے اسے ہم سے نفرت کرنے کا حق ہے۔"

"یہ بات تو ٹھیک ہے راجکمار پھر یوں کرتا ہوں مہاراج کہ پہلے گوندو کو وہاں بھیج دوں۔"

"گوندو کون؟" راجکمار نے پوچھا۔

"اچھوت ہی ہے۔ ہمارے گھوڑوں کی مالش کرتا ہے۔"

"کیسا آدمی ہے وہ؟"

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔ بڑا وفادار آدمی ہے وہ۔ میں اسے تھوڑی سی باتیں بتا دوں گا۔ وہ گوپی ناتھ کے پاس جائے گا اور اس سے کہے گا کہ نندراج اس کے گھر آ کر اس سے ملنا چاہتا ہے گوندو سے میں یہ کہہ دوں گا کہ گوپی ناتھ کو یہ سمجھا دے کہ وہ یہ بات کسی سے نہ کہے۔ بس خاموشی سے انتظار کرے۔"

"نہیں پرکاش پھر ایسا نہ کرو۔" نندراج پُرخیال انداز میں بولا اور پرکاش اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ "گوندو کو خاموشی سے وہاں بھجوا دو اور یہ بات معلوم کرو کہ اچھوتوں میں نندراج کے بارے میں کیا خیالات پائے جاتے ہیں۔ اس سے کہو کہ یہ بات جلد معلوم کر کے واپس آئے اور وہاں کی صورتحال بتائے۔"

"جو آگیا مہاراج کی لیکن ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ہم دونوں بھی وہاں چلیں اگر آپ یہ بات نہیں مانتے کہ پہلے سے گوپی ناتھ کو اطلاع بھجوائی جائے تو پھر خاموشی سے چلنا مناسب ہے، اچھوتوں کے ہمارے بارے میں کیسے ہی خیالات کیوں نہ ہوں وہ ہمارے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے۔ بھلا ان کی یہ مجال کیسے ہو سکتی ہے۔"

"مجھے اس بات کی چنتا نہیں ہے پرکاش کہ وہ ہمارے خلاف کچھ کریں گے۔ بس یوں نہ ہو کہ وہ ہم سے ملنا نہ چاہیں۔"

"نہیں مہاراج ایسی بات نہیں ہو گی میرے خیال میں آپ چلئے۔" پرکاش نے کہا۔

"تو پھر آج ہی رات چلو۔"

"چلیں داس حاضر ہے۔" پرکاش نے مودبانہ انداز میں کہا اور نندراج تیار ہو گیا۔

☆

دونوں ماں بیٹیاں ایک کشادہ اور وسیع کمرے میں برابر برابر لیٹی آپس میں گفتگو کر رہی تھیں، رات کافی گہری ہو گئی تھی اور دیر تک وہ کیدو راج کے ساتھ بیٹھیں ان مشغولیات کا لطف لیتی رہی تھیں، جو کیدو راج نے ان کے لئے برپا کرائے تھے، اتنی رات گئے انہیں واپس آنے کا موقع ملا تھا چنانچہ اندر داخل ہو کر پہلے بھان متی نے اندر کمرے کا دروازہ بند کیا اور پھر پوجا کو لے کر مسہری پر آ گئی۔ اور دونوں ماں بیٹیاں برابر آرام کرنے لیٹ گئیں۔

"میرے من میں بڑا خیال تھا پوجا، یہ تھا کیا کیا تو نے؟"

"ماتا جی بڑا ہی گھپلا ہے۔ اتنا گھپلا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔" پوجا نے مسکرا کے کہا۔

"مانا کہ نہیں مانا؟"

"ماننے کا پر آہستہ آہستہ۔"

"کیا مطلب؟ کیا کوئی بات نہیں بنی کیا؟" بھان متی نے پوچھا۔

"بات کسی حد تک بنی ہے ماتا جی، یوں لگتا ہے جیسے اس کے من میں کوئی الجھن ہو۔"

"یہ کیسے اندازہ ہوا تجھے؟"

"بس ماتا جی خیال ہے میرا۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو وہ کھل کر مجھ سے پریم کا اظہار کر دیتا۔ پرنت یوں لگتا ہے جیسے وہ کسی سوچ میں ڈوب جاتا ہو۔"

"کیا کیا باتیں ہوئیں تو مجھے بتا۔"

"بس میں کیا بتاؤں ماتا جی۔ گرو دیو نے جس طرح اور جیسے مجھے سمجھایا تھا میں نے وہی کیا۔ میں اسے ایک جگہ لے گئی اور میں نے اس سے وہ ساری باتیں کہیں جو مجھے گرو دیو نے بتائی تھیں، یہ ساری باتیں سچ ہی ہیں ماں جی، اس کا نام تلک چند ہے، اور وہ راجہ جے چند کا بیٹا ہے۔ نجانے کیسے ماما جی کے پاس پہنچ گیا ہے۔ جب میں نے یہ بات بتائی تو وہ بہت پریشان ہوا اور پھر میں نے گرو دیو جی کی آشیرواد کے ساتھ جب دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے تو فضا میں دھواں پھیل گیا اور ماتا جی اس دھوئیں میں مجھے عجیب عجیب شکلیں نظر آئیں جنہیں میں

خود نہیں پہچانتی تھی۔ لیکن انہیں تلک چند نے پہچان لیا۔ پھر دھواں غائب ہو گیا۔ اور میں نے اس کی شکل دیکھی، چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا بیچارے کا۔ پر ماتا جی ایک بات میرے من میں ہے۔"

"کیا پوجا۔"؟

"ہری راج اتنا برا نہیں ہے۔ اس کے خلاف کچھ کرتے ہوئے بڑا دکھ ہوتا ہے ماتا جی۔"

"پگلی ہے تو پوجا۔ گرو دیو ہماری تقدیر بدلنے پر تلے ہوئے ہیں اور تو ایسی باتیں کر رہی ہے۔"

"نہیں ماں جی میں کوئی ایسی ویسی بات نہیں کر رہی۔ میں خود گرو دیو کے چرنوں میں بیٹھ کر وعدے کر کے آئی ہوں انہیں پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پر من کی بات آپ کو بتا رہی ہوں کہ ہری راج یا تلک چند اتنا برا آدمی نہیں ہے، اسے دیکھ کر من میں پریم پیدا ہوتا ہے۔ میرے من میں اس کے لئے [illegible] پیدا ہو گئی ہے۔"

"ارے کہیں اس کے پریم میں پھنس کر [illegible] بات [illegible] جانا۔" سجان متی نے کہا۔

"نہیں ماتا جی کیسی بات کر رہی ہیں آپ۔ اور پھر آپ وشواش رکھیں وہ میرے چنگل سے نکل کر کہاں جائے گا۔ آخر آپ نے مجھے تربیت دی ہے۔" پوجا نے ہنس کر کہا۔

"چل چل بیکار باتیں مت کر کام کی باتیں کر۔"

"تو ماتا جی آپ بتائیں [illegible]"

"میں کیا بتاؤں [illegible] ہری [illegible] بات کیا ہوئی۔ کیا [illegible] نے تجھے وچن دیدیا۔"

"نہیں ماتا جی وچن تو نہیں دیا۔"

"کیوں۔۔؟" سجان متی پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی۔

"ارے ماتا جی لیٹی رہیے۔ لیٹی رہیے۔ آپ اٹھ کیوں رہی ہیں بس اس نے مجھ سے پریم کی تھوڑی سی باتیں کیں اور کہا کہ وہ آہستہ آہستہ اپنے من کو اس کے لئے تیار کرے گا کہ مجھے رانی بنائے، اس کے علاوہ ماتا جی اس نے یہ بھی کہا کہ وہ کیدار راج کا جیون چاہتا ہے، اسے راجہ بننے کی آرزو بھی نہیں ہے۔"

"ہوں آرزو نہیں ہے۔ مگر تجھے ایک بات شاید نہیں معلوم پوجا۔" سجان متی نے کہا۔

"کیا ماتا جی۔"

"گرو دیو کا یہی کہنا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے کیدار راج کو مر جانا چاہئے اور ہری راج کو راجہ بن جانا چاہئے۔ جتنا سمے گزرے گا اتنی ہی پریشانیاں بڑھتی چلی جائیں گی۔"

"مگر ماتا جی، یہ بات انہوں نے میرے سامنے تو نہیں کہی تھی۔" پوجا نے پوچھا۔

"ساری باتیں تو تیرے سامنے نہیں کہی تھیں انہوں نے اور میں نے تجھے جو یہ بات بتائی ہے پوجا یہ تو پیٹ تک ہی رکھنا اگر تیرے لبوں سے یہ بات نکل گئی تو پھر تو یہ سمجھ لے کہ ہماری گردنیں محل کے صدر دروازے پر لٹکی ہوں گی۔"

"نہیں ماتا جی بھلا میں کوئی بات کسی کو کیوں بتاؤں گی۔"

"اپنے پریمی کو بھی نہیں۔" سجان متی نے کہا۔

"نہیں ماتا جی اسے بھی نہیں بتاؤں گی۔ مجھے کوئی مرنا تھوڑی ہے۔" پوجا نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور اس کے بعد بڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی، پھر پوجا ہی بولی۔

"مگر ماتا جی ایک بات تو بتاؤ۔"

"تو پوچھ۔" سجان متی جماہی لیتی ہوئی بولی۔

"کیا کیدار راج ماتا جی آپ کے سگے بھائی نہیں ہیں۔"

"سگے تو نہیں ہیں لیکن بھائی تو ہے۔"

"تو پھر ماتا جی تم اس کی موت کیسے چاہتی ہو۔ کیا تمہیں اس کے مرنے کا دکھ نہیں ہوگا۔"

"پوجا تو بڑی بے وقوف ہے تو۔ سنسار میں وہی کامیاب [illegible] ہے جو صرف اپنی ذات سے محبت رکھتا ہے۔ دوسروں کی ذات سے محبت کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے، اپنا فائدہ نہ سوچو تو کوئی کسی کا فائدہ نہیں سوچے گا تجھے رانی بننے کا موقع مل رہا ہے اور وہ بھی ایک ایسی راجدھانی کی، جس کا بہت بڑا نام ہے۔ اگر میں چاہوں تو کسی بھی طرح تجھے رانی نہیں بنا سکتی۔ میرے من کی یہ آشا ہے کہ تو اپنا سارا جیون سکھی رہ کر گزارے اور اسی آشا کی پرارتھنا میں نے گرو دیو سے کی تھی۔ تب انہوں نے مجھے یہ ترکیب بتائی۔ تو کیا سمجھتی ہے گرو دیو کو۔ ارے پاگل گرو دیو جیسا مہان گیانی چراغ لے کر ڈھونڈو تب بھی نہ ملے گا۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ گرو دیو ہماری سہائتا پر آمادہ ہو گئے اور خود ہی ہمارے پاس پہنچ گئے۔ تو خود سوچ کہ اگر وہ ہمیں تلک چند کے بارے میں نہ بتاتے تو کیا سارے سنسار میں ہمیں کہیں سے یہ بات معلوم ہو سکتی تھی۔"

"نہیں ماتا جی یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن۔"

"لیکن کیا۔ بات کو ادھورا مت چھوڑا کر۔" سجان متی تلخ لہجے میں بولی۔

"تم خواہ مخواہ ناراض ہو رہی ہو ماتا جی۔ میں تو یہ پوچھ رہی

تھی کہ کیا تلک چند کیدار راج ماما کو مارنے پر تیار ہو جائے گا۔"

"ہاں ہو جائے گا۔"

"وہ کیسے ماتا جی۔"

"تو نہیں جانتی، یہ بڑا لمبا قصہ ہے۔"

"تو مجھے بتاؤ نا۔"

"تھوڑا بہت قصہ تو گرو دیو تجھے ہی بتا چکے ہیں۔ یہ تو تجھے معلوم ہے کہ تلک چند جے چند کا بیٹا ہے۔ اور جے چند کیدار راج کا دشمن تھا۔ جے چند نے کیدار راج کے خلاف ایک ایسی سازش کی تھی کہ کیدار راج کی بڑی بدنامی ہوئی تھی اس سے۔ کیدار راج جے چند کا دشمن تھا لیکن وہ اس سے بدلہ نہیں لے سکا اور جے چند اپنے بھائی کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کے بھائی مادھو لال نے راجہ بنتے ہی اپنے بھتیجے کو اپنی راجدھانی سے نکال دیا تلک چند سازشوں کا شکار ہو کر دربدر ہو گیا۔ اب تلک چند کیدار راج کے پاس پہنچا ہے۔ میں یہ بات نہیں کہتی کہ تلک چند کیدار راج کے پاس کس طرح اور کس لئے آیا ہے۔ لیکن بہر صورت اسے یہ بات معلوم ہو ہی چکی ہے کہ کیدار راج اس کے باپ کا دشمن تھا۔ تو اس کا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔ تلک چند یہ بات سب سے چھپانا چاہتا ہو گا۔ اس لئے ہمارے پاس اس سے اچھا موقع اور کوئی بھی نہیں آئے گا کہ تلک چند کو اپنی مٹھی میں کر لیں اور اپنا مقصد پورا کر لیں۔"

"پر ماں جی ایک بات نہیں سوچی آپ نے۔" پوجا بولی۔

"کیا۔" سجان متی نے پوچھا۔

"اگر کیدار راج مر گیا اور تلک چند راجہ بن گیا تو کیا ضروری ہے کہ وہ ہمارے دباؤ میں آ کر مجھ سے شادی کرے۔ جب کیدار راج کا خطرہ سر سے ٹل جائے گا اور تلک چند راجہ بن جائے گا تو پھر اسے کیا پڑی ہے کہ کسی دباؤ میں رہے۔ جو اس کا من چاہے گا وہ وہی کرے گا، اور اگر ہم اس پر یہ الزام لگائیں گے بھی کہ اس نے کیدار راج کو قتل کیا ہے اور وہ جے چند کا بیٹا ہے تو کون مانے گا اس بات کو۔ وہ راجہ ہو گا اور ہماری زبانیں نکلوا کر رکھ دے گا۔" پوجا نے کہا اور سجان متی کی آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیل گئیں، وہ خوفزدہ نگاہوں سے بیٹی کو دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی پھر گردن ہلا کر بولی۔

"یہ بات تو تو نے ٹھیک کہی ہے پوجا، یہ بات تو میری سمجھ میں پہلے آئی ہی نہیں تھی۔"

"گرو دیو نے اس بارے میں کیا بتایا ہے۔"

"کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ انہوں نے جو کچھ بتایا تھا وہ میں نے تجھے بتا دیا ہے۔"

"تو پھر اس پر بھی تو سوچو۔ فرض کرو اگر وہ مجھے وچن دیدے اور راجہ بننے کے بعد اگر وہ اپنے وچن کا پالن نہ کرے تو ہم اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک کہتی ہے تو۔ ہم مگر ہیں۔ ہیں۔ یہ تو بڑی پریشانی کی بات ہو گئی۔ میں نے تو اس بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔" سجان متی نے پریشان لہجے میں کہا۔

"گرو جی سے دوبارہ ملاقات نہیں ہو سکتی۔"

"کیسے ہو سکتی ہے ری، ہم تو اتنی دور آ پڑے ہیں۔ اب واپس جائیں اور پھر یہاں آئیں تو کیدار راج کو بھی شک ہو سکتا ہے مگر بات سوچنے کی ہے۔ نجانے کیوں یہ بات گرو جی کے ذہن سے نکل گئی، یا پھر ممکن ہے ایسی نوبت پیش نہ آئے۔ اگر وہ تجھے وچن دے دیگا تو پھر اس سے پھرے گا نہیں۔" سجان متی نے کہا۔

"یہ ساری باتیں ٹھیک ہیں ماں جی، مگر یہ ایک بات میرے من میں نہیں اتر رہی کہ اگر کیدار راج ہمارے وواہ ہونے سے پہلے مر گیا تو پھر تم یہ سمجھ لو کہ تلک چند بعد میں شادی وادی نہیں کرے گا اس کے لئے ضروری یہ ہے ماتا جی کہ پہلے تلک چند سے شادی کی جائے۔ پھر اس کے بعد کیدار راج کے بارے میں کچھ سوچا جائے۔ یوں تم ان باتوں پر غور کرو۔"

"تو ٹھیک کہتی ہے پوجا، ہمیں نئے سرے سے سوچنا پڑے گا، یہ بات تو بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔" سجان متی نے اپنی بیٹی سے اتفاق کرتے ہوئے کہا اور دونوں ماں بیٹیاں کسی گہری سوچ میں ڈوب گئیں۔ ان کے چہرے سے پریشانی عیاں تھی۔ پھر پوجا نے کہا۔

"یوں کرو ماتا جی میری بات مانو، ابھی ہم اس سلسلے کو بہت زور و شور سے آگے نہیں بڑھاتے، میں آہستہ آہستہ تلک چند یا ہری راج کے من میں اترنے کی کوشش کروں گی اور پہلے اس کے من میں اپنے لئے جگہ بناؤں گی۔ جب میں اپنی جگہ بنا لوں گی تو پھر ان ساری باتوں کے بارے میں سوچا جائے گا۔ یا پھر کیوں نہ ہم اس کام کی ابتدا یوں کریں کہ میں تلک چند کو اپنے پریم کے جال میں پھانس لوں، اور اس سے وچن لے لوں کہ وہ راجہ بننے کے بعد مجھ ہی سے وواہ کرے گا، اس کے بعد اگر کیدار راج کو مروانے کی ضرورت پیش آ جائے تو یہ کام کر لیا جائے۔ اور اگر ذرا بھی شبہ ہے تمہیں اس بات پر۔ تو پھر ماتا جی تمہیں بھی ایک کام کرنا پڑے گا۔" پوجا نے کہا۔

"کیا۔"؟

"کسی بھی طرح تم اپنے بھائی کو بیرے اور تلک چند کے درد کے نئے تہار کر لینا کہ اس کے مرنے سے پہلے ہری راج برے چنگل میں پھنس جائے۔ اس کے لئے تم بھی کوشش کرو گی۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں کروں گی۔" سہاں متی نے کہا۔ "لیکن میں گرودیو سے کوئی مشورہ کئے بغیر کوئی کام نہیں کروں گی لیکن جہاں تک تیری اس بات کا سوال ہے کہ تو ہری راج کے من میں اُترنے کی کوشش کرے گی تو میں تیری اس بات سے متفق ہوں تو اس سلسلے میں پوری پوری کوشش کر جیسے بھی بن پڑے جس طرح بھی ممکن ہو۔" سہاں متی نے کہا اور پُر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

☆

آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ہلکی ہلکی بوندیں برس رہی تھیں۔ اور جب ٹھنڈی ہوا کے ساتھ یہ بوندیں چہروں سے ٹکراتیں تو پورے وجود میں مست لہریں سی دوڑ جاتیں۔ اور دونوں گھوڑ سوار شہر سے دور دریا کے کنارے کنارے ٹھیک روی سے سفر کر رہے تھے اور پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔

دریا کے دوسری جانب اچھوتوں کی بستی نظر آ رہی تھی، جہاں پر روشنیاں ٹمٹما رہی تھیں۔ کچے پکے مکان، عسرت زدہ، مفلوک الحال، ان غریب لوگوں کو زندگی کی لاتعداد نعمتوں سے محروم رکھا گیا تھا۔ حالانکہ بھگوان نے دنیا کی ہر نعمت میں ان کو بھی برابر کا حصہ دیا تھا لیکن انسانوں نے ان کا یہ حق چھین کر انہیں نعمتوں سے محروم کر دیا تھا۔ اور یہ بات آج کی نہ تھی۔ ہمیشہ سے برہمن اچھوتوں پر ظلم ڈھاتے چلے آئے تھے۔ اور ظلم کا یہ دور آج بھی جاری تھا۔ ان بیچاروں کو زندہ انسانوں میں شمار ہی نہیں کیا جاتا تھا اور اب تو یہ اسی زندگی کے عادی ہو گئے تھے۔ یہ باتیں ان کے ذہن سے نکل گئی تھیں کہ خود انہیں بھی انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا کوئی حق ہے۔

دونوں گھوڑ سواروں نے ایک ایسی جگہ تلاش کر لی جہاں سے دریا پار کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ اور ان دونوں نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ مالک کے اشارے پر زندگی کی بازی لگا دینے والے وفادار جانور بے تکان دریا میں اُتر گئے اور پانی کا سفر طے کرنے لگے۔ لیکن جس جگہ کا انتخاب کیا گیا تھا وہ خطرناک نہیں تھی۔ پانی گھوڑوں کے پیٹ سے اونچا نہ ہوا اور وہ دریا کا چوڑا پاٹ پار کر گئے۔

دوسرے کنارے پر نکل کر انہوں نے اپنے بدن جھاڑے اور مالکوں کے اشارے پر چل پڑے۔

پرکاش نندراج کی رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ کافی طویل چکر لگا کر بستی کی پشت پر پہنچے۔ پروگرام کے مطابق پرکاش نے گوندو کو پہلے ہی یہاں بھیج دیا تھا لیکن پروگرام وہ نہیں رہا تھا جو ان دونوں کے درمیان طے ہوا تھا۔ بلکہ چونکہ نندراج یا پرکاش نے کبھی گوپی ناتھ کی رہائش گاہ نہیں دیکھی تھی اس لئے گوندو کے سپرد یہ خدمت کی گئی تھی کہ پہلے وہ گوپی ناتھ کی رہائش گاہ کا پتہ لگائے اور بستی کے پیچھے کسی ایسی جگہ ان کا انتظار کرے جہاں سے وہ انہیں دیکھ سکے۔ ایسی کسی جگہ کا بھی کوئی تعین نہیں کیا گیا تھا۔ بس وہ اپنے اندازے کے مطابق چل رہے تھے۔ کہ گوندو خود ہی انہیں تلاش کرے گا۔

دونوں گھوڑے اب آہستہ روی سے چل رہے تھے انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اب وہ بستی کے پیچھے پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ نندراج نے متفکر لہجے میں پرکاش سے کہا۔

"رات اندھیری ہے پرکاش اور گوندو تو نہیں ہے۔ وہ ہمیں کیسے دیکھے گا۔"

"گوندو اُلو نہیں ہے مگر اُلو کا پٹھا ضرور ہے۔" پرکاش نے ہنس کر کہا۔

"ہنسی نہیں پرکاش، میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر ہم گوندو کو تلاش نہ کر سکے تو پھر کیا ہوگا۔ ناکام ہی جانا پڑے گا یہاں سے۔"

"نہیں مہاراج آپ آگے تو آیئے۔ میں نے گوندو سے کہہ دیا تھا کہ وہ کسی اونچی جگہ رہے اور یہ اس کا فرض ہوگا کہ وہ ہمیں خود ہی دیکھے۔ جب وہ ہمیں دیکھے گا مہاراج تو وہ فوراً مشعل جلائے گا۔ مشعل وہ اپنے ساتھ لے گیا ہے۔"

"اچھا اچھا۔ لیکن کیا ہی اچھا ہوتا پرکاش اگر یہ بات تم مجھے وہیں بتا دیتے۔" نندراج نے کہا۔

"کیوں مہاراج اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی آپ کو۔"

"میرا مقصد ہے کہ ہم بھی ایک مشعل لے آتے، ممکن ہے گوندو ہمیں نہ دیکھ پائے لیکن اگر دونوں طرف سے مشعلیں روشن ہوتیں تو ایک دوسرے تک پہنچنے میں آسانی ہو سکتی ہے۔"

"آپ پرکاش کو بیوقوف نہ سمجھیں مہاراج۔ میں مشعل لیکر آیا ہوں۔"

"ارے واہ۔ کہاں رکھی ہے؟"

"یہ رکھی ہے میری خورجین میں۔"

"واہ پرکاش تم واقعی سمجھدار ہو ورنہ میں تو یہی سوچ رہا تھا کہ روانہ ہونے سے پہلے ہمیں یہ تو طے کر لینا چاہئے تھا کہ گوندو

ہمیں کہاں ملے گا۔"

"چنتا نہ کریں مہاراج، پرکاش قدم قدم پر آپ کا ساتھی ہے۔ آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ اس وقت تک جب تک پرکاش زندہ ہے۔" تھوڑی دور چلنے کے بعد وہ ایک جگہ رکا اور مشعل روشن کرنے لگا۔ ابھی اس کی مشعل روشن ہوئی ہی تھی کہ تھوڑے فاصلے پر ایک بلند ٹیلے پر ایک اور روشنی چمکی، یہ بھی مشعل کی روشنی تھی، لیکن شاید تیز ہوا کی وجہ سے قائم نہ رہ سکی۔ اس کی مشعل بھی چند ساعت کے بعد بجھ گئی تھی۔ چونکہ ہوا کے ساتھ بوندیں بھی پڑ رہی تھیں اور اب وہ کافی تیز ہو گئی تھیں۔ لیکن انہوں نے گوندو تک پہنچنے کا راستہ دیکھ لیا تھا اور وہ تاریکی میں نگاہیں جمائے آگے بڑھتے رہے۔ گوندو نے پھر مشعل جلانے کی کوشش کی لیکن ہوا کے تھپیڑوں نے اس کی مشعل کو جلنے نہ دیا البتہ اب کوئی خاص فاصلہ نہ رہا تھا۔ اس نے بھی شاید ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا۔ پھر وہ تیزی سے ٹیلے سے اُترنے لگا اور ان لوگوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر بولا۔

"جے رام جی کی سرکار۔" اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"کیا خبر ہے گوندو۔" پرکاش نے پوچھا۔

"مہاراج میں گوپی ناتھ کی جھونپڑی کا پتہ لگا آیا ہوں۔"

"چل پھر ہمیں وہاں لے چل، کتنی دور ہے۔"

"زیادہ دور نہیں ہے پر ایک کام کر لیں تو بڑا اچھا ہو۔"

"وہ کیا؟"

"گھوڑوں کو یہیں باندھ دیں سرکار۔ اس ٹیلے کی آڑ میں اتنی جگہ ہے کہ اگر بارش بہت تیز بھی ہو جائے تو گھوڑے بھیگیں گے نہیں۔"

"باندھنے کی بھی کوئی جگہ ہے۔"

"ہاں مہاراج یہ درخت ہے جس کی جڑیں اس خالی جگہ میں نکل گئی ہیں۔ بڑی مضبوط جڑیں ہیں پہلے تو میں انہیں سانپ سمجھا تھا، مگر پھر بعد میں ٹٹول کر دیکھنے سے پتہ چلا کہ وہ سانپ نہیں درخت کی جڑیں ہیں۔"

"چل یہ بھی اچھا ہوا۔ لے تو یہ دونوں گھوڑے باندھ آ۔" پرکاش اور نندراج دونوں گھوڑے سے نیچے اُتر آئے۔ اور گوندو نے دونوں گھوڑوں کی لگامیں تھام لیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آ گیا۔ بوندیں ایک بار پھر رُک گئی تھیں لیکن سرد ہوائیں چلنے لگی تھیں۔ لیکن یہ ہوائیں اتنی سرد بھی نہ تھیں کہ ان کے گیلے ہوئے بدن کے حصوں کو نقصان پہنچائیں۔ بلکہ موسم خاصا خوشگوار ہو گیا تھا۔ گہری تاریک رات میں وہ بھوتوں کی طرح آگے بڑھتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد بستی کے اندرونی حصے میں پہنچ گئے۔

بستی کے گھروں میں ٹمٹماتے ہوئے چراغ جل رہے تھے البتہ کتے بہت تھے اور بھونک رہے تھے، اس وقت گدھے نظر نہیں آ رہے تھے، شاید موسم کی شدت نے انہیں کہیں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ لیکن یہ بات نندراج اور پرکاش کے لئے بہت بہتر تھی، کیونکہ اگر کتے ان کے پیچھے لگ جاتے تو ان کی آمد کا راز بہت سے لوگوں پر آشکار ہو جاتا۔ اور یہ بات بہرحال ابھی نندراج کے لئے بہتر نہ تھی۔ چنانچہ گوندو کی رہنمائی میں وہ گوپی ناتھ کے مکان پر پہنچ گئے۔

یہ ایک چھوٹا سا مکان تھا بالکل کچا تھا۔ اس کے کسی کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ اور روشنی کی ہلکی سی رمق مکان کی بیرونی دیوار پر نظر آ رہی تھی۔

نندراج نے پرکاش کی طرف دیکھا اور پرکاش نے گردن ہلا دی۔ "کیا خیال ہے مہاراج آپ اکیلے جائیں گے یا ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں۔" پرکاش نے پوچھا اور نندراج پُر خیال انداز میں کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

"نہیں پرکاش ساتھ ہی چلو، نجانے گوپی ناتھ میرے ساتھ کس طرح پیش آئے۔"

"ٹھیک ہے مہاراج چلئے۔" پرکاش نے کہا اور وہ گوپی ناتھ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ تب پرکاش نے گوپی ناتھ کے دروازے پر دستک دی۔ دوسری بار دستک دینے پر اندر سے ایک کانپتی سی آواز سنائی دی۔

"بابا واپس آ گئے کیا۔ کیسے ہیں بدری چاچا۔" یہ آواز نندراج کو جانی پہچانی معلوم ہوئی اور اس کا دل دھڑک اٹھا۔ اسی آواز میں وہ گالیاں اور کوسنے سن چکا تھا اور جن خوبصورت ہونٹوں سے یہ آواز نکل رہی ہے وہ آج بھی اس کے ذہن میں اس کی آنکھوں میں محفوظ تھے۔ وہ خاموش رہا اور اس نے دوبارہ دروازے پر دستک دی جس کے جواب میں دروازے کے قریب سے ہی آواز آئی۔

"بولتے کیوں نہیں بابا، واپس آ گئے بدری چاچا کے ہاں سے، ٹھہرو میں دیا لاتی ہوں۔" آواز اس بار دروازے کے قریب ہی سنائی دی تھی اور پرکاش نے نندراج کے شانے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔

"ایسے لگتا ہے جیسے وہ اکیلی ہے۔"

"ہاں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"تو اب کہیں وہ ڈر نہ جائے۔" پرکاش بولا۔

"وہ دیا لینے گئی ہے۔" نندراج نے کہا۔ "دروازہ کھلے تو دیکھا جائے۔ پوچھ لیں گے اس سے۔ یوں کرو پرکاش کہ تم اور گوندو پیچھے ہٹ جاؤ، اگر وہ مجھے اندر بلالے گی تو میں اندر چلا جاؤں گا، تم لوگ باہر انتظار کرنا۔" نندراج نے کہا۔

"ٹھیک ہے جو آگیا۔" پرکاش نے کہا اور وہ دونوں دیوار کے ایک سمت سمٹ گئے۔ چراغ کی روشنی اب دروازے کے نزدیک ہی نظر آئی اور پھر لوہے کی سانکل کھڑکھڑانے کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھل گیا۔

"کیوں واپس آگئے بابا۔ اور تم بول کیوں نہیں رہے" چراغ کی روشنی جس چہرے پر پڑ رہی تھی وہ خود بھی چراغ ہی تھا اس روشنی میں نندراج نے چمپاکلی کو پہچان لیا لیکن پھر چمپاکلی اس کے چہرے کو دیکھ کر سہم کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"کک کون ہو۔ کون ہو تم۔"؟ اس نے خوفزدہ انداز میں پوچھا۔

"تمہارا مہمان ہوں چمپاکلی، بڑی دور سے آیا ہوں تم سے ملنے، پہچان سکتی ہو تو پہچان لو۔" نندراج نے ایسے لہجے میں کہا جس سے محبت کا امرت ٹپک رہا تھا۔ یہ لہجہ کسی کرودھی کا نہیں ہو سکتا تھا جو کسی بری نیت سے اس دروازے پر آیا ہو اور شاید چمپاکلی نے اس بات کو محسوس کر لیا۔

اس نے دیا اٹھایا اور نندراج کے چہرے کے نزدیک کر دیا پھر اس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔

"ہائے رام۔ نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا۔ کیا میری آنکھیں خراب ہو گئی ہیں۔" اس نے چراغ پھر اوپر اٹھایا اور دوبارہ نندراج کے چہرے کے نزدیک کرکے دیکھا۔ "وہی تو ہے۔ وہی تو ہے۔ مگر۔ مگر۔ ہائے رام۔ ہائے رام۔" اب اس کی آواز میں ہلکی سی خوف کی آمیزش پیدا ہو گئی تھی۔

"مجھے دیکھ کر ڈر رہی ہو چمپاکلی۔" نندراج اسی لہجے میں بولا۔

"ن نہیں تو۔ نہیں تو۔ میں بھلا تمہیں دیکھ کر کیوں ڈروں گی میں تو۔ میں تو بہت بہادر ہوں۔ تم مگر کیا تم سچ سچ راجکمار ہی ہو۔ راجکمار نندراج۔"

"مجھے راجکمار نہ کہو چمپاکلی اپنا مجرم کہو تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"مجرم۔ مجرم۔ مگر تم۔ تم تو راجکمار ہو۔ راجکمار مجرم تو نہیں ہوتے۔" چمپاکلی نے کہا۔

"مجھے مجرم ہی کہو کیونکہ میں تمہارا مجرم ہوں چمپاکلی۔"

"نندراج جی نہیں بھگوان کی سوگند تم زندہ ہو یا مر چکے ہو۔"

"ارے۔ میں تمہیں مرا ہوا نظر آرہا ہوں۔" نندراج کسی قدر مسکرا کر بولا۔

"مرے ہوئے نظر تو نہیں آرہے۔ پر یہ تمہارا بھوت ہی ہو سکتا ہے۔ بھلا راجکمار نندراج جی راجکمار ہونے کے باوجود اچھوتوں کی بستی میں کیسے آئیں گے۔ یہ تو ناپاکوں کی بستی ہے اور پھر رات کے سمے، مجھے یقین نہیں آرہا نندراج مہاراج۔ اچھا چلو بھگوان کی سوگند کھاؤ کہ تم نندراج مہاراج ہو۔"

"اچھا چلو بھگوان کی سوگند میں نندراج ہی ہوں۔" نندراج نے آہستہ سے ہنس کر کہا۔

"ہائے رام۔ ہائے رام بھوت تو بھگوان کا نام نہیں لیتے۔ سنا ہے بھوت بھگوان کا نام سن کر جل جاتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے تم نندراج ہی ہو۔"

"دیکھو چمپاکلی میں تمہارا مہمان ہوں بھوت پریت کہو یا انسان سمجھو آدھی رات کو میں نے دریا پار کیا ہے مگر ایک بات بتاؤ کیا گوپی ناتھ گھر پر موجود نہیں ہے۔"

"نہیں ہے بابا ہی تو نہیں ہے۔ اگر بابا ہوتا تو میں تو بھوت سے بھی نہیں ڈرتی۔ مگر راجکمار۔ راجکمار میں کیسے وشواش کروں بھگوان میری سہائتا کرے۔"

"بھگوان تمہاری سہائتا کرے گا چمپاکلی، مجھے اندر نہیں بلاؤ گی۔" نندراج نے پوچھا۔

"اندر بلالوں تمہیں، اکیلی ہوں پھر بھی بلالوں۔"

"تمہاری مرضی ہے، نہ چاہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔"

"نہیں نہیں میں تمہیں واپس نہیں جانے دوں گی، تم جو کوئی بھی ہو آجاؤ جو بھگوان کرے گا دیکھا جائے گا۔" آواز میں انداز میں سہمے ہیں گفتگو میں کہیں بناوٹ کا شائبہ نہیں تھا معصومیت ہی معصومیت تھی ایسی لافانی معصومیت جس کا تصور بھی ذہن میں پاکیزگی پیدا کرتا ہے، بھلا اس کومل پھول کو کون مسلنے کی سوچے گا، کون اس کو نقصان پہنچانا پسند کرے گا۔

صحن سے گزر کر وہ چھوٹے سے دالان میں پہنچا۔ جہاں چارپائیاں پڑی ہوئی تھیں۔ چمپاکلی نے چراغ اس کی جگہ رکھنے کی کوشش کی، چراغ اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ چراغ کا تیل زمین پر گر گیا تھا، وہ بری طرح بوکھلائی ہوئی تھی۔ نندراج جلدی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔

"جلی تو نہیں تم۔"

"نہیں جلی تو نہیں ہوں، مگر اب میں کیا کروں۔ اب بتاؤ میں کیا کروں۔ مگر ٹھہرو میں ابھی تلاش کر لیتی ہوں کوئی

میں اندھی تھوڑی ہوں۔ ابھی چراغ میں دوسرا تیل ڈال لاؤں گی، بتی تو ہوگی ہی، چراغ جل جائے گا۔ ابھی جلا کر لاتی ہوں، بس تم یہاں کھڑے رہنا۔" ایک لمحے کے لئے وہ زمین پر بیٹھ گئی اور چراغ تلاش کرنے لگی، چراغ مل گیا تو وہ کھڑی ہو گئی لیکن نندراج سے بری طرح ٹکرا گئی۔

"ارے ارے شما کرنا مہاراج جی معاف کرنا، بس ابھی آئی۔" وہ دوڑتی ہوئی جانے لگی۔

"دیکھو چمپاکلی اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہو، دیا آرام سے جلالاؤ، اس کے بعد روشنی ہو جائے گی۔"

"میں کاہے کو پریشان ہوتی، میں کبھی پریشان ہوئی ہوں آج تک واہ۔ بس میں ابھی آئی۔" اس کی آواز دور ہوتی ہوئی محسوس ہوئی اور نندراج اپنی جگہ کھڑا مسکراتا رہا۔

ایک ایک ادا ایک ایک لفظ اس کے دل میں گھاؤ ڈال رہا تھا، ایسی پوتر ایسی معصوم لڑکی اچھوت کیوں ہے شودر کیوں ہے، اسے نیچ ذات کیوں سمجھا جاتا ہے، وہ اپنی جگہ کھڑا سوچتا رہا، پھر اس نے دور روشنی کی رمق دیکھی، اور یہ روشنی آہستہ آہستہ اس کے قریب آگئی۔

چمپاکلی نے اس بار چراغ بڑے اطمینان سے رکھا تھا اور پھر وہ گردن ہلا کر مطمئن ہو گئی، پھر دوسرے لمحے پلٹ کر اندر کی جانب بھاگی۔

"اب کیا ہو گیا۔" نندراج نے ہنستے ہوئے کہا۔ اندر سے وہ چھینٹ کی ایک چادر اٹھا لائی تھی۔ یہ چادر اس نے چارپائی پر بچھا دی۔ اور پھر بولی۔

"اب بیٹھ جاؤ۔ اب بیٹھ جاؤ۔ اب سب ٹھیک ہے۔" وہ جیسے خود کو مطمئن کر رہی تھی۔ نندراج کے بیٹھنے سے پہلے وہ خود ہی اچک کر دوسری چارپائی پر بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر بولی۔

"ہائے رام مگر تم آ کیسے گئے، تم تو راجکمار ہو۔ راجکمار تو اچھوتوں کے ہاں کبھی نہیں آتے، اور پھر تم جیسے محلوں کے لوگ، میری سمجھ میں نہیں آتا بھگوان کی سوگند میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

"چمپاکلی دھیرج کرو۔ دھیرج کرو۔ مجھے افسوس ہے گوپی ناتھ جی اس وقت موجود نہیں ہیں، میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں۔"

"مگر ایک بات بتاؤ۔" چمپاکلی اس کی بات ختم ہونے سے پہلے بولی۔ "کیا ان سب لوگوں کو معلوم ہے کہ تم یہاں آئے ہو۔"

"نہیں کسی کو نہیں معلوم۔" نندراج نے جواب دیا۔

"بس پھر ٹھیک ہے۔" چمپاکلی جیسے مطمئن ہو گئی۔ اور حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر نندراج کو دیکھنے لگی۔ اس کی ایک ایک حرکت پر نندراج کا دل چاہ رہا تھا کہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جائے۔ لیکن وہ خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ اس کی ہر ادا پیاری تھی۔ تب نندراج نے آہستہ سے کہا۔

"دراصل چمپاکلی میں اسی دن سے پریشان تھا۔ بھگوان کی سوگند میرا من اسی دن سے اداس تھا جس دن پاپی گھوڑے سواروں نے تمہارے بھائی کو ہلاک کیا۔ میرے دل میں بڑی آرزو تھی چمپاکلی کہ جا کر تم سے معافی مانگوں، میں تمہارا بھائی تو واپس نہیں کر سکتا، مگر میری گردن حاضر ہے، بھگوان کی سوگند میں اس سے کسی کو کچھ بتا کر نہیں آیا۔ تم اگر چاہو تو مجھ سے اپنے بھائی کا بدلہ لے لو۔" نندراج نے گردن جھکا دی اور چمپاکلی عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں۔ راجکمار۔ میں۔ میں تمہیں شما کر چکی ہوں دوش تمہارا تو نہیں تھا، سپاہیوں کو پرادھیکار تو مہاراج نے دیا ہے۔ ہم اچھوت جو ہیں غلطی میری ہی تھی کہ میں نے اپنے بھائی کو ایسے کیوں چھوڑ دیا تھا۔ بس آنکھ بچ گئی تھی سو وہ نکل گیا، موت ہی آگئی تھی بیچارے کی۔ پر نندراج جی بھگوان کی سوگند مجھے بڑا ہی دکھ ہے اس کی موت کا۔" چمپاکلی نے کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مجھے بھی بہت دکھ ہے چمپاکلی، وہ میرا خون نہیں تھا، تمہارا بھائی تھا لیکن بھگوان کی سوگند مجھے یوں لگتا ہے جیسے میرے پاپی ساتھیوں نے میرے بھائی کو مار دیا ہو۔"

"ہاں میں نے دیکھا تھا۔ دیکھا تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ دوش تمہارا نہیں ہے۔ تم اچھے آدمی ہو۔ میں نے اسی سے سمجھ لیا تھا۔ میں جانتی ہوں تم مہاراج بدراج جیسے برے آدمی نہیں ہو مہاراج بدراج تو بہت برے ہیں بہت ہی برے، انہوں نے یہ حکم ہی کیوں دیا ہے کہ اگر کوئی اچھوت راستے میں آجائے تو اسے مار دیا جائے۔ واہ کیا اچھوت انسان نہیں ہوتے، اگر انسان نہیں ہیں تو تمہاری طرح کیوں جیتے ہیں اور تمہاری طرح کیوں مرتے ہیں۔ پھر ہمارے سامنے آجانے سے کون سا اتنا بڑا فرق پڑتا ہے۔" چمپاکلی نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"چمپاکلی میں اپنی پوری برادری کی طرف سے تم سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھے شما کر دو۔ اگر گوپی ناتھ جی ہوتے تو میں ان کے چرن چھو کر بھی معافی مانگ لیتا۔"

"تم۔ تم راجکمار ہو کر ہم اچھوتوں سے معافی مانگ رہے ہو۔"
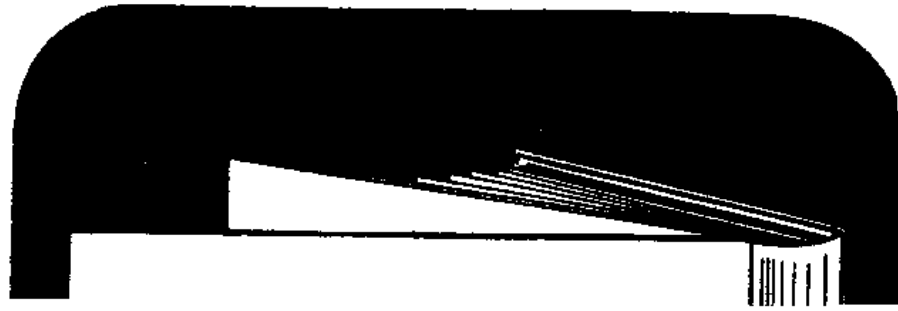
"ہاں چمپا کلی میں تم سے ایک وعدہ بھی کرنا چاہتا ہوں۔"
"کیسا وعدہ۔"؟
"جب میں راجہ بنوں گا تو اچھوتوں کے ساتھ یہ سب کچھ نہیں ہوگا۔ انہیں انسانوں کی طرح برہمنوں کے ساتھ رہنے کی اجازت دی جائے گی اور برہمنوں کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اچھوتوں کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہ کریں۔ لفظ اچھوت مٹا دیا جائے گا۔ سب کے سب انسان کہلائیں گے۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے چمپا کلی، اگر میں جیتا رہا تو اپنا یہ وعدہ ضرور پورا کروں گا۔" نندراج نے کہا۔
"ہائے رام اتنا بڑا کام کرو گے تم۔ ہم لوگ بھی انسانوں کی طرح رہنے لگیں گے، مگر تم راجہ کب بنو گے۔ جلدی سے راجہ بن جاؤ ورنہ یہ راج مہاراج کے دور میں تو تم ایسا نہیں کر سکتے۔"
"ہاں چمپا کلی بھگوان کی سوگند اگر میں راجہ بنا تو یہ ذات پات کا مسئلہ بالکل ختم کر دوں گا۔"
"تو پھر جلدی سے راجہ بن جاؤ نا۔"
"بن جاؤں گا چمپا کلی، جب بھی بھگوان کی اچھا ہوئی میں راجہ بن جاؤں گا۔" نندراج نے کہا۔
"میں۔ میں پرارتھنا کروں گی۔"
"ضرور کرنا چمپا کلی۔ میں نے تمہارا بہت وقت خراب کر دیا۔ چمپا کلی اب میں جاؤں۔"
"ایک بات من میں آ رہی ہے راجکمار پر ہمت نہیں پڑ رہی۔" چمپا کلی نے کہا۔
"کہو کیا بات ہے۔"؟

"من چاہ رہا ہے نندراج راجکمار کہ تم ہمارے ہاں کچھ کھاؤ، کچھ پیئو۔ پر ہم اچھوت ہیں، ہمارے برتن بھی گندے ہوتے ہیں ہمارے ہاتھ بھی گندے ہوتے ہیں اور ہمارے ہاں جو چیزیں ہوتی ہیں وہ بھی گندی ہوتی ہیں، تم کیسے کھاؤ گے تم تو بڑی ذات کے ہو، برہمن ہو نا تم۔"
"چمپا کلی تم نے میری بات پر ابھی تک وشواش نہیں کیا۔ میں نے جو بات کہی ہے سچے من سے کہی ہے اور سنو۔ کیا کھلا رہی ہو مجھے۔"
"کھاؤ گے۔" وہ خوشی سے اُچھل پڑی اور اُچھلنے کے ساتھ ساتھ ہی چارپائی سے نیچے بھی اُتر گئی۔
"بتاؤ کیا کھلا رہی ہو۔"؟
"میں نے۔ میں نے گوجے پکائے ہیں، صبح ہی سے بادل تھا نا۔ بابا تو بھیا کو یاد کر کے روتے رہتے ہیں، میں کبھی ہوں ڈھنگ سے کھانا بھی نہیں کھایا جاتا تو اور رونے لگتے ہیں۔ گوجے انہیں بہت پسند تھے سو آج میں نے ان کے لئے پکوائے۔ لیکن وہ دو ہی کھائے بس۔ باقی سب کے سب رکھے ہیں۔"
"تم نے نہیں کھائے۔"؟
"میں نے بھی کھائے ہیں۔ لیکن ابھی اور بہت سے رکھے ہیں۔ لاؤں۔"
"لے آؤ۔" راجکمار نے جواب دیا۔ کسی اچھوت لڑکی کے لئے یہ اس کی زندگی کا سب سے حیرتناک واقعہ تھا جسے وہ سپنے میں نہیں سوچ رہی تھی۔ وہ رسوئی میں گئی اور ایک تھال میں گوجے رکھ کر لے آئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک گلاس دودھ بھی بھر کے لائی تھی۔ یہ دونوں چیزیں اس نے اس طرح راجکمار کے سامنے رکھیں جیسے اس کے مذاق کا اندازہ کرنا چاہتی ہو۔ اور راجکمار نے صدیوں پرانی وہ رسم چمپا کلی کی اس کٹیا میں توڑ دی جو برہمنوں کی شان تھی۔ اس نے ایک اچھوت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا اچھوت کے برتن میں کھا کر یہ ثابت کر دیا کہ وہ اپنے قول کا پکا ہے اور اس نے جو عہد چمپا کلی سے کیا ہے اسے وہ ضرور پورا کرے گا۔ چمپا کلی اس بات سے اتنی خوش ہوئی کہ اس نے نیچے بیٹھ کر راجکمار کے دونوں پیر پکڑ لئے۔
"تم نے ہمیں وہ مان دیا ہے نندراج۔ تم نے ہمیں وہ عزت دی ہے جس کا ہم لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔"
"میں راجکمار نندراج۔ بھگوان کی سوگند اگر مجھ سے کوئی میرا جیون مانگے تو میں اس کے نہیں اپنا جیون دینے کو تیار ہوں۔ راجکمار تم نے اچھوتوں کا مان بڑھا دیا ہے۔" چمپا کلی نے کہا خوشی
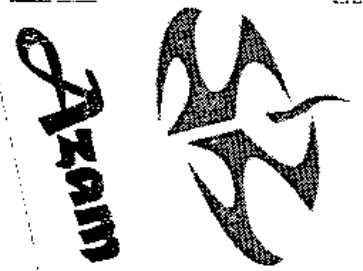
سے اس کی آنکھوں کی کوریں بھیگ گئیں۔

"ابھی نہیں چمپا کلی ۔ تیرے من میں جو کچھ ہے اگر بھگوان نے اسے پورا کر دیا تو میں تمہیں دکھاؤں گا کہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔" راجکمار نے چمپا کلی کے ہاتھ سے بنے ہوئے گوبھ کھائے دودھ پیا اور چمپا کلی بے حد خوش نظر آنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد راجکمار اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ "اب مجھے آگیا دو چمپا کلی اب میں جاؤں گا۔"

"کیوں ؟" چمپا کلی حیرت سے بولی۔

"ارے تو کیا اب یہیں رہ پڑوں۔"

"نہیں یہاں تو نہ رہو مگر ابھی جلدی کیا ہے ؟"

"کوئی جلدی نہیں ہے تم کہتی ہو تو بیٹھ جاتا ہوں۔"

"ہاں اور کیا ابھی بیٹھو، تھوڑی دیر کے بعد چلے جانا۔"

"لیکن ایک بات کا ڈر اور بھی ہے۔" نند راج نے کہا۔

"کس بات کا ؟" وہ بولی۔

"اگر اس سمے گوپی ناتھ جی آگئے تو مجھے تمہارے پاس بیٹھے دیکھ کر ناراض ہوں گے۔ ہونگے نا۔"

"کیوں، ناراض کیوں ہوں گے ؟" وہ تعجب سے بولی۔

"چمپا کلی تم جوان ہو نا۔" اور کسی جوان لڑکی کا کسی جوان مرد کے پاس بیٹھنا اچھی بات نہیں سمجھا جاتا۔"

"میں جوان ہو گئی ہوں نا۔ یہ بات بھی ہے تم نے میرے من کی۔ بابا سے جب بھی کہتی ہوں وہ مان کر ہی نہیں دیتا۔ کہتا ہے بچی ہوں بچی ہوں، اُچھلتی کودتی ہوں۔ اب کیا جوان ہو کر آدمی اُچھلنا کودنا بھی چھوڑ دے۔ کیا راجکمار جی تم اُچھلتے ہو ؟" اس نے شوخ انداز میں پوچھا۔ اور راجکمار آنکھیں بند کرکے ہنسنے لگا۔

"اب مجھے آگیا دے ہی دو چمپا کلی۔" "ہاں اگر تم آگیا دو تو دوبارہ بھی تم سے مل لوں۔"

"لو اس میں آگیا کی کیا بات ہے۔ تم تو اب ہمارے اپنے ہو گئے ہو نا۔"

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو چمپا کلی۔"

"ہاں اور کیا ۔ دوسرے برہمنوں کی طرح تم بُرے آدمی نہیں ہو بلکہ بہت ہی اچھے ہو۔ ہمارے پاس آئے مجھ سے اُلٹی سیدھی باتیں کیں۔ اگر میں یہ ساری باتیں بابا سے کہوں تو وہ کبھی نہ مانے گا۔"

"تم اسے یقین دلا دینا۔ اور یہ بھی بتا دینا کہ میں اس سے معافی مانگنے آیا تھا۔"

"میں اسے بتا دوں گی۔ مگر وہ بڑی مشکل سے مانے گا۔ اچھا تو اب یہ بتاؤ کب آؤ گے ؟"

"جب تم کہو۔"

"میں تو تمہارا انتظار کیا کروں گی۔"

"کب۔"

"جب تم چاہو۔"

"مگر چمپا کلی ایک مشکل پیش آئے گی۔" نند راج نے کہا۔

"کیا۔" ؟

"بستی میں ابھی میرا دیکھا جانا ٹھیک نہیں ہے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔ اور میں سوچ بھی رہی تھی یہاں تو بڑے بُرے لوگ بھی رہتے ہیں۔ اگر انہوں نے تمہیں یہاں دیکھ لیا تو وہ تو چپ نہ رہ سکیں گے اور راجہ بدراج مہاراج کو پتہ چل جائے گا کہ تم یہاں آتے ہو۔ بدراج مہاراج تمہارے آنے پر پابندی لگا دیں گے۔"

"ہاں چمپا کلی یہ خیال میرے ذہن میں بھی ہے۔"

"تو پھر تم یوں کرو نا۔ لوگوں کو پتہ ہی نہ چلے، رات کے سمے آیا کرو اور رات ہی میں چلے جایا کرو۔"

"رات کو آؤں گا تو تم سے کیسے مل سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں مل سکتے۔ ایسے ہی ملنا جیسے اس سمے ملے ہو۔" چمپا کلی بولی اور نند راج مسکرانے لگا۔

"اس سمے کی بات دوسری ہے چمپا کلی، اتنی رات گئے روز آنا بھی ٹھیک نہیں ہوگا اور پھر تمہاری بستی میں کتے بھی بہت ہیں۔"

"ارے ہاں یہ بات بھی ہے۔" چمپا کلی تھوڑی پریشان ہوکر بولی۔

"تو پھر کیا کرنا چاہیئے۔ ؟" نند راج نے پوچھا۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "اچھا سنو میں تمہیں ایک ترکیب بتاؤں۔"

"ہاں ضرور بتاؤ۔" چمپا کلی نے کہا۔

"تم نے گورج گھاٹ پر وہ چھوٹی سی بگیا دیکھی ہے جس میں سیب اور سنتروں کے درخت ہیں۔"

"ہاں دیکھی ہے وہ تو ادھر ہی ہے نا۔"

"ہاں ادھر ہی ہے۔"

"دیکھی ہے میں تو کئی بار وہاں جا چکی ہوں۔" چمپا کلی نے کہا۔

"گورج گھاٹ کے باغ میں ہم لوگ ہر دوسرے تیسرے دن مل سکتے ہیں کیا تم وہاں تک آ سکتی ہو۔"

"ہاں ضرور۔ ہم لوگ وہاں مل لیا کریں گے۔"

"تم آ بھی سکو گی وہاں۔"

"ہاں۔"

"کس سمے۔ ؟"

"جس سمے تم کہو۔" چمپا کلی نے جواب دیا۔

"تم رات کو اس سمے وہاں آ سکتی ہو۔ جب چاند نکلنا شروع ہو تو تم وہاں آ جایا کرنا، میں تمہارا انتظار کیا کروں گا۔" نند راج نے کہا۔

"ٹھیک ہے چاند نکلنے سے پہلے میں اس سمے پہنچ جایا کروں گی۔" چمپا کلی خوشی سے بولی۔

"کل آؤ گی وہاں۔"

"ہاں ضرور آؤں گی۔"

"تو میں تمہیں وہاں تلاش کروں۔"

"ہاں تلاش کر لینا یا میں وہاں خود تمہیں دیکھ لوں گی۔"

"میں ضرور آؤں گا" نند راج نے کہا۔

"تو اب تم جا رہے ہو۔" ؟ اس کے لہجے میں دکھ سمٹ آیا۔ اور نند راج محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں دکھ ہو رہا ہے۔"

"ہاں بڑا دل دکھ رہا ہے میرا۔ تم ابھی سے جا رہے ہو۔ خیر کوئی بات نہیں تمہارا جانا بھی تو ضروری ہے، اس سے پہلے کہ بدراج مہاراج کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ تم یہاں آئے تھے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ جاؤ۔ جاؤ۔ بھگوان تمہیں سکھی رکھیں۔ نند راج۔" چمپا کلی نے کہا اور نند راج اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

چمپا کلی سے رخصت ہوتے ہوئے اس کے دل میں بھی بڑے درد سمٹ آئے تھے لیکن اسے اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ چمپا کلی نے اسے قبول کر لیا ہے۔ دونوں کے دلوں میں محبت کے چراغ روشن ہو گئے تھے۔ نند راج دروازے سے باہر نکل آیا۔ چمپا کلی دروازے پر کھڑی اسے اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک نند راج نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گیا۔

پرکاش اور گوند پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر وہ تینوں مل گئے۔ نند راج خاموش تھا اور پرکاش کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دریا پار کر رہے تھے۔

⁂

تلک چند بے کل تھا۔ پریشان تھا وہ بہت بُری طرح رہ رہ کر اس کے کانوں میں وہ آواز گونج رہی تھی جسے آج اس نے دھوکا دے دیا تھا۔ کسی طور یہ نہیں ہونا چاہیئے تھا کہ میں اسے سینے سے لگا لوں۔ میرا سینہ کسی اور کی امانت ہے۔ ہے بھگوان میں کیا کروں۔ کہاں ہے تو۔ ؟ کہاں ہے ؟ مجھے اس سمے تیری ضرورت ہے، میں اتنا پریشان ہوں کہ میرا دل پھٹ جائے گا۔ تلک چند نے بیزار ہوکر اپنے تصور کو پکارا۔ اور ایک نقرئی سرگوشی اس کے کانوں میں گونج اُٹھی۔ اور وہ اُچھل پڑا۔

"تلک چند پریشان ہو، بار بار بھول جاتے ہو، میں تو تم سے کہہ چکی ہوں کہ جب من چاہے آواز دے لیا کرو، اگر تمہاری آواز پہنچی ہوئی تو میں ضرور تم تک پہنچ جاؤں گی۔" تلک چند کو آواز سنائی دی اور وہ بُری طرح اُچھل پڑا۔

اس نے متوحش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور بولا۔ "ہے بھگوان یہ میرے کانوں کا قصور تو نہیں، کہیں یہ میرا وہم تو نہیں۔"

"نہیں تلک چند یہ وہم نہیں ہے، میں تمہارے پاس موجود ہوں، میری آتما تو ہر سمے تمہارے پاس رہتی ہے۔"

"میں بہت پریشان ہوں، میں بڑا بے کل ہوں، تم میری مجبوریاں جانتی ہو تم ہی مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔"

"میں سب کچھ جانتی ہوں تلک چند۔ اور میرے من میں خوشیاں ناچ رہی ہیں کہ تمہیں میرا اتنا خیال ہے۔ تم چنتا کیوں کرتے ہو، وہ پاپی لڑکی کون ہے تم نہیں جانتے۔ لیکن میں جانتی ہوں اُسے۔"

"مجھے نہیں بتاؤ گی۔" تلک چند نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"تم اس کے بارے میں جاننا چاہتے ہو۔" ؟

"ہاں میں اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں کہ آخر وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے۔ کیا کر رہی ہے وہ۔ میں تو بڑا پریشان ہو گیا ہوں۔" تلک چند نے کہا۔

"تلک چند یہ گھنشیامی کی نئی چال ہے۔"

"گھنشیامی۔" تلک چند نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں گھنشیامی ہمارا مشترکہ دشمن، ہمارا سب سے بڑا دشمن جو اب گرو گردھاری لال کے نام سے مشہور ہے۔"

"اوہ گرو گردھاری لال۔ ہاں میں انہیں جانتا ہوں، بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔" تلک چند نے کہا۔

"وہ گھنشیامی ہی ہے۔ پاپی گھنشیامی جو کبھی ہمیں ایک نہیں ہونے دیگا۔ وہ بدبخت ہماری ہی تاک میں لگا ہوا ہے۔ وہ گیانی ہے اور اُسے معلوم ہے کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے، چنانچہ وہ اپنی کوششوں میں مصروف ہے۔ اور یہ لڑکی یہ پاپی لڑکی اسی کی بھیجی ہوئی ہے۔" آواز نے کہا۔

"مگر یہ کون ہے۔" ؟

"پوجا ہی ہے۔"

"اچھا لیکن کیا یہ گیانی بھی ہے۔"

"نہیں گیانی نہیں ہے جھوٹ بول رہی ہے پاپن کہیں کی۔"
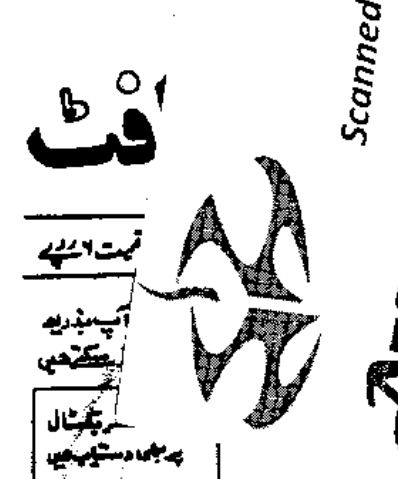
"لیکن اس نے تو مجھے میری ماتا جی پتا جی اور دوسرے لوگ بھی دکھائے تھے۔ یہ کیا تھا؟"

"کچھ نہیں تھا، اس کے پاس کوئی گیان دھیان نہیں ہے البتہ گھنشیامی نے اسے کچھ منتر سکھا کر بھیج دیا ہے، چنانچہ وہ تم پر اپنا منتر آزما رہی ہے۔"

"تم جانتی ہو وہ کیا چاہتی ہے؟"

"ہاں میں جانتی ہوں۔"

"مجھے بتاؤ میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"سنو گردھاری لال اس جنم میں بھی نہیں چاہتا کہ ہم تم ایک ہوں۔ وہ نہیں چاہتا میں تمہاری بن جاؤں اور یہ اس کی بہت پرانی خواہش ہے۔ یہ شیطان ہمیشہ اسی دور میں جنم لیتا ہے جب میں سنسار میں آتی ہوں۔ اور پھر وہ اس کوشش میں مصروف ہو جاتا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان دیواریں کھڑی ہو جائیں۔ اور ہم تم مل نہ سکیں، سو اس بار اس نے یہ چال چلی ہے۔ تم نہیں جانتے تلک چند کہ جب تم درپودھن تھے تو اس نے بڑی چالاکی سے مجھے ختم کرا دیا تھا — اور اب بھی وہ یہی چاہتا ہے۔ اب وہ چاہتا ہے کہ میں تمہاری نہ بن سکوں اور مجھ سے پہلے پوجا تمہاری بن جائے۔ اور اگر پوجا تمہاری زندگی میں آ جائے گی تو پھر میں کبھی تمہاری نہ بن سکوں گی بھگوان کی سوگند میں کبھی تمہاری نہ بن سکوں گی۔"

"نہیں میری دوست میری ساتھی، میں کبھی پوجا سے شادی نہیں کروں گا بھگوان کی سوگند میں کبھی پوجا سے شادی نہیں کروں گا۔" تلک چند نے کہا۔

"مجھے تم پر وشواش ہے۔" آواز سنائی دی۔

"مگر یہ بتاؤ اب میں کیا کروں؟"

"یہی بتانے آئی ہوں۔ تم اتنے پریشان نہ ہو۔ میں ترکیب بتاؤں گی تم اس پر عمل کرنا۔"

"بتاؤ بھگوان کے لئے جلدی بتاؤ۔"

"پوجا جس طرح تمہارے پاس آ رہی ہے، اسے آنے دو اس سے پریم کی باتیں کرو مجھے بالکل دکھ نہ ہوگا کیونکہ میں جانتی ہوں کہ یہ سب کچھ مصلحت کے تحت ہوگا۔ اسے یہ وشواش دلا دو کہ تم اسے چاہنے لگے ہو۔ دیکھو تلک چند اگر وہ کوئی اچھی لڑکی ہوتی اور تم اسے وچن دے دیتے تو یہ اچھی بات نہ ہوتی کہ وچن کو توڑ دیا جائے لیکن جو شیطان بن کر تمہارے جیون میں داخل ہوئی ہے اسے شیطان بن کر ہی شکست دی جا سکتی ہے۔ اسے اپنے پریم کا وشواش دلا دو وہ پاگل ہو جائے گی اور سب کچھ خود ہی تمہارے سامنے اگل دے گی۔"

"مم... مگر... مگر وہ کس ارادے سے یہاں آئی ہے۔"

"بس اسی ارادے سے کہ تمہیں اپنے جال میں پھانس لے اور تمہاری رانی بن جائے۔ ایک بات وہ اور بھی چاہتی ہے۔"

"وہ کیا؟" تلک چند نے پوچھا۔

"وہ چاہتی ہے کہ راجہ کیدو راج کو قتل کر دیا جائے اور تمہیں راجہ بنا دیا جائے کیونکہ خود اس کے من میں رانی بننے کی خواہش برسوں سے رہی ہے۔"

"اوہ تو وہ راجہ کیدو راج کو قتل کرنا چاہتی ہے۔" تلک چند نے حیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں — میں جانتی ہوں وہ اتنی گہری نہیں ہے جتنی بننے کی کوشش کرتی ہے۔ تم اگر ذرا سی کوشش کرو تو اس سے اس کا راز اگلوا سکتے ہو۔" "بھگوان کی قسم تم نے میرا من شانت کر دیا ہے۔ تم نے میری وہ بے چینی ختم کر دی ہے جو میرے من میں سلگ رہی تھی، میرے سینے سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ میرا من آگ بنا ہوا ہے تم نے اس آگ پر پانی کی دھار ڈال دی ہے۔" "میں تمہاری استری ہوں تمہاری ساتھی ہوں، تم سے پریم کرتی ہوں، بھلا میں تمہیں جلتا ہوا کیسے دیکھ سکتی ہوں۔ بس اب تم یوں کرو جس طرح پوجا تمہیں بیوقوف بنا رہی ہے الٹا تم اسے بیوقوف بنا کر رکھ دو۔" آواز نے کہا اور تلک چند مسکرانے لگا۔

"تم نے میرا دل ہلکا پھلکا کر دیا ہے اب وہ مجھ سے چالاکی کی کوئی بات نہیں کر سکے گی، تم چنتا مت کرو کل صبح سے ہی لو کل صبح سے میں اسے بیوقوف بنانا شروع کر دوں گا۔" اور تلک چند مطمئن ہو گیا۔ وہ پریشانی جو اس کے سینے میں کروٹیں بدل رہی تھی یکسر ختم ہو گئی، وہ خاصا ہشاش بشاش ہو گیا تھا۔

دوسری صبح جب وہ کیدو راج کے سامنے پہنچا تو وہاں پر بھان متی اور پوجا بھی موجود تھیں۔ تلک چند نے بڑے پریم سے مسکرا کر پوجا کی جانب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں محبت ناچ رہی تھی، اور پوجا نے اس محبت کو محسوس کیا اور اس کا دل بھی خوشی سے ناچ اٹھا۔ اس نے فاتحانہ انداز میں اپنی ماں کی جانب دیکھا۔

بھان متی جو خود بھی تلک چند کی یہ کیفیت دیکھ چکی تھی مسرت سے مسکرا رہی تھی۔ ان کے خیال میں ان کا کام بن گیا تھا لیکن یہ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ تلک چند کے دل میں کیا ہے یہ بات تو کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ تلک چند اب اس قدر پریشان نہیں تھا۔ ان دیکھی آواز کے گم ہو جانے کے بعد اس کے ذہن نے بہت کچھ سوچا تھا۔ رہی پوجا کے گیان کی بات تو اب وہ اس کے بارے میں بھی اچھی طرح جان گیا تھا۔

یوں مختلف لوگوں کے من میں مختلف خیالات تھے۔ ناشتے کے بعد پوجا اٹھ کھڑی ہوئی۔ "ماما جی۔ اگر آپ اگیا دیں تو میں ہری راج جی کے ساتھ سیر کر آؤں مجھے آپ کی یہ بستی بڑی ہی پسند آئی ہے۔"

"مجھے کیا اعتراض ہے۔" کیدو راج نے کہا۔

ان دونوں کے جانے کے بعد بھان متی نے کیدو راج کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھیا جی یہ دونوں کیسے لگتے ہیں۔"

"کون دونوں؟"

"میرا مطلب ہے ہری راج اور پوجا۔"

"دونوں بچے ہیں اور بچے کسے سندر نہیں لگتے۔"

"میں کسی اور خیال سے کہہ رہی ہوں۔"

"کس خیال سے۔؟"

"اگر ہم ان دونوں کا وواہ کر دیں تو؟" بھان متی نے کہا اور کیدو راج چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے پھر اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"بھان متی بہن — پوجا بھی میری ہی بچی ہے۔ لیکن تم جانتی ہو میرے کوئی اولاد نہیں ہے اور ہری راج کو میں نے منہ بولا بیٹا بنایا ہے۔ وہ آئندہ ہونے والا راجہ ہے اور راجاؤں کی شادیاں سیاسی ہوتی ہیں۔ میں اپنی حکومت اپنی ریاست کو وسیع کرنا چاہتا ہوں۔ میرے من میں تو بڑی آشا تھی کہ حکومت دور دور تک پھیلا دوں پر تقدیر نے میرا ساتھ نہیں دیا اور میں ناکام رہا۔ لیکن یہ کام میں ہری راج کے ذریعہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیسے؟"

"جگ پور کے راجہ ہرنام سہائے کے ہاں کوئی بیٹا نہیں ہے بس اس کی ایک بیٹی ہے جسے ہرنام حکومت کے لئے نامزد کر چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہری راج کی شادی ہرنام سہائے کی بیٹی سے کروں۔ تاکہ یہ دونوں سلطنتیں ایک ہو جائیں اور اس کے بعد میں ایک پرانی خواہش پوری کروں گا۔ بہت پرانی۔"

"وہ کونسی خواہش ہے؟" بھان متی نے پوچھا۔

"جے چند کی سلطنت کو قابو میں کرنے کی۔"
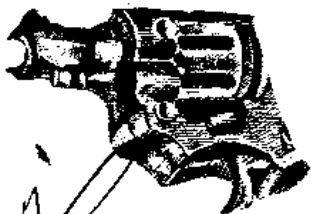
بھان متی عجیب سی نگاہوں سے کیدوراج کو دیکھنے لگی، اس کی آنکھوں میں شعلے سُلگ اُٹھے تھے، لیکن چالاک عورت تھی، حالات پر قابو پانا جانتی تھی، اپنے اعصاب کو قابو میں رکھ سکتی تھی، اس نے چند لمحات کے اندر اندر اس نے خود کو پُرسکون کر لیا اور کیدوراج کو یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ اس کے دل میں کوئی خاص بات ہے۔

کیدوراج اپنی خوشی کے عالم میں اپنے دل کی کہانی سُنا رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"بھان متی وشواش کرو، یقین کرو میری ان باتوں پر جے چند کی حکومت پر قبضہ کرنا میری اوّلین خواہش ہے۔ میں نے اس کے بڑے بڑے منصوبے بنائے تھے لیکن جب میں اپنی محنت میں کامیاب ہو گیا تو مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ایک بھول ہو گئی مجھ سے ۔۔ میں جے چند کے میلے میں شریک ہو گیا، وہاں نہ جانے کس طرح جے چند کو میرے ارادوں کے بارے میں معلوم ہو گیا اور اس کمبخت نے میرے خلاف ایک سازش کی، ایسی سازش جس نے مجھے تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیا، لوگ طنزیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے حتیٰ کہ مجھے اپنی حیثیت بچانا مشکل ہو گیا، لوگ مجھے راجہ کے بجائے چور سمجھنے لگے اور یہ سب جے چند کی وجہ سے ہوا، اس کی کوششوں سے ہوا، میں تو ناکام ہو کر واپس آ گیا۔ لیکن اس وقت سے میرے من میں چتا سُلگ رہی ہے۔ ایک ایسی چتا جسے بجھایا نہیں جا سکتا۔" کیدوراج کی آنکھوں میں واقعی آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے تھے۔

"مگر کیدوراج مہاراج جے چند تو مر چکا ہے۔" بھان متی نے کچھ سوچ کر کہا۔

"جے چند تو مر چکا ہے بھان متی بہن لیکن اس کی سلطنت تو باقی ہے اور اس وقت جے چند کی سلطنت پر جو شخص حکومت کر رہا ہے اس کا نام مادھولال ہے۔"

"مادھولال کون ہے؟" بھان متی نے پھر ہنستے ہوئے پوچھا۔

"مادھولال جے چند کا بھائی ہے۔ اس نے راجہ جے چند کو قتل کرنے کے بعد اس کے تخت پر قبضہ کیا ہے۔ اور اب مجھے اس تخت پر قبضہ کر کے ایک بار خود کو اس راجدھانی کا راجہ ضرور کہلوانا ہے۔" کیدوراج نے جواب دیا۔

"مگر میں نے تو سُنا تھا کہ مادھولال سے تمہاری دوستی ہے؟" بھان متی نے پوچھا۔

"ہاں مادھولال سے ایسی ہی دوستی ہے میری جیسی کہ راجاؤں کی راجاؤں سے ہوتی ہے، دوسرے معنوں میں سلطنتوں کی سلطنتوں سے ہوتی ہے، ہم اس دوستی کو راج نیتی کہہ سکتے ہیں۔ اور تم اس بات کو اچھی طرح سمجھتی ہوگی بھان متی کہ دوستی الگ چیز ہوتی ہے اور راج نیتی الگ چیز۔ میں مادھولال سے ملنے گیا تھا، بدھائی دی تھی میں نے اسے، لیکن اس سمے بھی میرے من میں یہی بات تھی کہ مادھولال جب بھی میرا بس چلا تو میں تجھے اس گدی سے اُتار کر خود اس گدی پر قبضہ کروں گا اور یہ خیال آج بھی میرے من میں موجود ہے۔ تم جانتی ہو بھان متی میرے کوئی اولاد نہیں تھی، میں نے ایک ایسے گمنام لڑکے کو لے کر پالا ہے جس کا دعویدار کوئی نہیں ہے، جس جگہ سے میں نے اسے لیا اور جس شخص کے پاس وہ موجود تھا وہ خود بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا چنانچہ آنے والا سمے اس بات کو بھول جائے گا کہ ہری راج میرا بیٹا نہیں ہے۔ میری سلطنت کا حکمران بننے کے بعد اس وقت جب میں اس کی شادی کرنے کے بعد ایک اور سلطنت پر قابض ہو جاؤں گا تو یہ دونوں قوتیں مادھولال کے خلاف صف آرا ہو جائیں گی اور پھر مادھولال شرکوں اور گیدڑوں کی خاک چھانتا پھرے گا۔ راج گدی ہماری ہوگی۔ تم بھان متی اس بات سے سمجھ گئی ہوگی کہ ہری راج کا جیون ایک مقصد کی وجہ سے ہے۔ اگر میرے سامنے یہ مقصد نہ ہوتا تو ہری راج میرے پاس نہ ہوتا۔ بھان متی میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں ظاہر ہے تو میری بہن ہے، اگر پنکاج میرا بیٹا ہوتا اور ایسی کوئی بات میرے من میں نہ ہوتی جو میری ضرورت بھی ہے تو میں بڑی خوشی سے پوجا کا وواہ اس سے کر دیتا لیکن ان حالات میں تم خود اچھی طرح جانتی ہو۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔" بھان متی نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مجھے یقین ہے بھان متی تمہیں اس بات کا دُکھ ہوا ہوگا مگر میری مجبوری کو بھی تم اچھی طرح سمجھتی ہو۔"

"ہاں میں تمہاری مجبوریوں کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔" بھان متی نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"تو پھر تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس بات پر تم نے مجھے شما کر دیا ہے؟" کیدوراج نے محبت سے پوچھا۔

"ارے نہیں کیدوراج کیسی باتیں کرتے ہو یہ بات تو بس میرے من میں آ ہی گئی تھی۔ اگر تم پوجا کو سوئیکار کر لیتے تو دوسری بات تھی، ورنہ اگر تم نے یہ بات کہہ دی تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ مجھے تو تمہاری خوشی چاہئے آخر تم بھی میرے بھائی ہو۔ اور میں اگر تمہیں کچھ دے نہیں سکتی تو تم سے کچھ لوں گی بھی نہیں، بس ٹھیک ہے؟ میں نے اپنے من کی بات تم سے کہی اور تم نے اپنی اچھا مجھے بتا دی۔ اب اس میں بُرا ماننے کی کیا بات ہے۔" بھان متی نے مسکرا کر کہا۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ بھان متی، تم نے مجھے ایک پریشانی سے بچا لیا ہے۔"

"کیوں تمہیں کیا پریشانی ہوتی؟"

"تمہارا من ٹوٹنے کی۔"

"اوہ۔" بھان متی نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"ہاں وشواش کرو بھان متی تمہارا من ٹوٹتا تو مجھے بڑا ہی دکھ ہوتا۔ مجھے تم سے بڑا ہی پریم ہے، میں نہیں چاہتا کہ تم میرے بارے میں کوئی بُری رائے رکھو۔"

"اچھا چھوڑو اس قصے کو، ایک بات تو بتاؤ۔" بھان متی بولی۔

"ہاں ہاں پوچھو۔"

"کیا ہری راج اس شادی کے لئے خوشی سے تیار ہو جائے گا، تم جانتے ہو؟"

"ہری راج کی کیا مجال ہے کہ وہ تیار نہ ہو۔" کیدوراج بولا۔

"بچہ ہے۔ ممکن ہے دماغ میں کچھ اور خیال آ جائے۔"

"اسے وہی سب کچھ کرنا ہوگا بھان متی جو میں چاہوں گا۔ اسے اپنی مرضی سے کوئی کام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔" کیدوراج نے کہا اور بھان متی اسے دیکھنے لگی۔

"تو تم اس شادی میں اس کی اچھا معلوم نہیں کرو گے؟"

"نہیں اس کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا کہ میں جو چاہتا ہوں وہی ہو جائے، اور اسے میرے حکم کی تعمیل کرنا ہوگی، بڑا ہی ہونہار بچہ ہے جس ماں باپ کی اولاد ہے وہ واقعی قابلِ فخر ہیں، بڑی ہی عزت کرتا ہے وہ میری، میرا احسان مند ہے، کبھی بھی کوئی ایسا کام نہیں کرے جس سے مجھے تکلیف ہو۔" راجہ کیدوراج نے کہا اور بھان متی مسکرانے لگی۔ اس کے دل میں کیا تھا یہ بات سنسار میں کسی اور کو معلوم نہیں تھی۔

***

پوجا ہواؤں کے دوش پر سفر کر رہی تھی۔ خوبصورت رتھ ان دونوں کو لئے اُڑا چلا جا رہا تھا، رتھ میں چار گھوڑے جُتے ہوئے تھے اور گھوڑوں کی لگامیں پوجا نے اپنے ہی ہاتھوں میں پکڑ رکھی تھیں، راجکمار تلک چند بھی اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

پوجا کے لمبے لمبے بال ہواؤں میں اُڑ رہے تھے اور اس کے چہرے پر عجیب سی [illegible] اور جیت لینے کا غرور تھا۔ آئی تو وہ کسی اور کی سازش کا شکار ہو کر تھی۔ لیکن خود ہی محبت کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ تلک چند کی شخصیت نے اس پر ایسا جادو کر دیا تھا کہ اب وہ تلک چند کے بغیر کچھ سوچ ہی نہیں سکتی تھی۔

گھوڑے دوڑانے والے کے اشارے پر دوڑ رہے تھے اور ان کی منزل نہ معلوم تھی۔ کافی دیر ہو گئی تو تلک چند نے ہی پوجا کو مخاطب کیا اور وہ مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"کہاں چل رہی ہو پوجا۔"

"جہاں یہ رتھ لے جائے۔" پوجا نے مسکرا کر کہا۔

"واہ۔ لیکن کوئی منزل تو ہوگی تمہاری۔"

"منزل۔ بھگوان کی سوگند تلک چند منزل کے تصور ہی سے وحشت ہوتی ہے۔ دل چاہتا ہے یہ گھوڑے فضا میں بلند ہو جائیں اور ہمیں بادلوں کے ان سفید سفید مرغولوں کے درمیان لے جائیں جو نیلے آکاش پر اُڑتے ہوئے بڑے ہی حسین لگتے ہیں۔ بادلوں کے سرمئی ٹکڑے ہمیں خود میں بھینچ لیں اور ان کے اندر سے پھوٹتی ہوئی پھواریں ہمیں بھگو دیں۔ پھر ہمارا یہ رتھ چاند کی بستی میں پہنچ جائے، جہاں سونے کے درخت ہوتے ہیں، جہاں ندیاؤں میں سُنہرا پانی بہتا ہے۔ ہم اس سُنہرے پانی کے پاس بیٹھ کر ایک دوسرے سے پریم کی باتیں کریں اور سُنہرا پانی ایک دوسرے پر اچھالیں پھر یوں ہو کہ ہم دونوں کے بدن سُنہرے پانی میں بھیگ جائیں، اور بدن کا رنگ سونے کا رنگ ہو جائے اور یہ رنگ کبھی نہ چھوٹے۔ یہ سُنہرا پن لئے جب ہم آکاش سے اس دُنیا میں آئیں تو لوگ یوں سمجھیں کہ چاند کے باسی آکاش سے دھرتی پر اُتر آئے ہیں۔ پھر یوں ہو تلک چند کہ ہمیں اس سنسار کے باسیوں کی حیثیت سے نہ جانا جائے بلکہ ہم جہاں بھی ہوں الگ ہوں، لوگ ہم دونوں کو دیکھ کر یہ سمجھ لیں کہ پوجا تلک چند کے لئے ہے اور تلک چند پوجا کے لئے ہے۔ کوئی اور ان دونوں کے درمیان دخل دینے والا نہیں ہے۔"

"اوہ۔" تلک چند نے گہری سانس لی اور ہنسنے لگا۔ "واہ پوجا۔ تم نے تو مجھے بھی خوابوں کی وادیوں میں پہنچا دیا پوجا۔"

"تلک چند بھگوان کی سوگند میرا من یہی چاہتا ہے۔"

"ضرور چاہتا ہوگا پوجا۔ مگر من ایسی انہونی باتیں چاہنے لگے تو۔ یہ تو اچھا نہیں ہے پوجا۔"

"مجھے چاہنے دو۔ تلک چند مجھے چاہنے دو، بس میری آشا ہے کہ ہم یونہی دوڑتے چلے جائیں۔"

"تمہاری آشا سے یہ گھوڑے تھک جائیں گے پوجا۔ ان

بیچاروں کو کیوں ستکار رہی ہو؟" تلک چند نے کہا اور پوجا ہنسنے لگی۔
"تمہیں ان پر رحم آ رہا ہے۔"
"ہاں۔"
"روک دوں انہیں۔"؟
"ہاں روک دو۔"
"اِس جگہ۔" پوجا نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر بولی "نہیں تلک چند یہاں نہیں۔"
"کیوں"؟
"بس تھوڑی سی دور اور۔ وہ دیکھو وہ جو سامنے پہاڑی نظر آ رہی ہے، یوں لگتا ہے جیسے زمرد کی بنی ہوئی ہو۔ اس کے پاس چل کر اس کے دامن میں بیٹھیں گے پھر وہیں باتیں کریں گے۔" پوجا نے دور ایک سمت اشارہ کیا اور تلک چند ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ دل ہی دل میں وہ پوجا کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔

پاگل لڑکی جو خیالات تو نے اپنے ذہن میں قائم کر رکھے ہیں وہ کبھی پورے نہیں ہوں گے۔ یہ سارے خیالات تیرے لئے ایک خواب سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتے، جب اس خواب سے تیری آنکھ کھُلے گی تو تو حیران رہ جائے گی۔ تو میرے خلاف سازش کرنے آئی تھی، میں واقعی تیرے سامنے بے بس ہو گیا تھا۔ اگر میری زندگی میری نوح میری مدد نہ کرتی تو شائد میں پوری نیند سو بھی نہیں پاتا۔ اگر وہ مجھے تیرے بارے میں آگاہ نہ کرتی تو میں یہی سوچتا رہ جاتا کہ تجھے میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا بڑا ہی پریشان ہوتا میں۔ لیکن پوجا جس طرح تو نے میرے اوپر قابو پانے کی کوشش کی ہے اس طرح میں بھی تجھ پر قابو پاؤں گا تو نے میرے خلاف سازش کی ہے میں بھی تیرے خلاف سازش کروں گا۔

پوجا ان باتوں سے بے خبر رستہ آرام سے چلی جا رہی تھی تھوڑی دیر کے بعد وہ اس سر سبز پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے جو زیادہ اونچی نہیں تھی لیکن اوپر سے نیچے تک سر سبز گھاس لدی ہوئی تھی۔ یہ گھاس اتنی ہری تھی کہ دور سے اسے دیکھ کر زمرد کا ہی گمان ہوتا تھا۔ پوجا نے رستہ پہاڑی کے دامن میں روک دیا۔

ایک چھوٹا سا برساتی تالاب بنا ہوا تھا جس میں بطخوں کے کئی جوڑے تیر رہے تھے۔ دیکھنے میں یہ جگہ واقعی بہت حسین لگتی تھی تلک چند اس سے پہلے یہاں نہیں آیا تھا۔ اس نے مسکرا کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بڑی حسین جگہ ہے پوجا کیا اس سے پہلے تم یہاں پر آ چکی ہو۔"
"ہاں۔"
"کب۔"؟
"خوابوں میں۔"
"اوہ تم تو ہر وقت خواب ہی دیکھتی رہتی ہو۔"
"نہیں تلک چند وشواش کرو میں نے خواب میں اس جگہ کو دیکھا تھا۔"
"تعجب کی بات ہے تمہیں خوابوں میں بھی ایسی خوبصورت جگہیں نظر آتی ہیں۔"
"ہاں۔ دیکھو نا میرے خوابوں کی تعبیر مجھے مل گئی۔"
"غلط۔" تلک چند بولا۔
"کیا مطلب۔"؟
"یعنی اس سے تک تو تم نے بھی مجھے نہیں دیکھا ہوگا جب تم نے خواب دیکھا ہوگا۔ اگر تمہارے خوابوں کی وادی مل گئی ہے تو میں اس میں کہاں ہوں گا۔"
"نہیں تلک چند تم موجود تھے۔"
"اچھا جی اب تم ہمیں خوابوں میں بھی دیکھتی رہی ہو۔"
"ہاں میں تمہیں خوابوں میں بھی دیکھتی رہتی ہوں، اگر نہ دیکھتی رہتی تو تم تک کیسے پہنچتی۔"
"تمہارا گیان تمہیں میرے پاس لایا ہے۔"
"ہاں۔ میرے گیان نے ہی تمہیں دیکھا تھا تلک چند۔ یہ گیان میرے من میں ہے اور میرے من کی آنکھوں میں تمہاری صورت بسی ہوئی تھی۔" پوجا نے کہا۔ اور وہ دونوں رستہ سے نیچے اتر آئے۔ پوجا اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے حسین مرغزار کے ایک خطے میں پہنچ گئی جہاں جنگلی پھول کثرت سے اُگے ہوئے تھے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ گھاس کا ایک قطعہ دور تک چلا گیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر تالاب کی بطخیں نظر آتی تھیں۔ تالاب میں کنول کے پھول کھلے ہوئے تھے جن کے درمیان سے گزرتی ہوئی یہ حسین بطخیں بے حد دلکش لگتی تھیں۔ وہ کافی دیر تک اس منظر کو دیکھتے رہے۔ پھر پوجا نے کہا۔
"ایک بات محسوس کر رہے ہو تلک چند۔"
"کیا۔"؟ تلک چند نے پوچھا۔
"سارے سنسار میں پریم ہی پریم بکھرا ہوا ہے۔ اگر یہ منش کے من کی بھاؤنا نہ ہوتی تو بھگوان اسے دھرتی پر کیوں آنے

تم نے دیکھا تلک چند سارے سنسار پر اس پریم کا اثر ہے۔ یہ جانور جو معصوم ہوتے ہیں جو کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے یہ بھی پریم کرتے ہیں۔ اور نقصان پہنچانے والے جانور بھی ایک دوسرے سے پریم کرتے ہیں۔ اگر ان کے درمیان پریم نہ ہوتا تو ان کی زندگی ان کی ہلاکت کا باعث بن جاتی۔ اس سے تم اس بات کا اندازہ کرو کہ پریم کتنی بڑی چیز ہے۔"
"تو میں نے کب اس سے انکار کیا ہے پوجا۔"
"کس سے۔"؟ پوجا نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔
"پریم سے۔"
"تم پریم کرتے ہو تلک چند۔"
"ہاں۔" تلک چند نے جواب دیا اور پوجا کی آنکھیں بیخودی سے بند ہونے لگیں۔
"اچھا یہ بتاؤ۔" تھوڑی دیر کے بعد پوجا نے پوچھا۔ "رات کو تم نے کوئی سپنا دیکھا تھا۔"
"کوئی سپنا نہیں دیکھا۔"
"جھوٹ بول رہے ہو۔"
"کیوں اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے۔"
"مجھے یقین ہے کہ رات کو تم نے کوئی سپنا دیکھا ہے۔"
"واہ بھئی خود بھی خواب دیکھتی ہو اور دوسروں کے بارے میں بھی یہ یقین کر لیتی ہو کہ وہ بھی رات بھر خواب ہی دیکھتے رہتے ہوں گے۔ ارے نہیں پوجا دیوی میں بڑے آرام کی نیند سوتا ہوں۔ خوابوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" تلک چند نے کہا۔
"میں نہیں مانتی۔"
"آخر کیوں نہیں مانتیں۔"
"اس لئے جب صبح کو تم مجھے ملے تھے تلک چند تو تمہارے اندر ایک خاص تبدیلی محسوس کی تھی میں نے۔"
"ہوں، کیا تبدیلی تھی بھلا۔"؟ تلک چند نے پوچھا۔
"تمہاری آنکھوں میں پریم بسا ہوا تھا۔"
"مجھے تو نظر نہیں آیا۔"
"مجھے نظر آیا تھا۔" پوجا نے کہا۔
"چلو ٹھیک ہے کسی ایک کو نظر آنا چاہئے انہیں نظر آ گیا اچھی بات ہے۔" تلک چند نے کہا اور ہنسنے لگا۔
"مجھے بتاؤ گے نہیں تلک چند۔"
"کیا بتاؤں بھئی۔"
"یہی کہ تمہارے من میں یہ اچانک پریم کیسے جاگ اٹھا۔"
"پوچھے بغیر نہیں مانو گی۔" تلک چند نے کہا۔
"ہاں نہیں مانوں گی۔"
"بس میں تمہاری باتوں کے بارے میں سوچتا رہا پھر میں نے یہ سوچا پوجا کہ منش کو اگر سنسار میں پریم ملے تو اسے پریم ٹھکرانا نہیں چاہئے۔ وہ ہمیشہ پریم کا بھوکا رہتا ہے۔ میرے من نے یہ نہیں چاہا پوجا کہ میں تمہارا دل توڑ دوں، پر مجھے پریشانی ہے۔"
"کیا پریشانی ہے ہری راج مجھے نہیں بتاؤ گے۔" پوجا نے اپنائیت سے کہا۔
"کہیں میں تم سے پریم کر کے کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤں۔"
"کیوں۔"؟ پوجا نے پوچھا۔
"بس تم جانتی ہو کہ میں راجکمار ہوں، راج گدی مجھے نہیں ملی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بید وراج جی کو کوئی نقصان پہنچ جائے مگر تم یہ سوچو کہ اگر انہوں نے ہم دونوں کو یکجا کرنا پسند نہیں کیا تو کیا ہوگا۔" تلک چند نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔" پوجا نے سخت لہجے میں کہا۔
"تم کیسے کہہ رہی ہو یہ بات۔"؟
"بس میں کہہ رہی ہوں۔"
"تمہارا گیان بھی یہی کہتا ہے کیا۔"؟ تلک چند نے پوچھا۔
"میں نے اپنے گیان سے کبھی یہ بات معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ لیکن ہری راج مجھے تمہارے لئے یہی سب کچھ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو میں کروں گی۔"
"کیا۔"؟
"یہ آنے والا سمے بتائے گا۔" پوجا نے جواب دیا۔
"تم بڑے خطرناک ارادے ہیں تمہارے پوجا۔" تلک چند نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں یہی سمجھو۔" پوجا نے جواب دیا۔ اور پھر محبت بھری نگاہوں سے ہری راج کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتی ہری راج۔ میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتی تلک چند۔" اور تلک چند پریشانی سے اسے دیکھنے لگا۔
"دیکھو پوجا تم بار بار مجھے تلک چند کہہ رہی ہو۔ تمہارا یہ کہنا میرے حق میں برا بھی ہو سکتا ہے۔"
"کیا کروں بھول جاتی ہوں۔ بس دل چاہتا ہے تمہیں تلک چند ہی کہوں۔"
"تمہارا تو دل چاہتا ہے، پر اگر کسی نے سُن لیا تو میری تو جان

ہی چلی جائے گی۔"
"بھگوان نہ کرے تلک چند۔ اوہ۔ بھگوان نہ کرے ہری راج
اچھا میں وعدہ کرتی ہوں' آئندہ تمہیں تلک چند نہیں کہوں گی،
ہری راج ہی کہوں گی۔"
"ہاں پوجا میں ہری راج ہوں' اس لئے تم مجھے ہری راج
ہی رہنے دو میرا فائدہ اسی میں ہے۔" تلک چند نے کہا اور دونوں
ہنسنے لگے۔
لیکن واپس آنے کے بعد سجان متی کی پوجا سے ملاقات
ہوئی اور سجان متی نے جو کچھ پوجا کو سنایا اسے سن کر پوجا کی پیشانی
پر شکنیں پڑ گئیں۔ سجان متی شاید بے چینی سے اس کا انتظار کر
رہی تھی۔ شام ڈھلے پوجا گھر پہنچی تھی۔ سجان متی نے اس سے
کوئی سوال نہیں کیا کیونکہ یہ دونوں ماں بیٹیوں کا گٹھ جوڑ تھا
وہ بھی جانتی تھی کہ بیٹی پوری طرح ہری راج کو اپنے قبضے
میں کئے ہے۔ اور بیٹی ماں کی ہی خواہش پوری کرنے گئی تھی۔
اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ خود بھی ہری راج کا شکار ہو گئی تھی۔
سجان متی کے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر پوجا مسکرا دی "کیا
بات ہے ماتا جی۔ بڑی چپ چپ سی ہیں۔"
"میں بڑی بے چینی سے تیرا انتظار کر رہی تھی پوجا۔"
"اچھا۔ کیوں۔" میں نے تو تم سے کہا تھا ماتا جی کہ
میں دیر سے آؤں گی۔"
"یہ بات نہیں ہے پری۔"
"تو پھر کیا بات ہے۔"
"تیرے آنے کی تو مجھے چنتا نہیں تھی میں جانتی تھی کہ تو
دیر سے آئے گی ظاہر ہے کہ تو ہری راج کے ساتھ گئی تھی۔ چنتا تو
ایک اور بات کی ہے۔"
"کس بات کی ماتا جی۔" پوجا نے پوچھا۔
"جا پہلے دروازے بند کر دے۔ اور ادھر آ کر بیٹھ میرے
پاس آ۔ سنا نہیں ہے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں' ہمیں جو
کچھ کرنا ہے نہایت ہوشیاری سے کرنا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں
ہونی چاہئے۔"
"کوئی خاص ہی بات معلوم ہوتی ہے ماتا جی۔"
"ہاں ہاں خاص ہی بات ہے۔ چل تو دروازہ تو بند کر دے
جلدی سے۔" سجان متی نے کہا اور پوجا نے جلدی سے دروازہ بند
کر دیا۔ یوں بھی آج وہ بہت خوش تھی کیونکہ ہری راج نے اس سے
اپنے دل کی تمام باتیں کہہ دی تھیں۔ وہ جو یہ عظیم مقصد لے کر
اتنا فاصلہ طے کر کے آئی تھی اس میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اس کی
آنکھوں میں کامیابی رقصاں تھی جبکہ سجان متی کی آنکھوں میں
فکر و تردد کی پرچھائیاں تھیں۔ پوجا جب اس کے سامنے بیٹھ گئی
تو سجان متی نے اس سے کہا۔
"جب تم دونوں اجازت لے کر وہاں سے چلے گئے تو میں
نے تمہارے جانے کے بعد کیدو راج کے من کو ٹٹولا۔"
"اچھا ماتا جی' کیا کہا آپ نے ان سے۔" پوجا نے دلچسپی سے
پوچھا۔
"میں نے اس سے یہی کہا کہ آپ کے یہ دونوں کیسے لگتے ہیں'
اس کے جواب میں کیدو نے جو کچھ کہا وہ بہت ہی پریشان کن
بات ہے۔"
"کیا کہا ماتا جی۔" پوجا نے اب کسی قدر تشویش سے
پوچھا۔
"میں نے صاف صاف کہا کیدو راج سے کہ اگر ان دونوں
کو ایک کر دیا جائے تو کیسا رہے گا۔ اور اس نے اس بات سے
منع کر دیا۔"
"کیا ماتا جی۔" پوجا چلا اٹھی۔
"ہاں پوجا اس نے مجھے منع کر دیا اور افسوس بھی کرنے لگا
اس کا لیکن جو بات اس نے مجھ سے کہی وہ بڑی ہی عجیب ہے۔"
"کیا کہا اس نے۔"
"اس نے یہ کہا کہ راجاؤں کی شادیاں سیاسی ہوتی ہیں
میں اپنی ریاست کو وسیع کرنا چاہتا ہوں' میرے من میں بڑی
آشا ہے کہ اپنی حکومت دور دور تک پھیلا دوں' اس کے لئے
میں نے جگ پور کے راجہ رام سہائے کی بیٹی سے ہری راج کا دواہ
کرنے کی سوچی ہے' کیونکہ رام سہائے کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور اس
کی بیٹی کی شادی جس شخص سے ہوگی' وہی اس سلطنت کا وارث
بنے گا' چنانچہ میں راجہ رام سہائے کی بیٹی سے ہری راج کی شادی
کروں گا۔"
"پھر۔ پھر کیا ہوا ماتا جی۔" پوجا نے پوچھا۔" اس کی آنکھوں
کی روشنی اچانک مدھم پڑ گئی تھی۔ اور اب وہ کسی قدر تشویش زدہ
نظر آ رہی تھی۔
"کچھ نہیں پوجا اس کے بعد میں نے کچھ نہیں کہا بلکہ میں
خاموش ہو گئی۔" سجان متی نے جواب دیا۔
"کیوں ماتا جی تم نے ضد نہیں کی۔"
"نہیں پوجا سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر میں ضد کرتی تو کیدو

راج ہماری طرف سے دل برا کر سکتا تھا اور بہر صورت وہ راجہ ہے
اگر وہ آج ہی ہمیں اپنی راجدھانی سے چلے جانے کا حکم دے دے
تو کونسی طاقت ہمیں یہاں روک سکتی ہے۔"
"گرو گردھاری لال کی طاقت بھی نہیں ماتا جی۔"
"نہیں گرو جی اس مسئلے میں کچھ نہیں کریں گے۔ اگر وہ خود
ہی کچھ کرنا چاہتے تو پھر ہمیں اس مقصد کے لئے یہاں نہ بھیجتے بلکہ
خود ہی سارا کام کر لیتے۔"
"مم مگر پھر کیا ہوگا ماتا جی۔ — پھر کیا ہوگا' یہ تو بڑی ہی
پریشانی کی بات ہے۔"
"کوئی گہری ہی بات سوچنی پڑے گی پوجا۔ میں تو اس لئے
خاموش ہو گئی پوجا کہ کیدو راج ہمارے بارے میں کسی پریشانی کا
شکار نہ ہو اور ہم اطمینان سے اپنا آئندہ کا منصوبہ سوچیں۔"
"تو تمہارے من میں کچھ ہے ماتا جی۔"
"ابھی تک تو کچھ نہیں ہے پوجا۔ لیکن کچھ نہ کچھ تو سوچنا ہی
پڑے گا۔"
"ایک بات میں کہے دیتی ہوں ماتا جی کہ میں ہر قیمت پر ہری
راج سے شادی کروں گی۔ اگر مہاراج کیدو راج نے اس سلسلے میں
ہمارے ساتھ سختی کی تو پھر بہت برا ہوگا بہت ہی برا۔ میں جان کی
بازی لگا دوں گی۔" پوجا نے کہا اور سجان متی پریشان ہو گئی۔
"ہوش کی باتیں کر پوجا ہوش کی باتیں کر کیسی باتیں کر رہی
ہے تو دیکھتے ہیں حالات کون سا رخ اختیار کرتے ہیں کوئی عمدہ سی
ترکیب سوچتے ہیں' تو ایسی ویسی باتیں سوچ کر اپنے من کو خراب نہیں کر۔"
"نہیں ماتا جی' ہری راج اب میرا جیون بن چکا ہے۔"
"تو کون تجھ سے تیرا جیون چھین رہا ہے پگلی کہیں کی۔ میں
کہہ رہی ہوں نا عقل سے کام لے۔ ابھی تو ہری راج ہمارا آلہ کار بن
سکتا ہے تو مجھے اس بات کا جواب دے کہ خود ہی اس سے من ہار
بیٹھی ہے یا وہ بھی تیری طرف متوجہ ہوا ہے۔"
"نہیں ماتا جی آگ دونوں طرف برابر ہے۔"
"تو پھر کس بات کی چنتا ہے۔" سجان متی اچانک خوش
ہو گئی۔ ہری راج خود سوچے گا۔"
"نہیں ماتا جی وہ بڑا معصوم ہے بری باتیں تو وہ سوچ ہی
نہیں سکتا جو کچھ سوچنا ہوگا ہمیں ہی سوچنا ہوگا۔"
"ہاں ہاں معصوم تو تو بھی ہے جو پریم ناٹک رچانے بیٹھ
گئی' پاگل ہری راج سے بات کرنا میری یہ بات اس سے کہہ دینا کہ
ماتا جی نے کیدو ملہا سے یہ بات کہی تھی تو انہوں نے اس کا یہ جواب
دیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہری راج اس سلسلے میں کیا کہتا ہے ہری راج
کے من کی یہ بات معلوم ہو جائے تب پھر ہم کچھ اور سوچیں گے۔"
"مگر ماتا جی اب تو اس سے کل ہی یہ بات ہو سکے گی۔"
"تو کل کر لینا۔ مری کیوں جا رہی ہے۔"
"میں رات کو سکھ کی نیند کیسے سو سکوں گی۔"
"بستر پر لیٹنا' آنکھیں بند کرنا اور سو جانا' بس۔"
"نہیں ماتا جی یہ کام اب اتنا آسان نہیں رہا۔"
"پوجا تو اپنی ماتا کے سامنے ہے۔ یہ بات کیوں بھول رہی
ہے۔"
"میں جانتی ہوں ماتا جی۔ مگر میں تو اتنا لمبا سفر کر کے یہاں
نہیں آئی تھی۔ تم ہی مجھے لائی تھیں نا۔ اور اب میرے من کو جب
پریم کا روگ لگ گیا ہے تو تم مجھے ڈانٹ رہی ہو۔"
"میں ڈانٹ نہیں رہی پگلی۔ میں تو یہ کہہ رہی ہوں کہ
جو بھی کام کرے شانتی سے کر۔ منش کے من سے شانتی چلی جائے
تو پھر اسے کچھ نہیں ملتا۔ تو اس بات کو اچھی طرح سوچ لے تیری
کوئی لغزش تیرے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔
تیرے ہی لئے نہیں بلکہ میرے لئے بھی۔ اور پھر ہمارا سارا ناٹک
دھرے کا دھرا رہ جاتا اور ابھی تو ہم کیدو راج کی راجدھانی میں ہی
ہیں اور کیدو راج ہماری کوئی بڑی بات معاف نہیں کرے گا میں
اس کے من کو اچھی طرح سے جانتی ہوں۔ بڑا کینہ پرور آدمی ہے جس
سے دشمنی کرتا ہے سارا جیون اس دشمنی کو نبھاتا ہے۔ کیا تو چاہتی
ہے کہ ہم کیدو راج کو دشمن بنائیں۔"
"نہیں ماتا جی میں یہ تو نہیں چاہتی لیکن اب تو وہ ہمارا
دوست بھی نہیں رہا ہے۔"
"ٹھیک ہے' دشمن کو گڑ سے مارنا چاہئے پگلی۔ گڑ سے۔"
سجان متی نے گہری سانس لے کر کہا اور پوجا پریشان انداز میں کچھ
سوچنے لگی۔ دن کے گزرے ہوئے واقعات اس کی آنکھوں میں
گھوم رہے تھے۔ وہ ہری راج کی ایک ایک ادا پر واری جا رہی تھی
یوں بھی ہری راج اسے پسند تھا اور پھر ہری راج نے اس سے پریم
کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ ہری راج بھی اسے اس طرح چاہنے لگا تھا جیسے
وہ ہری راج کو چاہتی تھی۔ یہ ساری باتیں پوجا کو بار بار ستا رہی تھیں
اور ان باتوں نے اسے رات بھر سونے نہ دیا۔ صبح کو جب سجان متی نے
اس کی سرخ آنکھیں دیکھیں تو اسے گھور کر رہ گئی۔
"تو وہی ہوا جس کا مجھے شبہ تھا۔" اس نے کہا۔
"کیا ماتا جی۔"

"تو سوئی نہیں ہے ساری رات؟"
"ہاں ماتا جی۔ بھگوان کی سوگند بڑی کوشش کی پر نیند نہیں آئی مجھے۔"
"دیکھ پوجا آخری بار کہہ رہی ہوں جو لوگ جلد بازی کرتے ہیں وہ جیون میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے، جو کچھ کرنا ہے بہت سوچ سمجھ کر کرنا ہے اور اس کے لئے من کو شانت کرنا ضروری ہے چل اشنان کر لے۔" بھان متی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا اور پوجا اشنان کرنے چلی گئی۔ لیکن وہ اشنان کے دوران بھی یہ ساری باتیں سوچتی رہی تھی۔ ماں چاہے کچھ بھی کہے لیکن اسے اس وقت تک سکون نہیں ملے گا جب تک ہری راج سے بات نہ کر لے۔ یہ کیدو راج اپنی شامت کو ہی آواز دے رہا ہے۔ ہری راج کا حصول اب میرے لئے میرے من کی سب سے بڑی آشا ہے میں اسے کسی طرح بھی نہیں چھوڑ سکتی چاہے اس کے لئے مجھے کیدو راج کا خون ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اشنان کرتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب وہ اشنان کر کے نکل آئی تو بھان متی نے اسے بتایا کہ باندیاں انہیں بھوجن کے لئے بلانے آئی تھیں، اور میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ پوجا اشنان کر کے نکل آئے تو بس ابھی پہنچ رہی ہوں۔ بھان متی نے پوجا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"دیکھ پوجا کیدو راج پر یہ بات بالکل ظاہر نہ ہو کہ تیرے من میں کوئی خاص بات ہے جیسے کل ملی تھی ویسے ہی آج بھی رہنا اور اس کے بعد آج یہ بات کہنا کہ ہری راج کے ساتھ کہیں جا رہی ہے۔"
"کیوں ماتا جی؟" پوجا نے سوال کیا۔
"اس لئے پوجا کہ اب یہ بات کیدو راج کے کانوں تک پہنچ چکی ہے وہ اس بات کو سننے کے بعد تیرا ہری راج سے زیادہ میل جول پسند نہیں کرے گا، اس کے من میں یہی بات رہے گی کہ کہیں ہری راج اور تو آپس میں ایک دوسرے سے پریم نہ کرنے لگیں۔"
"ہاں ماتا جی یہ بات تو ہے۔ دشمن کو ہوشیار کرنا ٹھیک نہیں ہے۔"
"بیشک اب تو وہ ہمارا دشمن ہی ہے۔" بھان متی نے کہا اور پوجا سر ہلانے لگی۔ پھر پوجا ہی بولی۔
"ماتا جی ایک بات اور بتا دو۔"
"ہاں کیا؟"

"اگر میں ہری راج سے نہ ملی تو پھر یہ بات میں اس سے کیسے کہوں گی۔"
"پگلی ہے تو تو بالکل۔ ہر بات مجھے ہی سمجھانی پڑتی ہے۔"
"کیوں ماتا جی اس میں پگلی ہونے کی کیا بات ہے؟"
"بیوقوف کیدو راج کے سامنے یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن وہاں سے نکلنے کے بعد کیا ہری راج کیدو راج کے ساتھ ہی چپکا رہے گا۔ ارے کہیں بھی جا کر اسے پکڑ لینا اور چاہو تو خاموشی سے کہیں نکل جانا۔ یا اگر نہ چاہو تو تب بھی یہی بہتر ہے کہ تو کسی بھی سنسان جگہ بیٹھ کر اس سے یہ ساری باتیں کرے۔"
"سمجھ گئی ماتا جی۔" پوجا نے مسکرا کر کہا اور دونوں اس جگہ پہنچ گئیں جہاں کیدو راج ان کا انتظار کر رہا تھا۔ ان کے پہنچتے ہی بھوجن پروسا جانے لگا، اور سب لوگ بھوجن کھانے میں مصروف ہو گئے۔

پرکاش اور گوند سخت پریشان تھے وہ ڈر رہے تھے کہ اگر کہیں مہاراج کو اس بارے میں معلوم ہو گیا تو ان کی زندگیاں مشکل میں پڑ جائیں گی۔ لیکن دونوں ہی راجکمار نند راج کے بید وفادار تھے اور اس کے لئے جان کی بازی لگانے کو تیار۔ چنانچہ جب راجکمار نند راج نے ان سے کہا کہ وہ پھر دریا پار کر کے اچھوتوں کے علاقے میں جانا چاہتا ہے تو وہ تیار ہو گئے۔ سفر کرتے ہوئے پرکاش نے دبے لہجے میں نند راج سے اس بارے میں کہا۔
"مہاراج ہماری جانیں تو ہمیشہ سے آپ پر نثار ہیں اور رہیں گی، لیکن اگر مہاراج بدر راج کو معلوم ہو گیا تو آپ سوچیں کہ ان اچھوتوں کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔"
"دیکھو پرکاش تم مجھے یہ بتاؤ کہ مہاراج بدر راج کو یہ بات کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔"
"راجکمار کوئی بھی بھیدی خبر کر سکتا ہے۔"
"مثلاً، وہ بھیدی کون ہو سکتا ہے پرکاش۔" نند راج نے کہا۔
"کوئی بھی مہاراج۔ اب ان اچھوتوں کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے کوئی آپ کو دیکھ کر پہچان لے اور وہ جا کر مہاراج بدر راج کو خبر کر دے اور اس خبر کے بدلے میں وہ کسی قدر انعام پانے کا خواہشمند ہو۔"
"چھوڑو، بار خبر ہو گئی تو دیکھا جائے گا، ہاں ایک بات کا وعدہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ تمہارے اوپر کوئی بات نہ آنے دوں گا تم یہ سمجھ لو یہ میرا وچن ہے۔"

"مجھے اپنی فکر نہیں ہے مہاراج۔"
"میں اچھوتوں پر کوئی مصیبت نہیں آنے دوں گا پرکاش میرا تصور ہے سزا بھی میں ہی بھگتوں گا تم بالکل بے فکر رہو۔ لیکن میں اس بات کو کبھی بھی تسلیم نہیں کروں گا کہ اچھوتوں سے ملنا پاپ ہے۔"
"مہاراج جو آپ کی اچھا مگر جو کچھ کریں سوچ سمجھ کر کریں۔" پرکاش نے کہا۔
"ٹھیک ہے ٹھیک ہے تم چنتا مت کرو۔ آؤ دریا قریب آ گیا ہے ہمیں دریا عبور کر لینا چاہئے۔" راجکمار نند راج نے کہا اور وہ تینوں دریا میں اتر گئے۔

دریا سے تھوڑے فاصلے پر وہ گھاٹ تھا جہاں چمپا کلی نے نند راج سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو چمپا کلی اس کی منتظر تھی۔ اس کے پیروں کی پائل چھن چھنا رہی تھی اور اسی پائل کی آواز کے ساتھ ساتھ نند راج چمپا کلی کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرا اٹھی تھی خوشی سے اس کا انگ انگ ناچ رہا تھا۔
"راجکمار۔" وہ محبت بھرے انداز میں آگے بڑھی۔ اور نند راج نے اسے اپنے سینے میں دبوچ لیا۔ کافی دیر تک وہ اسے لئے کھڑا رہا پھر اس کے بالوں کو چوم کر خواب آگین لہجے میں بولا۔
"کتنی دیر ہوئی تمہیں آئے ہوئے؟"
"بہت دیر ہو گئی۔" چمپا کلی مخمور لہجے میں بولی۔
"تمہارے بابا نے تمہیں نہیں روکا؟"
"میں نے بابا کو بتایا ہی نہیں۔"
"پھر بھی کیا وہ تمہیں تلاش نہیں کریں گے؟"
"نہیں تلاش نہیں کریں گے۔"
"کیوں؟"
"بس میں ان سے کہہ آئی ہوں کہ میں اپنی سکھی کے پاس جا رہی ہوں۔"
"اوہ۔ اور اگر وہ تمہاری سکھی کے پاس پہنچ گئے تو؟" نند راج نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"وہ بھلا وہاں کیسے پہنچیں گے۔"
"کیوں تمہاری سکھی تک پہنچنا کوئی مشکل ہے کیا؟"
"ہاں اور کیا۔"
"کیوں کیا بہت دور رہتی ہے وہ۔"

"ارے نہیں میری کوئی ایک سکھی تھوڑی ہے بہت ساری سکھیاں ہیں۔ میں نے تو بابا کو اپنی سکھی کا نام بھی نہیں بتایا۔"
"ہوں، تو میں تمہاری سکھی ہوں۔"
"ہاں نا۔"
"مگر میں تو مرد ہوں۔"
"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، ہو تو میرے دوست ہی نا۔"
"تو تم نے مجھے اپنا دوست بنا لیا ہے چمپا کلی۔"
"میں نے کیا بنا لیا۔ بھگوان نے بنایا ہے۔ ہم کیا کریں۔"
"ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ بھگوان نے واقعی مجھے تمہارا ہمیشہ کے لئے دوست بنا دیا ہے۔" نند راج نے کہا اور ایک بار پھر چمپا کلی کو سینے سے لگا لیا۔ پھر وہ دونوں ایک جگہ جا بیٹھے۔ نند راج اب بھی اس کو دیکھے جا رہا تھا۔
"ایک بات بتاؤ چمپا کلی؟"
"ہوں پوچھو۔"
"تم [illegible] من میں کیا سوچتی ہو۔"
"بہت سی باتیں سوچتی ہوں۔"
"کیا؟"
"بتاؤں گی نہیں۔"
"کیوں؟"
"بس میری مرضی۔"
"یہ تو غلط بات ہے چمپا کلی۔"
"کیوں غلط بات کیوں ہے۔"
"میں تو تمہیں اپنے من کی ساری باتیں بتا دیتا ہوں اور تم اپنے من کی باتیں مجھ سے چھپاتی ہو۔"
"سچ تم نے اپنے من کی ساری باتیں مجھے بتا دی ہیں۔" چمپا کلی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
"ہاں بتا دی ہیں اور جو رہ گئی ہیں وہ پوچھ لو۔"
"اچھا تو تم یہ بتاؤ تمہارے من میں میرے لئے کیا ہے۔"
"میں ابھی نہیں بتاؤں گا۔"
"کیوں۔" "ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ پوچھ لو۔"
"ہاں کہہ تو رہا تھا پر پہلا سوال میرا ہے۔ تو پھر یوں کرو کہ تم اپنے من کی بات مجھے بتا دو۔"
"میں ذرا سا شرما رہی ہوں، جب تم مجھے اپنے من کی باتیں بتا دو گے تو پھر میری شرم بھی نکل جائے گی اور میں تمہیں اپنے من کی ساری باتیں بتا دوں گی۔"

"ہوں تو یہ بات ہے" ؟ راجکمار مسکرانے لگا۔
"ہاں یہی بات ہے"
"تو پھر سنو۔ لیکن ایسے نہیں آنکھیں بند کرو"
"آنکھیں کیوں بند کروں۔ بس میں سمجھ گئی" وہ پھر ہنس پڑی۔
"کیا سمجھ گئیں"
"یہی کہ تمہیں بھی شرم آ رہی ہے"
"اچھا چلو ایسا ہی سہی۔ آنکھیں بند کرو" نندراج نے کہا اور چمپاکلی نے آنکھیں بند کرلیں۔ تب نندراج نے آہستہ سے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے، جھکا اور اُس کی دونوں آنکھوں کو چوم لیا۔ چمپاکلی نے گھبرا کر آنکھیں کھول دی تھیں۔
"یہ کیا؟"
"جو من میں تھا" راجکمار نے مسکرا کر جواب دیا۔
"ہوں" اب تم سوچو گے کہ میرے من میں بھی یہی بات ہے تو نہیں، میں نے ایسی کوئی بات سوچی ہی نہیں" وہ کسی قدر شرمگین آواز میں بولی۔
"اچھا تو پھر بتاؤ تم نے کیا سوچا"
"بس میں یہ سوچتی رہی کہ تم راجکمار ہو کر کتنے مہان ہو اور یہ بھی سوچتی رہی کہ تم ۔۔ کہ تم کتنے سُندر ہو"
"میں سُندر ہوں" راجکمار نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں تم بے حد سُندر ہو۔ بھگوان کی قسم اس سنسار میں تم مجھے سب سے زیادہ مہان اور سب سے زیادہ سُندر لگتے ہو۔ تمہاری من موہنی صورت ایک لمحے کے لئے بھی میرے من سے نہیں نکل سکی۔ جانتے ہو یہ پریم میرے من میں کیوں پیدا ہوا؟"
"میں کیا جانوں" نندراج نے اپنے لہجے کی مسرت چھپاتے ہوئے کہا۔
"تم اتنے اچھے ہو، تم نے میرے لئے اپنے سپاہی کو مارا تھا تبھی سے میرے من میں تمہاری بڑائی کا احساس پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد تم ہمارے گھر آئے۔ اور سب سے بڑا کام جو تم نے کیا ہے وہ آج تک کسی نے نہیں کیا۔ اسی کام کی سُندرتا میرے شریر میں رچ گئی ہے، میرا رُواں رُواں اسی سُندرتا سے بھرا ہوا ہے"
"بھلا وہ کیا؟"
"تم نے میرے ہاتھ کے بنے ہوئے گوجے کھائے تھے"
"اچھا اچھا۔ وہ گوجے تو بہت ہی اچھے تھے"
"اور کھاؤ گے؟"
"کیا مطلب؟"
"پسند آئے تھے تمہیں؟"
"بہت زیادہ"
"تو میں آج بھی تمہارے لئے گوجے بنا کر لائی ہوں"
"آج بھی" نندراج نے تعجب سے پوچھا۔
"ہاں آج بھی"
"تو لاؤ جلدی سے کھلاؤ۔ وہ گوجے تو مجھے بہت زیادہ پسند آئے تھے" نندراج نے کہا اور چمپاکلی نے تھوڑے فاصلے پر موجود ایک درخت کی نچلی شاخ سے ایک پوٹلی کھولی اور لا کر نندراج کے سامنے رکھ دی۔ نندراج نے پوٹلی کی گرہ کھول کر اس میں سے گوجے نکالے اور اپنے ہاتھ سے چمپاکلی کو کھلانے لگا۔ آدھا گوجا چمپاکلی کو کھلانے کے بعد اس نے باقی گوجا اپنے منہ میں رکھ لیا تھا۔ چمپاکلی بےخود سی رہ گئی تھی۔
"تم نے ہمارا جھوٹا بھی کھا لیا نندراج مہاراج"
"نندراج مہاراج نہیں صرف نندراج۔ میں تمہارا نندراج ہوں چمپاکلی۔ اب وہ ساری باتیں من سے نکال دو جو اجنبیت رہنے دیتی ہیں۔ میں تم سے پریم کرتا ہوں۔ میں اس سارے سنسار میں سب سے زیادہ تمہیں چاہتا ہوں۔ میں تمہارے لئے یہ سنسار چھوڑ سکتا ہوں چمپاکلی۔ سچ میں تمہیں اتنا ہی چاہتا ہوں۔ اگر تم مجھے نہ ملیں تو بھگوان کی سوگند میں آتم ہتھیا کر لوں گا۔ میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتا، چمپاکلی، میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ تم مجھ سے علیحدہ ہو"
"نندراج مہاراج۔ مم۔ مہاراج" چمپاکلی کی حالت بُری ہو گئی تھی۔ اس کا رنگ سرسوں کے پھول کی طرح پیلا پڑ گیا تھا۔ بمشکل تمام اس نے کہا۔ "مم مہاراج۔ میں۔ میں تو اچھوت ہوں۔"
"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا چمپاکلی۔ تم اچھوت ہو لیکن دنیا کی نگاہوں میں۔ میرے لئے تم میری زندگی ہو۔ میں تو سرے سے اچھوتوں اور برہمنوں کو مانتا ہی نہیں، میرے نزدیک سب انسان برابر ہیں، میرے من میں کسی اونچ نیچ ذات کا تصور نہیں ہے، ہم سب ایک جیسے انسان ہیں اور ہمیں ایک دوسرے سے پریم کرنے کا حق ہے۔ اور ہمیں ہمارے اس حق سے کوئی نہیں روک سکتا" نندراج نے جذباتی لہجے میں کہا اور چمپاکلی آنکھوں میں آئے ہوئے آنسو صاف کرنے لگی۔
اب تک وہ یہ ساری باتیں سحر زدہ سے انداز میں سُن رہی تھی۔ لیکن اب اس کی آنکھوں سے مسرت چھلکنے لگی تھی۔ چہرہ سُرخ ہو گیا تھا اور اس پر بےخودی کی کیفیت طاری تھی تب وہ آہستہ سے آگے جھکی اور اس نے اپنا سر نندراج کے سینے پر ٹکا دیا۔

"نندراج سنسار ہمیں ایک ہونے دیگا"
"ہاں کیوں نہیں آخر ہم نے سنسار کا کیا بگاڑا ہے۔ یہ ہمارے من کی بات ہے۔ جب سنسار میں سب اپنے من کی باتیں کرتے ہیں تو پھر کوئی ہمیں کیوں روکے گا" نندراج نے کہا اور چمپاکلی کی معصومیت اس کے وجود میں تحلیل ہو گئی۔
نجانے کب تک وہ دونوں ایک دوسرے کے لمس سے آشنا ایک دوسرے میں کھوئے بیٹھے رہے، وقت گزر رہا تھا اور چاند آہستہ آہستہ اُبھرتا آ رہا تھا۔ جب پورا چاند نکل آیا تو نندراج اس بےخودی سے چونکا۔
"چمپاکلی تمہیں دیر تو نہیں ہو رہی"
"اِیں۔" چمپاکلی بھی چونک پڑی۔ پھر اس کی نگاہیں آکاش پر نکلے ہوئے چاند پر پڑیں تو وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔
"ہائے رام اتنی رات بیت گئی"
"کیوں ۔۔ [illegible]"
"ہاں میں نے پتا جی سے اتنی دیر کے لئے تھوڑی کہا تھا۔ اگر میں کبھی اپنی سکھیوں کے پاس جاتی بھی ہوں تو تھوڑی دیر کے لئے۔ پھر واپس آ جاتی ہوں۔ میرا خیال ہے کافی مشکل پیش آ جائے گی۔ پتا جی تو مجھے ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوں گے"
"او ہو اب کیا ہوگا چمپاکلی"
"کچھ نہیں تم چنتا مت کرو۔ میں سب ٹھیک کر لوں گی"
"چلو میں تمہیں چھوڑ آؤں"
"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے میں چلی جاؤں گی۔ کوئی تمہیں دیکھ نہ لے۔ جاؤ بھگوان تمہاری رکھشا کرے" چمپاکلی نے کہا اور نندراج اسے دیکھنے لگا۔
"نہیں چمپاکلی پہلے تم جاؤ، جب تک تم میری نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جاؤ گی میں یہیں کھڑا رہوں گا"
"نہیں راجکمار تم پہلے جاؤ"
"نہیں چمپاکلی تم جاؤ" نندراج ضد کرنے لگا اور چمپاکلی مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتی ہوئی پھر بولی۔ "اب کب ملو گے راجکمار۔"
"کل شام کو اسی جگہ" نندراج نے کہا اور چمپاکلی مسکراتی ہوئی واپس چل پڑی۔ نندراج دوسری شام کے تصور میں گم وہاں سے پلٹ آیا۔

٭

چالاک پوجا ہری راج تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس نے کیدوراج پر ذرہ برابر اس بات کا اظہار نہیں ہونے دیا تھا کہ اس کے من میں کیدوراج کے لئے کوئی کدورت ہے۔ بھان متی جس طرح روزانہ کیدوراج سے باتیں کرتی رہا کرتی تھی، اسی طرح آج بھی وہ اس سے ملی تھی اس کے من کے حال کا کیدوراج کو ذرا بھی پتہ نہیں تھا۔
پوجا ہری راج کو محل کے ہی ایک باغ میں لے گئی۔ وہاں اس نے جذبات کے اظہار کے طور پر ہری راج کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے چہرے پر احساس کے سائے لرز رہے تھے۔ تب ہری راج نے کہا۔
"آج باہر نہیں چلو گی پوجا"
"تمہاری مرضی ہے ہری راج ورنہ سنسار نے تو ہم پر پہرے لگا دیئے ہیں" پوجا نے اُداس لہجے میں کہا۔
"کس نے پہرے لگا دیئے ہیں پوجا"
"یہیں بات کرو گے ہری راج یا کہیں چلیں"
"جیسی تمہاری مرضی پوجا۔ تم خود سوچ لو کہیں یوں نہ ہو [illegible]"
"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے آؤ" ہری راج نے کہا اور اسے ساتھ لے کر نکل آیا۔
اپنے مخصوص رتھ پر بیٹھ کر آج انہوں نے دوسری سمت کا رُخ کیا تھا۔ یہ جگہ بھی بڑی پُر فضا تھی جہاں ان دونوں نے قیام کیا۔ تب ہری راج نے کہا۔
"کیا بات ہے تمہارے من میں پوجا۔ آج تم کل جیسی خوش نظر نہیں آ رہیں"
"ہاں ہمارے پریم میں گھٹنا آ پڑی ہے"
"کیسی گھٹنا" ہری راج نے چونک کر پوچھا۔
"تمہیں کچھ نہیں معلوم ہری راج"
"نہیں مجھے تو کچھ بھی نہیں معلوم۔ کیا بات ہے جلدی بتاؤ میں تمہیں اُداس نہیں دیکھ سکتا"
"سچ"
"ہاں پوجا اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے"
"سب کچھ کر سکتے ہو تم میرے لئے"
"ہاں۔ سب کچھ کر سکتا ہوں میں تمہارے لئے" ہری راج نے پُرمحبت انداز میں کہا۔ اب اسے پوجا کو منانے کے تمام گُر آ گئے تھے۔ اس لئے اس نے سوچے بغیر کہا "یہ اب بھی پوچھنے کی بات ہے پوجا، اب تو تمہیں اس کا وشواس ہو جانا چاہیئے"
"سچ ہری راج، سچ" پوجا بےخودی کی کیفیت میں بولی، پھر کہنے لگی۔ "تم مجھے ایک بار اور وشواش دلا دو"
"میں تمہیں وشواش دلا چکا ہوں پوجا اب بھی تمہیں

"یہ کام تو خود مجھے کرنا چاہیئے تھا پوجا ۔ مگر ۔ مگر ۔"
"ہاں ہاں میں جانتی ہوں تمہیں یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں ہے ۔" پوجا نے کہا ۔
"تم کیا جانتی ہو ؟"
"یہی کہ تمہارا شریف خون تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیگا ۔ تم اسے قتل کرتے ہوئے یہی سوچو گے کہ اس نے تمہیں پالا پوسا ہے اور تمہارا ہاتھ کمزور پڑ جائے گا ۔"
"پوجا ۔ پوجا تم کتنی مہان ہو ۔ تم کتنی مہان ہو پوجا ۔" ہری راج نے محبت بھرے لہجے میں کہا ۔
"نہیں ہری راج میں مہان نہیں ہوں ۔ میرا پریم مہان ہے اور میں تمہارے پریم میں پاگل ہو رہی ہوں ۔ میں یہ کام کرواؤں گی ۔"
"لیکن پوجا اس کا نتیجہ سوچ لو ۔"
"کیا سوچ لوں ۔"
"کیا بھان متی یہ معلوم ہونے کے بعد کہ تمہارے من میں کیا ہے ، تمہیں یہ کام کرنے دیگی ۔"
"سا تاجی ۔ نہیں ہری راج ایسے کام کسی کو بتانے کے بعد نہیں کئے جاتے ۔ وہ ماں ہیں ہزار باتیں سوچیں گی ۔ میں اس سمے تک ان سے یہ بات نہیں کہوں گی جب تک اپنا کام انجام نہ دے لوں ۔"
"تو پھر کب ؟" ہری راج نے پوچھا ۔
"آج رات ، آج ہی رات ۔" پوجا نے کہا اور ہری راج اپنے بدن میں سنسنی محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکا ۔
میرے پریم میرے ساتھی میں تجھے آواز دے رہا ہوں ، مجھے تمہاری ضرورت ہے ۔ راجکمار نے دل سے پکارا اور اس کے کانوں میں ہواؤں کی ہلکی ہلکی سرسراہٹیں ابھرنے لگیں ۔ اور پھر وہی مدھر آواز سنائی دی ۔
"تلک میں موجود ہوں ۔" تڑا سوگ بڑا پیار تھا اس آواز میں ، ایسی چاہت ایسی محبت تھی جس کا تصور انسانی ذہن کے لئے ممکن نہیں ہے ۔
"اوہ تم آگئیں ۔"
"ہاں میں نے تم سے کہا تھا نا کہ تم جب بھی مجھے آواز سے پکارو گے میں آجاؤں گی ۔"
"مجھے تمہاری اشد ضرورت ہے ۔"
"کہو کیا بات ہے ؟"
"تمہیں اس سنسار کی ساری باتیں معلوم ہیں ۔"
"کیا مطلب ؟ کیا کہنا چاہتے ہو تم ؟"
"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کیا اس سنسار میں جو کچھ ہونا ہوتا ہے تم اس سے واقف ہوتی ہو ؟"
"ہاں ۔ میں ہوا ہوں ۔ مجھے معلوم ہے ، مجھے سب کچھ معلوم ہے ۔" آواز نے جواب دیا ۔
"کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ میرے اور پوجا کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ۔"
"ہاں مجھے معلوم ہے ۔"
"تو پھر مجھے بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیئے ۔"
"کچھ نہیں تم خاموش رہو ۔"
"تو کیا یہ سب کچھ میں ہو جانے دوں ۔"
"ہاں ، تم خاموش رہو اور پوجا کو اس کا کام کرنے دو ، تم دوسرا کام کرو ۔"
"وہ کیا ۔ ؟"
"کسی طرح اس سمے ، جب پوجا کیدو راج کو قتل کر کے باہر نکلے تم مہامنتری اور ایک دو آدمیوں کو لے کر مہاراج کے پاس جاؤ اور پھر ایسا اظہار کرو جیسے مہاراج کو مردہ دیکھ کر تمہیں سخت صدمہ ہوا ہو ۔ پوجا کو رنگے ہاتھوں پکڑوا دو ، بھان متی خود بخود اس سازش کے جال میں پھنس جائے گی ۔"
"اوہ تو مجھے یہ کام ضرور کرنا ہوگا ۔"
"ہاں یہ کام بے حد ضروری ہے ۔ اگر تم یہ نہ کرو گے تو شبہ تمہاری طرف ہی جائے گا ۔ میں اس بات کو تمہارے گوش گزار کر رہی ہوں ۔"
"جیسا تم کہو گی میری زندگی ویسا ہی ہوگا ۔" تلک چند نے کہا اور ہواؤں کی سرسراہٹیں گونجتی رہیں ۔ پھر اس حسین آواز نے کہا ۔
"اور کچھ ۔"
"نہیں بس میں نے تم سے یہی سب کچھ معلوم کرنے کے لئے تمہیں بلایا تھا ۔" تلک چند نے کہا ۔
"تلک چند گھنشیام کی ایک اور چال ناکام ہو رہی ہے ۔ بھگوان کرے گھنشیام کی ہر چال ناکام ہو جائے اور اس بار ۔ اس بار ہمارا ملن ممکن ہو ۔"
"کیا مطلب ؟"
"کچھ نہیں ابھی کچھ نہیں ۔ میں جا رہی ہوں ، بھگوان تمہاری رکھشا کرے ۔" آواز نے کہا اور ہواؤں کی سرسراہٹیں معدوم ہو گئیں ۔ تلک چند گہری سانس لے کر ہواؤں میں اس کی خوشبو سونگھنے لگا تھا ۔ لیکن اب وہاں کوئی آواز کوئی احساس نہیں تھا ۔ چاروں طرف سکوت ہی سکوت طاری تھا ۔ تب وہ چونک پڑا ۔
اس کی محبوب ، اس کی دوست ، اس کی رہبر ، اس کی محسن نے

اسے ایک مشورہ دیا تھا اور اسے اس مشورے کے بارے میں بہت کچھ سوچنا تھا ۔ چنانچہ وہ وہاں سے چل پڑا ۔ اس نے کیدو راج سے مل کر مختلف باتیں کیں اور پھر کہنے لگا ۔
"میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں پتا جی مہاراج ۔"
"ہاں ہاں کہو ۔" کیدو راج نے کہا ۔ "کوئی خاص بات ہے کیا ؟"
"ہاں پتا جی ۔"
"تو پھر کہو ۔ ؟"
"میں کسی سمے آپ کے پاس آؤں گا ، اس وقت آپ سے یہ بات کہوں گا ۔" تلک چند نے کسی قدر رکتے ہوئے انداز میں کہا ۔
"ایسی کونسی بات ہے ۔" کیدو راج بولا ۔
"بس مہاراج ہے ۔"
"میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں ہری راج ۔" کیدو راج سوچتے ہوئے لہجے میں بولا ۔
"کیا سمجھ رہے ہیں مہاراج ۔ ؟"
"کہیں یہ باتیں پوجا کے بارے میں تو نہیں ہوں گی ۔"
"پوجا کے بارے میں ۔" ہری راج نے تعجب کا اظہار کیا ۔ "ایسی کیا بات ہو سکتی ہے پتا جی ۔"
"دراصل بھان متی نے مجھ سے کہا تھا کہ پوجا کا وواہ تم سے کر دیا جائے لیکن میں نے اسے منع کر دیا ۔"
"آپ نے جو کچھ کیا ہوگا اچھا ہی کیا ہوگا پتا جی ۔" ہری راج آہستہ سے بولا ۔
"تمہیں اس بات کا دکھ تو نہیں ہے ۔"
"نہیں پتا جی آپ نے مجھے جو جیون دیا ہے میں اتنا برا نہیں ہوں کہ اسے یاد نہ رکھوں ۔"
"اوہ ہری راج میرے بیٹے میں بہت خوش ہوں ، تیری اس بات سے مجھے بہت ہی خوشی ہوئی ہے ۔ پوجا تمہارے قابل نہیں ہے تمہارے لئے تو کوئی راجکماری ہی ہونی چاہیئے ۔ اور اس راجکماری کا میں انتخاب کر چکا ہوں ۔"
"کون ہے وہ ۔ ؟"
"راجہ رام سہائے کی بیٹی ۔ بڑی ہی سندر ہے ، ابھی تو میں نے بھی اس کے بارے میں صرف سنا ہی سنا ہے لیکن میں تمہیں اس سے ضرور ملاؤں گا ، تاکہ تم ایک دوسرے کو دیکھ لو اور اس کے بعد میں وواہ کا فیصلہ کروں گا ۔ مجھے پورا پورا وشواش ہے کہ راجہ رام سہائے کبھی اس بات سے انکار نہیں کرے گا ۔"
"آپ نے میرے بارے میں جو کچھ سوچا ہوگا ٹھیک ہی سوچا ہوگا مہاراج ۔ پرنت مہامنتری کہاں ہیں ؟"
"اپنے گھر میں ہوں گے اس سمے ۔"
"آج کہیں جانے کا ارادہ ہے ان کا ۔"
"نہیں تو ۔"
"اور گوردھن مہاراج ۔ ؟"
"وہ بھی اپنے گھر پر ہوں گے ۔"
"نہیں میرا مقصد ہے ان کا کوئی خاص ارادہ تو نہیں ہے آج شام کو ۔"
"نہیں تو ۔ لیکن تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو ؟"
"بس ایسے ہی ۔ بہت دنوں سے ان سے ملاقات نہیں ہوئی ۔"
"تو مل لینا ۔ ویسے بھی تمہیں ان لوگوں سے مل جل کر رہنا چاہیئے کیونکہ آنے والے سمے میں یہ تمہارے ساتھی ہوں گے ۔"
"جی مہاراج ۔" تلک چند آہستہ سے بولا اور پھر وہ کیدو راج مہاراج کے پاس سے اٹھ گیا ۔ اس نے آپ کو سمجھایا کسی بھی سلسلے میں جلد بازی یا ایسی کوئی بات کرنا مناسب نہیں ہے جس سے کسی کو کوئی شبہ ہو جائے ۔ بڑی چالاکی سے سارے کام کرنے تھے چنانچہ وہ ... رات ہونے کا انتظار کرنے لگا ۔
رات کے بھوجن کے بعد وہ تھوڑی دیر تک ساتھ ساتھ بیٹھے رہے پھر اپنے کروں کی طرف چل پڑے ۔ پوجا نے آنکھ کے اشارے سے کہا تھا کہ ابھی وہ تھوڑی دیر کے بعد ہری راج کے پاس آئے گی اور ہری راج بے چینی سے اس کا انتظار کرنے لگا ۔
رات بہت بیت گئی تو پوجا نے ہری راج کے کمرے میں جھانکا ہری راج جاگ رہا تھا اور خاصا بے چین نظر آ رہا تھا ۔ پوجا کمرے میں داخل ہو گئی ۔ اور اسے دیکھ کر مسکرانے لگی ۔ پھر بولی ۔
"ہری راج میں تمہارا نام لے کر اپنا کام کرنے جا رہی ہوں ۔"
"لیکن تم وہاں تک پہنچو گی کیسے ۔ ؟"
"میں پہنچ جاؤں گی ، تم اس کی چنتا مت کرو ۔" پوجا نے کہا اور تلک چند نے گردن ہلا دی ۔
پوجا کیدو راج کی آرامگاہ کی جانب چل پڑی ۔ اور اس کے جاتے ہی تلک چند بھی اپنی آرامگاہ سے نکل آیا ۔ پہلی بار کسی سازش میں شریک ہو رہا تھا ۔ اس لئے دل کی حالت اچھی نہیں تھی ۔
وہ سب سے پہلے گوردھن داس کے پاس پہنچا ، گوردھن داس اس کی سپہ گری کے دل سے قائل تھے اسے بے پناہ چاہتے تھے اور یہ بھی اچھی طرح سے جانتے تھے کہ وہ ہونے والا راجہ ہے اس لئے اس کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتے تھے اور اس کا خیال بھی رکھتے تھے ۔ رات کے اس سمے وہ ہری راج کو دیکھ کر ششدر رہ گئے تھے ۔
"آپ راجکمار جی اس سمے یہاں ۔"
"ہاں گوردھن داس میں آپ کے پاس ایک کام سے آیا ہوں ۔"

"کیسا کام؟"

"بس مہاراج آپ اُٹھیں اپنی جگہ سے اور فوراً چلیں، ہم مہامنتری جی کو بھی ساتھ لیں گے۔" تلک چند نے کہا اور دُرجن داس فوراً تیار ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں مہامنتری جی کے پاس پہنچے۔ مہامنتری جی بھی اس سمے ان دونوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔ پھر انہوں نے دُرجن جی کی بات سن کر کہا۔

"لیکن مہاراج کیدو راج تو اس سمے سونے کے لئے لیٹ گئے ہوں گے، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ صبح کے سمے ان سے بات کر لی جائے؟"

"اگر آپ تیار نہ ہوں تو دوسری بات ہے منتری جی، مگر میری رائے ہے کہ آپ ابھی میرے من کی یہ چنتا دور کر دیں۔"

"پر چنتا کیا ہے یہ بھی تو بتا دو راجکمار جی، تاکہ ہم مہاراج سے ویسی ہی بات کریں۔"

"دراصل مہاراج، سبھان متی کی بیٹی پوجا یہاں آئی ہوئی ہے میں اس سے وواہ کرنا چاہتا ہوں۔ سبھان متی جی نے مہاراج کیدو راج سے یہ بات کی تھی لیکن مہاراج کیدو راج نے کچھ اوپی جواب دیا۔"

"اوہ۔ کیا جواب دیا مہاراج نے؟" مہامنتری جی مسکرا کر بولے۔

"انہوں نے کہا کہ وہ میرا وواہ پوجا سے نہیں کریں گے۔"

"اس کا کوئی کارن بھی بتایا ہوگا انہوں نے؟" مہامنتری جی نے پوچھا۔

"ہاں۔ انہوں نے کہا کہ میرا وواہ رام سہائے کی بیٹی سے کیا جائے گا۔"

"وہ کیوں؟" اب دُرجن داس بولا تھا۔

"دراصل پتا جی چاہتے ہیں کہ دونوں حکومتیں ایک ہو جائیں یہ ان کی اچھا ہے۔ میں ان کے سامنے کچھ نہیں بول سکتا مہاراج اس لئے میں آپ لوگوں کا سہارا چاہتا ہوں۔"

"ہوں تو تمہاری یہی اچھا ہے کہ تم پوجا سے وواہ کرو۔"

"ہاں منتری جی۔ مجھے بے شرمی سے یہ بات آپ سے کہنی پڑ رہی ہے لیکن میں یہی چاہتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں راجکمار، ہم مہاراج سے یہ بات کر لیں گے۔"

"کر لیں گے نہیں، میں آپ کو لینے آیا ہوں ابھی چلیں اور مہاراج سے یہ بات کریں ورنہ میں سو نہیں سکتا۔"

"کیا پوجا بھی تم سے وواہ کرنا چاہتی ہے؟" مہامنتری نے کہا۔

"ہاں۔ جب سے اُسے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ مہاراج کیدو راج میرا وواہ اس سے نہیں کریں گے اس کی حالت بہت خراب ہے۔ پاگلوں کی سی کیفیت ہو گئی ہے اس کی۔ مجھے ڈر ہے کہیں وہ آتم ہتیا نہ کر لے۔" تلک چند نے چالاکی سے کہا۔

"او ہو اگر ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے، چلو میں چلتا ہوں۔ مہاراج کو سمجھانے کی کوشش کریں گے، ویسے بھی ہماری ریاست کون سی کم ہے اگر ہم اپنی ہی ریاست کو طاقتور بنانے کی کوشش کریں تو ہمیں اسے پھیلانے میں کوئی خاص وقت نہیں ہوگی۔"

مہامنتری نے کہا اور تیار ہو کر اس کے ساتھ چل پڑے۔ تلک چند کو صرف یہ خیال تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ پوجا اپنا کام کر کے نکل جائے چنانچہ وہ ان لوگوں کو لے کر جلد سے جلد کیدو راج کی خوابگاہ میں پہنچنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ تینوں کیدو راج کی خوابگاہ پہنچے لیکن یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ دروازے کے دونوں پہریدار خون میں نہائے زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ مہامنتری جی نے دونوں کو دیکھا اور ایک دم سے گھبرا سے گئے۔

"ارے یہ کیا ہوا؟"

"اندر چلو۔ اندر چلو۔" دُرجن داس نے کہا اور وہ تینوں بے اختیار دروازے کو دھکیل کر اندر داخل ہو گئے۔ اور تلک چند کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگیں۔

پوجا ابھی کمرے میں ہی موجود تھی اور کیدو راج جی مسہری سے آدھے نیچے لٹکے ہوئے تھے ان کی آدھی کٹی ہوئی گردن سے خون بہہ بہہ کر نیچے گر رہا تھا۔ پوجا کے ہاتھ میں ایک چمکدار خون آلود خنجر تھا۔

اس نے چونک کر ان تینوں کو دیکھا اور بھونچکی رہ گئی۔ یہی سمے تلک چند نے ایک زوردار چیخ ماری اور زمین پر گر گیا۔ یہ اس کے ڈرامے کا آخری سین تھا۔ بظاہر وہ بیہوش ہو گیا تھا۔

ذرا سی دیر میں ہاہاکار مچ گئی۔ کیدو راج مہاراج قتل کر دیئے گئے۔ کیدو راج مہاراج قتل کر دیئے گئے۔ پورے محل میں کھلبلی مچ گئی تھی۔

پوجا کو اسی وقت گرفتار کر لیا گیا تھا اور مہاراج کیدو راج کو ان کے چھپر کھٹ پر لٹانے کے بعد ہری راج کو اس کے کمرے میں لا کر مسہری پر لٹا دیا گیا تھا جہاں وہ ابھی تک بیہوش پڑا تھا۔

تلک چند کی ساری کاروائی مکمل ہو گئی تھی۔ اس نے وہی کچھ کیا تھا جو اسے اس روح نے بتایا تھا۔ پوجا کیدو راج کے قتل کے الزام میں پکڑی گئی تھی اور سبھان متی کو بھی فوری طور پر سپاہیوں نے اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔

*

گوپی ناتھ سخت پریشان تھا، چمپا کلی واپس آئی تو پہلی بار اس نے چمپا کلی سے درشت لہجے میں پوچھا۔

"کہاں تھی تو۔" اور چمپا کلی اس کے لہجے کی سختی پر حیران رہ گئی۔

"کک۔ کیا ہوا بابا؟"

"میں پوچھتا ہوں کہاں تھی تو؟"

"اپنی سکھی کے پاس گئی تھی بابا۔"

"چمپا کلی تو جھوٹ بول رہی ہے۔"

"نن نہیں بابا۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی۔"

"چمپا کلی ناری کس سمے جھوٹ بولتی ہے، سنسار جانتا ہے، مجھے بتا اور صاف صاف بتا کون ہے وہ؟"

"کک کون بابا؟" چمپا کلی خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"جس کے پاس تو گئی تھی۔"

"چمپا کلی میں تجھے بڑا ہی پریم کرتا ہوں، بڑا ہی چاہتا ہوں تجھے۔ اب اس سنسار میں تیرے سوا میرا کون ہے۔ پھر ہم ویسے ہی بے عزت لوگ ہیں۔ اچھوتوں کی بھی کوئی عزت ہوتی ہے برہمنوں نے اچھوتوں کی عزت کو کھلونا بنا رکھا ہے، پر جو کچھ عزت ہمارے من میں موجود ہے اسے تو قائم رہنے دے چمپا کلی۔ تو کیوں اس عزت کے درپے ہو گئی ہے چمپا کلی، مجھے بتا تو کہاں گئی تھی؟"

"بابا۔ میں کسی خراب جگہ نہیں گئی تھی۔"

"خراب اور اچھے کا فیصلہ کرنا تیرا کام نہیں ہے چمپا کلی۔ یہ فیصلہ میں کروں گا، تو خود کو بڑا تصور کرتی ہے تو سوچتی ہے کہ اب تو جوان ہو گئی ہے اور تیری عقل بھی بہت بڑھ گئی ہے لیکن چمپا کلی بزرگوں کی عقل ہمیشہ جوانوں کی عقل سے بڑی ہوتی ہے مجھے بتا۔ میں نے سنسار دیکھا ہے میں تیرے ساتھ کوئی سخت بات نہیں کروں گا۔ میں تو بس یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جس نے تجھے باپ سے جھوٹ بولنا سکھایا ہے وہ کون ہے، کیا کرتا ہے، کہاں رہتا ہے، کیا حیثیت ہے اس کی۔ یہ ساری باتیں تو مجھے بتا دے چمپا کلی۔ اور اگر تو نے مجھے یہ سب کچھ نہ بتایا تو سن یا تو میں تجھے جان سے مار دوں گا یا پھر خود آتم ہتیا کر لوں گا۔ مجھے جواب دے جو کچھ عزت میری ہے اپنے من میں موجود ہے اسے ختم نہ کر چمپا کلی، مجھے میری بات کا جواب دے دے۔"

"بابا۔" چمپا کلی نے سر جھکا لیا۔

"کون ہے وہ۔ کون ہے وہ۔ بتا دے بیٹی۔ بتا دے مجھے۔" بوڑھے گوپی ناتھ کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

"آپ سن کر حیران ہوں گے بابا۔"

"مجھے جتنا حیران ہونا تھا بیٹی وہ میں ہو لیا۔ اب تو مجھے اس کا نام بتا دے۔"

"راجکمار سندر راج مہاراج۔"

"کیا۔ کیا بک رہی ہے تو؟"

"ہاں بابا۔ راجکمار سندر راج۔" چمپا کلی نے پھر کہا۔ اور بوڑھا گوپی ناتھ بُری طرح لرزنے لگا۔ اس کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا اس کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹ گئی تھیں اور اس کا بدن کانپ رہا تھا۔

"جھوٹ۔ جھوٹ بول رہی ہے مجھ سے۔" وہ ہکلاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"نہیں بابا، بھگوان کی سوگند جھوٹ نہیں بول رہی۔"

"مم۔ مگر راجکمار۔ راجکمار وہ یہاں کیسے آیا؟"

"[illegible] بابا۔"

"پچھلی رات۔"

"میں کہاں تھا؟"

"تم گئے ہوئے تھے گرو سے درد کے علاج کے لئے۔"

"تو وہ یہاں آیا تھا۔"

"ہاں بابا۔"

"پھر۔ پھر کیا ہوا، کب گیا وہ؟"

"بابا وہ یہاں آیا تھا، ہماری خبر لینے۔ ہمارے گھر میں اور کافی دیر کے بعد وہ گیا۔"

"اری پگلی۔ ارے پگلی کہیں تجھے دھوکا تو نہیں ہوا، کہیں کسی نے تجھے بیوقوف تو نہیں بنایا۔ راجکمار اور وہ بھی پار کر کے ہماری اس اچھوتوں کی بستی میں آئے، ناممکن سی بات ہے، ناممکن سی بات ہے، برہمن اسے جیتا نہیں چھوڑیں گے۔ وہ خود بھی برہمن کا بیٹا ہے وہ بھلا کیوں آئے گا، ناممکن بات ہے چمپا کلی ناممکن بات ہے۔"

"میں کہہ رہی ہوں بابا وہ یہاں آئے تھے۔"

"کیوں آیا تھا۔ آخر کیوں آیا تھا وہ یہاں؟"

"راجکمار سندر راج کو اس بات کا دکھ تھا کہ ان کے سپاہیوں نے میرے چھوٹے سے بھیا کو مار ڈالا، وہ تم سے معافی مانگنے آئے تھے بابا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں گوپی ناتھ سے سخت شرمندہ ہوں۔"

"سب کچھ ٹھیک ہے سب کچھ ٹھیک ہے لیکن راجکمار کا یہاں آنا مجھے سمجھ نہیں آتا۔"

"کل پھر آئیں گے بابا۔ تم خود اس سے مل لینا۔"

"کل پھر آئے گا یہاں پر۔" گوپی ناتھ نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔"

"یہاں اس نے تجھ سے کیا بات کی؟" گوپی ناتھ نے پوچھا

"بس بابا وہ کہنے لگا کہ وہ گوپی ناتھ کے پاس آیا ہے۔ وہ تم سے اس ظلم کی معافی مانگے گا جو ہمارے بھتیا پر ہوا ہے وہ کہتا ہے بابا اچھوت برہمن چھتری سب ایک ذات ہوتے ہیں، سب انسان ہوتے ہیں، کوئی انسان کسی سے کم نہیں ہوتا۔ یہ تفریق صرف برہمنوں کی پیدا کی ہوئی ہے۔" چھپاکلی نے کہا۔

"بیوقوف بنا رہا ہوگا تجھے، مذاق کر رہا ہوگا، یہ راجکمار لوگ بڑے چالاک ہوتے ہیں، غریبوں کو بیوقوف بناتے ہیں۔ اور ان سے ان کا سب کچھ چھین لیتے ہیں۔"

"نہیں بابا وہ ایسا نہیں ہے۔"

"تجھے کیا معلوم پگلی تجھے کیا معلوم۔ میں تو صرف یہ بات سوچ رہا ہوں کہ اگر یہ سچ راجکمار تیری سندرتا پر مرمٹا ہے تو اب کیا ہوگا، میں تجھے بتاؤں صرف یہ ہوگا چھپاکلی کہ تجھے بےعزت کیا جائے گا اور پھر تیری لاش کسی کنوئیں میں پڑی ہوگی، یا کسی دریا میں بہہ رہی ہوگی۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو بابا۔ راجکمار ایسا نہیں ہے۔ وہ کبھی ایسا نہیں کرے گا۔"

"ارے تو کیا جانے، تجھے کیا پتہ، کیا تجربہ ہے تیرا۔"

"مجھے سب پتہ ہے بابا میں سب جانتی ہوں۔"

"کیا جانتی ہے تو۔ کیا سمجھتی ہے تو۔؟ مجھے بتا تو نے کبھی دیکھا ہے یہ راجکمار لوگ کیسے ہوتے ہیں اور کیا کرتے رہتے ہیں۔"

"بابا راجکمار نے اچھوتوں اور برہمنوں کا فرق مٹانے کے لئے ہمارے گھر بیٹھ کر میرے ہاتھ کے بنے ہوئے گوجے کھائے تھے۔"

"ایں۔" گوپی ناتھ پھر حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ "کیا یہ سچ"

"ہاں بابا بھگوان کی سوگند، تمہاری سوگند میں تم سے غلط نہیں کہہ رہی۔" چھپاکلی نے کہا اور گوپی ناتھ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

چھپاکلی سندر تھی اور راجکمار نوجوان، من ہار بیٹھا ہوگا پگلا کہیں کا، جوانی جو ٹھہری، لیکن آخر اس سمبندھ کا انجام کیا ہوگا، سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوگا کہ اچھوتوں کی بستی کو پھونک دیا جائے، ان کا نام ونشان ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے۔ اس کے علاوہ اور کچھ ممکن نہیں تھا، یہ تو کسی طور ممکن نہیں تھا کہ مہاراج بیدراج راجکمار کی اس حرکت کو قبول کر لیں، اور پھر یہ حرکت راجکمار کی سمجھی نہیں جائے گی سارا دوش اچھوتوں کو ہی دیا جائے گا یہی کہا جائے گا کہ اچھوتوں نے سازش کر کے برہمنوں اور چھتریوں کا دھرم بھرشٹ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن چھپاکلی کو وہ کس طرح سمجھاتا، راجکمار نے اگر واقعی اس کے ہاں بیٹھ کر اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھایا تھا تو اس سے اس بات کا اظہار ہوتا تھا کہ وہ اپنے کہے میں مخلص ہے لیکن اس کے خلوص سے کیا ہوتا تھا۔ کیا اس کے خلوص سے اچھوت بچ سکتے تھے، لیکن وہ چھپاکلی سے کوئی اور بات نہیں کر سکا تھا سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہا جائے۔ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"چھپاکلی یہ آگ کا کھیل ہے بٹیا۔ تو سوچ لے یہ آگ کا کھیل ہے۔"

"بابا یہ آگ کا کھیل کیا ہوتا ہے؟"

"اب تو اتنی پگلی ہے کہ میں تجھے کیا بتاؤں۔ سن چھپاکلی اچھوت اور برہمن زمین اور آسمان کی طرح ہیں کیا یہ دھرتی اٹھ کر آسمان سے مل سکتی ہے۔"

"نے بابا دھرتی اٹھ کر آسمان سے ملے تو یہ سارے کے سارے منش بیچ میں پس نہ جائیں۔"

"بالکل یہی بات ہے چھپاکلی بالکل یہی بات ہے۔"

"کیا بات ہے بابا میں تو نہیں سمجھی۔"

"اگر دھرتی نے اٹھ کر آسمان سے ملنے کی کوشش کی تو اس کے بیچ میں جتنے منش ہیں وہ پس جائیں گے، دھرتی تو ہے اور آکاش راجکمار، تو نے اگر راجکمار سے سمبندھ کرنے کی کوشش کی تو جانتی ہے تیرے اور راجکمار کے درمیان کون پسے گا۔"

"نہیں بابا تو بتا دے۔" چھپاکلی نے پوچھا۔

"اچھوت ہماری ساری برادری۔"

"لو بابا بھلا ہم دونوں کے بیچ آ کر تیری برادری کیسے پس جائے گی۔" چھپاکلی نے معصومیت سے کہا اور گوپی ناتھ سر پکڑ کر بیٹھ گیا، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس بیوقوف کو کیسے سمجھائے لیکن جو کچھ ہو رہا تھا اسے ٹالا بھی تو نہیں جا سکتا تھا تب اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ چھپاکلی تو معصوم ہے لیکن اگر راجکمار کو سمجھایا جائے تو وہ یقیناً وہ اس بات کو مان لے گا۔ چنانچہ اس نے طے کیا کہ وہ راجکمار سے ہی مل کر یہ بات طے کرے گا۔ لیکن اس بارے میں اس نے چھپاکلی کو کچھ بتانا مناسب نہیں سمجھا ہاں اتنا اس نے ضرور پوچھا۔

"اب راجکمار کب آئے گا۔"

"کل رات کو بابا۔"

"کہاں۔؟"

"گوراج گھاٹ پر۔" چھپاکلی نے جواب دیا۔

"ضرور آئے گا۔"

"ہاں بابا وعدہ کر کے گیا ہے ضرور آئے گا۔" چھپاکلی بولی اور گوپی ناتھ گردن ہلا کر خاموش ہو گیا۔

چھپاکلی کو جتنا ڈر تھا اتنا نہیں ہوا تھا۔ ہاں اب اسے کسی قسم کی کوئی چنتا نہیں کیونکہ اب بابا کو بھی سب کچھ معلوم ہو گیا تھا۔ دوسرا دن اس نے خود فراموشی کے عالم میں گزارا۔ راجکمار کے لئے اس نے دو تین چیزیں بھی پکائیں اور رات کا انتظار کرنے لگی جب رات گہری ہوئی تو وہ پوٹلی باندھ کر خاموشی سے چل پڑی۔ بابا آج بھی گھر میں نہیں تھا لیکن اب اسے کوئی چنتا نہیں تھی۔ اس لئے بابا کو تو اس نے کل ہی بتا دیا تھا کہ وہ راجکمار سے ملنے گوراج گھاٹ پر جائے گی۔ بڑا ہی اچھا ہے میرا بابا۔ چھپاکلی نے سوچا اور گوراج گھاٹ کی بگیا کے پاس پہنچ گئی جہاں اسے راجکمار سے ملنا تھا۔

آج بھی اس کے پہنچنے کے ذرا سی دیر کے بعد راجکمار آ گیا۔ گوندوا اور پرکاش آج بھی اس کے ساتھ تھے۔ وہ بیچارے تو اس مصیبت میں پھنس ہی چکے تھے اور اب اس مصیبت سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جب یہ راز کھلے گا تو ان کی گردنیں مار دی جائیں گی۔ اور انہیں ان تمام تکالیف سے گزرنا ہوگا جو ایسے لوگوں کے ساتھ پیش آتی ہیں۔ مگر کیا کیا جاتا پرکاش سندراج کی محبت سے مجبور تھا۔ دوستی بھی تھی اور وفاداری کا مسئلہ بھی تھا۔ وہ اپنی جگہ کھڑے ہو گئے اور سندراج مسکراتا ہوا چھپاکلی کے پاس پہنچ گیا۔ چھپاکلی اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ سندراج اس کے قریب پہنچ گیا اور چھپاکلی نے شرما کر گردن جھکا لی۔

"آ گئے راجکمار۔"

"ہاں۔ تم کب سے انتظار کر رہی تھیں۔"

"سندا سے۔"

"بڑی باتیں بنانا آ گئیں چھپاکلی تمہیں تو۔"

"ہاں کیوں نہیں تم سے جو باتیں کرنا ہوتی ہیں۔"

"چھپاکلی آؤ بیٹھ جائیں۔"

"چلو۔" چھپاکلی نے کہا اور دونوں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔

"تم۔ تم میرا کہاں تک ساتھ دو گی چھپاکلی۔" سندراج نے پوچھا۔

"کہاں تک۔؟" چھپاکلی نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ہاں میرا مطلب ہے کیا تم میرے ساتھ اس سنسار کے آخری کونے تک جا سکتی ہو۔"

"اس سے بھی آگے۔" چھپاکلی نے جواب دیا۔

"سچ۔"

"ہاں۔"

"مجھے اب تمہارے بنا کچھ اچھا نہیں لگتا چھپاکلی۔" سندراج نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"اور مجھے بھی۔" وہ اداس لہجے میں بولی، سارا دن میں جیسے بتاتی ہوں میں ہی جانتی ہوں۔ میرا من تو یہ چاہتا ہے کہ بس سورج نکلنا ہی چھوڑ دے۔ اور آکاش پر اندھیرا ہی چھایا رہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے چھپاکلی۔" سندراج نے کہا۔

"ویسے اب مجھے چنتا نہیں ہے کسی بات کی میں نے بابا سے بات کر لی ہے۔"

"کیسی بات۔" سندراج چونک گیا۔

"تمہارے بارے میں۔"

"کیا۔؟" اس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"یہی کہ میں تم سے ملنے گئی تھی۔ دراصل کل جب میں واپس پہنچی تو بابا میرا شدت سے انتظار کر رہا تھا۔ وہ میری سب سکھیوں کے ہاں مجھے دیکھ چکا تھا جب میں نے اس سے سکھی کا بہانہ بنایا تو وہ مجھے گھورنے لگا اور کہنے لگا کہ تو مجھ سے جھوٹ بول رہی ہے۔ سچ سچ بتا کہاں گئی تھی تو۔ تب میں نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ میں تم سے پریم کرتی ہوں۔"

"پھر بابا نے کیا کہا۔"

"کہنا کیا تھا، بولے کہ تو دھرتی ہے اور راجکمار آکاش اگر تم دونوں نے ملنے کی کوشش کی تو تمہارے درمیان تمام اچھوت پس جائیں گے، کیا یہ ممکن ہے راجکمار کہ ہم دونوں کے ملنے سے اتنے لوگ پس جائیں۔" چھپاکلی نے معصومیت سے کہا۔ اور راجکمار کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں یہ بالکل ممکن نہیں ہے۔"

"غلط کہتے ہو راجکمار بالکل غلط کہتے ہو۔ اسے اپنے [illegible] کہ وہ جیون بھر تمہارے سوگ میں مرتی رہے۔" درخت کے پیچھے سے آواز آئی اور وہ دونوں اچھل پڑے۔

کے عقب سے گوپی ناتھ باہر نکل آیا تھا۔

دوزخ

"ایسا نہ کہو مہاراج، ایسا نہ کہو راجکمار۔ ہم اچھوت ویسے ہی دکھیارے ہیں۔ میرا ایک ہی بیٹا تھا جو تمہاری سلطنت چڑھ گیا۔ اب اس پگلی لڑکی کو تو میرے لئے رہنے دو۔ چمپا کلی میرے جیون کا ایک ہی سہارا ہے راجکمار۔ اگر یہ سہارا بھی تم نے چھین لیا تو بھگوان کی سوگند ہم جینے نہ سکیں گے۔ ہمارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو راجکمار، ہمارے ساتھ ایسا سلوک مت کرو۔ ہم تمہارے ہاتھ جوڑتے ہیں، ہم تمہارے پاؤں پڑتے ہیں۔" گوپی ناتھ آنکھوں میں آنسو بھرے راجکمار سندر راج کے قدموں میں جھکا، لیکن سندر راج نے اس کے شانے پکڑ لئے۔

"آپ۔ آپ مجھے پاپی کر رہے ہیں گوپی ناتھ جی، آپ مجھے پاپی کر رہے ہیں۔ چرن تو مجھے آپ کے چھونے چاہئیں، آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں، آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں گوپی ناتھ جی۔ بھگوان کے لئے مجھے بتائیں آپ یہ باتیں کیوں کر رہے ہیں۔"

"ہم۔ ہم اچھوت ہیں راجکمار جی، ہم اچھوت ہیں، کبھی دھرتی اور آکاش بھی مل کر ایک ہوئے ہیں، کہاں ہم گندے کام کرنے والے اچھوت اور کہاں آپ آکاش سمان۔ اگر یہ پگلی آپ کے پریم میں مبتلا ہو گئی تو اپنا جیون ہی تباہ کر لے گی، اس کے علاوہ اسے اور کیا مل سکے گا۔"

"آپ کو ہماری باتیں معلوم ہی ہو چکی ہیں گوپی ناتھ جی تو میں آپ کا مجرم ہوں۔ لیکن اگر آپ مجھے کچھ کہنے کی آگیا دیں تو میں کچھ کہوں۔"

"ہم اتنے بڑے نہیں ہیں راجکمار جی کہ آپ ہم سے کوئی آگیا لیں، اچھوتوں کی عزت ہی کیا۔ یوں بھی آپ راجکمار ہیں، آپ کے سامنے ہم کیا کہہ سکتے ہیں، آپ کو ہم کیا آگیا دے سکتے ہیں، بھلا ہماری مجال، ہم تو صرف بھیک ہی مانگ سکتے ہیں، دھرم کی بھیک۔"

"آپ مجھے جو حکم دیں گے۔ جو آگیا دیں گے گوپی ناتھ جی اس کا پالن کرنا میرا فرض ہوگا۔ اس لئے کہ آپ میرے بزرگ ہیں، بھگوان کی سوگند، دیوی دیوتاؤں کی سوگند میرے من میں آپ کا اتنا ہی احترام ہے جتنا سنسار کے دوسرے لوگوں کا۔ میں انسانوں میں تفریق کا قائل نہیں ہوں۔ میں نہیں مانتا کہ جب بھگوان نے سارے انسان ایک سے بنائے ہیں تو ان میں ذات کی چھوٹائی بڑائی بھی رکھی ہوگی۔ نہیں گوپی ناتھ جی یہ سب انسانوں کے کام ہیں، انسانوں نے خود انسانوں میں تفریق پیدا کی ہے۔ کسی نے اپنے آپ کو بڑا بنا لیا اور کسی کو چھوٹا بنا دیا گیا۔ دراصل گوپی ناتھ جی یہ سب طاقت اور دولت کا کھیل ہے جو طاقتور ہے وہ دوسروں کے حقوق چھین لیتا ہے اور جو کمزور ہے وہ اپنا حق دوسرے کو دے دیتا ہے۔ اور میں بھی کچھ اچھوتوں کے ساتھ برہمنوں نے کیا ہے۔"

"پھر بھی راجکمار جی۔ آپ صدیوں پرانی ریتوں کو نہیں توڑ سکتے۔ میں آپ سے کہہ رہا ہوں اس کھیل کا انجام سوائے اس کے کچھ نہ ہوگا کہ یہ پگلی لڑکی اپنی جان دے بیٹھے گی، یا اسے مرنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ آپ بہت اچھے ہیں راجکمار جی۔ پر لوگ تو اچھے نہیں ہیں نا۔ کوئی برہمن یا چھتری یہ برداشت نہیں کرے گا کہ اچھوت لوگ ان کی برابری کریں۔ یہ بہت مشکل ہے راجکمار جی، آپ بھی اس کھیل سے باز آ جائیں اور میں بھی اس پگلی کو سمجھا لوں گا۔ یہ چھوٹائی بڑائی جو انسانوں میں پیدا ہو چکی ہے بڑی مشکل سے ختم ہوگی۔ اور راجکمار جی بہتر یہ ہے کہ آپ بھی اس اونچ نیچ کے چکر میں نہ پڑیں۔" گوپی ناتھ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"نہیں گوپی ناتھ جی آپ جو سمجھ رہے ہیں غلط سمجھ رہے ہیں، میں کسی برہمن سے نہیں ڈرتا۔ اور گوپی ناتھ مہاراج میں اس لئے یہ بات نہیں کہہ رہا کہ چمپا کلی میرے من میں آ بسی ہے بلکہ ایک منش کی حیثیت سے ہونے والے راجہ کی حیثیت سے آپ سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ چمپا کلی میرے جیون میں شامل ہو یا نہ ہو۔ پر اگر میں جیتا رہا تو انسانوں کے بیچ سے یہ فرق مٹا دوں گا۔"

"راجکمار بہت مشکل ہے۔ بہت ہی مشکل ہے۔ تم یہ فرق نہیں مٹا سکتے، صدیوں کی ریتیں پل میں نہیں ٹوٹ سکتیں، ان کے لئے بڑا وقت چاہئے بڑا ہی سمے چاہئے۔"

"گوپی ناتھ جی آپ میرا عزم بھی تو دیکھئے۔ میں ان ریتوں کو ختم کر کے رہوں گا، یہ فرق مٹا کے رہوں گا۔" سندر راج نے پرعزم لہجے میں کہا۔

"واقعی راجکمار کیا تم یہ فرق مٹا سکو گے۔" گوپی ناتھ نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

"ہاں گوپی ناتھ جی۔ یہ میرا عزم ہے۔ یہ میرا فیصلہ ہے اور میں یہ فرق مٹا کے رہوں گا چاہے اس کے لئے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

"ناممکن راجکمار جی۔ یہ ناممکن ہے صدیوں سے جو ریت چلی آ رہی ہے صدیوں سے جو غریب پستے چلے آ رہے ہیں، یہ ریت ایک چھوٹی سی ریاست کا راجہ کیسے توڑ سکتا ہے۔"

"انسان اگر یہی سوچ لے گوپی ناتھ جی کہ جو کام بڑے نہیں کر سکے جو کام ساری دنیا کرنے پر آمادہ نہیں ہے، وہ بھی نہیں سکتا تو آپ سچ کہتے ہیں وہ کام نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر انفرادی طور پر ایک ہی آدمی یہ کام کرنے کا بیڑہ اٹھا لے تو کم از کم وہ تو یہ کام کر سکتا ہے۔ میں سنسار کی ریت نہیں بدل سکتا لیکن اس کی تحریک پیدا کر سکتا

ہوں اور یہ تحریک میری اپنی ریاست سے شروع ہوگی۔ ممکن ہے میری ریاست سے یہ تحریک شروع ہو کر سارے مہادیش میں پھیل جائے اور اس کا سہرا میرے سر ہی ہو۔"

"ناممکن ہے، برہمن یہ کبھی نہ ہونے دیں گے۔"

"ٹھیک ہے مہاراج، لیکن میری ریاست میں ایسا ضرور ہوگا میں انسانوں پر موجود انسانوں کی ان پابندیوں کو ختم کر کے ہی دم لوں گا۔"

"تمہارے پرکاش بہت بڑے ہیں راجکمار جی۔ ہم اچھوت تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ بھگوان تمہیں کامیاب کریں اور اگر تم آگیا دو تو میں چمپا کلی کے بارے میں بات کروں۔"

"ہاں مہاراج میں بھی آپ سے اس بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔" سندر راج نے کہا۔

"چمپا کلی کو تم کیوں پریم روگ لگا رہے ہو؟"

"اس لئے کہ میں خود بھی اس جال میں پھنس چکا ہوں۔"

"کیا اس میں چمپا کلی کا دوش ہے؟" گوپی ناتھ نے پوچھا۔

"نہیں سو فیصدی میرا۔" سندر راج نے جواب دیا۔

"تو راجکمار تم اپنے اس دوش کو نبھا کیسے سکو گے؟"

"چمپا کلی سے وواہ کر کے۔ اسے اپنی دھرم پتنی بنا کر۔" سندر راج نے جواب دیا۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"یہ ممکن ہے گوپی ناتھ جی۔"

"مگر کیسے؟"

"اس ناممکن کو ممکن کر کے دکھانا ہی میرا کام ہے اب یہی میرا جیون ہے اور یہی میرا مرن ہے۔ اگر چمپا کلی کو نہ پا سکا تو زندہ نہیں رہوں گا، اس زمین پر بوجھ نہیں بنوں گا بلکہ آتم ہتیا کر لوں گا۔"

"کبھی نہیں ہو سکتا، کبھی نہیں ہو سکتا راجکمار۔ بس یہی ہوگا کہ اگر یہ بات راجکمار مہاراجہ کے کانوں میں پہنچ گئی تو وہ ہمیں زندہ جلوا دیں گے۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ میں بھی راجکمار سندر راج ہوں، بتائیے گوپی ناتھ جی آپ اس بات کا کیا ثبوت چاہتے ہیں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"کیا آپ بھرے دربار میں یہ اعلان کر سکتے ہیں راجکمار جی کہ اچھوتوں کو ان کا حق ملنا چاہئے۔" گوپی ناتھ نے پوچھا۔

"کر سکتا ہوں گوپی ناتھ جی۔ کر چکا ہوں۔ اور اس اعلان کو کئے ہوئے بھی بہت دن ہو گئے۔"

"پھر کب؟"

"اس سمے جب میرے سپاہیوں نے آپ کے معصوم بیٹے کو مار ڈالا تھا۔ میں نے بھرے دربار میں یہ بات کہی تھی کہ یہ ظلم ہے، انیائے ہے، ایسا پاپ نہیں ہونا چاہئے۔ اچھوت بھی انسان ہیں، دریا پار کے لوگ بھی زندہ رہنے کے قابل ہیں۔ پھر ان سے زندگی کا حق کیوں چھین لیا گیا ہے۔ میری اس بات پر کافی لے دے ہوئی۔ مگر میں نے یہ اعلان کر دیا کہ جو کام بدر راج مہاراج نہیں کر سکے اگر میں راجہ بنا تو یہ کام ضرور کروں گا۔ آپ اگر چاہیں تو اس بات کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔" سندر راج نے پراعتماد لہجے میں کہا۔ اور گوپی ناتھ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"کیا آپ سچ مچ یہ بات کہہ چکے ہیں۔"

"میں نے کہا نا گوپی ناتھ جی آپ اپنے طور پر یہ بات معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی ڈھکی چھپی بات نہیں ہوگی جس کا آپ کو پتہ ہی نہ چل سکے۔"

"بہت بڑی بات کہی ہے آپ نے راجکمار۔ بہت ہی بڑی بات کہی ہے آپ نے راجکمار۔ بھگوان آپ کی رکھشا کرے، لیکن اس کے باوجود مہاراج بدر راج یہ بات کیسے مان لیں گے۔"

"میں نے کہا نا گوپی ناتھ جی مہاراج کو یہ بات ماننا ہوگی، اور اگر وہ نہیں مانیں گے تو میں یہ سب کچھ اس سمے کروں گا جب میں اس ریاست کا راجہ بنوں گا۔ اور راجہ بننے کے بعد میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میرا پہلا اعلان یہی ہوگا کہ راج دربار میں اچھوتوں کو ان کا مقام دیا جائے۔ ان کے جائز مسائل سنے جائیں اور راجکمار ہونے کی حیثیت سے بھی میں آپ کے لئے ہر وہ کام کر سکتا ہوں، جس کی آپ کو ضرورت ہو۔"

"اگر یہ بات ہے سندر راج جی تو ایک کام ضرور کر دیں آپ ہمارے لئے۔" گوپی ناتھ نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"کہئے گوپی ناتھ جی۔" سندر راج نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"اچھوتوں کے لئے کوئی عبادت گاہ نہیں ہے کیا یہاں کوئی مندر نہیں بن سکتا۔ ہم یہ مندر اپنے پیسے اپنی محنت سے بنا لیں گے بس ہمیں اس کی آگیا دے دی جائے۔ ہم دریا پار کے اتنی دور عبادت کرنے جاتے ہیں۔ اور پھر مندر کی عمارت سے بہت دور کھڑے رہتے ہیں، یہ ہمارے لئے بڑی دکھ کی بات ہے، ہم تو کبھی وہ اشلوک نہیں سن سکے جو ہمارے دل کو روشن کرتے ہیں۔ تو اگر ہمارا ایک مندر بنوا دیا جائے تو ہم فوراً ہی اس میں سارے انتظامات کر لیں گے اور اپنی پوجا پاٹ کرنے لگیں گے۔" گوپی ناتھ نے کہا۔ اور راج کمار سندر راج گردن ہلانے لگا۔

"مندر بن جائے گا گوپی ناتھ جی۔ لیکن ابھی ایک بات کا دعویٰ میں نہیں کر سکتا۔"

"کس بات کا مہاراج"؟

"یہ کہ کوئی برہمن پجاری یہاں آ کر رہے گا۔"

"ہمیں اس کی چنتا نہیں ہے نند راج جی، ہم بھگوان کی مورتیاں بنا کر ان کے درشن کر لیا کریں گے یہی ہماری پوجا ہوگی یہی ہماری عبادت ہوگی۔ کم از کم ہماری آنکھوں کو بھگوان کو دیکھنے کی آگیا تو مزدور مل جائے گی۔ ابھی تو ہم بھگوان کو بھی چھپ چھپ کر دیکھتے ہیں۔" گوپی ناتھ نے بے بسی کے عالم میں کہا اور نند راج کا دل دہل کر رہ گیا۔

کتنے ظالم ہیں یہ برہمن چھتری، جنہوں نے اچھوتوں سے زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیا ہے۔ ان لوگوں کو زندگی کی ہر آسائش سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے کوئی ان پر ہونے والے ظلم کے خلاف احتجاج کرنے والا نہیں ہے۔ اس نے گوپی ناتھ کی طرف دیکھا جو بے بسی کی تصویر بنا کھڑا تھا اور بولا۔

"ٹھیک ہے گوپی ناتھ جی مندر بن جائے گا یہ نند راج کا وچن ہے اگر مجھے ایک بات کا یقین دلائیں۔"

"کونسی بات نند راج مہاراج۔"

"چمپا کلی میری ہو جائے گی۔" نند راج نے پوچھا۔

"چمپا کلی کو اگر آپ کے چرنوں کی دھول بھی بن جانے کا موقع مل جائے تو یہ اس کی سب سے بڑی خوش قسمتی ہوگی۔ نہ صرف اس کی بلکہ پوری اچھوت برادری کی۔ میں سوگند کھاتا ہوں بھگوان کی کہ اگر آپ نے چمپا کلی کو اپنی پتنی بنانے کے لیے میرے پاس سندیس بھیجا تو میں اسے آپ کے پاس لے کر حاضر ہو جاؤں گا۔ چاہے اس کے لیے مجھے اپنی موت اور چمپا کلی کے بڑھاپے تک انتظار کرنا پڑے۔"

"آپ وچن دے رہے ہیں گوپی ناتھ جی۔"

"ہاں میں وچن دیتا ہوں۔ اگر اچھوت کا وچن کوئی حیثیت رکھتا ہے تو میں تمہیں وچن دیتا ہوں نند راج کمار۔"

"میں آپ کا بہت بہت شکر گزار ہوں۔ ہاں ایک سوال اور کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور نند راج ضرور کرو۔"

"کیا میں چمپا کلی سے مل سکتا ہوں۔"

"رات کے اندھیرے میں یا دن کی روشنی میں۔"

"اس کے لیے فی الحال رات کے اندھیرے زیادہ مناسب ہیں۔" نند راج نے کہا۔

"ٹھیک ہے مجھے اس راجکمار پر وشواش ہے جو اپنے من میں انسان کا دکھ رکھتا ہے۔ مجھے پورا وشواش ہے کہ اس کو مل لڑکی کو خودکشی کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا۔" گوپی ناتھ نے کہا اور نند راج نے جھک کر اس کے چرن چھو لیے۔

"آپ میرے بزرگ ہیں گوپی ناتھ جی، بھگوان کی سوگند آپ کی سوگند میں کبھی شرافت اور انسانیت کے دائرے سے باہر نہیں جاؤں گا اس سمے تک جب تک چمپا کلی میری دھرم پتنی نہیں بن جاتی۔"

"ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں۔" گوپی ناتھ نے کہا اور گردن جھکا کر واپس چلا گیا۔

چمپا کلی درخت کے پیچھے چھپی ہوئی ان لوگوں کی تمام باتیں سن رہی تھی، لیکن ان کی باتیں سن سن کر اس کا من خوشی سے لرز رہا تھا۔ بدن کانپ رہا تھا اس کا سارے کا سارا۔ اور جب گوپی ناتھ جی کافی دور چلے گئے تو وہ دوڑتی ہوئی آئی اور اس نے راجکمار نند راج کے چرنوں میں سر رکھ دیا۔

نند راج نے تڑپ کر اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا تھا۔

چمپا کلی کو آج گھر پہنچنے کی کوئی جلدی نہیں تھی کیونکہ وہ اپنے بابا کے بارے میں جان گئی تھی۔ راجکمار نند راج نے ہی اسے بھیجا تھا اور جب تک وہ چلی نہ گئی وہ اسے کھڑا دیکھتا رہا تھا۔

***

"پرکاش میں وچن دے چکا ہوں اور یہ ایک راجکمار کا وچن ہے کسی گھسیارے کا نہیں۔ مندر ضرور بنے گا۔ ایک دوست کی حیثیت سے میں اب بھی تم سے یہ کہتا ہوں کہ اگر چاہو تو اس سلسلے میں میرا ساتھ مت دو، میں تمہیں اس سلسلے میں مجبور نہیں کروں گا اور نہ ہی میں تمہارے لیے کوئی پریشانی چاہتا ہوں۔"

"ارے کس پاپی کو اپنی جان کی فکر ہے مہاراج، پر یہ بھی تو سوچیں مندر کی بات کس طرح چھپی رہ سکے گی۔"

"نہ رہے، مجھے اس کی چنتا نہیں ہے۔"

"مگر مجھے ہے۔" پرکاش نے جواب دیا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا پرکاش، مجھے جو کچھ کرنا ہے وہ ہر صورت میں کرنا ہے اور وہ میں ضرور کروں گا۔ اب میں تم سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کہوں گا، ہاں کل دن کی روشنی میں مزدور وہاں پہنچ جائیں گے۔ مندر کی جگہ کا تعین کریں گے اور پھر تعمیر کا سامان بھی وہاں پہنچ جائے گا۔"

"جیسی آپ کی مرضی راجکمار۔" پرکاش گردن ہلا کر بولا اور پھر خاموش ہو گیا۔

لیکن نند راج کا عزم پختہ تھا۔ اس نے سنجانے کہاں کہاں سے اور کن کن لوگوں کے ذریعے پچاس مزدوروں کا بندوبست کیا شاہی خزانے سے انہیں ایک بڑی رقم دلوائی اور دریا پار پہنچا دیا اس نے مندر کی تعمیر کا حکم دے دیا تھا۔

اور جب مندر کی بنیاد رکھی گئی تو اچھوتوں نے ایک عظیم الشان جشن منایا۔ رات بھر وہ لوگ ناچتے گاتے رہے تھے اور نند راج ان کے ساتھ جشن میں شریک رہا تھا اور چمپا کلی اس کے نزدیک ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر نند راج کی خواہش پر چمپا کلی نے محبت کا رقص پیش کیا اور نند راج اس کی ایک ایک ادا پر پاگل ہوتا رہا۔

وہ محبت بھری نگاہوں سے چمپا کلی کو دیکھ رہا تھا جو آئندہ اس کی پتنی بننے والی تھی۔ یہ اس کا عزم تھا کہ اچھوتوں کو کسی طور اچھوت نہ رہنے دیگا۔

لیکن یہ بات زیادہ دیر تک چھپی نہ رہ سکی، جب مندر کے خدوخال اجاگر ہونے لگے تو کسی اونچی ذات والے برہمن نے دریا پار سے اسے دیکھ لیا اور آن کی آن میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی کہ اچھوتوں کی بستیوں میں مندر تعمیر کیے جا رہے ہیں۔ دیکھنے والوں نے تصدیق کی اور حکومت کے اہلکاروں تک یہ اطلاع پہنچا دی گئی۔ حکومت کی پوری مشینری حرکت میں آگئی اور حکومت کے اہلکاروں نے بھی دریا کے دوسرے کنارے سے زمین پر ابھرتے ہوئے مندر کو دیکھا اور دست بستہ راجہ بدراج کے پاس پہنچ گئے۔

راجہ بدراج اس وقت راج پاٹ کے کاموں میں مصروف تھا مہا پجاری گھنشیامی داس بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آنے والوں نے پہلے کچھ کہنے کی اجازت لی۔ اور اجازت لینے کے بعد یہ خبر راجہ بدراج کو سنائی گئی۔

"مہاراج اچھوتوں کی بستی میں ایک بہت بڑا مندر تعمیر ہو رہا ہے، اچھوتوں نے ہماری روایات کی خلاف ورزی کی ہے اچھوتوں نے برہمنوں کا مذاق اڑایا ہے۔ کیا مندر کی تعمیر کی آگیا مہاراج نے دی ہے یا اچھوتوں نے باغی ہونے کا اعلان کیا ہے۔"

راجہ بدراج یہ سن کر غصے سے سرخ ہو گیا، اس نے آنے والوں کو گھور کر دیکھا اور کرخت لہجے میں بولا۔

"تم لوگ پاگل ہو گئے ہو کیا تم سب کا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا بکواس کر رہے ہو تم لوگ کس کی مجال ہے کہ دریا پار مندر تعمیر کرے۔" راجہ بدراج نے نفرت سے کہا۔

"یہ تو ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا مہاراج کہ یہ مجال کس نے کی ہے۔ پر مندر آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں، محل کی کھڑکیوں سے دریا پار کا نظارہ صاف نظر آ سکتا ہے۔" آنے والوں نے کہا اور بدراج غصے سے کھڑا ہو گیا۔

"گھنشیامی داس جی کیا کہتے ہیں آپ اس سلسلے میں۔"

"دھیرج بدراج دھیرج۔"

"یہ دھیرج کی بات تو نہیں ہے گھنشیامی جی۔"

"دھیرج رکھنا پڑے گا بدراج، جو ہوتا ہے اس کا کوئی نہ کوئی کارن بھی ہوتا ہے۔ پہلے کارن دیکھو پھر کام کرو۔ غصہ مار کے بات پوچھو، یہی منش کی کامیابی کا راز ہے۔"

"مگر گھنشیامی داس جی یہ خبر جھوٹی نہیں معلوم ہوتی۔" راجہ بدراج نے تیزی سے ٹہلتے ہوئے کہا۔

"تو ہم کب کہتے ہیں بالک کہ یہ خبر جھوٹی ہے کب کہا ہم نے پر اس بات کا فیصلہ بھرے دربار میں نہیں ہو سکتا۔ میں چلتا ہوں اگر تمہارا من چاہے تو میرے پاس آ جانا۔ پر گھنشیامی داس کا یہی کہنا ہے پہلے کارن پھر بات۔" گھنشیامی داس نے کہا اور لکڑی کی کھڑاؤں کو کھٹ کھٹ کرتا ہوا دربار سے باہر نکل گیا۔

بدراج انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔ بری حالت تھی اس کی۔ لیکن گھنشیامی داس جو کہہ کر گیا تھا اس پر عمل کرنا بھی انتہائی ضروری تھا۔ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے گھنشیامی داس سے مشورہ انتہائی ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو گڑ بڑ ہو کی بات پیچھے رہ جائے اور کوئی نقصان اٹھانا پڑے۔ چنانچہ اس نے پنڈتوں کی جانب دیکھ کر کہا۔

"خاموشی اختیار کرو، جیسا مشورہ گرودیو دیں گے ویسا ہی ہمیں کرنا پڑیگا، ان کی مرضی کے بغیر میں کوئی کام نہیں کر سکتا۔"

"تو مہاراج اچھوتوں کو اس تعمیر سے نہ روکا جائے۔" آنے والوں نے پوچھا۔

"نہیں ابھی جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دو، گھنشیامی داس سے میں ابھی تھوڑی دیر میں ملاقات کروں گا، ان سے پوچھوں گا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اگر انہوں نے کوئی صحیح مشورہ دیا تو ٹھیک ہے۔ ویسے اس بات کی چنتا تم بالکل مت کرو۔ اچھوت کبھی مندر تعمیر نہیں کر سکتے، وہ کبھی ہماری برابری نہیں کر سکتے۔" راجہ بدراج نے کہا اور آنے والے واپس لوٹ گئے۔

بدراج دربار برخاست کر کے محل واپس آ گیا، اور پریشانی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ جب کوئی بات نہ بن سکی تو وہ اپنی پتنی درشنی کے پاس پہنچ گیا۔

درشنی باندیوں میں گھری بیٹھی ہوئی تھی، بدراج کی آمد کی اطلاع

پاکر وہ جلدی سے اس کے سواگت کے لئے باہر نکل آئی لیکن بلداج کا چہرہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔

"کیا بات ہے مہاراج"؟ پریشان ہیں، کیا ہو گیا۔؟ کیا کسی دشمن نے حملہ کر دیا"؟

"نہیں درشنی، کسی دشمن نے حملہ نہیں کیا، بس میں پریشان ہوں، بہت پریشان ہوں"

"پر اس پریشانی کا کوئی کارن تو ہوگا مہاراج"

"ہاں کارن ہے، اچھوتوں کو ان کی موت نے پکارا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی ریاست سے ان کا ناپاک وجود ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں اور انہوں نے اس کی ابتداء کر دی ہے"

"کیا، کیا ہے اچھوتوں نے"؟

"بغاوت"

"کیسی بغاوت"، رانی درشنی نے تعجب سے پوچھا۔

"بس ریاست سے بغاوت، برہمنوں سے بغاوت، انہوں نے وہ کام کیا ہے جو صدیوں سے کسی نے نہیں کیا تھا"

"پر کیا ہوا ہے مہاراج کچھ مجھے بھی تو بتائیں" رانی درشنی نے پوچھا۔

"مندر تعمیر کرا رہے ہیں شودر کہیں کے مندر۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا درشنی، ایسا کبھی نہیں ہوگا، وہ کبھی اونچی ذات والوں کی طرح مندر تعمیر نہیں کر سکتے"

"پر انہیں سوجھی کیا ہے"؟ درشنی نے پوچھا۔

"بھگوان جانے میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد گھنشیامی داس کے پاس جاؤں گا، ان سے اس بارے میں بات کروں گا"

"ہاں ہاں ضرور کریں، گھنشیامی داس جی ہی آپ کو صحیح بات بتا سکیں گے" رانی درشنی نے کہا "ویسے تعجب کی بات ہے اچھوتوں کو یہ ہمت کیسے ہوئی"

"گھنشیامی داس جی کا کہنا ہے کہ اس کا بھی کوئی کارن ہے" راجہ بلداج نے کہا۔

"پر کیا کارن ہو سکتا ہے"؟

"میرے من میں ایک ہی خوف ہے درشنی ایک ہی خوف"

"وہ کیا"؟

"کہیں اس میں سندراج کا کوئی ہاتھ نہ ہو"

"سندراج کا — سندراج کا ہاتھ کیسے ہو سکتا ہے" رانی درشنی حیرت سے بولیں۔

"شاید تمہیں پتہ نہیں ہے درشنی - سندراج ایک اچھوت لڑکی پر مرمٹا ہے جو بہت ہی سندر ہے"

"اوہ یہ کیسے ہوا" سندراج اس لڑکی تک کیسے پہنچ گیا مہاراج" رانی درشنی پریشانی سے بولیں۔

"درشنی اس واقعہ کو کافی دن گزر گئے ہیں ہوا یوں تھا کہ سندراج ایک دن سیر کرنے کے لئے رتھ میں سوار ہوا۔ اچانک ایک جگہ ایک شودر بچہ کا سندراج کے رتھ کے سامنے آ گیا۔ سپاہیوں نے اس لڑکے کو مار ڈالا۔ اسی وقت ایک خوبصورت لڑکی بھاگتی ہوئی آئی اور اس نے ہمارے خلاف، راجدھانی کے خلاف اور سندراج کے خلاف بہت کچھ کہا۔ اور اسی لڑکی کے کارن سندراج نے بھرے دربار میں کھڑے ہو کر ایسی ایسی باتیں کی تھیں کہ میرا سر ندامت سے جھک گیا تھا۔ وہ شودروں اور برہمنوں کے فرق کو مٹانا چاہ رہا تھا۔ اب مجھے شبہ ہے کہ کہیں اچھوتوں کی بستی میں مندر کی تعمیر سندراج ہی نہ کروا رہا ہو"

"اوہ — اوہ تو یہ بات ہے۔ لیکن مہاراج آپ کو اس بات کا علم کیسے ہوا کہ سندراج اس لڑکی پر مرمٹا ہے"

"میں اچھوتوں کی بستی میں جا کر دیکھ چکا ہوں درشنی۔ میں راجہ ہوں پاگل نہیں ہوں۔ راجہ اپنی رعیت کا اگر خیال نہ رکھیں تو پھر اسے راج گدی پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہوتا"

"تو آپ — تو آپ مہاراج اچھوتوں کی بستی میں گئے تھے"

"ہاں — میں گیا تھا"

"کیوں"؟

"میں نے وہاں جا کر چمپاکلی کو دیکھا تھا"

"چمپاکلی کون ہے"؟

"ارے وہی لڑکی جس کے بارے میں، میں کہہ چکا ہوں کہ بڑی سندر ہے، جب سندراج نے اچھوتوں کو برابری کا درجہ دینے کا اعلان کیا اور مطالبہ کیا تو مجھے اتنا ہی غصہ آیا تھا جتنا اس وقت لیکن گھنشیامی داس نے کہا کہ میں دھیرج رکھوں، یوں لگتا ہے جیسے کوئی خاص بات ہو گئی ہو۔ اور خاص بات کے کھوج کے لئے ہم اچھوتوں کی بستی میں گئے تھے۔ وہاں ہم نے چمپاکلی کو دیکھا۔ بڑی ہی سندر لڑکی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں سندراج اس کے پریم کے جال میں نہ پھنس گیا ہو۔ اگر سندراج اس کے پریم کے جال میں پھنس گیا تو یوں سمجھو درشنی ہمیں یہ راج پاٹ چھوڑنا پڑے گا۔ اور ہماری جو درگت ہوگی اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتیں"

"مگر مگر سندراج — سندراج ایسی حرکت کیسے کر سکتا ہے" میرا بیٹا اتنا بیوقوف تو نہیں ہے"

"بیوقوف ہی نہ ہوتا سسرا تو بھرے دربار میں ایسی بات ہی نہ کرتا۔ خیر تم آرام کرو۔ میں گھنشیامی داس کے پاس جا رہا ہوں"

راجہ نے کہا اور درشنی سے رخصت ہو کر گھنشیامی داس کے مندر کی جانب چل پڑا۔

ساری ریاست میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ بڑا سوگ پھیل گیا تھا چاروں طرف۔ راجہ کیدوراج طویل عرصے سے حکومت کر رہا تھا گو وہ زیادہ اچھا آدمی نہیں تھا لیکن اتنا برا بھی نہیں تھا کہ اس کی ریاست کے لوگ اس سے نالاں ہوتے۔ وہ باہر کے لوگوں کے لئے برا تھا لیکن اپنی ریاست کے لوگوں کے لئے اس نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا جس سے اس کی ریاست کے لوگ اس کے خلاف ہو جاتے۔

راجہ کیدوراج کے قتل ہونے کی خبر آناً فاناً پوری ریاست میں پھیل گئی تھی۔ جس نے بھی سنا دانتوں میں انگلی دبالی۔ سارے لوگوں کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ راجہ کیدوراج کو اس کی بھانجی پوجا نے قتل کر دیا ہے، پوجا کو خون آلود خنجر کے ساتھ جائے واردات سے پکڑا گیا تھا اور اس سازش میں پوجا کی ماں یعنی کیدوراج کی بہن سجان متی بھی شریک تھی۔

قانون بنانے والے افراد نے پوجا کو قاتل تسلیم کر لیا تھا۔ اور اب اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش بھی نہیں تھی کیونکہ ساری بات سامنے تھی۔ دربار میں مسلسل اجلاس ہو رہے تھے۔ ہری راج کی حالت خراب تھی۔ کیدوراج کی موت نے اس کے اوپر بہت برا اثر ڈالا تھا اور وہ کمرے میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔

ہری راج کی اس حالت کے پیش نظر ویدوں نے منتری جی کو یہ بات بتا دی تھی کہ راجکمار ہری راج کو پریشان نہ کیا جائے کسی کو ان سے ملنے نہ دیا جائے اور ان پر پہرہ لگا دیا جائے۔ چنانچہ منتری جی نے اس بات پر سختی سے عمل کیا۔

اجلاس اب بھی جاری تھا اور اس میں یہ طے کیا جا رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔

"سب سے بڑی بات تو یہ ہے منتری جی مہاراج کہ راجکمار ہری راج کی بھی حالت خراب ہے کیدوراج مہاراج کی موت کا ان کے اوپر جو اثر پڑا ہے وہ کہیں ان کی جان ہی نہ لے لے۔ اس لئے ابھی انہیں اس سلسلے میں پریشان نہیں کیا جا سکتا۔ راج مکٹ ابھی ان کے سر پر نہیں رکھا جا سکتا۔ ابھی ہمیں ان کی صحت ٹھیک ہو جانے کا انتظار کرنا پڑے گا" سالار درجن داس نے کہا۔

"ہاں درجن داس جی ہری راج کیدوراج مہاراج سے بہت پریم کرتے تھے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ریاست بغیر راجہ کے تین روز سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔ اس بارے میں کیا کیا جائے" مہامنتری نے کہا۔

"اس کا ایک طریقہ ہو سکتا ہے مہاراج" وجے چند نے کہا۔

"وہ کیا وجے چند"؟ مہامنتری نے پوچھا۔

"ایک عارضی راج بنا دیا جائے جس میں آپ راج پاٹ کے نگراں کی حیثیت سے سارے انتظامات سنبھال لیں اور جب حالات ٹھیک ہو جائیں راجکمار ہری راج کی حالت بہتر ہو جائے تو پھر راج گدی ان کے سپرد کر دی جائے اور راج مکٹ ان کے سر پر رکھ دیا جائے" وجے چند نے کہا۔ اور منتری جی گردن ہلانے لگے۔ پھر چاروں طرف دیکھ کر بولے۔

"سبھاسدو وجے چند نے جو کہا ہے وہ آپ سب نے سن لیا ہوگا۔ اس سلسلے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے" منتری جی نے پوچھا اور سب نے اس رائے کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

"ٹھیک ہے ریاست کے ترو: یہ راج مکٹ کیدو مہاراج کے خالی تخت پر رکھا ہوا ہے۔ آج سے مہاراج راجکمار ہری راج کے نام پر ریاست کی حکمرانی چلے گی، اس سمے تک جب تک کہ ہری راج جی اس تخت پر آ کر نہیں بیٹھ جاتے ہیں اس کے برابر پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ کر ریاست کے کاموں کو اسی طرح چلاتا رہوں گا جس طرح مہاراج کیدوراج چلایا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ میرا فرض ہے۔ مہامنتری کے نام کی جے جے کار گونج اٹھی اور راج مکٹ خالی تخت پر رکھ دیا گیا۔"

کیدوراج کی ارتھی تو بہت پہلے جلائی جا چکی تھی۔ سجان متی اور پوجا ایک قید خانے میں بند کر دی گئی تھیں اور ان کے بارے میں ابھی تک کسی اجلاس میں کوئی بحث نہ ہو سکی تھی کیونکہ دوسرے مسائل ہی اتنے شدید تھے۔

دوسری طرف سجان متی اور پوجا دونوں ہی حیران تھیں کہ ابھی تک وہ قید خانے میں کیوں ہیں، پوجا نے سجان متی کو یہی بتایا تھا کہ راجکمار ہری راج کمزور دل کا آدمی تھا۔ وہ پہنچ تو گیا تھا کیدوراج کی خوابگاہ میں۔ مگر خون دیکھ کر برداشت نہ کر سکا اور بیہوش ہو گیا، سجان متی البتہ کسی پریشانی اور گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ انہیں قید ہوئے آج تیسرا دن تھا۔ ان تین دنوں میں ان کے ساتھ بہت سخت سلوک کیا گیا تھا ایک دن تو ان دونوں کو کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں دیا گیا تھا اور دونوں ماں بیٹیوں کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ دوسرے دن صبح سپاہیوں نے انہیں جو کچھ کھانے کے لئے دیا وہ ایسا تھا کہ ان سے کھایا ہی نہیں گیا۔ سجان متی نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو سپاہی نفرت سے منہ سکوڑ کر چلے گئے۔

اِن کی یہ کیفیت دیکھ کر بھان متی کے حواس ساتھ چھوڑنے لگے۔ پھر اِن کے ساتھ یہی سلوک جاری رہا۔ اور چوتھی رات کی صبح کو بھان متی کے حواس بالکل ہی جواب دے گئے۔ وہ فرش پر لمبی لمبی لیٹ گئی تھی۔ پوجا اِس کی یہ حالت دیکھ کر بیقرار ہو گئی۔

"کیا بات ہے ماتا جی، کچھ طبیعت خراب ہے، بیمار ہو رہی ہو تم اِس قید خانے میں"!

"نہیں تو اور کیا۔؟ امرت اُتر رہا ہے میرے شریر میں، پھنس گئے پوجا۔ یوں لگتا ہے جیسے ہماری چالیں اُلٹی ہو گئی ہیں"، بھان متی نے کہا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں ماتا جی، میں نہیں مانتی کہ ہماری کوئی چال اُلٹی ہو گئی ہے"۔

"نہ مان پوجا، پر میرا من یہی کہہ رہا ہے۔ میرا من یہی کہہ رہا ہے کہ ہم مصیبت میں پھنس گئے اور اب اِس مصیبت سے چھٹکارا بڑا ہی مشکل ہے۔ بڑا ہی مشکل ہے"۔

"پر ماتا جی تمہارا وشواش کیسے ڈول رہا ہے"!

"حالات ہی ایسے ہیں پوجا۔ تین روز ہو گئے ہیں اِس قید خانے میں پڑے ہوئے کسی نے ہماری خبر لی۔ آخر ہری راج کہاں مر گیا۔؟ کہاں رہ گیا وہ"!

"تم ماتا جی تم ہری راج کے لئے ایسی بات کہہ رہی ہو"۔

"تو تو پگلی ہے پوجا، بالکل ہی بیوقوف، ہری راج اگر ہمارا دوست ہوتا تو ہمیں اتنے روز اِس قید خانے میں پڑا رہنے دیتا، لیکن یہاں تو آثار ہی اُلٹے نظر آ رہے ہیں"۔

"تو اِس کا مقصد ہے ماتا جی کہ گردھاری لال کی کوششیں ناکام ہو گئیں، پتہ لگا تو اُنہوں نے ہمیں دی تھی۔ پھر اِن کو کیا ہوا۔؟ وہ ہماری سہائتا کیوں نہیں کرتے"۔

"مجھے کیا پتہ پوجا، بھگوان جانے، سمجھانے کیا سے کیا ہو گیا، یہاں تو حالات ہی اُلٹے ہو گئے۔ تو مجھے ساری باتیں بتا پوجا۔ تو مجھے پھر سے ساری باتیں بتا ورنہ میں تو بے موت ہی مر جاؤں گی"۔

"کونسی باتیں بتاؤں"؟

"کیا تجھے وشواش ہے کہ ہری راج تیرے پریم جال میں پھنس چکا ہے"۔

"پوری طرح وشواش ہے ماتا جی۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ ہری راج میرے سوا کسی اور کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔" پوجا نے جواب دیا۔

"مگر ایسے ہوا کیا۔؟ تو نے تو اِس سے یہ بات کہہ دی تھی ناکہ تو کیدو راج کو قتل کرنے جا رہی ہے"۔

"ہاں ماتا جی میں نے اِس سے یہ بات کہہ دی تھی"۔

"پھر آخر وہ لوگ وہاں کیسے پہنچ گئے"۔

"یہی بات تو مجھے بھی پریشان کرتی ہے ماتا جی کہ کم از کم ہری راج کو تو کوئی چال چلنی چاہئیے تھی، اِن لوگوں کو وہاں نہ لانا چاہئیے تھا مگر یوں لگتا ہے جیسے ہری راج بھی بیوقوفی میں یہ حرکت کر گیا"۔

"بیوقوفی میں کیوں"؟

"اِس نے سوچا ماتا جی کہ میں اپنا کام کر کے واپس جا چکی ہوں گی اور اب میدان صاف ہوگا، وہ منتری اور سالار کو مہاراج کی موت کے بارے میں بتا دے گا، تھوڑی دیر تک ہنگامہ چلے گا کہ کیدو راج کو کس نے قتل کیا اور اِس کے بعد حالات تھوڑے عرصے کے بعد ٹھیک ہو جائیں گے۔ کوئی خاص پریشانی بھی نہیں ہوگی"۔

"نہیں پوجا مجھے یہ بات ٹھیک نظر نہیں آتی"۔

"کیوں ماتا جی"؟

"ہری راج اتنا بیوقوف نہیں ہے کہ اسے یہ معلوم ہو کہ کیدو راج کو قتل کر دیا گیا ہے اور وہ منتری اور سپہ سالار کو لے کر وہاں پہنچ جائے۔ وہاں پہنچنے کا تو ایک ہی مقصد ہو سکتا ہے"۔

"کیا ماتا جی"؟

"یہی کہ ہری راج رنگے ہاتھوں تجھے پکڑوانا چاہتا تھا"۔

"نہیں ماتا جی یہ غلط ہے"۔

"تو پھر بتا مجھے پوجا۔ اِن دونوں کو لیکر آخر وہ وہاں کیوں پہنچا تھا"؟

"میں نے بتایا نا ماتا جی وہ یہ جانتا ہوگا کہ کیدو راج کے قتل پر لوگ اِس پر یا مجھ پر شبہ نہ کریں اور وہ کسی بہانے منتری اور سالار کو لیکر یہی سمجھ آیا ہوگا کہ انہیں یہ شک نہ ہو کہ قتل ہری راج نے کیا ہے۔ وہ سمجھا ہوگا کہ میں کیدو راج کو قتل کر کے جا چکی ہوں گی اب یہ میری بدبختی تھی ماتا جی کہ مجھے وہاں اتنی دیر لگ گئی اور میں رنگے ہاتھوں پکڑی گئی"۔

"نہیں پوجا نہیں تو بالکل بیوقوف ہے، یہ بات تو کسی بھی طور دل کو ہی نہیں لگتی۔ اگر وہ اتنا ہی بیوقوف ہوتا تو خود ہی اپنے ہاتھوں سے کیدو راج کو قتل کرنے پر کیوں نہ تیار ہو جاتا، تیرے ہاتھوں سے اُس نے قتل کرایا اور پھر اِن دونوں کو لیکر وہاں پہنچ گیا۔ اِس کی چالاکی نہیں تو اور کیا ہے۔ اِس سے یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ تجھے رنگے ہاتھوں پکڑوانا چاہتا تھا"۔

"نہیں ماتا جی میرا دل نہیں مانتا"۔

"اری دیکھتی رہ۔ دیکھتی رہ ابھی تو تین دن گزرے ہیں آج چوتھا روز ہے کچھ دن بعد یہ بات تو خود کہے گی۔ تو خود کہے گی پگلی" بھان متی نے نفرت سے کہا اور پوجا کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

اِس کی آنکھوں سے اب کسی خوف و ہراس کا اظہار ہونے لگا تھا، ماں کے تلخ جملوں نے اِس کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اب وہ دل ہی دل میں ہری راج کی شخصیت کے بارے میں کچھ سوچ رہی تھی۔ کافی دیر کے بعد اِس نے کہا۔

"ماتا جی تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں۔ مگر مجھے تعجب ہے ہری راج نے ایسا کیوں کیا"؟

"بھگوان جانے ری بھگوان جانے۔ اور اب تو یہ سوچ کہ اگر ایسی ہی بات ہے تو اب تو ہمیں جیتا نہیں چھوڑا جائے گا، ہم تو مارے گئے، پوجا ہم تو مارے گئے"۔

"اِس میں میرا دوش نہیں ہے ماتا جی، تم نے گردھاری لال سے ساری باتیں کیوں نہیں کی تھیں۔ آخر گردھاری لال جی کو یہ وشواش کیسے تھا کہ ہری راج ہمارے جال میں پھنس جائے گا، انہوں نے ہی تو ہمیں بنا کر یہاں بھیجا تھا کہ ہم ایسا کریں، اب وہ آ کر ہماری سہائتا کیوں نہیں کرتے"۔

"پتہ نہیں ری پتہ نہیں" بھان متی نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ پوجا بھی اب پریشان ہو کر بیٹھ گئی تھی، اسے ہری راج سے کی ہوئی ساری باتیں یاد آ رہی تھیں مگر کہیں بھی اسے کسی کھوٹ کی بات نہیں مل سکی تھی۔ آخر ہری راج نے اِس طرح اِن سے چھٹکارا پانے کی کوشش کیوں کی۔"

اِس کا ذہن بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ لیکن کوئی بات اِس کی سمجھ میں نہیں آئی۔ البتہ دوسری جانب اِن دونوں کے خلاف پہلی بار دربار میں آواز اُٹھی تھی کیونکہ وقت کے سب سے بڑے مجرم یہی دونوں تھیں۔

مہامنتری کی اجازت سے اِس قتل کے مقدمے کو اُٹھایا گیا اور مہاراج کیدو راج کے قاتلوں کے بارے میں گفتگو کی گئی، اِس سے پہلے مہامنتری جی راجکمار ہری راج سے مل چکے تھے۔ جن کی حالت اب پہلے سے بہتر تھی۔ وہ بات چیت کر سکتے تھے۔ مہامنتری جی سے اپنے پتا کیدو راج جی کا ذکر کرتے ہوئے اِن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"ہاں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا مہامنتری جی اِس کمبخت ناگن نے میرے پتا جی کو قتل کر دیا"۔

"کیوں آخر اِس نے ایسا کیوں کیا"؟ مہامنتری جی نے تشویش سے پوچھا۔

"میں اِس کی وجہ آپ کو بتا چکا ہوں۔ میں واقعی پوجا سے پریم کرتا تھا اور وہ بھی مجھے چاہتی تھی، میں اسے دھرم پتنی بنانا چاہتا تھا۔ مگر اب میں ایسی عورت کو اپنی دھرم پتنی کیسے بنا سکتا ہوں جو میرے پتا جی کی قاتل ہو" ہری راج نے کہا۔ آنسو اب بھی اِس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"دھن واد ہری راج دھن واد۔ تم چنتا مت کرو قاتلوں کو سزا ضرور دی جائے گی"۔

منتری جی ہری راج سے یہ وعدہ کر کے آئے تھے اور جب وہ پلٹ کر واپس چلے گئے تو ہری راج کے ہونٹوں پر پُرسکون مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

اور اِس وقت منتری جی ہری راج کی اجازت سے اِس مقدمہ کا فیصلہ کرنے جا رہے تھے۔

سپاہی دونوں ماں بیٹیوں کو لینے قید خانے کی طرف جا چکے تھے۔ تھوڑی دیر تک انتظار ہوتا رہا پھر پوجا اور بھان متی کو گھسیٹ کر دربار میں لے آیا گیا۔ دونوں کو اِس جگہ کھڑا کر دیا گیا جہاں مجرموں کو کھڑا کیا جاتا ہے۔

منتری، سالار درجن داس جی اور دوسرے تمام لوگ قہر آلود نظروں سے انہیں گھور رہے تھے۔ تب پیشکار نے مقدمہ پیش کیا۔

"اِن دونوں ناگنوں نے مہاراج کیدو راج کا سایہ ہمارے سروں سے اُٹھا لیا ہے۔ اِن دونوں عورتوں نے ہمارے ساتھ وشواش گھات کیا ہے مہاراج کیدو راج کا۔ انہوں نے اپنی ہوس میں مست ہو کر ایسا گھناؤنا جرم کیا ہے منتری جی کہ اِن کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کے سامنے ڈال دیئے جانے چاہئیں۔ یہ بھان متی ہے اور یہ بھان متی کی بیٹی پوجا ہے۔ اور بھان متی کیدو راج مہاراج کی بہن تھی۔ حالات سے ثبوت مل چکا ہے مہاراج منتری کہ بھان متی اپنے من میں ایک کالا ارادہ لے کر ریاست میں داخل ہوئی تھی۔ اِس کا خیال تھا کہ اپنی بیٹی پوجا کو مہاراج ہری راج کے ساتھ بیاہ دے اور اِس طرح اپنی بیٹی کو اِس ریاست کی رانی بنا دے"۔

"جب اِس نے دعاہ کرنے کا یہ اظہار مہاراج کیدو راج سے کیا تو اُنہوں نے بہن ہونے کے ناطے اِس سے صاف صاف بات کر لی اور کہا کہ ہری راج کی شادی کہیں اور ہوگی، کسی راجکماری سے یا کسی ایسی جگہ جہاں سے ہری راج مہاراج کو ریاست وسیع کرنے میں مدد مل سکے۔ جب کیدو مہاراج نے اِن ماں بیٹیوں کو ناراض کر دیا تو اِن کے دل میں انتقام کی آگ سُلگ اُٹھی۔ انہوں نے سوچا کہ ہری راج جی کو راجہ بننے کا موقع دیا جائے، کیدو راج کو قتل کر دیا جائے اِس طرح کام بن جائے گا، اِس سے پہلے پوجا

ہری راج مہاراج پر اپنا پریم جال ڈالتی رہی تھی۔ اور یہ بات بھی میں تمام درباریوں کو بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہری راج مہاراج بھی اس لڑکی سے پریم کرنے لگے تھے۔ وہ بھی اس سے وواہ کرنا چاہتے تھے جس کا اظہار انہوں نے اپنے چند دوستوں سے کر دیا تھا لیکن پوجا نے جلد بازی سے کام لیا اور اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا۔

پوجا کو سخت ترین سزا دی جائے اور بھان متی کو بھی اس کے ساتھ ہی سزا ملنی چاہیے۔ کیونکہ بھان متی ان ساری حرکات میں پوجا کے ساتھ شریک تھی۔"

پنڈت کا رخ خاموش ہو گیا۔

سارا دربار ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ بھان متی کا چہرہ زرد تھا اور پوجا خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ پھر اس نے خوفزدہ انداز میں پوچھا۔

"ہری راج مہاراج کہاں ہیں؟"

"اپنے ناپاک ہونٹوں سے راجہ ہری راج کا نام نہ لے۔ تو اس قابل نہیں ہے کہ اپنے منہ سے ان کا نام لے سکے۔ بدکار لڑکی میں نے تجھے اپنی آنکھوں سے مہاراج کیدو راج کو قتل کرتے دیکھا ہے۔ تو اب کسے بیوقوف بنائے گی۔"

"میں پوچھتی ہوں ہری راج مہاراج کہاں ہیں۔"

"اور میں بھی جانتا ہوں کہ تو انہیں کیوں پوچھ رہی ہے۔" مہامنتری جی نے کہا۔ "اس لئے تاکہ تو انہیں اپنے پریم جال میں پھانس کر پھر کوئی ایسا کام کرائے گی جس سے تیرا جیون بچ جائے۔ مگر یہ ناممکن ہے قطعی ناممکن۔ ہری راج مہاراج کبھی یہ پسند نہیں کریں گے کہ وہ اپنے پتا کی قاتل سے شادی کریں۔ وہ تجھ سے پریم ضرور کرتے تھے لیکن ان کے من میں کبھی یہ احساس نہیں جاگا تھا کہ تو ان کے پتا کو قتل کر دے اور اس کے بعد وہ تجھ سے وواہ رچا لیں۔ یہ تیری بھول تھی پوجا، یہ تیری بھول تھی۔" مہامنتری نے کہا۔

"پھر بھی تم میرے لئے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے مہامنتری جی۔ ہری راج جی کو بلاؤ۔ وہی میرا فیصلہ کریں گے۔"

"میں صرف تیرے لئے ایک فیصلہ کر سکتا ہوں پوجا کہ کل صبح تجھے اور تیری ماں کو بیچ میدان میں پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ آج کی رات تم لوگ گزار لو۔ کل صبح تم دونوں کو تمہاری کرنی کا پھل مل جائے گا۔ تمہارے کالے کرتوتوں کا پھل۔"

مہامنتری جی نے فیصلہ سنا دیا اور پوجا چیخنے لگی "یہ نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے، پاپی کتے تم ایسا نہیں کر سکتے۔ ہری راج۔ ہری راج تم کہاں ہو۔ کہاں ہو ہری راج مجھے اس پاپی سے بچا لو۔ دیکھو انہوں نے تمہاری غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر سارا کھیل ہی بدل دیا ہے۔" پوجا چیختی رہی۔ لیکن فیصلہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ سپاہی اسے گھسیٹ کر لے جانے لگے۔

"ارے کتو چھوڑ دو مجھے۔ چھوڑ دو۔ میں کہتی ہوں چھوڑ دو مجھے تم سب بیوقوف ہو، پاگل ہو۔ ہری راج، ہری راج نہیں ہے بلکہ تلک چند ہے۔ اس کا نام تلک چند ہے۔ اور کیدو راج کو میں نے اسی کے کہنے سے قتل کیا ہے سنو تو سہی، مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو، پہلے مجھے ہری راج کے پاس لے چلو۔ مجھے چھوڑ دو۔ ورنہ میں تم سب کو پھانسی پر لٹکوا دوں گی۔ میں تم سب کو مار ڈالوں گی۔" وہ بری طرح چیختی رہی۔ لیکن سپاہیوں نے اس کی چیخ و پکار پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ وہ اسے گھسیٹتے رہے اور پھر ان دونوں کو قید خانے میں لے جا کر قید کر دیا گیا۔ ان کی ایک نہیں سنی گئی تھی اور اب وہ دونوں زار و قطار رو رہی تھیں۔ لیکن اب رونے سے کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ چال الٹی ہو گئی تھی۔ اس بار گھنشیامی کا منصوبہ ناکام رہا تھا اور اس کے بعد دوسری صبح ان دونوں کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔

سولی کی طرف جاتے ہوئے پوجا ہذیان بک رہی تھی لیکن اسے ایک پاگل کی بکواس سمجھا گیا جو موت کے خوف سے دیوانہ ہو گیا ہو۔ یہاں تک کہ ان دونوں کی گردنیں لمبی ہو گئیں اور زبانیں باہر نکل آئیں۔

گھنشیامی داس کے مکروہ ہونٹوں پر وہی مکروہ اور شیطانی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی جو ان کے چہرے کا خاصا تھی۔ جسے دیکھ کر سب لوگ خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ اس وقت بھی وہ اسی شیطانی انداز میں مسکرا رہا تھا اور بدراج اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

"آپ میری پریشانی کا اندازہ نہیں کر سکتے گھنشیامی مہاراج، میں سخت پریشان ہوں۔"

"محل میں گئے تھے بدراج۔"

"ہاں مہاراج۔ گیا تھا۔"

"نندراج سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"نہیں مہاراج۔"

"اس کی ماں ورشنی نے بھی کچھ نہیں بتایا۔"

"ورشنی اس بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"کس بارے میں بدراج۔"

"آپ آپ کیا کہہ رہے ہیں گھنشیامی داس مہاراج۔"

"کچھ نہیں، کچھ نہیں، بیٹھ جاؤ۔ جل پلاؤں تمہیں۔" گھنشیامی داس نے پوچھا۔

"نہیں مہاراج میرے من کو شانتی دیجئے۔ میرے من کو شانت کر دیجئے۔ میں اب سے پہلے اتنا پریشان کبھی بھی نہیں تھا۔ بھگوان کی سوگند میرا من بڑا ہی بیکل ہے مہاراج۔"

"ہوں تو تم آتما کی شانتی چاہتے ہو۔"

"ہاں مہاراج۔"

"میں تمہارے بارے میں ہی گیان کر رہا تھا بدراج۔ میں دیکھ رہا تھا کہ کشٹ تمہارے گھر پہ کیسے آیا۔ بہت بڑا کشٹ ہے بدراج بہت ہی بڑا کشٹ ہے۔ کیا تم اس بات پر یقین کر سکتے ہو کہ دو مندر اچھوتوں کی ہمت سے نہیں بنا بلکہ انہیں ہمت دلائی گئی ہے۔"

"کس نے ہمت دلائی ہے مہاراج۔"

"ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اور کون ہو سکتا ہے جو اس ریاست میں اتنی بڑی ہمت کر سکے۔"

"کون۔" بدراج نے پوچھا۔

"نندراج۔ تمہارا بیٹا۔ اس ریاست کا ولی عہد۔ ہونے والا حکمران، راجکمار نندراج جسے اپنے اوپر بڑا ہی مان ہے جو خود کو بڑا ہی مہان سمجھتا ہے اور اس نے اچھوتوں کو برہمنوں کے ساتھ لا کھڑا کرنے کا عزم کیا ہے۔ وچن دیا ہے اچھوتوں کو کہ انہیں ان کا مقام دیا جائے گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ مہاراج!"

"دیکھو بدراج جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو غلط مت سمجھنا یہ بے شک گیان کا اپمان ہوگا۔"

"نہیں مہاراج نہیں، بھگوان کی سوگند میں آپ کے گیان کا اپمان کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، مگر جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں کیا یہ سب کچھ سچ ہے، اگر یہ سچ ہے مہاراج تو پھر کیا ہوگا۔ ہم کیا کریں گے مہاراج، ہم کیا کر سکیں گے۔"

"دھیرج دھیرج، بدراج دھیرج جو کچھ کرو پہلے سوچ لو یہ بھی سوچ لو کہ اگر نندراج نے تمہاری مخالفت کی تو کیا ہوگا۔"

"کس سلسلے میں مہاراج۔ وہ میری مخالفت کس سلسلے میں کر سکے گا۔"

"تم مجھ سے مشورہ کرنے آئے ہونا۔"

"جی مہاراج۔"

"میں تمہیں جو مشورہ دوں گا کیا تم اس پر عمل بھی کر سکو گے۔" گھنشیامی داس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں مہاراج آپ میرا آخری سہارا ہیں آپ اس سلسلے میں مجھے جو بھی مشورہ دیں گے، وہی میرے لئے کار آمد ہوگا اور میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔" بدراج نے جواب دیا۔

"اور اگر تمہارے بیٹے نے تمہیں وہ سب کچھ کرنے سے روکا جو میں کروں گا تب تم کیا کرو گے۔"

"آپ۔ آپ مجھے بتا دیں مہاراج کہ میں اس کشٹ سے کیسے نکل سکتا ہوں۔"

"تو پھر سنو۔" گھنشیامی داس کا لہجہ ایک دم بدل گیا۔ "سپاہی بھیجو اور رد کر کے گرا دو اور دربار کو پارا چھوتوں کے بنائے ہوئے مندر کو گرا دو، جو اس میں رکاوٹ بنے اسے موت کے گھاٹ اتار دو۔ یہ تمہارا پہلا کام ہے۔ اس کے بعد کا مشورہ میں تمہیں اس کے بعد ہی دوں گا۔" گھنشیامی داس نے کہا اور بدراج نے گردن جھکا دی۔

"ایسا ہی کروں گا مہاراج، ایسا ہی کروں گا۔ لیکن اگر آپ آگیا دیں تو اس سے پہلے یہ بات معلوم کر لوں کہ مندر کی تعمیر کے پیچھے نندراج کا بھی ہاتھ ہے۔"

"ہاں ہاں ضرور معلوم کر لو۔ ضرور معلوم کر لو لیکن کچھ کرنے سے پہلے سوچنا ضروری ہے۔ جاؤ۔ جاؤ معلوم کر لو۔" گھنشیامی داس نے کہا اور بدراج ان کے چرن چھو کر باہر نکل آیا۔ لیکن وہ سخت ذہنی انتشار میں مبتلا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ کھٹا اس کے اپنے ہی بیٹے اس کے اپنے خون کی لائی ہوئی ہے۔

پرکاش نے گھبرائے ہوئے انداز میں نندراج کو اس خوفناک عزم کا قصہ سنایا۔

"ہاں مہاراج بدراج نے اپنے ایک خاص آدمی کو یہ حکم دیا ہے کہ پچاس سوار لے کر دربار پار کیا جائے اور اچھوتوں کا مندر گرا دیا جائے۔ جتنے اچھوت ہاتھ لگیں انہیں گرفتار کر لیا جائے۔ جو لوگ مندر گرانے میں رکاوٹ بنیں انہیں قتل کر دیا جائے کل صبح سے یہ کام شروع ہو جائے گا نندراج۔"

"تمہیں یہ اطلاع کہاں سے ملی۔" نندراج نے سرد لہجے میں پوچھا۔ اس کے چہرے پر گہرے تفکرات کے سائے تھے۔

"بس مجھے اطلاع مل گئی ہے۔ اب آپ بتائیں اس سلسلے میں آپ کیا کر رہے ہیں۔"

"یہ کام نہیں ہو سکے گا پرکاش، مندر ضرور رہے گا۔ مندر ضرور بنے گا۔ میں مندر کی رکھشا کروں گا۔ مہاراج بدراج کے ہرکارے مندر کو نہیں گرا سکیں گے۔" نندراج نے کہا اور پرکاش پریشانی سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

"پر مجھے تو بتا دیں مہاراج کہ آپ کیا کریں گے۔ کیا سوچ رکھا

ہے آپ نے اس سلسلے میں؟"

"یہ بات کل صبح کو ہی پتہ چل سکے گی کہ میں کیا کروں گا، ہاں نہیں میں حکم دیتا ہوں کہ کل مجھ سے دور ہی رہنا، میرے قریب آنے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ کرنا ہوگا میں خود ہی کروں گا۔" سندراج نے کہا۔

"جو آگیا مہاراج کی۔" پرکاش نے جواب دیا اور پھر دبے لہجے میں بولا۔ "لیکن مہاراج آپ کیا کریں گے۔ ؟ مجھے تو بتا دیں۔"

"نہیں بالکل نہیں پرکاش۔ بس اب تم جاؤ۔" سندراج نے کہا اور پرکاش گردن جھکائے وہاں سے واپس چلا آیا۔ اس سے زیادہ مہاراج سے بحث بھی نہیں کر سکتا تھا۔

دوسری صبح دھرم سنگھ پچاس سپاہیوں کے ساتھ دریا میں اتر گیا۔ آج سورج بھی سہا سہا تھا۔ بادلوں کے ٹکڑے اس پر چھائے ہوئے تھے۔ دھوپ کبھی نیچے جھانکتی اور پھر خوف سے آنکھیں موند لیتی۔ موسم بہت اچھا تھا۔ دریا پار مندر کی تعمیر جاری تھی۔ مزدور اینٹ پر اینٹ رکھ رہے تھے اور اچھوتوں کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں، جوں جوں مندر تعمیر ہوتا جا رہا تھا ان کی آنکھوں میں امنگیں جاگنے لگی تھیں۔

اب وہ اپنی بستی میں پوجا کریں گے، اب ان کا بھی ایک مقام ہوگا۔ یہ سوچ انہیں خوشی سے پاگل کر رہی تھی۔

مندر کی تعمیر میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے گوپی ناتھ جی تھے۔ وہ سارا سارا دن ایک جگہ کھڑے ہو کر مندر کی تعمیر دیکھتے اور دل ہی دل میں خوش ہوتے۔ سندراج کے لئے ان کے دل سے نجانے کتنی دعائیں نکلی تھیں۔

چپا کلی سے میل جول میں انہوں نے سندراج کو کبھی نہیں روکا تھا، انہیں اس کے کھرے خون پر اعتقاد تھا۔ اس وقت بھی وہ ہی سب سے پہلے مندر کی طرف آئے تھے اور اپنی نگرانی میں انہوں نے کام کا آغاز کر دیا تھا۔ تبھی مندر کی پرسنا جی ہوئی بار پر بیٹھے ہوئے مزدور چیخ پڑے اور گوپی ناتھ گھبرا گئے۔

"گوپی ناتھ مہاراج۔ گوپی ناتھ مہاراج، وہ۔ وہ دیکھئے دریا پار دیکھئے۔" اور گوپی ناتھ چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگے۔ پھر بولے۔

"کیا ہے۔ کیوں شور مچا رہے ہو؟"

"گوپی ناتھ جی۔ گوپی ناتھ جی کوئی خطرہ ہے، کوئی خطرہ ضرور ہے گوپی ناتھ جی۔"

"ارے مگر کیا خطرہ ہے۔ کیا دکھ رہا ہے تجھے، خود تو اتنی اونچائی سے بیٹھ کر دیکھ رہا ہے، پر مجھے تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔ مجھے بتا تو سہی آخر کیا بات ہے؟"

"وہ گوپی ناتھ جی فوج آ رہی ہے۔"

"فوج۔" گوپی ناتھ حیرت سے بولا۔

"ہاں گوپی ناتھ جی فوج آ رہی ہے، فوجی گھوڑے سوار ادھر ہی آ رہے ہیں۔ وہ دریا پار کر رہے ہیں۔ وہ دریا میں گھوڑے اتار چکے ہیں اور اب دریا پار کر رہے ہیں۔"

"مگر کیوں۔ کیوں۔؟ کیا راج مہاراج کو اس مندر کی تعمیر کی خبر ہو گئی؟" گوپی ناتھ نے جیسے خود سے سوال کیا۔

"ہو گئی ہو گی گوپی ناتھ جی۔ مگر اب ہم کیا کریں؟" مزدور نے کہا اور خوف سے نیچے اترنے لگا۔

"کیا تم مندر کی تعمیر جاری نہیں رکھو گے؟"

"سوچ لیں گوپی ناتھ جی۔ بڑا خون خرابہ ہو جائے گا۔"

"ہو جانے دو۔ تم انسان ہی تو اس کا حق ملنا چاہیئے کہ ہم اپنی عبادت گاہیں تعمیر کر سکیں۔" گوپی ناتھ نے کہا۔

"جیسا آپ کہیں گوپی ناتھ جی۔ اگر جان ہی دینی ہے تو ٹھیک ہے جو بھگوان کی اچھا۔"

"ہاں جان دینی ہے۔ اگر مندر نہیں بنا تو موت زیادہ بہتر رہے گی۔" گوپی ناتھ نے کہا۔

چند لوگوں نے ان کی باتیں مانیں اور چند نے نہیں مانیں کچھ لوگ برابر کام کرتے رہے اور کچھ خوف سے اپنے اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔ فوجیں اب دریا کے اس کنارے تک پہنچ چکی تھیں اور آہستہ آہستہ سپاہی مندر کی جانب آ رہے تھے۔

گوپی ناتھ جی تنہا کھڑے تھے لیکن چند ساعت کے بعد انہوں نے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنی۔ ایک گھوڑا کسی دوسری طرف سے اس طرف آ رہا تھا۔ اور چند ساعت کے بعد وہ گوپی ناتھ جی کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

"راجکمار۔" گوپی ناتھ کے منہ سے نکلا۔

"آپ واپس جائیے گوپی ناتھ جی۔" راجکمار سندراج نے سخت لہجے میں کہا۔

"سندراج مہاراج سندراج مہاراج فوجیں آ رہی ہیں، سپاہی اسی طرف آ رہے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"مگر کیوں آ رہے ہیں وہ؟"

"مندر ڈھانے۔"

"رام رام رام، کیا وہ یہ کام کر لیں گے؟"

"ہاں وہ کوشش کریں گے گوپی ناتھ جی، میں آپ سے کہہ رہا ہوں اپنے گھر جائیے۔"

"نہیں مہاراج میں۔ میں اکیلا نہیں جاؤں گا، آپ آپ ان سپاہیوں سے کیا کہیں گے؟"

"جو کچھ چاہوں گا کہہ لوں گا، لیکن اگر آپ یہاں موجود رہے تو شاید کوئی بُری ہی بات ہو جائے۔"

"میں پیچھے ہٹا جاتا ہوں، لیکن میں آپ کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤں گا سندراج جی، میں آپ کو کسی بھی طور اکیلا نہیں چھوڑ سکتا، آخر میرا بھی آپ سے کوئی سمبندھ ہے۔"

"اچھا آپ پیچھے چلے جائیے، جائیے جلدی کیجئے۔" سندراج نے سامنے سے آنے سپاہیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اس نے گھوڑے سے اتر کر تلوار سونت لی تھی۔ اور پھر اس نے تلوار کی نوک زمین میں دبائی اور خود سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے گھوڑے کی باگ پکڑی ہوئی تھی۔

راجہ کا بھیجا ہوا کارندہ سندراج کو دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا تمام سپاہی احتراماً گھوڑے سے نیچے اتر گئے تھے۔ کارندہ حیرت سے سندراج کو دیکھتا رہا جو مندر کے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا تب اس نے پرنام کیا اور اپنی تلوار نکال کر نیچے رکھ دی۔

"سندراج کی جے۔ آپ یہاں کیسے نظر آ رہے ہیں مہاراج؟" کارندے نے دست بستہ عرض کیا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟" سندراج نے سنگین لہجے میں اس سے پوچھا۔

"مجھے مہاراج بدراج نے بھیجا ہے۔" کارندہ نے جواب دیا۔

"کس لئے بھیجا ہے؟"

"انہوں نے کہا ہے کہ مندر ڈھا دیا جائے اور اچھوتوں کو ان کی اس جرأت کی سزا دی جائے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا واپس لوٹ جاؤ۔ مندر نہیں ڈھایا جائے گا سندراج اس کا محافظ ہے اور یہ سندراج کی مرضی سے تعمیر کیا جا رہا ہے۔ مہاراج بدراج کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسے ڈھانے کا حکم دیں۔"

"مم مہاراج سندراج آپ کی مرضی سے؟" کارندہ چونک کر بولا۔

"ہاں میری مرضی سے۔ اور اگر مہاراج بدراج کو یہ مندر بنانا ہی ناگوار گزر رہا ہے تو پھر انہیں یہاں بھیج دو، وہ خود اپنے ہاتھوں سے سندراج کو قتل کر دیں گے اس کے بعد مندر کی کوئی اینٹ اپنی جگہ سے اکھاڑی جائے گی۔"

"یہ۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں سندراج جی؟"

"جو میں کہہ رہا ہوں جا کر وہی جواب دو اور اگر اس پر عمل کرنا نہیں چاہتے تو آؤ مندر کی جانب بڑھو۔ میں صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ مندر کی جانب اٹھنے والا کسی بھی سپاہی کا کوئی قدم میرے خلاف ہوگا اور میں اسے قتل کر دوں گا۔ ورنہ جاؤ واپس لوٹ جاؤ اور بدراج مہاراج سے کہہ دو سندراج مندر کا محافظ ہے اور اس کے ہوتے ہوئے مندر کو ڈھایا نہیں جا سکتا۔ ورنہ وہ بغاوت کر دے گا۔" اور کارندہ واپس پلٹ پڑا۔

چند ساعت کے بعد گھوڑے واپس دریا پار کر رہے تھے اور اس کے چند ہی لمحات کے بعد اچھوتوں کا ایک ریلا سندراج مہاراج کی جے کے نعرے لگاتا ہوا مندر کے پاس پہنچ گیا۔ تمام مزدور اپنے اپنے کاموں میں جٹ گئے اور سندراج خاموشی سے دریا پار جاتے ہوئے گھوڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔

تبھی گوپی ناتھ اس کے پاس پہنچ گیا۔ اور سندراج چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ گوپی ناتھ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"سندراج مہاراج کی جے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"مندر کا کام جاری رہے گا گوپی ناتھ جی۔" سندراج نے کہا۔

"جاری ہے مہاراج۔ لیکن کب تک۔"

"کیا مطلب؟"

"بات مہاراج کے کانوں تک پہنچ گئی ہے۔"

"ہاں۔ اور میرے خیال میں یہ بہت اچھا ہوا ہے۔"

"نہیں مہاراج اچھا تو نہیں ہوا۔ مگر ہونا ہی تھا ایسی باتیں چھپی تو نہیں رہ سکتیں۔"

"اب فیصلہ ہو جائے گا گوپی ناتھ۔"

"کیسا فیصلہ؟"

"بدراج مہاراج کو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ انہیں سندراج پیارا ہے یا راج پاٹ۔"

"بالک کی ہٹ ہے سندراج۔ اگر کچھ زیادہ بول جاؤں تو معاف کرنا اس ہٹ پر مجھے بہت پیار آ رہا ہے۔"

"آپ میرے بزرگ ہیں گوپی ناتھ جی۔ جو دل چاہے کہیں کیا بات کہنا چاہتے ہیں؟" سندراج نے کہا۔

"آپ نے اگر بدراج مہاراج کو منا بھی لیا تب بھی مہاراج تو کبھی راجہ بدراج گھنشیام داس کو نہیں منا سکیں گے۔"

"گھنشیام داس بڑے پجاری ضرور ہیں لیکن راج پاٹ کے کاموں میں دخل دینے کا انہیں کوئی حق نہیں ہے۔" سندراج نے کہا اور گوپی ناتھ جی مسکرانے لگے پھر بولے۔

"نہیں راجکمار۔ آپ ابھی چھوٹے ہیں۔ یہ سب کچھ تو یگ

یگ سے ہو رہا ہے۔ برہمن راج تو ہمیشہ سے ہے۔ چھتری راجہ بنتے ہیں پر اصل راج تو برہمنوں کے ہاتھ میں ہی ہے۔ آخری بات وہ ہوتی ہے جو برہمن چاہتے ہیں آپ دیکھ لیں گھنشیامی جی وہ سب کچھ نہ ہونے دیں گے جو آپ اور ہم چاہتے ہیں۔ اچھوتوں کو بھی اگر برہمنوں کے برابر کا درجہ مل جائے تو صدیوں کی سازش ناکام ہو جائے گی برہمنوں کا مان کھنڈت ہو جائے گا۔"

"لیکن اس سے برہمنوں پر کیا فرق پڑتا ہے۔"

"پڑتا ہے مہاراج، یہ بہت بڑی بات ہے۔"

"ہوگی۔ مجھے اس کی چنتا نہیں ہے۔ مندر بن رہا ہے بننے دو۔ میں دیکھوں گا کہ لوگ اس کے خلاف کیا کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ویسے میں ایک بات کہوں نندراج جی۔"

"ہاں۔ ہاں کہیے گوپی ناتھ جی۔"

"آپ نے اپنے آپ کو سچا کر دکھایا ہے۔ اگر آپ کے من میں چمپاکلی کا حصول ہے تو مندر بنے یا نہ بنے، اچھوتوں کو انسانوں کا حق ملے یا نہ ملے میں چمپاکلی کو آپ کے چرنوں میں دینے کے لیے تیار ہوں۔ اگر آپ کے من میں اس کا خیال ہے تو وہ آپ کی ہے۔"

"آپ اس سے میرا دواہ کر دیں گے گوپی ناتھ جی۔"

"ہاں میرے من میں یہی بات تھی نندراج جی کہ آپ راجکمار ہیں۔ دوسرے راجکماروں کی طرح سندر ناریوں سے کھیلنا پسند کرتے ہیں اس لیے آپ چمپاکلی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ پر آپ ایسے نہیں ہیں۔ گوپی ناتھ کو اب آپ پر پورا وشواش ہو گیا ہے۔"

"شکریہ گوپی ناتھ جی۔ لیکن میں چمپاکلی کا اپمان نہیں کروں گا۔ میں اسے پریم کرتا ہوں۔"

"اپمان؟" گوپی ناتھ نے کہا۔

"ہاں۔ وہ نندراج کی رانی ہوگی۔ وہ اچھوتوں کا مان بڑھائے گی۔ میں اسے لوٹ کے مال کی طرح حاصل نہیں کروں گا بلکہ ایک راجہ کی حیثیت سے اسے رانی بنا کر لے جاؤں گا۔"

"بھگوان آپ کو سکھی رکھے۔ آپ نے ہمیں بہت بڑی جگہ دے دی ہے۔" گوپی ناتھ نے ممنونیت سے کہا اور پھر نندراج بولا۔

"میں اب چلتا ہوں گوپی ناتھ جی۔ یہ پوری خبر پتا جی کو مل گئی ہوگی اب ذرا ان سے بات ہو جائے۔"

"بھگوان آپ کی رکھشا کرے۔" گوپی ناتھ نے کہا۔ اور نندراج اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر دربار کی طرف چل پڑا۔

گھنشیامی داس کی کون سی بات جھوٹی ہوئی تھی۔ جو کچھ انہوں نے کہا تھا آج تک ٹھیک نکلا تھا۔ ان کے بھیجے ہوئے سوار جب واپس پہنچے تو دربار لگا ہوا تھا اور وہاں گھنشیامی داس بھی موجود تھے۔

"کیا مندر گرا دیا گیا؟"

"نہیں مہاراج۔"

"کیوں۔؟" بدراج کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

"جان کی امان پائیں تو کہیں۔"

"ہاں۔ ہاں کہو۔ کیا اچھوت مقابلے پر آ گئے تھے۔"

"اچھوت مقابلے پر آتے جب تو ان کو ٹھیک کیا جا سکتا تھا۔ ہماری تلواریں اتنی کند بھی نہیں ہیں کہ راجہ بدراج کے حکم کے آگے سر اٹھانے والوں کے سر نہ کاٹ سکیں۔ مگر مہاراج۔"

"مگر کیا۔؟"

"مگر ہمارے سامنے راجہ کھڑا ہو تو۔؟"

"راجہ۔ کون راجہ۔"

"اس راج کا آئندہ ہونے والا راجہ۔"

"نندراج۔؟"

"ہاں۔ راجکمار نندراج۔"

"کیا وہ وہاں موجود تھا۔"

"ہاں مہاراج۔ جب ہم مندر کے سامنے پہنچے تو راجکمار نندراج تلوار نکالے گھوڑے سے نیچے اترے کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مندر تک پہنچنے سے پہلے سپاہیوں کو نندراج کی لاش سے گزرنا ہوگا۔"

"نندراج۔ نندراج۔ یہ نندراج نے کہا۔"

"ہاں مہاراج۔"

"پھر کیا ہوا۔؟" بدراج پریشانی سے بولا۔

"اس کے بعد کس کی مجال تھی مہاراج کہ مندر کی طرف بڑھتا۔ ہم الٹے پیروں واپس چلے آئے۔"

بدراج کی گردن جھک گئی۔ وہ پریشانی سے سوچ میں ڈوب گیا تھا اور گھنشیامی داس مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کس چنتا میں ڈوب گئے بدراج۔" گھنشیامی داس کی آواز سن کر بدراج نے گردن اٹھائی تھی۔

"دربار برخاست کیا جاتا ہے۔" بدراج نے کہا اور درباری اٹھ اٹھ کر جانے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد دربار میں صرف دو افراد رہ گئے تھے۔ گھنشیامی اور بدراج۔"

"میں بھی جاؤں مہاراج۔" گھنشیامی داس نے پوچھا۔

"آپ۔ آپ نہ جائیں مہاراج۔ میں بہت پریشان ہوں، کیا اس پریشانی میں آپ بھی میرا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔"

"گھنشیامی حاضر ہے۔ کہو اب کیا کہنا چاہتے ہو۔؟"

"اب کیا کیا جائے مہاراج۔ نندراج بچہ ہے۔ ضد پر اڑ گیا ہے۔ میں اسے کیسے سمجھاؤں۔"

"دھرم سنسار میں سب سے بڑی چیز ہے بدراج۔ دھرم بچانے کے لیے بہت کچھ بلیدان کرنا پڑتا ہے۔ نندراج کی ضد دھرم کے آڑے آ رہی ہے تو تمہیں سختی سے اس کے خلاف کام کرنا چاہیے۔"

"مم۔ مگر۔ میں۔ میں کیا کروں اب۔؟"

"یہ سوچنا تمہارا کام ہے بدراج۔ ناپو۔ اپنے من میں دھرم اور سنتان کا پریم ناپو۔ تولو اسے۔ جو پلڑا بھاری پڑے اس کے مطابق کام کرو۔ کبھی کبھی ایسے امتحان آتے ہی ہیں۔ راجاؤں کے لیے بھی کبھی کبھی ایسی ہی پریشانیاں جنم لیتی ہیں۔ اور چھتری ایسے ہی موقع پر صحیح فیصلے کرتے ہیں۔ ورنہ انہیں راج پاٹ کے لیے چنا کیسے جاتا۔"

"آپ میری سہائتا نہیں کریں گے مہاراج۔"

"کروں گا۔ اوش کروں گا۔ پر ابھی نہیں۔ جب تم تھک جاؤ گے۔ اس سے جب تم کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکو گے۔"

گھنشیامی مہاراج چلے گئے۔ اور بدراج دیر تک وہاں کھڑا سوچتا رہا۔ پھر وہ محل میں واپس آ گیا۔ اندر درشنی موجود تھی درشنی پر نگاہ پڑتے ہی وہ چونکا اور پھر اس کے پاس پہنچ گیا۔

"درشنی۔ تم بھی اس سلسلہ میں میری کوئی مدد نہیں کرو گی۔"

"میں حاضر ہوں ناتھ حکم دو۔ کیا کروں میں۔"

"تمہیں مندر کی کہانی معلوم ہے۔؟"

"کون سے مندر کی مہاراج۔؟"

"اوہ۔ اوہ درشنی تم رانی ہو راج پاٹ کے معاملات سے اتنی بے خبر بھی نہ رہا کرو۔"

"بھگوان میرا سہاگ قائم رکھے۔ میں ان معاملات میں کیوں پڑوں۔"

"ہم بھی تو انسان ہیں درشنی۔ بعض اوقات پریشان ہو جاتے ہیں۔"

"پر بات کیا ہے پران ناتھ۔؟"

"وہی نندراج کا معاملہ۔"

"اوہ اب کیا بات ہوئی۔؟"

"وہ ضد پر اڑ گیا ہے۔"

"کیسی ضد پر۔؟"

"ایک ایسی انہونی کرنا چاہتا ہے جو سنسار میں کبھی نہیں ہوئی۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہ اچھوتوں کو برہمنوں اور دوسری اونچی ذاتوں کے برابر لانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔"

"ابھی تک اس کے من سے یہ بھوت نہیں اترا۔؟"

"ہاں ابھی تک نہیں اترا۔ بلکہ اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔"

"کوئی اور بات ہوئی ہے۔"

"ہاں درشنی بہت بڑی بات۔ اتنی بڑی کہ مجھے بھرے دربار میں ذلیل ہونا پڑا ہے۔"

"بھگوان نہ کرے کیا ہوا۔ مجھے تفصیل تو بتائیں۔" درشنی نے پریشان لہجے میں کہا۔

"نندراج نے اچھوتوں کو برابری کا درجہ دینے کا جو بیڑا اٹھایا ہے۔ اس سلسلے کی پہلی کاروائی شروع کر دی ہے۔ وہ دریا پار اچھوتوں کے لیے ایک مندر بنوا رہا ہے اور اس کی تعمیر شروع ہو چکی ہے۔"

"اچھوتوں کے لیے الگ مندر۔؟"

"ہاں درشنی۔" راجہ بدراج نے درشنی کو پوری کہانی سنا دی اور درشنی بھی سوچ میں ڈوب گئی۔ "برہمن کبھی اس بات کی اجازت نہیں دیں گے۔ راج میں کھنڈت پڑ جائے گی اگر نندراج نہ مانا تو۔"

"یہ تو ہے۔ پر کیا کیا جائے۔"

"تم ہی اسے سمجھاؤ درشنی۔ تم ماں ہو۔ ممکن ہے تمہاری بات مان جائے۔ یہ بھی پوچھو اس سے کہ کیا وہ چمپاکلی سے پریم کرنے لگا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تب بھی اس کا اپائے کیا جائے۔"

"میں بات کروں گی اس سے۔"

"کروں گی نہیں کرو۔ فوراً کرو۔ کھیل بگڑ گیا تو خود ہمیں بھی اس کا سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اسے بلواتی ہوں۔ اس کے بعد آپ اس سے بات کریں۔ پہلے میں کوشش کر لوں۔" درشنی نے کہا۔ اور بدراج نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ تو باہر نکل گیا اور درشنی نے نندراج کی تلاش شروع کر دی۔

اتفاق کی بات کہ نندراج بھی اسی وقت محل میں داخل ہوا تھا۔ درشنی کا سندیس ملا تو وہ اس کے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ نندو۔ کہاں سے آ رہے ہو۔" درشنی نے پیار سے کہا۔

"دریا پار سے آ رہا ہوں ماتا جی۔"

"دریا پار سے اچھوتوں کی بستی سے۔؟"

"ہاں ماتا جی۔"

"وہاں کیوں گئے تھے؟"

"آپ کو سب کچھ معلوم ہوگا ماتا جی۔ پھر ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں۔"

"کیونکہ مجھے تم سے ساری باتیں کرنے کا حق ہے۔ میں تمہاری ماں ہوں۔"

"اس بات سے کسے انکار ہے؟"

"بیٹھ جاؤ۔ میں تم سے بات کروں گی۔" رانی ورشنی نے کہا اور نندراج بیٹھ گیا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے ماں کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہارے سر سے اچھوتوں کا بھوت نہیں اترا ابھی۔"

"کبھی نہیں اترے گا ماتا جی۔ میں نے ایک نیک کام کے لئے قدم اٹھایا ہے۔ بھگوان نے سارے انسان ایک جیسے بنائے ہیں تو پھر انسان کو یہ ادھیکار کس نے دیا کہ وہ اپنے ہی جیون کو جانوروں سے بدتر بنا دے۔"

"یہ صدیوں کی ریت ہے نندراج؟"

"جو کام صدیوں سے غلط ہو رہا ہے۔ ہم اسے ریت کیوں بنائیں۔ اس کام کو ٹھیک کیوں نہ کریں۔"

"وہ کام غلط نہیں ہے نندراج۔ بھگوان نے چار ذاتیں بنائی ہیں انہیں جُوں کا توں رہنا چاہیئے۔"

"ہر کام انسان کا ہے ماتا جی۔ اس نے گدھے گھوڑے اور دوسرے جانور بھی بنائے ہیں۔ ان کی شکلیں الگ الگ بنائی ہیں کیونکہ اسے ان میں فرق رکھنا تھا۔ اگر انسانوں میں بھی اسے فرق رکھنا ہوتا تو وہ ہر ذات کے انسان کی شکل الگ بناتا۔ اس بات کا دوش بھگوان کو نہ دو۔"

"نندراج کیوں پاگل ہو رہا ہے تو۔ کیوں اپنے پتا کے لئے مشکلات پیدا کر رہا ہے۔"

"پتا جی میرے لئے کیوں مشکلات پیدا کر رہے ہیں ماتا جی ان سے کہو آگے بڑھ کر اچھوتوں کو انسانوں کا درجہ دیں۔ رہتے سنسار تک ان کا نام رہے گا۔ لوگ پوجیں گے انہیں۔"

"میں نے ایک اور بات سُنی ہے نندراج۔"

"وہ بھی بتا دیں ماتا جی۔"

"تو کسی اچھوت لڑکی چمپا کلی سے پریم کرنے لگا ہے۔"

"ہاں ماتا جی۔ یہ درست ہے۔ اس بات سے انکار کر کے میں چمپا کلی کا اپمان نہیں کروں گا۔"

"کیا وہ تجھے ان باتوں پر اکسائی ہے۔"

"وہ تو اتنی پوتر۔ اتنی معصوم ہے ماتا جی کہ سنسار کی باتوں میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اسے کوئی الزام نہ دینا ماتا جی۔"

"الزام نہیں دے رہی نندراج۔ بلکہ ایک اور ترکیب ہے میرے من میں۔"

"کیا۔"؟

"اگر تو چاہے تو میں خاموشی سے ایسے تیرے لئے اٹھوا لوں راجکمار ہے۔ اسے پتر کر کے اپنے پاس رکھ اور جب اس سے من بھر جائے تو خاموشی سے ہم اسے قتل کر کے دریا میں پھنکوا دیں گے۔"

"ماتا جی۔" نندراج کا چہرہ غصے سے لال بھبوکا ہو گیا۔ "ایک ماں اپنے بیٹے سے یہ بات کہہ رہی ہے۔ نہیں ماتا جی۔ آپ ایسی باتیں نہیں کر سکتیں۔ آپ ایسی بات کہہ کر ماں بیٹے کا یقین نہیں اٹھا سکتیں۔ ماتا جی آپ یہ بات کبھی نہیں کہہ سکتیں۔"

نندراج پر جنون کی کیفیت طاری ہو گئی۔

"ماں ہوں اس لئے یہ بات پوچھ رہی ہوں۔ تیرا جیون مجھے سارے سنسار سے زیادہ پیارا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تو کسی کشٹ میں پڑے۔"

"نہیں ماتا جی بھگوان کے لئے آئندہ ایسی بات نہ کہنا ورنہ میں تمہیں ماں سمجھنا چھوڑ دوں گا۔ ماں ایسی بات نہیں کر سکتی وہ تمہاری بہو ہے۔ اسے احترام سے بیاہ کر لانا ماتا جی جیسے راج محل کی رانیاں آئی ہیں۔ اس کے بارے میں اگر ایسے بُرے الفاظ پھر کہے ماتا جی تو میں جیون بھر تمہارے سامنے نہیں آؤں گا۔"

"تو بتا میں کیا کروں؟"

"کچھ نہیں خاموش رہو۔ میرا مان سچا ہے۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں مجھے کرنے دو۔" نندراج نے کہا۔ اور ورشنی پریشانی سے گردن ہلانے لگی۔ نندراج وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

*

ورشنی نے نندراج کا جواب بدراج کو دے دیا تھا۔ اور بدراج غصے سے آگ بگولہ ہو گیا تھا۔ اگر نندراج اسی طرح ضد پر اڑا رہا تو حالات بہت خراب ہو جائیں گے۔ ورشنی انہیں نندراج کو قید کرنا پڑے گا۔

"جو کچھ کریں سوچ سمجھ کر کریں مہاراج۔ ہمارا ایک ہی بیٹا ہے۔" ورشنی نے روتے ہوئے کہا۔

بدراج دربار میں داخل ہوا تو گھنشیامی داس موجود نہ تھے۔ اسے پتہ چلا کہ گھنشیامی مہاراج نے مندر چھوڑ دیا ہے۔

"مندر چھوڑ دیا ہے۔ کہاں چلے گئے ہیں۔"

"دھرم تو اس میں مہاراج۔"

"مگر کیوں؟"

"ان کا کہنا ہے کہ محل میں ایک ملیچھ گھس آیا ہے اور وہ نندراج ہے۔"

"گھنشیامی داس کو نندراج کو ملیچھ نہیں کہنا چاہیئے۔ وہ راجکمار ہے۔ راستے سے بھٹک گیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے بگڑ جانا ایسی ہی چیز ہوتی ہے۔ وہ راستے پر بھی آ سکتا ہے۔"

"جی مہاراج۔"

"گھنشیامی داس کو میرا سندیس دو۔ آن سے کہو کہ راجہ بدراج نے انہیں ابھی طلب کیا ہے۔"

ہرکارے دوڑ گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد پنڈتوں اور پجاریوں کی پوری فوج کے ساتھ گرو گھنشیامی داس جی دربار میں داخل ہو گئے۔ تمام درباری حیرت سے انہیں دیکھنے لگے۔

"میں نے صرف آپ کو بلایا تھا گھنشیامی مہاراج۔"

"نہیں بدراج۔ مجھے معلوم ہے کہ تم بیٹے کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئے ہو۔ لیکن ہم لوگ دھرم رکھشا کریں گے۔"

"میں بھی دھرم رکھشا کرنا چاہتا ہوں مہاراج۔"

"تم نے کیا کیا ہے اس کے لئے۔"

"میں سوچ رہا ہوں مہاراج۔"

"تم سوچتے رہو اور ادھر مندر پورا ہوا جا رہا ہے۔"

"میں اس پر فوراً عمل کروں گا گرو جی۔ میری مجال ہے کہ میں آپ کے حکم کے خلاف کوئی کام کروں۔"

"تم نہ کر سکو گے بدراج۔ میرا گیان کہتا ہے تم کچھ نہ کر و گے سنو بدراج میں نے ابھی تک تمہارے خلاف کوئی کام نہیں کیا لیکن یہ ہمارا فرض ہے۔ میں اونچی ذات کے لوگوں کو جمع کروں گا اور ان سے بات کروں گا۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ دھرم رکھشا کے لئے وہ کیا کر سکتے ہیں۔"

"آپ ایسا نہیں کریں گے گھنشیامی جی۔"

"اوش کروں گا بدراج۔ اوش کروں گا۔ دیش پر جب آفت آتی ہے تو چھتریوں کا فرض ہے کہ وہ سینہ تان کر کھڑے ہو جائیں اور دیش کی رکھشا کریں اور جب دھرم پر آفت آتی ہے تو اس سمے برہمنوں کو آگے بڑھ کر اس آفت کو روکنا پڑتا ہے بدراج اور میں دیکھ رہا ہوں کہ دھرم خطرے میں پڑ گیا ہے۔ وہ بات اٹھائی گئی ہے جو یگ یگ سے کبھی نہیں اٹھی تھی۔ تم اس بات کو معمولی سمجھ رہے ہو بدراج۔ پر میرے لئے یہ معمولی بات نہیں ہے۔ جاؤ تم اپنے بیٹے کی چنتا کرو اور میں اپنے دھرم کی۔" گھنشیامی داس نے کہا اور بدراج کی گردن جھک گئی۔ پھر کافی دیر کے بعد وہ بولا۔

"نہیں مہاراج دھرم کی رکھشا کرنے میں بھی میں آپ کے ساتھ ہوں۔ میں دھرم کا اپمان نہیں کروں گا۔"

"ہر راجہ کا یہی فرض ہوتا ہے بدراج۔ مگر بات تمہارے بیٹے کی ہے۔ اگر کہیں اور سے یہ فتنہ اٹھتا تو مجھے یقین ہے کہ یہ اب تک دبایا جا چکا ہوتا۔ مگر راجکمار نندراج کے خلاف تمہاری تلوار کبھی نہ اٹھے گی۔"

"تلوار۔" بدراج چونک پڑا۔

"ہاں تلوار۔"

"مم مگر مہاراج اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ بھگوان ہماری رکھشا کرے اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"میری آنکھیں بہت دور دیکھ رہی ہیں بدراج۔ کس کی ضرورت پیش آئے گی اور کس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"تو آپ میری سہائتا کیوں نہیں کرتے گھنشیامی داس مہاراج۔"

"میں تمہاری ہر طرح کی سہائتا کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن تمہیں مجھے اس بات کا وشواش دلانا ہوگا کہ تم دھرم کی سیوا کرنے کے لئے سارے رشتے ناطے بھول جاؤ گے اور وہ کام کرو گے جو دھرم کے حق میں بہتر ہوگا۔"

"میں آپ کو وشواش دلاتا ہوں مہاراج۔"

"ٹھیک ہے بدراج میں بھی تمہارے خلاف کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتا لیکن یہ جان لو دھرم کی سیوا کے لئے ہم لوگوں کا جیون ہوتا ہے۔"

"مجھے احساس ہے۔"

"تو پھر اس سمے تک میں تمہارا انتظار کروں گا جب تک اس سلسلے میں تم مجھے یہ نہیں بتا دیتے کہ تم کامیاب رہے ہو یا ناکام۔"

"ٹھیک ہے مہاراج۔"

"مندر کب تک گر جائے گا۔" گھنشیامی داس نے پوچھا۔

"اوش بہت جلد۔" بدراج نے کہا اور گھنشیامی داس نے گردن ہلا دی۔

"اور کچھ پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے۔"

"نہیں مہاراج۔ میں بس یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں اس وقت تک جب تک میں اپنی ناکامی کا اعلان نہ کر دوں۔"

"مجھے منظور ہے بدراج۔" گھنشیامی داس نے کہا اور مڑ کر واپس چل پڑا۔ بدراج کے چہرے پر پریشانی ہی پریشانی تھی۔ پھر اس نے اپنے منتری کو بلایا اور بولا۔

"سندراج کو دربار میں پیش کیا جائے۔"
"جو آگیا مہاراج" منتری جی نے کہا اور سپاہی سندراج کی تلاش میں دوڑا دیئے۔
سندراج محل میں ہی مل گیا تھا سپاہیوں نے جب اسے بدراج کا سندیس دیا تو وہ فوراً ان کے ساتھ چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد دربار میں پہنچ گیا۔
سوامی گھنشیام داس واپس جا چکے تھے لیکن اہل دربار میں ابھی تک چہ میگوئیاں جاری تھیں۔ سندراج کو دیکھ کر راجہ بدراج نے کہا۔
"سندراج اس وقت ہم نے تمہیں ایک بیٹے کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک ایسے شخص کی حیثیت سے بلایا ہے جو ریتوں اور راج کے اصولوں کے خلاف ہمارا دھرم بھرشٹ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"
"مہاراج نے مجھے جس طرح بھی بلایا ہے میں حاضر ہوں۔" سندراج نے جواب دیا۔
"ہمیں جواب دو سندراج کیا دریا پار مندر کی تعمیر کا حکم تم نے دیا ہے۔"
"نہ صرف حکم مہاراج بلکہ میں نے اس کے لئے سرمایہ بھی فراہم کیا ہے اور مزدور بھی۔" سندراج نے بے خوفی سے جواب دیا۔
"تم نے ایسا کیوں کیا ہے سندراج؟"
"اس لئے مہاراج کہ میں نے اپنے جیون میں کچھ اصولوں کا انتخاب کر لیا ہے۔"
"چاہے وہ غلط ہوں۔" بدراج نے پوچھا۔
"نہیں مہاراج۔ آپ کا دھرم کہتا ہے اچھوت انسان نہیں ہیں انہیں انسانوں کا درجہ نہ دیا جائے ان کے ساتھ جانوروں کا سلوک کیا جائے۔ میرے خیالات اس سے مختلف ہیں۔ میں پھر وہی مثال پیش کرتا ہوں کہ اگر بھگوان انسانوں میں فرق رکھنا چاہتا تو ان کی شکلیں بھی جانوروں کے سے انداز میں مختلف بناتا۔ لیکن بھگوان نے تمام انسانوں کی شکلیں ایک سی بنائی ہیں۔ اور تمام انسانوں کی شکلیں ایک جیسی بنانے کا مقصد یہ ہے کہ بھگوان انسانوں کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھنا چاہتا۔ میں اسی پرکاش کو لے کر آگے بڑھا ہوں اور اگر مجھے راجہ بننے کا موقع ملا تو میں کم سے کم اپنی ریاست سے اچھوتوں کا فرق ختم کر دوں گا۔ مندر کی تعمیر اس کی ابتداء ہے۔"
"لیکن شودروں کو مندر بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔"
"کیوں نہیں دی جاسکتی۔ جب بھگوان ایک ہے اور اسی بھگوان کو برہمن مانتے ہیں اور داسی کو شودر اسی بھگوان کی پوجا برہمن کرتے ہیں اور داسی کی نیچ ذات، تو پھر بھگوان کی پوجا کے لئے وہ اپنے لئے کوئی جگہ کیوں نہیں بنا سکتے۔ مندر ضرور بنے گا۔ ضرور بنے گا۔" سندراج نے کہا۔
درباریوں کی آنکھوں میں خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔ سندراج نے جس طرح یہ الفاظ کہے تھے اس سے اس کے عزم کی پختگی جھلکتی تھی۔
چند ساعت کے لئے تو بدراج بھی دنگ رہ گیا تھا پھر اس نے تھوڑی دیر قبل ہونے والی گفتگو کا خیال کیا اور چونک پڑا۔ اس کی گدی خطرے میں تھی۔ اگر برہمنوں نے اس کے خلاف تحریک چلا دی تو کیا ہو گا۔
"ایک بار پھر سوچ لو سندراج۔"
"میں نے سوچ سمجھ کر ہی یہ قدم اٹھایا ہے۔"
"تو پھر تمہیں راج کے اصولوں کے خلاف عمل کرنے کے الزام میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ سپاہیو سندراج کو گرفتار کر لو۔" بدراج نے کہا۔
سپاہی سندراج کے چاروں طرف آ کھڑے ہوتے تھے۔
"میں آپ کے حکم سے گرفتار ہونے کو تیار ہوں۔ لیکن مہاراج کے سامنے ایک بات آپ ضرور سن لیں اگر مندر گرا دیا گیا۔ اگر ایک بھی اچھوت کو مندر کی تعمیر کے سلسلے میں قتل یا گرفتار کیا گیا تو مجھے اس ریاست کا باغی سمجھا جائے۔"
"لے جاؤ اسے اور قید خانے میں ڈال دو۔" بدراج نے کہا۔ اور سپاہی سندراج کو دربار سے لے گئے۔

-٭-

گوندو گوپی ناتھ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں سے پریشانی جھلک رہی تھی۔ گوپی ناتھ جی مندر کے پاس کھڑے بدستور تعمیر کرا رہے تھے۔
"کیا بات ہے گوندو۔" گوپی ناتھ نے پوچھا۔
"غضب ہو گیا ہے گوپی ناتھ جی۔"
"کیا ہو گیا؟"
"سندراج مہاراج گرفتار کر لئے گئے۔"
"وہ کیوں؟"
"شودروں کی حمایت کرنے پر۔"
"راجہ نے ہی انہیں گرفتار کیا ہو گا؟"
"ہاں مہاراج۔"
"میں جانتا تھا ایسا ہی ہو گا۔ برہمن کبھی ہمیں مندر نہ بنانے دیں گے۔ ٹھیک ہے بھائیو کام روک دو۔" انہوں نے اعلان کیا۔ اور مزدور رک گئے۔ وہ سب نیچے اتر آئے تھے۔
"کیا ہو گیا مہاراج؟" انہوں نے پوچھا۔

"سندراج گرفتار ہو گیا ہے اور ہم پر قیامت نازل ہونے والی ہے۔ تیار رہو ہمیں راجہ کے عتاب کا شکار ہونا پڑے گا۔" بستی میں خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔ اور دوپہر کو خود راجہ بدراج کی سرکردگی میں سینکڑوں مسلح فوجی دریا پار کرنے لگے۔ اچھوت اپنے گھروں میں چھپے ہوئے تھے۔
دریا پار کر کے بدراج مندر کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں اسے صرف ایک آدمی نظر آیا تھا اور یہ گوپی ناتھ تھا۔ راجہ نے اسے اپنے سامنے طلب کیا۔ اور گوپی ناتھ بے خوفی سے اس کے پاس پہنچ گیا۔
"تم گوپی ناتھ ہو نا؟"
"جی مہاراج۔"
"چمپا کلی کے پتا؟"
"آپ کا خیال ٹھیک ہے۔"
"تم ہم سے اپنے بیٹے کی موت کا بدلہ لے رہے ہو نا گوپی ناتھ تمہارا بیٹا ہمارے سپاہیوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا نا۔ تم نے بڑی چالاکی سے ہمارے بیٹے کے خلاف کام شروع کر دیا۔ یہی تمہارے رشتہ تھی نا گوپی ناتھ۔"
"سندراج کے لئے یہ جیون اسی وقت حاضر ہے۔ اس کا نام لے کر مجھے قتل کر دیا جائے۔ بھگوان کی سوگند مجھے خوشی ہو گی۔" گوپی ناتھ نے کہا۔
"یہ مندر کیوں تعمیر ہو رہا ہے؟"
"پوجا کے لئے مہاراج۔"
"کیا یہ ریت کے خلاف نہیں ہے؟"
"یہ ریت غلط ہے مہاراج۔ بات بھگوان کی ہے۔ اور برہمن بھی اس بات کا حق کبھی نہیں دیں گے کہ ہم کسی دوسرے بھگوان کو پوجیں۔ ہاں اگر وہ یہ کہہ دیں کہ اچھوتوں کے بھگوان دوسرے ہیں تو ہم کبھی مندر نہ بنائیں گے۔"
"نہیں وہی کرنا چاہئے جو کرتے چلے آئے ہو۔"
"اس میں بھی ہمارا دوش نہیں ہے مہاراج۔ سندراج کا راستہ اپنے نام سے تیار رہے تھے۔ ہم انہیں کیسے منع کرتے۔"
"اگر میں یہ مندر گرا دوں تو تم مداخلت کرو گے؟"
"نہیں مہاراج۔ ہم راج کے وفادار ہیں۔"
"یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ سپاہیو۔ مندر گرا دو۔" راجہ نے حکم دیا اور سپاہی ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں منظر بدل گیا تھا۔ اور گھروں میں گھسے ہوئے اچھوتوں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔
یہ غنیمت تھا کہ اچھوتوں کو اس سلسلہ میں کوئی سزا نہیں دی گئی تھی اور اس کے پس منظر میں سندراج کی دھمکی کام کر رہی تھی۔ گوپی ناتھ خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ راجہ کا کام ختم ہو گیا۔
بدراج واپسی کے لئے پلٹا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد دریا پار کر گیا۔ اچھوتوں کی بستی پر گہرا سکوت چھا گیا تھا۔ جب سارے فوجی دریا پار کر گئے تو وہ سب گھروں سے نکل آئے۔ اور مندر کے گرد جمع ہو گئے۔ ان کے چہرے فریاد بنے ہوئے تھے۔
تب گوپی ناتھ نے کہا "کسی راجہ کے لئے یہ شگون اچھا نہیں ہوتا بھائیو۔ بدراج نے مندر گرایا ہے۔ اس نے بھگوان کا گھر توڑا ہے بھگوان اس کا گھر نہیں چھوڑے گا۔ پر تم ایک پراتھنا ضرور کر دو۔"
"وہ کیا گوپی ناتھ جی؟" لوگوں نے پوچھا۔
"بھگوان اس ٹوٹے گھر سے سندراج کو نقصان نہ پہنچائے۔ بہت برا وقت آنے والا ہے بہت برا۔ جاؤ اپنے گھروں کو جاؤ۔" گوپی ناتھ خود بھی آہستہ آہستہ واپس پلٹ پڑے۔

دریا پار اچھوتوں کی بستی میں مایوسی اور ویرانی پھیل گئی تھی۔ اچھوت جو مندر بننے کی خوشی میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کا کوئی تہوار ہو اور اس تہوار کے خیال سے وہ خوش نظر آتے تھے اب ان کے چہروں پر مایوسی دوڑ گئی تھی۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ مہاراج کبھی یہ مندر بننے نہیں دیں گے۔

بہ صورت اچھوت صدیوں سے برہمنوں کے ظلم سہہ رہے تھے اور صدیاں ہی بیت گئی تھیں انہیں یونہی گزارتے ہوئے اور اسی طرح زندگی گزارنا ان کی تقدیر میں لکھا ہوا تھا، بھلا انہیں برہمنوں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے ساتھ پوجا کرنے کی اجازت کیسے مل سکتی تھی وہ تو تھے ہی نیچ ذات۔

ہاں ان نیچ ذات والوں نے کبھی سرکشی کی کوشش نہیں کی تھی، البتہ کبھی کسی کی عزت اور حمیت پر ایسی ہی شدید ضرب پڑتی تو وہ تڑپ اٹھتا تھا۔ اور یہ تڑپ بعض اوقات باغیانہ سرگرمیاں بھی اختیار کر لیتی تھی۔ ۔ اور ان دنوں بدراج کی ایک چھوٹی سی ریاست کا اچھوت باغی "بھیل ارجن داس" بہت ہی مشہور تھا۔

راجہ چندن نے بھیل ارجن کا سر کاٹ کر لانے والے کے لیے بہت بڑا انعام رکھا تھا۔ لیکن ابھی تک وہ بھیل ارجن کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں کر سکا تھا۔

ارجن اچھوتوں کے ایک گروہ کے ساتھ پہاڑوں میں چھپا رہتا تھا اور ریاست کے قافلوں کو وہ لوٹتا تھا۔ اپنی اس حیثیت سے وہ بہت مشہور تھا اور اس کا خوف ریاست کے چپے چپے میں پھیلا ہوا تھا۔

بات صرف یہی تھی وہ بھی اچھوت تھا اور برہمنوں کی کسی ایسی انتقامی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا جس نے اس کی حمیت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا تب سے اس نے برہمنوں کے خلاف بغاوت کا علم اٹھا لیا اور ابھی تک نہایت کامیابی کے ساتھ وہ ان پر ضربیں لگا رہا تھا۔

باغی اچھوتوں کے گروہ اس سے جا ملتے تھے اور اس طرح ان کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔

لیکن راجہ چندن ابھی تک ان لوگوں کے خلاف کچھ نہیں کر سکا تھا گویا اس کی فوجیں پہاڑوں اور جنگلوں میں بھٹکتی رہا کرتی تھیں۔ لیکن اسے نقصانات کی خبریں ہی ملتی رہا کرتی تھیں۔ یوں ابھی تک ارجن کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہ ہو سکی تھی، اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ ارجن کے مخبر راجہ چندن کی نقل و حرکت اور قرب و جوار کے علاقوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیتے رہتے تھے اور ارجن کو اس سے باخبر رکھتے تھے۔ یوں ارجن ابھی تک اپنے دشمنوں کے خلاف صف آرا تھا۔

بھیل ارجن کی کمین گاہ پہاڑی غاروں میں تھی۔ اس شام جبکہ باہر ننھی ننھی بوندیں برس رہی تھیں، اور غاروں کے اندر جلتی مشعلوں کی روشنی میں اچھوت ڈاکو اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے کہ سنکھ بجنے کی آواز سنائی دی اور ارجن چونک پڑا۔ اس نے اس آواز کو بغور سنا اور پھر اس کے چہرے پر اطمینان کی لہریں پھیل گئیں۔

سنکھ کی آواز میں جو اشارے دیئے جاتے تھے ان کی بھی مختلف قسمیں تھیں، کسی خطرے کا اشارہ کیا جاتا تو سنکھ رک رک کر بار بار بجتا۔ کسی انوکھی بات کا اشارہ ہوتا تو سنکھ مسلسل بجتا رہتا تھا، اور اگر کسی مخبر کی آمد کا اشارہ ہوتا تو پھر سنکھ تھوڑی دیر تک بجتا پھر رک جاتا پھر بجتا اور پھر رک جاتا تھا۔ اور اس وقت یہی کیفیت تھی، غالباً کوئی مخبر ان پہاڑوں کی طرف آیا تھا۔

آنے والا گھوڑے پر سوار تھا اور تیز رفتاری سے اسی جانب آ رہا تھا۔ غار کے دہانے پر کھڑے ہوئے لوگوں نے اس کا استقبال کیا اور اسے ارجن کے سامنے پہنچا دیا۔

چوڑے شانوں اور مضبوط ہاتھ پاؤں کے ارجن نے آنے والے کو دیکھا اور پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"تم تو شاید سرحد پار گئے ہوئے تھے۔"

"ہاں مہاراج — میں بدراج کی حکومت میں گیا تھا۔"

"اچھا اچھا۔ کوئی خبر لائے ہو کیا۔"

"ہاں مہاراج۔"

"کیا خبر ہے۔" ارجن نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بڑی دلچسپ خبریں ہیں مہاراج۔"

"اوہ تو جلدی سناؤ۔" ارجن اشتیاق سے بولا۔

"اچھوتوں کے ساتھ تو سارے بھارت ورش میں ایک ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ لیکن اس بار ایک ایسی انوکھی مثال سامنے آئی ہے جس نے مجھے حیران کر دیا ہے۔"

"بتاؤ بتاؤ کیا بات ہے جلدی بتاؤ میں سننے کے لئے بے چین ہوں۔" ارجن نے کہا۔

"بدراج مہاراج کو آپ جانتے ہیں۔"

"ہمارے پڑوسی ملک کا بادشاہ ہے۔"

"جی ہاں وہی۔"

"ہاں اسے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔" ارجن نے کہا۔

"اور نندراج کو بھی۔"

"ظاہر ہے بدراج کا بیٹا نندراج بھی کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔"

"لیکن نندراج کی اصلیت بڑی انوکھی ہے مہاراج۔"

"تم وقت ضائع کر رہے ہو جو بات ہے مجھے صاف صاف بتاؤ۔" ارجن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہی بتانے جا رہا ہوں مہاراج۔ یہ بات آپ کے علم میں ہوگی کہ بدراج کی راجدھانی کے اور اچھوتوں کی بستی کے بیچ ایک دریا بہتا ہے، سارے اچھوت دریا پار رہتے ہیں اور جب بدراج کا رتھ نکلتا ہے تو اچھوتوں کو اجازت نہیں ہوتی کہ اس کے سامنے آئیں۔" آنے والے مخبر نے کہا اور ارجن بیزاری سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ حال تو پورے بھارت ورش کا ہے درجن ناتھ" یہ کونسی نئی بات ہے، تم وہ بات بتاؤ جو ہم سے تعلق رکھتی ہے۔"

"دھیرج رکھیں مہاراج دھیرج رکھیں۔ بات جب تک پوری طرح نہیں نہیں کھلے گی اس وقت تک آپ کچھ نہ سمجھ سکیں گے۔ ہوا یوں تھا کہ گوپی ناتھ نامی ایک اچھوت کا بیٹا راجہ بدراج کے بیٹے نندراج کا رتھ دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اس کی پاداش میں نندراج کے سپاہیوں نے اس اچھوت بچے کو کچل کر مار ڈالا۔"

بھیل ارجن کا چہرہ بگڑ گیا "یہ ظلم تو ہم پر ہمیشہ سے ہی ہوتا رہا ہے۔"

"ہمیشہ تو ہوتا رہا ہے پر اس سے ایک انوکھی بات ہوئی۔"

"وہ کیا۔"؟

"مہاراج نندراج اپنے رتھ سے اترا اور اس نے اس سپاہی کو ٹھوکر مار مار کر ادھ مرا کر دیا۔ جس نے اس بچے کو مارا تھا۔ راجکمار نندراج اس واقعہ سے اتنا دل برداشتہ ہوا کہ اس نے بھرے دربار میں اس بات کا اعلان کر دیا کہ وہ بدراج کی موت کے بعد اس ریاست کا راجہ بنے گا تو اچھوتوں کو برابر کا درجہ دے گا۔"

"کیا۔ کیا بک رہے ہو درجن ناتھ۔"

"ہاں مہاراج میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"کیا یہ ممکن ہے درجن، کیا یہ ممکن ہے۔" بھیل ارجن نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں مہاراج یہ بات اس نے بھرے دربار میں کہی تھی۔"

"درباریوں پر کیا اثر ہوا۔"؟ ارجن نے پوچھا۔

"ہنگامہ ہو گیا مہاراج زبردست ہنگامہ مچ گیا سب حیران ہو گئے۔ وہاں کے بڑے گھنشیام جی نے راجہ بدراج کو پریشان کر کے رکھ دیا۔ لیکن نندراج یہ بات صرف غصے اور جوش میں نہیں کہہ گیا تھا بلکہ اس نے اس کا عملی ثبوت بھی دیا۔"

"وہ کس طرح۔"؟

"نندراج اچھوتوں کی بستی میں آیا اور اس نے اچھوتوں سے کہا کہ وہ مندر بنائیں۔ وہ اس کی حفاظت کرے گا" چنانچہ اچھوتوں نے مندر بنانا شروع کر دیا۔ لیکن ظاہر ہے برہمن یہ مندر تعمیر ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ مندر کافی تعمیر ہو چکا تھا تب کسی برہمن نے دریا پار سے مندر بنتا ہوا دیکھ لیا، اس برہمن نے یہ خبر سارے دربار میں پھیلا دی اور گھنشیام سخت جلال میں آ گیا گھنشیام جی نے بدراج کو حکم دیا کہ وہ جائے اور مندر کو گرا دے۔ بدراج نے گھنشیام جی کے حکم کے مطابق یہی کیا۔ اور دریا پار آ کر مندر گرا دیا۔ لیکن نندراج کو گرفتار کرنے کے بعد۔"

"کیا مطلب۔"؟

"ہاں باپ نے بیٹے کو گرفتار کر لیا۔"

"وہ کیوں۔"؟

"اس لئے کہ نندراج نے مندر گرانے کی مخالفت کی تھی۔"

"پھر۔"؟

"بس پھر کچھ نہیں مہاراج۔ نندراج کو گرفتار کر لیا گیا ہے وہ اس وقت قید میں ہے۔ کیا یہ اطلاع انوکھی نہیں۔"

"بیشک بیشک۔ یہ تو بڑے ہی تعجب کی بات ہے میرا خیال ہے اس سنسار میں ابھی تک ایسا نہیں ہوا۔ ابھی تک کسی برہمن یا چھتری نے اچھوتوں کے لئے ایسی مثال پیش نہیں کی، جیسی نندراج نے کی ہے۔"

"ہاں مہاراج یہ سچ ہے۔ اچھوتوں نے اپنے حقوق کے لئے آواز تو ضرور اٹھائی ہے، لیکن کسی برہمن یا چھتری نے کبھی اچھوتوں کے حقوق کے لئے آواز نہیں اٹھائی۔ یہ پہلی آواز ہے جسے پتھروں میں قید کر دیا گیا ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" بھیل ارجن نے کہا۔ پھر بولا "دریا پار کے اچھوتوں پر تو بڑے مظالم توڑے گئے ہوں گے۔"

"نہیں مہاراج یہ بھی انوکھی بات ہے۔"

"کیا مطلب۔"؟

"راجہ بدراج نے دریا پار جا کر سوائے مندر گرانے کے اور کچھ نہیں کیا۔"

"تو کیا اچھوتوں کو انہوں نے معاف کر دیا۔" بھیل ارجن چونک کر بولا۔

"نہیں مہاراج معاف تو نہیں کیا البتہ راجکمار نندراج نے راجہ بدراج سے کہہ دیا تھا کہ اگر ایک بھی اچھوت کا خون بہایا گیا تو نندراج کو ریاست کا باغی سمجھا جائے۔ میرا خیال ہے کہ راجہ بدراج نے اس دھمکی سے متاثر ہو کر اچھوتوں کو کچھ نہیں کہا بس مندر گرانے پر اکتفا کیا۔"

"اوہ نندراج نے یہانتک کر دیا ہے۔"

"ہاں مہاراج۔"

"یہ تو بہت بڑی بات ہے، بہت ہی بڑی بات ہے۔" بھیل ارجن نے متاثر لہجے میں کہا اور کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن ہلائی اور مخبر سے بولا۔

"جاؤ درجن ناتھ۔ تم آرام کرو۔" درجن ناتھ نے نمستے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ ارجن کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل رہے تھے۔ وہ نندراج کی اس بات پر غور کر رہا تھا۔ اور جیسا وہ اس بات پر غور کرتا اتنے ہی اس کے چہرے کے تاثرات بدلتے جا رہے تھے۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"اگر ایک چھتری یا برہمن ہمارے لئے قید ہو سکتا ہے تو ہم بھی اتنے نیچ نہیں ہیں کہ اس کی سہائتا نہ کریں۔ سب سے پہلے ہم خود اس بات کی تصدیق کریں گے کہ کیا نندراج ہمارے معاملے میں اتنا ہی سنجیدہ ہے اور اس کے لئے ہمیں بدراج کی ریاست کی سرحدوں کو پار کر کے اس جانب جانا ہوگا اور دریا پار اچھوتوں سے ملنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے مہاراج راجکمار نندراج کی سہائتا کرنی چاہئے ممکن ہے راجہ بننے کے بعد وہ اچھوتوں کیلئے کوئی کام ہی کر ڈالے" ایک دوسرے شخص نے کہا۔

"ٹھیک ہے تیاریاں کرو۔" بھیل ارجن نے حکم دیا اور اس کے ساتھیوں نے گردن ہلا دی۔

*

درشنی نے راجکمار نندراج کی قید کی خبر سنی تو تڑپ کر رہ گئی، اس کی ایک باندی نے اسے نندراج کی گرفتاری کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ پریشان ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں قید کیا ہے میرے نندراج کو۔ ؟ کہاں بند کیا ہے اسے۔" اس نے وحشت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ تو معلوم نہیں ہو سکا رانی جی۔ لیکن یہ خبر عام ہو گئی ہے کہ راجکمار نندراج کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

"اچھا نہیں کیا یہ بدراج مہاراج نے اچھا نہیں کیا، ایک ہی تو بیٹا ہے ہمارا، اسے پریم سے سمجھایا جا سکتا تھا، اسے بتایا جا سکتا تھا کہ وہ غلطی پر ہے لیکن۔ لیکن یہ گرفتاری کیا معنی رکھتی ہے۔ میں، میں نندراج مہاراج کے پاس جاتی ہوں۔"

"اس سمے نہیں رانی جی، وہ راج دربار میں ہیں۔"

"میں میں۔ مگر۔ جاؤ تم جاؤ اور سالار وجے سنگھ کو بلا کر لے آؤ میں وجے سنگھ سے بات کروں گی۔"

"جو آگیا مہارانی جی، اگر وجے سنگھ بھی دربار میں ہوئے تو وہاں انہیں یہ سندیس دے دوں۔" باندی نے پوچھا اور رانی سوچ میں ڈوب گئی۔

بدراج سے بات کئے بغیر سالار وجے سنگھ سے بات کرنے کا مطلب غلط بھی نکل سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے باندی کو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔

"مہاراج نے یہ اچھا نہیں کیا۔ اچھا نہیں کیا مہاراج نے یہ بہت ہی برا کیا ہے بدراج مہاراج نے۔ میرے بیٹے کو میرے بچے کو کسی طور انہیں قید نہیں کرنا چاہئے تھا ٹھیک ہے تم آرام کرو۔ میں مہاراج کی واپسی کا انتظار کروں گی۔" باندی گردن ہلا کر چلی گئی۔

رانی درشنی اس کے بعد سکون سے نہیں بیٹھی تھی اور جب سارے کاموں سے فارغ ہو کر بدراج محل واپس آیا اور رانی درشنی کے پاس پہنچا تو اس کے چہرے پر لاکھوں شکایتیں چھپی تھیں، بدراج نے اس کے چہرے کو دیکھا اور اس کی گردن جھک گئی۔

"مجھے یقین ہے کہ تمہیں حالات معلوم ہو گئے ہوں گے۔"

"ہاں مجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ راجہ بدراج نے اپنا سر اونچا رکھنے کے لئے اپنے بیٹے کو قید خانے میں ڈال دیا ہے۔"

"درشنی سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ بدراج کے سر اونچا ہونے کی بات نہیں ہے۔"

"پھر کس کا سر اونچا ہوا ہے۔"

"دھرم کا۔ رانی درشنی دھرم کا۔" بدراج نے جواب دیا۔

"ہوں، دھرم کو صرف میرے نندراج سے خطرہ تھا!"

"ہاں درشنی ہم مجبور ہو گئے تھے۔"

"کیا مجبوری تھی آپ کو!؟"

"جاننا چاہتی ہو۔"

"ہاں جاننا چاہتی ہوں اس لئے کہ نندراج کی ماں ہوں۔ اور ماں اپنی اولاد کی تڑپ نہیں دیکھ سکتی۔"

"رانی درشنی۔ رانی درشنی تم۔ تم کچھ بھول رہی ہو۔"

بدراج تلخ لہجے میں بولا۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں بدراج مہاراج۔" رانی درشنی نے تیکھی نظروں سے بدراج کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ۔ یہ کہ تم راجہ بدراج کی پتنی بھی ہو۔ تم۔ تم میری دھرم پتنی ہو درشنی۔" بدراج غصیلے لہجے میں بولا۔

"جانتی ہوں مہاراج، آپ کا مان سر آنکھوں پر لیکن بیٹے کی ماں کو یہ تو معلوم ہی ہونا چاہئے کہ آخر اس کے بیٹے کا دوش کیا ہے، یا وہ کس طرح اپنا دھرم بھرشٹ کر رہا تھا۔"

"تم جانتی ہو درشنی۔ میں پہلے ہی تم سے بات کر چکا ہوں نندراج دریا پار کے اچھوتوں کی ایک لڑکی کے پریم میں نشاہ ہو کر اپنا دھرم بھرشٹ کر رہا ہے۔ وہ چمپاکلی کے پریم میں اتنا ڈوب چکا ہے کہ اس سلسلے میں اس نے اپنا دھرم چھوڑنے کا فیصلہ بھی کر لیا ہے۔"

"میرا نندراج ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"یہ درشنی ہے۔ میں دریا پار اچھوتوں کا مندر گرانے کے لئے گیا تھا۔ وہاں نندراج کے بہت سے حامی موجود تھے۔ اور اس نے جو کچھ مجھ سے کہا تم سنو تو حیران رہ جاؤ۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اگر ایک بھی اچھوت کو نقصان پہنچایا گیا تو وہ ریاست کا باغی بن جائے گا۔ تم سوچو درشنی یہ بات اس نے سینکڑوں آدمیوں کے سامنے کہی تھی۔ اگر اکیلے میں مجھ سے کہتا تو میں اسے معاف بھی کر دیتا لیکن یہ بات اس نے بھرے دربار میں کہی۔ اور اچھوتوں کا مندر بھی اس کے نام سے منسوب تھا، اور ان ساری حاصل کردہ اطلاعات کے بعد اسے کیسے گرفتار نہ کیا جاتا اور سب سے بڑی بات یہ کہ ایک شخص جو بھرے عام دربار میں اپنے آپ کو ریاست کا باغی ثابت کر رہا ہے اسے ہم کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ بالآخر راج پاٹ کے بھی کچھ اصول کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے لیکن وہ بچہ ہے، راجکمار ہے، اس میں اور عام لوگوں میں تو کچھ فرق ہوتا ہے نا۔"

"ہاں ضرور ہوتا ہے لیکن بہرصورت اتنا نہیں کہ ہم اسے باغی بن جانے دیتے۔"

"نہیں مہاراج آپ غلط کہہ رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"اچھوت نیچ ذات ہیں اور برہمن و چھتری اونچی ذات۔ تو کیا اگر کوئی برہمن یا چھتری کوئی دوش کر دے تو اسے معاف نہیں کیا جا سکتا، اگر ایسا نہیں ہے تو اچھوتوں اور برہمنوں میں کیا فرق ہے۔" رانی درشنی نے کہا اور بدراج کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

بیٹے کو گرفتار کر کے وہ خود بھی خوش نہیں تھا۔ لیکن جو حالات ریاست میں پیدا ہو گئے تھے ان سے یہ خطرہ بھی سامنے آ گیا تھا کہ کہیں راج گدی ہی نہ چھن جائے، برہمن اگر چاہتے تو اس کے خلاف سازشیں کر کے عوام کو اکسا سکتے تھے اور پھر یہ بات یہیں تک محدود نہ رہتی پورے بھارت ورش میں اس کا چرچا پھیل جاتا اور بے شمار راجہ بھی اس کے خلاف ہو جاتے۔ بہرصورت برہمنوں کی یہ بڑی بات تھی۔ جہاں جہاں برہمن موجود تھے وہاں حکومت صرف ایک کٹھ پتلی کی حیثیت رکھتی تھی۔ کیونکہ حکومتیں دراصل راج تو برہمنوں کا ہی ہوتا تھا۔ کیا دوسرے راجاؤں کو برہمن اکسا نہیں سکتے تھے کہ وہ بدراج کی حکومت [illegible] کر لیں کیونکہ وہاں کے راجہ کا بیٹا اچھوتوں کو اپنے برابر کی حیثیت دینے والا ہے۔ ان حالات کے پیش نگاہ راجہ بدراج اس سارے معاملے کو آسانی سے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ گو درشنی کی جذباتی باتیں اسے متاثر ضرور کر رہی تھیں، وہ خود بھی باپ تھا اور نندراج اس کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس لئے وہ درشنی کی باتوں سے پریشان ضرور تھا لیکن یہ سوچ بھی اس کے ذہن میں تھی کہ راج پاٹ کی باتیں عورتیں کیا جانیں۔ یہ تو مرد ہی جان سکتے ہیں۔

"تو پھر اسے پھانسی کب دے رہے ہیں مہاراج۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو درشنی۔" بدراج نے کسی قدر چونکتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہی کہہ رہی ہوں، برہمنوں کی عزت کا قاتل زندہ رہنے کے قابل تو نہیں ہے آپ جلد ہی نندراج کو پھانسی دیں۔"

"درشنی سوچنے سمجھنے کی کوشش کرو میرا یہ مقصد نہیں ہے کیا وہ میرا بیٹا نہیں ہے، کیا تم یہ پسند کرو گی کہ راج پاٹ ہم سے چھن جائے اور ہم بھکاریوں کی سی زندگی بسر کریں، یا پھر ہمارا جیون موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اگر راج چھن گیا تو ہمیں اس الزام میں سزا بھی دی جا سکتی ہے کہ ہم نے اچھوتوں کی حمایت کی تھی۔"

"راج کون چھینے گا۔"

"برہمن برہمن برہمن۔ تم نہیں سمجھتیں۔" راجہ بدراج نے سخت لہجے میں کہا اور رانی درشنی روتی دھوتی رہی۔ راجہ بدراج دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر اس نے بھی گھٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں کوئی نہ کوئی کوشش کروں گا درشنی، میں کوئی نہ کوئی کوشش ضرور کروں گا، اس وقت مجھے سہائتا کی ضرورت ہے۔ تم بھی میری سہائتا کرو۔ اس سمے مجھے تمہاری سہائتا کی ضرورت

ہے۔ درشنی مجھے وشواس تھا کہ موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے تم میری سہائتا سے منہ موڑو گی" راجہ بیدراج نے کہا اور درشنی اپنے آنسو پونچھنے لگی۔
"میں آپ کی کیا سہائتا کر سکتی ہوں مہاراج۔ ماں ہو کر یہ تو کبھی نہیں کر سکتی کہ اپنے بیٹے نندراج کو اپنے ہاتھوں سے پھانسی دیدوں" رانی درشنی ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے بولی۔
"پھانسی۔ پھانسی۔ پھانسی۔ کون کہتا ہے تم اسے پھانسی دیدو۔ مگر درشنی تم اسے سمجھا تو سکتی ہو"
"میں کیا سمجھاؤں اسے۔ کہاں ہے وہ۔؟ مجھے ملے تو میں اسے سمجھاؤں بھی" درشنی نے کہا۔
"قید خانے میں ہے اور میں نے اس کے لئے ہدایات جاری کر دی ہیں کہ اسے کوئی تکلیف نہ دی جائے" راجہ بیدراج نے کہا اور رانی درشنی گردن ہلانے لگی پھر بولی۔
"تو پھر مجھے قید خانے لے چلو"
"ابھی نہیں درشنی ابھی نہیں۔ تھوڑا سا انتظار ضرور کرنا پڑے گا نہیں، بات یہ ہے درشنی کہ اگر نندراج کی یہ حرکت صرف محل کی چہار دیواری کے اندر ہوتی تو ہم کسی سے اس کا تذکرہ بھی نہ کرتے۔ اس نے لڑکے عام یہ کیا ہے جس سے ہماری عزت دو کوڑی کی ہو کر رہ گئی ہے، تم نہیں جانتیں ہو ہمارے خلاف کیسی کیسی باتیں ہو رہی ہیں۔ لوگ سامنے کچھ نہیں کہتے لیکن پیچھے پیچھے بہت کچھ کہتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا تھا اگر میں نندراج کو گرفتار نہ کرتا تو لوگ میرے خلاف ہو جاتے"
"کون کر رہا ہے یہ حرکتیں۔ اور کون آپ کے خلاف باتیں کر رہا ہے"
"وہی جنہیں نندراج کے اس اقدام سے زبردست دھچکا پہنچا ہے۔ جنہوں نے نندراج کی اس حرکت سے اپنی توہین محسوس کی ہے"
"گھنشیام جی مہاراج نے" درشنی نے پوچھا۔
"ظاہر ہے دھرم سیوک ہیں، دھرم کی رکھشا وہ نہ کریں گے تو اور کون کرے گا۔ دھرم کی رکھشا کے لئے انہوں نے یہ آواز اٹھائی ہے، ورنہ ظاہر ہے وہ ہمارے خلاف تھوڑی ہیں"
"گھنشیام جی خود تو برہمچاری ہیں، نہ شادی کی نہ بچے پیدا کئے پھر وہ سنتان کا دکھ کیا جانیں۔ انہوں نے تو جو ان کا من چاہا کہہ دیا مگر ہم تو بچے والے ہیں۔ مہاراج کیا اس سنسار میں لوگوں نے سچ بات نہیں چھوڑ دیا۔ کیا ایسے لوگ نہیں ہیں جو اولاد کے لئے سب کچھ قربان کر دیتے ہیں"۔ "میں بھی تیار ہوں اس کیلئے۔ مگر وہ کچھ سمجھے تو سہی وہ تو کچھ سمجھتا ہی نہیں ہے"
"سمجھ جائے گا۔ سمجھ جائے گا، ارے بڑا تو ہو جانے دو۔ راج گدی پر بیٹھے گا تو ساری باتیں خود بخود سمجھ جائے گا، جان جائے گا کہ راج نیتی کیا چیز ہوتی ہے اور پُرکھوں کی ریتیں کیا ہوتی ہیں۔ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بیدراج مہاراج"
"بھگوان کرے ایسا ہی ہو درشنی، میرے من میں تو عجیب عجیب خیالات آتے ہیں، نجانے ہیں یہ کشٹ کیوں بھوگنا پڑ رہا ہے۔ تم خود سوچو درشنی اگر راجہ بننے کے بعد وہ کوئی ایسا کام کرے تو کیا یہ سنسار اسے اس کی اجازت دے دیگا۔ وہ تو مصیبتوں میں پھنس جائے گا، ایسی مصیبتوں میں جن سے نکلنا اس کے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ سنسار میں کبھی یہ نہیں ہوا۔ پُرکھوں سے سے کبھی یہ بات سننے میں نہیں آئی کہ کبھی اونچی ذاتیں اور نیچی ذاتیں آپس میں یکجا ہوئی ہیں، میں ساری باتیں جانتا ہوں، یہ سب پریم کا کھیل ہے"
"پریم کا۔؟" رانی درشنی نے تعجب سے پوچھا۔
"ہاں پریم کا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں نا وہ اچھوت لڑکی چمپا کلی کے پریم کا شکار ہو گیا ہے۔ اور یہ اور بھی بُری بات ہے درشنی، یہ تو ہو بھی نہیں سکتا کہ وہ چمپا کلی کو اپنے من کی رانی بنا لے۔ نجانے بھگوان کی کیا اچھا ہے، نجانے کیا ہوگا" راجہ بیدراج نے شکستہ لہجے میں کہا۔
"ہاں نجانے بھگوان کی کیا اچھا ہے مہاراج۔ نجانے نجانے کیا ہونے والا ہے" رانی درشنی نے متفکر لہجے میں کہا۔
مزید دو دن گزر گئے تیسرے دن راجہ بیدراج درشنی کو لے کر قید خانے پہنچا۔ وہ خود تو باہر ہی کھڑا رہا اور رانی درشنی کو اندر بھیج دیا۔
پتھریلی دیواروں کے درمیان راجکمار نندراج قیدیوں کی حیثیت سے قید تھا، ماں کو دیکھ کر مسکرایا اور درشنی اس کے پاس پہنچ گئی۔
"کیسا ہے میرے بیٹے تو، تجھے کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی یہاں، کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی تجھے"
"نہیں ماتا جی کوئی پریشانی نہیں ہوئی"
"تو۔ تو۔ تو اب تو نے کیا سوچا ہے"
"کس بارے میں ماتا جی"
"میرا مطلب ہے جو بات تیرے من کو چڑھ گئی تھی، اب اس کا کیا ہوگا"
"بھگوان جانے ماتا جی کیا ہوگا، میں اس بارے میں کیا کر سکتا ہوں" نندراج نے کہا۔

"نندراج کیوں مجھے پریشان کرنے پر تُل گیا ہے۔ ماں ہوں تیری رے۔ اگر تجھ سے کوئی بات کہوں تو تو میری اتنی سی بات نہیں مان سکتا"
"سنسار میں تیرا مان سب سے بڑا ہے ماں۔ بول کیا کہتی ہے مجھ سے"
"یہ کیا تو نے بچوں کی طرح ہٹ لگا رکھی ہے، کبھی نیچی ذاتیں اونچی ذاتوں کے برابر آکر بیٹھ سکتی ہیں۔ بھلا ایسا بھی کبھی ہوا ہے بیٹے" رانی درشنی نے ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔
"ہاں ماتا جی ہوا تو نہیں ہے"
"تو پھر تو کیوں ایک ایسی انہونی کی ہٹ لگائے ہوئے ہے، جو کبھی نہیں ہوئی۔ کیا ہمارے پُرکھوں کی آتمائیں ہمیں معاف کر دیں گی، بیٹے باز آجا کیوں اپنی اور میری جان کے پیچھے پڑا ہے"
"پُرکھوں نے جو کام غلط کیا ہے ماتا جی، ضروری ہے کہ ہم بھی وہی غلط کام کرتے رہیں"
"یہ غلط کام نہیں ہے نندراج۔ نالی کی اینٹ اٹھا کر سر پر نہیں رکھی جا سکتی ہے، وہ لوگ جس مقام پر ہیں اسی مقام پر رہیں گے، وہ کبھی اونچی ذات والوں کے برابر نہیں آسکتے"
"ہوں تو ماتا جی تم کیا چاہتی ہو"؟
"میں چاہتی ہوں تو بھرے دربار میں آکر یہ بات کہہ دے کہ تجھ سے بھول ہوئی تھی، تو وہ سب کچھ نہیں کرے گا جس کا تو نے اعلان کیا تھا، وہ صرف اور صرف تیرا بچپن تھا"
"ماتا جی اگر میں یہ بات دربار میں کہہ دوں تو اس سے کیا فائدہ ہوگا"
"بس یہ ہے تو آزاد ہو جائے گا، اس قید خانے سے باہر نکل آئے گا، تو کیا سمجھ رہا ہے یہ پتھریلی دیواریں میری ممتا کو اچھی لگ رہی ہیں"
"اور اس کے بعد کیا ہوگا ماتا جی"
"اس کے بعد ہمیں کوئی چنتا نہیں رہے گی"
"ہوں۔" نندراج کچھ سوچنے لگا۔ اس کے ذہن میں بہت سی باتیں تھیں۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ماتا جی ایک بات تو تمہیں معلوم ہو گی ہی"
"کیا دریا پار کا مندر گرا دیا گیا۔"
"ہاں اسے گرا دیا گیا تھا"
"کیا اچھوتوں کو قتل کر دیا گیا ہے"
"نہیں، تیرے پتا جی نے تیری اس بات کا مان رکھا ہے انہوں نے۔ ایک بھی اچھوت کو نقصان نہیں پہنچایا۔ سارے اچھوت ٹھیک ہیں، بس صرف مندر کو گرایا گیا ہے"
"ہوں، اچھا ماتا جی ٹھیک ہے میں دربار میں جاؤں گا۔ اور اس کے بعد تم چنتا مت کرو ماتا جی، بالکل چنتا مت کرو"
"سچ۔" درشنی خوشی سے سرشار ہو گئی "تو نے میری بات مان لی بس۔ میں تیری شکر گزار ہوں نندراج۔ میں تیرا شکریہ ادا کرتی ہوں" درشنی نے مسرت بھری مسکراہٹ سے کہا اور پھر نندراج کو سینے سے لگا لیا۔ نندراج بھی مسکرا رہا تھا اس نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس نے درشنی کی بات مان لی ہے یا اپنے عزم سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ لیکن اس وقت اس نے خاموشی ہی اختیار کی اور تھوڑی دیر کے بعد درشنی وہاں سے چلی گئی اس نے راجہ بیدراج کو یہ خوشخبری سنائی اور راجہ بیدراج بھی خوشی سے اُچھل پڑا۔
"تو سچ کہہ رہی ہے درشنی"
"ہاں مہاراج میرے بیٹے نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ مجھے اس کے وعدے پر پورا پورا وشواش ہے" درشنی نے کہا۔ راجہ بیدراج مسکرانے لگا تھا۔
"اگر یہ بات مجھے پہلے معلوم ہوتی تو میں پہلے ہی تجھے یہاں لے آتا، خواہ مخواہ اتنا وقت میں نے پریشانی میں گزارا"

بھیل ارجن داس سرحد پار کر کے بڑی چالاکی کے ساتھ بیدراج کی ریاست میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے کچھ ساتھی اس کے ساتھ تھے، سرحد پار کرنے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ سرحد کے محافظوں کو جُل دینا اس کے لئے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ ڈاکوؤں کی زندگی گزار رہا تھا اور اب تک راجہ چندن سنگھ کے خلاف بڑے کامیاب دھاوے مار رہا تھا۔ چنانچہ تھوڑے تھوڑے آدمیوں کو سرحد پار کرا کے اس نے مختلف علاقوں میں چھپا دیا۔ اور خود دریا پار کر کے اس بستی کی طرف چل پڑا جو اچھوتوں کی بستی کہلاتی تھی۔
وہ ایک دیہاتی کے بھیس میں تھا اور لاٹھی میں گٹھڑی لٹکائے پیدل سفر کر رہا تھا۔ اس کے پیروں میں مٹی جمی ہوئی تھی۔ اس حالت میں وہ اچھوتوں کی بستی میں داخل ہوا۔ تفصیلات اس کے آدمی بتا چکے تھے۔
بستی میں داخل ہو کر اس نے مختلف لوگوں سے گوپی ناتھ کا پتہ پوچھا۔ اور لوگوں نے اسے گوپی ناتھ کے دروازے پر لے جا کر کھڑا کر دیا۔ دستک دینے پر گوپی ناتھ جی باہر نکلے۔ ارجن داس نے جھک

کر ان کے چرن چھو لئے۔ گوپی ناتھ ترپڑ اُگئے تھے۔

"ارے ارے کون ہو بیٹا تم۔ اور کہاں سے آئے ہو؟"

"میں مہاراج مسافر ہوں، آپ کے ہاں گھڑی دو گھڑی ٹھہرنا چاہتا ہوں۔"

"آؤ۔ آؤ۔ اندر آؤ۔ کیا تم اچھوت ہو؟" گوپی ناتھ نے پوچھا۔

"ہاں مہاراج اچھوت ہوں۔"

"بس ٹھیک ہے آؤ۔ میرے سنگ سنگ آجاؤ۔" گوپی ناتھ نے کہا اور ارجن داس کو لئے لئے صحن میں پہنچ گئے۔ صحن میں پہنچ کر انہوں نے احترام سے ایک جگہ بٹھا دیا۔ جو نہایت صاف ستھری تھی۔ پھر بولے۔

"کہاں سے آرہے ہو؟"

"بڑا ہی لمبا سفر طے کر کے آیا ہوں گوپی ناتھ جی۔ آپ مجھے منہ ہاتھ دھونے کی آگیا دیں باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔" بھیل ارجن داس نے کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے تم منہ ہاتھ دھو لو۔" گوپی ناتھ نے کہا اور ارجن کو منہ ہاتھ دھونے کی جگہ بتا دی۔

کنوئیں سے پانی نکال کر ارجن داس نے منہ ہاتھ دھویا اور پھر واپس آکر حجرے میں بیٹھ گیا جہاں چمپا کلی نے تھال پروس دیا۔ جو کچھ موجود تھا اسے کھایا پیا۔ اور پھر پیتل کی گڑوی سے پانی پینے کے بعد لمبی لمبی ڈکاریں لینے لگا۔

اس دوران گوپی ناتھ جی اپنے دوسرے کام کرتے رہے، پھر جب ارجن بھوجن سے فارغ ہو گیا تو خود ہی گوپی ناتھ سے بولا۔

"ہاں گوپی ناتھ جی، میں آپ کو اپنا نام تو بتا ہی چکا ہوں، میرا نام ارجن داس ہے۔"

"ارجن داس۔ پتہ نہیں کیوں یہ نام کانوں کو سُنا ہوا سا لگ رہا ہے۔"

"ہاں مہاراج ضرور سُنا ہوا لگ رہا ہوگا۔ شاید آپ نے چندن سنگھ کی ریاست کے قریب دیہاتوں میں اچھوتوں کی نگرانی کرنے والے ارجن داس کا نام سُنا ہو۔"

"ڈاکو ارجن داس۔" گوپی ناتھ کی آنکھیں تعجب سے پھٹ گئیں۔

"نہیں مہاراج ڈاکو نہیں۔ کوئی اچھوت مجھے ڈاکو نہیں کہتا اگر میں اچھوتوں کے حقوق کے لئے جیالے لوگوں کو لوٹتا ہوں جو چندن سنگھ اور اونچی ذات سے تعلق رکھتے ہیں تو وہ لوگ مجھے ڈاکو کہیں تو کہیں آپ کو مجھے ڈاکو نہیں کہنا چاہیے۔"

"تو تم۔ تو تم بھیل ارجن داس ہو۔"

"ہاں میں ہی آپ کا داس ہوں۔" ارجن نے کہا۔

"بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر بھگوان کی سوگند بڑی ہی خوشی ہوئی، پرنت یہاں کیسے آئے؟"

"ایک بہت ضروری کام سے مہاراج۔"

"مجھ سے کوئی کام ہے؟" گوپی ناتھ نے پوچھا۔

"ہاں مہاراج آپ ہی سے کام ہے۔ آپ ہی سے ہے۔" ارجن داس نے کہا۔

"کیا کام ہے؟"

"میں یہاں سے ملنے والی مختلف خبروں کی تصدیق یا تردید چاہتا ہوں۔"

"کیسی خبریں؟"

"راجہ بدراج کے بیٹے نندراج کے بارے میں جو داستانیں مشہور ہوئی ہیں۔ کیا ان میں کچھ سچ بھی ہے؟"

"ہاں۔ میں نہیں جانتا تم نے کونسی داستانیں سُنی ہیں لیکن ان ساری باتوں میں ایک بات سچ ہے وہ یہ کہ بدراج کے ہاں جو بیٹا پیدا ہوا ہے وہ کسی اچھوت کی ہی اولاد معلوم ہوتا ہے۔" گوپی ناتھ نے کہا اور ارجن داس ہنس پڑا... پھر بولا۔

"اچھوت کی اولاد۔"

"ہاں۔ اگر وہ اچھوت کا بیٹا نہیں ہے تو پھر وہ یقیناً کسی بہت بڑے پرماتما کا بیٹا ہے۔ کیونکہ اس نے وہ آسمانی بات کہی ہے جو آسمان کے رہنے والے ہی کر سکتے ہیں، زمین پر رہنے والوں میں نہ تو اتنی ہمت ہے نہ اتنا مان اور نہ ہی ان میں اتنا بھاؤ ہے۔"

"کیا بات کہی ہے اس نے۔"

"وہ کہتا ہے سب انسان برابر ہیں خواہ وہ اچھوت ہوں یا برہمن، شودر ہوں یا چھتری، انسانوں میں تخصیص کیسی، وہ کسی اونچی ذات یا نیچی ذات کو نہیں مانتا۔ وہ کہتا ہے سب انسان بھگوان نے ایک ہی شکل کے زمین پر اتارے ہیں، سب کی دو آنکھیں ایک ناک دو پاؤں دو ہاتھ ہوتے ہیں۔ اگر بھگوان کو ان میں تفریق رکھنا ہوتی تو وہ ان کی شکلیں بھی جانوروں کی طرح مختلف بناتا۔ سارے جانور اپنی اپنی شکلوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ لیکن منش سب ایک طرح کے ہیں، ایک ہی انداز کے ہاتھ پاؤں ناک اور منہ رکھتے ہیں۔ پھر ان میں کسی بھی طرح کی چھوٹائی بڑائی کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ راجہ بننے کے بعد وہ اچھوتوں کو برابر کا درجہ دے گا۔"

"نندراج کہیں تم لوگوں سے جھوٹ تو نہیں بول رہا۔"

ارجن نے پوچھا۔

"نہیں ارجن نہیں وہ انسان نہیں ہے۔ وہ مہان ہے اس نے اچھوتوں کے لئے ایک مندر تعمیر کرانے کی بات کی تھی۔ اور اس کو تعمیر کراتے ہوئے وہ گرفتار ہو گیا۔"

"کیا مندر تعمیر ہو گیا۔؟" ارجن نے پوچھا۔

"نہیں یہی تو رونا ہے، ہم بڑی قسمت والے اس قابل کہاں۔ مندر راجہ بدراج نے گرا دیا۔"

"نندراج نے اس سلسلے میں کوئی کوشش نہیں کی۔"

"کوشش کیا کرتا وہ بیچارہ۔ وہ تو پکڑا گیا۔ آجکل وہ اپنے پتا راجہ بدراج کی قید میں ہے۔ بھگوان جانے کس حال میں ہوگا بیچارہ۔" گوپی ناتھ نے کہا۔

"ہوں۔ اس کا مقصد ہے بات کچھ ٹھیک ہی معلوم ہوتی ہے۔ نندراج اپنے قول کا سچا معلوم ہوتا ہے۔"

"یہی نہیں ارجن داس بلکہ اس نے میرے ہاں بھوجن کر کے برہمن اور اچھوتوں کے درمیان کی وہ دیوار بھی گرا دی جو صدیوں سے قائم تھی۔" گوپی ناتھ نے کہا اور ارجن منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

"تمہارے ہاں بھوجن کیا اس نے۔"

"ہاں ہمارے ہاں کے پکے ہوئے بھوجن کو اس نے خوشی کھایا تھا۔"

"اچھا۔ تعجب کی بات ہے۔" ارجن داس سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس کی آنکھوں سے عزم جھلکنے لگا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر نندراج کو راجہ بدراج کے عتاب کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ یوں سمجھا جائے کہ وہ ہم میں سے ایک ہے۔"

"ہاں وہ ہم میں سے ایک ہے۔"

"گوپی ناتھ جی میں اسے راجہ کی قید سے چھڑانے آیا ہوں۔"

"تم۔ تم ارجن داس۔"

"ہاں گوپی ناتھ جی میں۔"

"پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔؟"

"یہ نندراج ہی بتا سکے گا۔" ارجن داس نے جواب دیا۔ گوپی ناتھ گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔ تب ارجن داس نے ان سے کہا۔ "مہاراج اگر آپ آگیا دیں تو میں کچھ دیر آپ کے ہاں قیام کروں یا جہاں بھی آپ میرا کوئی بندوبست کرنا چاہیں کر دیں، تاکہ میں کچھ وقت یہاں گزار سکوں۔"

"تم میرے ہاں بڑے آرام سے قیام کر سکتے ہو کوئی ایسی بات نہیں ہے یہ باہر کی بیٹھک موجود ہے تم اس میں اپنا استھان کر لو۔" گوپی ناتھ نے کہا۔

"میں زیادہ دیر تک یہاں نہیں رُکوں گا مہاراج، بس تھوڑی دیر ٹھہروں گا، اس کے بعد دریا پار کر کے شہر میں داخل ہو جاؤں گا لیکن یہ بات میں نے آپ سے اس لئے کہی ہے کہ اگر بعد میں مجھے دریا پار کرنے کے بعد آپ کے ہاں رُکنا پڑے تو میں رُک جاؤں۔ اس کے لئے مجھے آپ آگیا دے دیں۔" ارجن داس نے کہا۔

"سر آنکھوں پر سر آنکھوں پر۔" گوپی ناتھ نے جواب دیا اور ارجن داس نے گردن ہلا دی۔

رات کی تاریکی میں ارجن داس نے اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ دریا پار کر لیا۔ اس نے اپنے چاروں ساتھیوں کو ہدایات دے کر مختلف جگہوں پر پھیلا دیا تھا اور خود ایک سرائے میں قیام کیا۔ اور دوسری صبح ایسی بدلے ہوئے بھیس کے ساتھ راج محل چل پڑا۔ راج محل پہنچ کر وہ دربار سننا چاہتا تھا۔

اسے نہیں معلوم تھا کہ دربار میں کیا کیفیت پیش آنے والی تھی لیکن جب وہ دربار پہنچا تو خلاف معمول دربار عام بے شمار لوگوں سے بھرا پڑا تھا سینکڑوں افراد دربار میں موجود تھے ان میں زیادہ تر مقامی تھے اور کچھ دور دراز کے علاقوں سے آئے ہوئے دیہاتی تھے۔ وہ سب راجہ بدراج کے پاس اپنے اپنے کام لے کر آئے تھے۔ لیکن اس وقت انہیں روک دیا گیا تھا اور کوئی خاص ہی بات راجہ بدراج کے زیر نگاہ تھی۔

ارجن داس بھی لوگوں کے ہجوم میں شامل ہوتا ہوا کافی آگے پہنچ گیا، دربار میں راجہ اور دوسرے تمام افراد موجود تھے۔ اور بڑی گھمبیرتا چھائی ہوئی تھی۔

اسی اثناء میں ایک نوجوان کو لایا گیا جس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کوئی بہت بڑی شخصیت ہے۔ ارجن داس نے ایک آدمی کے کان کے قریب منہ لے جا کر پوچھا۔

"یہ لڑکا کون ہے۔" اور وہ آدمی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر تعجب سے بولا۔

"تم نہیں جانتے۔"

"ہاں بھائی میں نہیں جانتا کسی اور بستی سے آیا ہوں۔" بھیل ارجن نے نرم لہجے میں کہا۔

"یہ راجکمار نندراج ہے۔ آج اسی کا فیصلہ ہونے والا ہے۔" اسی آدمی نے بتایا اور ارجن تعجب سے نندراج کو دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"اس ریاست کا راجکمار ہے یہ۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں اسی ریاست کا راجکمار ہے۔"

"اچھا، اس پر کیا جرم ہے؟"

"بس پگلا ہو گیا ہے بیچارہ۔"

"ارے۔ یہ ہوا کیا؟" بھیل ارجن نے تعجب سے کہا

"بس کہتا ہے اچھوت اور برہمن ایک ہی ذات ہیں، انسانوں کی ایک ہی قسم ہے۔ بھلا تم ہی بتاؤ یہ کیسے ممکن ہے بھائی، اچھوت اچھوت ہے برہمن برہمن۔ سنا ہے ہمارے راجکمار کو کیا ہو گیا ہے، آئندہ نسل کا بننے والا راجہ اور ایسی باتیں کہے۔ ایک ہی بیٹا ہے راجہ بدراج کا۔ ورنہ اچھا تو یہ تھا کہ اسے پھانسی دے دی جاتی، بات ہی اس نے ایسی کہی تھی جو پھانسی کے قابل تھی۔" اس آدمی نے بتایا اور ارجن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"پھر آج کس بات کا فیصلہ ہونے والا ہے؟"

"بھگوان جانے جو کچھ ہوگا سامنے آ ہی جائے گا۔" اس آدمی نے بیزاری سے کہا۔ اور ارجن خاموش ہو کر دربار کی کارروائی کی جانب متوجہ ہو گیا۔

دربار میں گھنشیامی داس مہاراج، بدراج، مہامنتری اور دوسرے تمام بڑے بڑے لوگ موجود تھے، بدراج کے چہرے پر آج کسی قدر اطمینان تھا۔ وہ پریشانی کی کیفیت اس کے انداز میں نہیں تھی جس کا وہ کئی دن سے شکار رہا تھا۔ کیونکہ رانی درشنی نے اسے وشواش دلایا تھا کہ نندراج اس کی بات مان گیا ہے۔ اس لئے راجہ بدراج نے آج نندراج کو دربار میں پیش کر کے اس کی پوزیشن صاف کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

مہامنتری نے راجہ بدراج کی ایما پر درباریوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"بھائیو! راجہ کا انصاف ہر شخص کے لئے یکساں ہوتا ہے چاہے وہ راجکمار ہو یا عام آدمی، ہمارے راجکمار نندراج جی چند روز پہلے بہک گئے تھے اور ایسی انہونی بات کہنے لگے تھے جسے کوئی برہمن برداشت نہیں کر سکتا۔ ہم سب پریشان تھے کہ راجکمار نندراج جی کو کیا ہو گیا ہے۔ لیکن آپ سب جانتے ہیں کہ ان اچھوتوں کے پاس بڑے انوکھے جادو ہوتے ہیں راجکمار نندراج جی بھی اسی جادو کے زیر تحت تھے اور اسی جادو کے زیر اثر بول رہے تھے۔ مندر بن رہا تھا اور شودروں کو ان کی حکومت دیئے جانے کے فیصلے ہو رہے تھے، لیکن بھگوان کا شکر ہے کہ اب وہ اس جادو کے اثر سے آزاد ہو چکے ہیں اور آج اس بات کا فیصلہ ہونا ہے کہ کمار نندراج جی جادو کے اس اثر سے آزاد ہو چکے ہیں۔ یعنی اپنے مقصد پر قائم ہیں یا نہیں گئے ہیں۔ اگر نندراج جی اسی جادو کے زیر اثر ان تمام باتوں میں دلچسپی لے رہے تھے تو بیشک خیال میں یہ ان کا دوش نہیں تھا۔ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟"

سارے دربار سے مختلف آوازیں ابھرنے لگیں۔

"بالکل ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے۔ نندراج جی کا کوئی دوش نہیں تھا۔"

"شکریہ بھائیو۔ اب میں مہاراج بدراج کے دربار میں ان کی سیوا میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ مہاراج نندراج سے سوال کریں اور ان کی حیثیت صاف کر دیں۔"

"نندراج کو سامنے لایا جائے۔" راجہ بدراج نے راجاؤں کی سی شان کے ساتھ کہا۔ اور نندراج ان کے سامنے آ گیا۔

"ہاں نندراج مہاراج اب آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں، کیا اچھوتوں کو برہمنوں کے برابر کا حق ہے، کیا وہ چھتریوں کے ساتھ شانے سے شانہ ملا کر کھڑے ہو سکتے ہیں؟" منتری نے پوچھا اور نندراج کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دیکھو میں نے کل جو کچھ کہا تھا وہ بالکل سچ تھا اور آج جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بھی بالکل سچ ہے۔ ایک بار پھر میں اپنی یہ دلیل دہراؤں گا کہ انسانوں اور جانوروں میں جو فرق ہے وہ ہمارے تمہارے سب کے سامنے ہے۔ گدھے، گھوڑے، اونٹ ہاتھی سب مختلف شکلوں کے بنائے گئے ہیں کیونکہ بھگوان ان میں تمیز رکھنا چاہتا تھا، انہیں الگ الگ کرنا چاہتا تھا لیکن منش سب ایک جیسے ہیں۔ دو ہاتھ دو پاؤں، ایک چہرہ اور ایک ہی سوچ، یہ صرف ان لوگوں کی چال تھی جو انسانوں پر حکمرانی کرنے کے خواہشمند تھے کہ انہوں نے نسلیں ترتیب دیں۔

برہمن اچھوت چھتری، ویش یہ سارے کے سارے اپنے اپنے مقصد کے لئے اپنے اپنے گروہ الگ الگ بنا کر بیٹھ گئے ہیں لیکن انسان کا اپنا ایک ہی ہے۔ شودر اور برہمنوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فرق بھگوان نے نہیں رکھا۔ اگر برہمنوں کو حکومت کرنے کا حق ہے تو شودروں کو بھی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس تخت پر کسی شودر کو بٹھا دیا جائے، ہاں اگر کوئی اچھوت خود کو حکومت کا اہل ثابت کر دے تو راجہ بدراج کو یہ تخت چھوڑ کر نیچے آ جانا چاہیے۔ میں تم سب کے سامنے بھگوان کی سوگند کھا کر یہ بات کہتا ہوں کہ میں یہ بات اپنے من سے کبھی نہیں ہٹاؤں گا۔ مجھے بھگوان کی طرف سے روشنی ملی ہے اور مجھے یہ روشنی سنسار میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔"

اگر راجہ بدراج نے مجھے معاف کر دیا اور میں راجہ بن گیا تو میرا سب سے پہلا کام یہی ہوگا کہ اپنی حکومت میں اچھوتوں کو شامل کروں ممکن ہے کل چھتری مہامنتری کی جگہ کوئی اچھوت مہامنتری ہو، میں ایک ایسی مخلوط حکومت بناؤں گا جس میں انسانوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا، سب انسان برابر ہوتے ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ سارے بھارت ورش میں میری اس کارروائی کی تقلید ہوگی لیکن میری ریاست میں یہی ہوگا۔ درباریو اگر تم لوگ میری اس بات کو پسند کرتے ہو، اگر آنے والے وقت میں تم اچھوتوں کو اپنے برابر کا درجہ دینا چاہتے ہو تو اپنے راجہ سے کہو کہ نندراج کو زندہ رکھے اور اگر یہ بات تم سے بھی برداشت نہیں ہوتی تو پھر نندراج کی گردن کاٹ دینا زیادہ بہتر ہوگا۔ نندراج کا ایک ہی نعرہ ہے۔ اچھوت برہمن چھتری ویش کچھ بھی نہیں ہے، سب انسان ہیں، سب انسان ہیں۔"

نندراج کی آواز پر راجہ بدراج کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، منتری جی ہکا بکا رہ گئے اور اہل دربار کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ نندراج نے انہیں دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم لوگ، تم لوگ صدیوں سے ایک بھول کا شکار ہو اور صدیوں تک ایک بھول کا شکار رہنا چاہتے ہو، لیکن ایک بات یاد رکھو ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب انسانوں میں احساس پیدا ہوگا۔ کہ کوئی انسان ایک دوسرے سے الگ نہیں ہے۔ یہ میری آخری بات ہے۔"

دربار پر گہرا سناٹا چھا گیا۔ تمام لوگ حیرت سے منہ کھولے بیٹھے ہوئے تھے۔ بدراج پتھر کے بت کی مانند ساکت ہو گیا تھا اور گھنشیامی کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ تب وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور درباریوں کی طرف رخ کر کے طنزیہ لہجے میں بولا۔

"سن لیا تم لوگوں نے سن لیا۔ سن لیا اس ریاست کی آئندہ تقدیر کا حال۔ اور یہ بھی جان لیا کہ گندے اور ناپاک اچھوت کل تمہاری بیٹیوں کے پتی ہوں گے۔ کل وہ تمہاری گود میں بیٹھے ہوں گے اور جس طرح وہ آج تک تمہاری خدمت کرتے آئے ہیں اب تم ان کی جوتیاں اٹھاؤ گے۔ سمجھ لیا تم سب نے نندراج جی کا آپکار، اب فیصلہ خود تمہارے ہاتھ ہے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"نہیں ایسا نہیں ہوگا۔"

"ہم ایسا نہیں کرنے دیں گے۔"

آہستہ آہستہ مختلف آوازیں ابھرنے لگیں اور پھر یہ آوازیں اتنی بلند ہو گئیں کہ دربار میں بے پناہ شور پیدا ہو گیا بدراج اب بھی پتھر کے بت کی طرح ساکت بیٹھا ہوا تھا تب گھنشیامی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"بدراج تمہارے امتحان کا وقت آ گیا ہے، کیا فیصلہ دیتے ہو۔" "اچھوتوں اور برہمنوں کو ایک کرنے کے خواہشمند ہو یا صدیوں کی ریت قائم رکھو گے۔"

راجہ چونک پڑا۔

"نندراج نے۔ نندراج نے۔ نندراج نے جو کچھ کہا ہے میں اسے نہیں مانتا۔ راجہ بدراج کی آواز کسی گہرے کنوئیں سے نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔

"تمہارے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے بدراج جی۔ نندراج جی تو صاف کہہ چکے ہیں کہ اگر اچھوتوں اور برہمنوں کو یکجا کرنے کا ارادہ ہو تو ان کو جلتا رکھا جائے ورنہ ان کی گردن مار دی جائے۔"

"اگر ایسا کرنے کی ضرورت پیش آئی تو میں ایسا بھی کروں گا۔" بدراج غصے سے بولا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔" گھنشیامی نے پوچھا۔

"نندراج کو آزادی نہیں ملے گی۔ وہ راجہ نہیں بنے گا، ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ اچھوت برہمن اور چھتری ایک ساتھ کھڑے ہوں۔ نندراج کو اس کے اس خیال کی سزا دی جائے گی بھرپور سزا۔" آہستہ آہستہ راجہ بدراج کی آواز میں اعتماد پیدا ہوتا چلا گیا۔ نندراج اب بھی اسی طرح فخر سے گردن اٹھائے کھڑا تھا۔ اسے اپنے مشن کے سچا ہونے کا احساس تھا اور جب انسان کو اپنے کسی مشن کے سچا ہونے کا احساس ہو اور وہ اس بات پر تل جائے کہ اس کا مشن پورا ہونا ہی ہے تو پھر اسے کسی سزا کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ گھنشیامی نے بھی راجہ بدراج کے بیٹے کی پختگی کو محسوس کیا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی، پھر اس نے دھیمے اور ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود بدراج ہم نہیں چاہتے کہ بھرت نواس کا راجکمار کسی بڑی سزا کا شکار ہو، ہماری تو صرف یہ خواہش ہے کہ راجکمار کے من کو جو روگ لگ گیا ہے وہ دور ہو جائے اس کے علاوہ ہم اور کچھ نہیں چاہتے۔"

"میں اس روگ کو دور کرنے کی کوشش کروں گا گھنشیامی مہاراج اور اگر اسے دور نہ کر سکا تو پھر راجکمار کو ہی موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔"

"نہیں نہیں۔ میں یہ دوسرا وعدہ لینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"کیوں گھنشیامی داس جی؟"

"مہاراجکمار نندراج آئندہ کا ہونے والا راجہ ہے لیکن اس سے تک جب تک اس کے من میں سے یہ خیال نہ نکل جائے ہم اسے قید ہی رکھیں گے۔" گھنشیامی نے کہا اور بدراج بھی خاموش ہوگیا۔

نندراج نے قید کی یہ سزا قبول کر لی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے اس فیصلے کو سُنا تھا۔ پھر راجہ بدراج کے حکم سے سپاہی نندراج کو وہاں سے لے گئے اور دربار برخاست ہوگیا۔

نندراج کی قید کے بارے میں سپاہیوں کو احکامات دے دیئے گئے تھے، چنانچہ وہ نندراج کو لے کر آبادی سے دور اس قید خانے کی جانب چل پڑے جو بہت مضبوط تھا اور لمبی سزا کے قیدیوں کے لئے بنایا گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد پتھروں کے اس قید خانے میں نندراج کو قید کر دیا گیا۔

نندراج کو ابھی اس قید کی کوئی پرواہ نہیں تھی، اس کے ذہن میں جو گھٹن گئی تھی سو گھٹن گئی تھی اور اب وہ اس بات کو اپنے ذہن سے جُدا کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ سب سے بڑی خوشی تو اسے یہ تھی کہ وہ چمپا کلی کی برادری کے حق کے لئے لڑ رہا ہے اور یہ بات چمپا کلی ہی کی نہیں تھی، بلکہ یہ خیال تو اس کے دل میں اس دن سے پیدا ہوگیا تھا جب اس کی گاڑی کے سامنے وہ اچھوت بچہ آگیا تھا۔ اور اسے اس جرم کی بنا پر وہ بیدردی سے قتل کر دیا گیا تھا۔ معصوم بچے کا یہ جرم اتنا سنگین تو نہیں تھا کہ جرم کی سزا کے طور پر اسے گھوڑوں کے سموں سے کچل دیا جاتا۔ جرم کی تلافی بھی تو کی جا سکتی تھی۔ لیکن ذاتوں کی تقسیم نے اس اچھوت بچے سے اس کی جان لے لی تھی۔ یہ بیدردی اچھی بات تو نہیں تھی۔ اپنے جیسے انسانوں پر ظلم ڈھانا اچھی بات تو نہیں ہے۔ آخر غریبوں سے کم ذاتوں سے ان کے زندہ رہنے کا حق کیوں چھین لیا گیا ہے۔ اگر دیوی یا دیوتاؤں کے نام کے ساتھ ایک احترام کا احساس پیدا ہوتا ہے تو یہ بڑی عجیب بات ہے کہ دیوی اور دیوتاؤں نے انسانوں کو انہی نسلوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اپنے ہی ماننے والوں کو اپنے ہی ماننے والوں پر اس قدر حاوی کر دیا کہ وہ ان کا جینا دوبھر کر دیں، یہ ساری باتیں... نندراج کے ذہن میں آتی تھیں اور وہ سوچنے لگتا تھا کہ دیوی دیوتاؤں کا یہ فیصلہ کم از کم غلط ہے کہ انسان اس طرح تفریق ہو جائیں۔

اسے قید ہوئے دوسرا دن تھا جب درشنی اس کے پاس آئی۔ درشنی کی حالت بے حد خراب تھی۔ اس کی آنکھیں رونے سے سوج گئی تھیں۔ اس نے شکوہ بھری نگاہوں سے نندراج کو دیکھا اور نندراج نے نگاہیں جھکا لیں۔

شرمندہ تو وہ بھی تھا لیکن کیا کرتا۔ جس عزم کو لے کر وہ چلا تھا اس سے اب روگردانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ حقدار کو اس کا حق ملے۔

درشنی نے شکایت بھری نظروں سے بیٹے کو دیکھا اور پھر بولی "یہ کیسے ہو نندراج۔" اس کا لہجہ ٹوٹا ٹوٹا سا تھا۔

"ٹھیک ہوں ماتا جی۔"

"نندراج میرے بیٹے، میرے بچے تو نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا۔ تو نے مجھے اپنے پتا کے سامنے ذلیل کیوں کروایا؟" درشنی نے آنسو بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ماتا جی۔ ماتا جی مجھے افسوس ہے ماتا جی۔" نندراج نے جواب دیا۔

"لیکن بیٹے کیا حاصل ایسی حرکتوں سے۔ کیا فائدہ ایسے روگ پالنے سے۔ یہ برہمن کبھی تیری نہ سنیں گے، تیرے پتا جی بھی مشکلات کا شکار ہو جائیں گے اور تو قید میں بڑا سختیاں جھیلتا رہے گا۔"

"کچھ بھی ہو جائے ماتا جی۔ اب میں کسی بات کی پرواہ نہیں کروں گا۔ یہ میرا عزم ہے۔ یہ میرا عہد ہے۔ میں اچھوتوں کو ان کا حق دلا کر رہوں گا۔ میں نے بھرے دربار میں ڈنکے کی چوٹ پر یہ بات کہہ دی ہے کہ میں اپنے موقف سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ آپ سے جھوٹ بھی میں نے اسی لئے بولا تھا کہ میں چاہتا تھا کہ بھرے دربار میں یہ بات سب کے سامنے کہہ دوں، سو میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ اور اس کے لئے ماتا جی میں آپ کے سامنے شرمندہ ہوں۔"

"لیکن راجہ بدراج کا فیصلہ سُن لیا تم نے؟" درشنی نے غمزدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ماتا جی سُن لیا ہے اور اچھی طرح سُن لیا ہے۔"

"تو پھر اب کیا خیال ہے؟"

"کس بارے میں ماتا جی؟"

"یہ روگ پالے رہو گے یا اس سے باز آ جاؤ گے؟"

"ماتا جی میں کئی بار کہہ چکا ہوں اور آخری بار کہہ رہا ہوں، ٹھوس اور مضبوط لہجے میں کہ میں اچھوتوں کی ہمدردی سے باز نہیں آؤں گا۔ انہیں ان کا حق دلا کر رہوں گا۔ میرے نزدیک ذات

بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔"

"چاہے اس کے لئے تمہیں اپنی جان سے جانا پڑے نندراج۔"

"ہاں ماتا جی، جان کیا حیثیت رکھتی ہے میرے اس عزم کے سامنے۔ آپ سمجھ لیں نندراج مر چکا ہے۔ اب تو صرف نندراج کا عزم۔ نندراج کا عہد اور نندراج کا اچھوتوں سے وہ وعدہ جو اس نے اچھوتوں سے کیا تھا کہ انہیں ہر صورت میں ان کا حق ملے گا زندہ ہے۔ اب نندراج کو صرف اور صرف اس وعدے کو پورا کرنا ہے تاکہ وہ اچھوتوں کے سامنے سرخرو ہو سکے۔ وہ غریب لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ایک راجکمار نے ان سے وعدہ بھی کیا تو اسے پورا نہ کیا۔ باقی رہے پتا جی تو ان کا کیا ہے وہ مجھے جو سزا چاہیں دے لیں۔ میں ان کی کسی سزا سے نہیں ڈرتا، مجھے نہ تو جسمانی سزا کا خوف ہے اور نہ ہی کسی اور سزا کا۔ راجہ بدراج کا فیصلہ بھی ذہنیت ہے۔ ظاہر ہے راجہ بدراج اس بات کو کیسے تسلیم کر سکتے ہیں۔"

"نندراج۔ نندراج باز آجاؤ۔ باز آجاؤ اپنی اس فضول حرکت سے۔ میں تمہاری ماتا ہوں، تمہیں چاہتی ہوں، تم سے پیار کرتی ہوں، سوچو تو سہی تمہاری اس حرکت سے مجھے کتنا دکھ ہوگا۔ تم میری اکلوتی اولاد ہو۔ میں تمہیں اس قید خانے میں نہیں دیکھ سکتی، تم کیوں ایک فضول بات کو اپنے من کا روگ بنا رہے ہو۔ نندراج آکاش و زمین کبھی ایک نہیں ہوتے اور کبھی ایک نہیں ہو سکیں گے۔"

رانی درشنی سسکنے لگی، اور نندراج نے اپنا رُخ دوسری طرف کر لیا۔ وہ اپنی ماں کے احساسات سے باخبر تھا اور سمجھتا تھا کہ اس کی ماتا جی واقعی اس کے لئے آزردہ ہے، لیکن وہ بھی کیا کرتا۔ وہ خود بھی مجبور تھا آخر یہ اونچ نیچ ختم کیوں نہیں ہو جاتی۔ راجہ بدراج اپنے خیال میں تبدیلی پیدا کر کے اچھوتوں کو کم از کم اس قدر حقوق دے دیتا کہ وہ بھی اپنے طور پر عزت کی زندگی گزار سکتے تو کیا حرج تھا۔ لیکن اگر راجہ مان بھی جاتا تو گھنشیامی داس کبھی نہ مانتا۔ وہ اپنے خیالات میں اس قدر کٹر تھا بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ برہمنوں کے ان تمام حقوق کا محافظ جو صدیوں سے چلے آرہے ہیں، اور اس وقت گھنشیامی ہی نندراج کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔

بہرحال قید کے لمحات آہستہ آہستہ گزر رہے تھے۔ اسے یہاں رہنے میں کوئی دشواری نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ چمپا کلی کی یاد اس کے دل میں آہستہ آہستہ چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ وہ چمپا کلی کے بارے میں سوچتا کہ وہ اپنے نندراج کے بارے میں کیا سوچ رہی ہوگی۔ کم از کم اسے یہ باتیں تو معلوم ہوں گی ہی کہ نندراج نے اچھوتوں کی بہتری اور برتری کے لئے ہر قسم کی سزا قبول کر لی ہے۔ اس طرح اگر چمپا کلی کا قرب نہ سہی تو کم از کم اس کی عقیدت اور اس کا پیار ضرور نندراج کے پاس موجود تھا اور نندراج کو فی الحال اسی پر قناعت کرنا تھی۔

غالباً یہ اس کی قید کی تیسری رات تھی، اس دن صبح سے آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ سرد ہواؤں نے قید خانے کی پتھریلی دیواروں اور زمین کو خوب ٹھنڈا کر دیا تھا۔ نندراج کے آرام کے لئے گو یہاں بہت اچھا بندوبست کیا گیا تھا لیکن نندراج کو ان تمام چیزوں کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ وہ قید کی ان صعوبتوں کو اپنے لئے نعمت سمجھتا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق جب قید میں ہی زندگی گزارنا تھی تو پھر یہ آرام کیسا۔ وہ اس وقت بھی زمین پر لیٹا چمپا کلی کی یاد میں کھویا ہوا تھا کہ دفعتاً باہر سے شور کی آوازیں بلند ہوئیں اور وہ چونک پڑا۔

پہلے یہ شور ہلکا ہلکا تھا نندراج نے سوچا شائد بارش شروع ہوگئی ہے لیکن اس شور میں انسانی آوازیں بھی شامل تھیں، چیخیں، کراہیں اور دہشت سے بھرپور آوازیں۔ وہ چونک کر اٹھ گیا۔ یہ کیا ہوا۔! اس نے سوچا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اب آوازوں کے ساتھ ساتھ تلواروں کی جھنا جھن بھی سُنائی دینے لگی تھی۔ اور نندراج کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ باہر کوئی ہنگامہ کارزار برپا ہے لیکن کیوں۔ ؟ کیوں۔ ! وہ کون لوگ ہیں اور کیوں لڑ رہے ہیں۔ شاید محافظوں میں آپس میں کوئی بات ہوگئی ہے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور سلاخوں والے دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ باہر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی کوئی چیز دکھائی نہ دے رہی تھی۔ البتہ یہاں آنے سے شور کی آوازیں اور زیادہ بلند ہوگئیں۔ پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی سُنائی دینے لگیں جو پتھروں میں گونج رہی تھیں اور اس کے بعد روشنیاں لہرائی نظر آئیں۔

یہ مشعلیں تھیں جو انسانی ہاتھوں میں تھیں مشعل بردار دوڑتے ہوئے اس طرف آرہے تھے جہاں نندراج موجود تھا اور نندراج سلاخوں والے دروازے کے پاس سے پیچھے ہٹ گیا۔ تب کوئی بُری طرح سلاخوں والے دروازے سے ٹکرایا اور ایک بھاری آواز گونجی۔

"کھولو اسے کھولو۔"

"میرے پاس۔ مم میرے پاس چابیاں نہیں ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ میں کہتا ہوں اسے کھولو۔"
"م مگر سرکار۔ سرکار۔ سرکار۔"
"سرکار کے بچے کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرا چہرہ آگ سے جلا دوں۔"
"س سس سرکار۔ ن نہیں۔ م مگر میرے پاس چابیاں نہیں ہیں۔"
"میں کہتا ہوں دروازہ کھول دے۔" خوفناک غراہٹ ابھری۔
"سس سرکار بھگوان کی سوگند میرے پاس چابیاں نہیں ہیں، میں جھوٹ نہیں بول رہا۔"
"تو پھر کس کے پاس ہیں چابیاں؟"
"گوجر ناتھ کے پاس۔"
"کون ہے یہ گوجر ناتھ کا بچہ۔"
"قید خانے کا محافظ سرکار۔"
"کہاں ہے وہ؟"
"یہیں کہیں ہوگا سرکار۔"
"جا اور اسے جا کر تلاش کر کے لا۔ اور سن کہیں غائب مت ہو جانا۔ اگر تو نے بھاگنے کی یا نکلنے کی کوشش کی تو یاد رکھ میرے ایک اشارے پر تیری گردن کاٹ کر تیرے قدموں میں رکھ دی جائے گی۔"
"ن نہیں سرکار، میں نہیں بھاگوں گا۔"
"جا جلدی کر زیادہ سمے نہیں ہے میرے پاس۔"
"اچھا سرکار میں ابھی اسے تلاش کر کے لاتا ہوں۔" کانپتا ہوا آدمی باہر نکل گیا۔ نند راج یہ ساری گفتگو سن رہا تھا اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیلے ہوتے تھے۔
"یہ کون لوگ ہیں۔ شاید اس کے ہمدرد۔ اسے یہاں سے نکال کر لے جانے والے۔ ایک لمحے کے لئے نند راج نے ان کے بارے میں سوچا اور پھر فیصلہ کر لیا کہ اگر قید خانے سے باہر نکلنے کا موقع ملا تو وہ اسے ہاتھ سے نہیں جانے دیگا اور اگر یہ قید سے رہا کرنے والے واقعی اس کے ہمدرد اور اس کے عقیدتمند ہوئے تو وہ سب سے پہلی بات ان سے یہی کہے گا کہ اسے چمپا کلی سے ملا دیا جائے۔
جس شخص کو چابیاں لینے کے لئے دوڑایا گیا تھا اس میں شاید اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ حکم دینے والے کی حکم عدولی کر سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چابیوں کا گچھا لئے ہوئے وہاں پہنچ گیا۔
"گوجر ناتھ تو مارا گیا سرکار۔ میں اس کے لباس سے چابیوں کا یہ گچھا نکال لایا ہوں۔"
"بڑا اچھا کیا تم نے۔ تم مارے جانے سے بچ گئے۔" بھاری آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی قید خانے کا دروازہ کھل گیا۔ مشعلوں کی روشنی قید خانے میں در آئی اور نند راج کو دیکھ لیا گیا۔
آنے والا ایک تنومند شخص تھا جس کا چہرہ رات کی تاریکی میں صاف نظر آ رہا تھا۔ رات کی تاریکی میں اس کے دھندلے دھندلے نقوش نمایاں ہو گئے تھے۔ لیکن نند راج اسے نہیں پہچانتا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے ایک زوردار نعرہ لگایا۔
"بولو بولو۔ نند راج کی۔ جے۔" باہر سے آواز آئی اور پھر نند راج کی جے جے کار گونجتی رہی۔ مشعل بردار نے مشعل نند راج کی طرف کی اور پھر نند راج کو دیکھتا ہوا بولا۔
"جے مہاراج کی۔ ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔"
"کون ہو تم؟"
"آپ کے سیوک آپ کے داس۔"
"کیا نام ہے تمہارا؟"
"ارجن کہتے ہیں مجھے بھیل ارجن۔"
"بھیل ارجن۔" نند راج الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔
"جی مہاراج بھیل ارجن۔" آنے والے نے جواب دیا۔
"بہت نام تو میں نے سنا ہوا ہے تمہارا۔"
"سنا ہوگا مہاراج۔" ارجن نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔
"کیا اچھوتوں کی بستی سے آئے ہو۔"
"جی مہاراج۔"
"اوہ سمجھا۔ تو تم مجھے راجہ بدراج سے آزاد کرانے آئے ہو۔"
"جی مہاراج۔ اور آپ جلدی چلیئے۔ آپ کے سارے داس باہر آپ کے منتظر ہیں۔ آپ نے میرا نام سنا ہو یا نہ سنا ہو۔ میں آپ کو صرف اتنی سی بات بتا دینا چاہتا ہوں کہ بھیل ارجن ان لوگوں میں سے ہے جو آپ کے اشارے پر اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ کر آپ کے حوالے کر سکتے ہیں۔"
"میں تمہارا شکر گزار ہوں ارجن، چلو میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔" نند راج نے کہا اور ارجن نے گردن جھکا دی۔ اس نے مشعل اٹھائی اور نند راج کے ساتھ قید خانے سے باہر نکل آیا۔ راستے میں جگہ جگہ محافظوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جنہیں پھلانگتا ہوا نند راج بالآخر کھلی فضا میں آ گیا۔
بادل گرج رہے تھے بجلی چمک رہی تھی لیکن ابھی بارش

شروع نہیں ہوئی تھی۔ باہر بہت سے گھوڑے موجود تھے۔ جو تاریکی میں ہنہنا رہے تھے۔ بہت سی مشعلیں کبھی روشن تھیں اور مشعلوں کی روشنی میں وہ لوگ عجیب محسوس ہو رہے تھے۔ پھر انہوں نے نند راج کو ایک گھوڑا پیش کیا اور نند راج گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ پھر بھیل ارجن اس گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے وہاں سے آگے بڑھنے لگا۔
"کہاں جا رہے ہو ارجن۔"
"دریا پار۔"
"اچھوتوں کی بستی کی جانب۔" نند راج نے خوش ہو کر پوچھا۔
"ہاں مہاراج۔"
"ٹھیک ہے اگر تم مجھ سے پوچھتے کہ میں کہاں چلوں گا تو میں وہیں کی فرمائش کرتا۔"
"مجھے معلوم ہے مہاراج۔" بھیل ارجن نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیا معلوم ہے؟"
"یہی کہ آپ کے من میں کیا ہے؟"
"واہ۔ بھلا تمہیں میرے من کی بات کیسے معلوم؟"
"من کی بات۔" بھیل ارجن تاریکی میں مسکرایا یہ مسکراہٹ اس کی آواز سے بھی نمایاں تھی۔ نند راج مہاراج آپ کے من کی بات بھلا کون نہیں جانتا۔ میں نے بھرے دربار میں آپ کی آواز سنی ہے، وہ آواز جس سے سچائی پھوٹ رہی تھی۔ وہ آواز جس میں کوئی لاگ لپیٹ نہیں تھی۔ اور اس آواز نے مہاراج میرے خون کو اس قدر گرما دیا ہے کہ بھگوان کی سوگند میں آپ سے بیان نہیں کر سکتا۔ نند راج مہاراج آپ مہان ہیں آپ بہت مہان ہیں۔" بھیل ارجن نے جذباتی انداز میں کہا اور نند راج نے گہری سانس لی۔
تو وہ اس آواز کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ نند راج تو کسی اور ہی غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے خاموشی اختیار کر لی۔
تھوڑی دیر تک گھوڑے خاموشی سے دریا کی جانب بڑھتے رہے نجانے یہاں سے دریا کا کتنا فاصلہ تھا۔ نند راج کو اس کا اندازہ نہیں تھا لیکن بھیل ارجن اس راستے سے خوب واقف تھا اور اپنے ساتھیوں کے درمیان وہ نہایت اطمینان سے رات کا یہ سفر طے کر رہے تھے۔ خطرہ تھا تو صرف بارش کا کہ بارش نہ ہو جائے۔ حالانکہ یہ لوگ موم کے تو بنے ہوئے نہیں تھے کہ بارش سے گھل جاتے لیکن بھیل ارجن کے دل میں بس یہ احساس تھا کہ راجکمار کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ لیکن بادل گرجتے رہے۔ یہ وہ بادل تھے جو برستے نہیں۔ یوں وہ لوگ اپنا سفر طے کرتے رہے۔ کافی دور چلنے کے بعد نند راج نے پوچھا۔
"ارجن تم نے اپنے بارے میں مجھے تفصیل سے کچھ نہیں بتایا۔"
"مہاراج نے شاید میرا نام سنا ہو عرف عام میں، میں ڈاکو کہلاتا ہوں مگر مہاراج کی ریاست کا نہیں بلکہ پڑوس کی ایک ریاست کا۔"
"اوہ ہاں مجھے یاد آ گیا۔" بھیل ارجن۔ "ہاں تم تو ڈاکو کے نام سے مشہور ہو۔"
"ہاں مہاراج۔ اور آپ کو میرے ڈاکو ہونے کی وجہ بھی معلوم ہوگی۔"
"ہاں شاید تم نے اچھوتوں کے خلاف کوئی مہم چلائی ہے۔"
"جی مہاراج۔ اچھوت ہونے کے ناطے میرے اوپر ظلم و ستم کے وہ پہاڑ توڑے گئے کہ بالآخر مجھے پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی۔"
"بھیل ارجن تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ یوں بھی تم اس وقت میرے داہنے بازو کی حیثیت رکھتے ہو۔"
"اور آپ ہمارے سر کے تاج ہیں مہاراج۔ آپ نے ایک اعلیٰ ذات کے فرد ہونے کے باوجود ہم اچھوتوں کے لیے ہمارے حقوق کے لئے جو آواز اٹھائی ہے میرا خیال ہے کوئی بھی اچھوت اسے جیون بھر نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ہم میں سے کوئی اسے فراموش نہیں کر سکتا۔"
"یہ میرے دل کی آواز تھی ارجن، اس میں میں نے کسی پر احسان نہیں کیا۔"
"آپ نے اچھوتوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے مہاراج، اچھوت اس بات کو کبھی نہیں بھول سکیں گے۔" بھیل ارجن نے عقیدتمندی سے کہا۔
"اچھا یہ بتاؤ ارجن دریا پار تم رہتے کہاں ہو؟"
"ابھی تو کہیں نہیں سرکار میرے آدمی قرب و جوار میں چھپے ہوئے ہیں اور میں گوپی ناتھ کے ہاں ہوں۔"
"کس کے ہاں۔" نند راج چونک پڑا۔
"گوپی ناتھ جی۔ آپ کے سیوک آپ کے داس، وہ آپ کو بہت چاہتے ہیں مہاراج۔"
"اوہ نہیں وہ میرے بزرگ ہیں۔ تو اب کیا تم انہی کے ہاں چلو گے۔"

"ہاں مہاراج۔"

"پہلے بھی تم انہی کے ہاں تھے؟"

"جی مہاراج کچھ وقت میں نے ان کے ہاں گزارا تھا پھر آپ کی تلاش میں دریا پار آ گیا۔"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔" نندراج کی آواز خوشی سے کانپنے لگی۔ اسے بہت بڑی دولت مل رہی تھی جبکہ تھوڑی دیر پہلے وہ مایوسی کی تصویر بنا پتھریلی زمین پر بیٹھا نجانے کیا کیا سوچ رہا تھا، اور سمجھ رہا تھا کہ پتہ نہیں اب جیون بھر چمپاکلی سے ملنا نصیب ہو یا نہیں۔ لیکن اب تقدیر اسے چمپاکلی کے پاس لئے جا رہی تھی، اتنی جلدی کیسی کایا پلٹ ہوئی تھی۔ اس نے خوشی سے سوچا اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے گھوڑے دریا میں اتر رہے تھے۔

دریا عبور کرنے کے بعد ارجن نے اپنے ساتھیوں کو بستی میں بکھر جانے کے لئے کہا اور خود نندراج کو ساتھ لے کر گوپی ناتھ کے مکان کی جانب چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ گوپی ناتھ کا دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے۔

اندر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد گوپی ناتھ نے دروازہ کھول دیا ان کے ہاتھ میں دیا جل رہا تھا۔ انہوں نے دیا باہر کر کے آنے والوں کی شکلیں دیکھیں اور نندراج کو پہچان کر ان کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"مم مہاراج ۔ مہاراج ۔ راجکمار ۔ میرے راجکمار ۔" وہ بے اختیار بولے اور دیا ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ نندراج گھوڑے سے نیچے اتر آیا تھا۔ نیچے اتر کر وہ گوپی ناتھ کے گلے لگ گیا۔

"راجکمار ۔ میرے راجکمار ۔" گوپی ناتھ جی بڑی ہی گرمجوشی سے اسے بھینچتے ہوئے کہا۔ اور ان دونوں کے پیچھے بھیل ارجن کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"یہ کون ہے؟"

"بھول گئے اپنے ارجن کو گوپی ناتھ جی۔"

"ارے ارجن آؤ۔ آؤ ارجن۔" گوپی ناتھ نے ارجن کا ہاتھ پکڑ لیا پھر بولے۔ "لاؤ تمہارے گھوڑے باندھ دوں۔ مم مگر نندراج جی آپ کو آزادی کیسے مل گئی۔" گوپی ناتھ نے بدحواسی کے انداز میں کہا اور نندراج مسکرانے لگا۔

"آپ پہلے ایک کام کریں مہاراج۔ گھوڑے باندھ دیں اس کے بعد اندر آ کر بیٹھیں پھر باتیں کریں گے۔"

"ارے ہاں ہاں ابھی باندھ کر آتا ہوں۔ چلو تم لوگ اندر چلو۔ چمپاکلی کو اٹھا لینا بیٹا شاید سوئی ہوئی ہے۔" گوپی ناتھ نے کہا۔ اور پھر بیٹا کہنے پر آہستہ سے اپنی زبان دبالی۔ شدت جذبات سے وہ دیوانہ سا ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ اندر داخل ہو گئے۔ راجکمار نندراج کی آنکھیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ تب ہی اندر سے آواز آئی۔

"کون ہے بابا۔ کون ہے؟"

"باہر آؤ تو پتہ چلے کون ہے چمپاکلی۔" نندراج اس آواز کو سن کر اپنی مسرت دبا نہیں سکا تھا۔ اور اندر ایک دم خاموشی سی چھا گئی۔ پھر چمپاکلی اس طرح باہر نکلی جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے اور بے اختیار ہو کر راجکمار نندراج کے سینے سے چمٹ گئی، وہ سارا ماحول بھول چکی تھی، وہ یہ بھی بھول گئی تھی کہ پیچھے کوئی اور بھی کھڑا ہے۔ اس کے منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکل رہی تھیں جن کا کوئی مفہوم نہیں تھا۔ بس بھینچی بھینچی آوازیں تھیں۔ تبھی گوپی ناتھ بھی اندر داخل ہو گیا۔ اس نے یہ منظر دیکھ کر خاموشی سے گردن جھکالی اور پھر ارجن داس ہی بولا۔

"آؤ ارجن جی باتیں کریں گے۔" ارجن نے معنی خیز نگاہوں سے مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھا پھر گوپی ناتھ کو۔ اور اس کے بعد وہ دونوں بیٹھک میں چلے گئے۔ اس کے ہونٹوں پر ابھی تک مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"کیا یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے پریم کرتے ہیں گوپی ناتھ جی؟"

"اب تم سے کیا کہوں ارجن داس یہ بات سچ ہے بھگوان جانے راجکمار نندراج کہاں تک جانا چاہتے ہیں۔"

"نہیں مہاراج یہ بات مت کہو۔ یہ تو نندراج کے من کی سچائی کا ایک اور ثبوت ہے۔ انہوں نے سچ مچ اچھوتوں کو من سے اپنا مان لیا ہے اگر نہ مانتے تو بھلا کسی اچھوت کی بیٹی کو وہ اس طرح من میں بسا لیتے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔ لیکن میں تو ایک ہی بات کہتا ہوں، بھگوان جو کچھ کرے اچھا ہی کرے، رکھشا کرے ان دونوں کی۔ نجانے کیا ہوگا۔ نجانے کیا انجام ہوگا۔"

"کچھ نہیں ہوگا گوپی ناتھ جی۔ میں نندراج مہاراج کو قید سے نکال لایا ہوں۔"

"قید سے۔" گوپی ناتھ جی نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں مہاراج قید سے۔"

"اوہو۔ کل ہی تو یہ خبر اڑی تھی کہ نندراج مہاراج کو

قید کر لیا گیا ہے۔ مم مگر میں خود حیران تھا۔ پر تم نے کیا کیا ارجن داس۔" گوپی ناتھ نے کہا۔

"کچھ نہیں گوپی ناتھ جی۔ میں آپ کے پاس سے سیدھا دربار میں گیا جس وقت دربار پہنچا اس سمے دربار لگ چکا تھا۔ اور راجکمار نندراج جی مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے تھے۔ راجہ بدراج کو شاید یہ امید تھی کہ نندراج بھرے دربار میں اچھوتوں کی حمایت ترک کرنے کا اعلان کر دیں گے اور یہ کہیں گے کہ جو کچھ ہوا غلط فہمی کی وجہ سے ہوا۔ پر دربار کا رنگ اس سمے بدل گیا جب نندراج جی نے بھرے دربار میں اچھوتوں کی عزت بڑھائی۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انسان انسان سب برابر ہیں۔ مہاراج بدراج کا چہرہ پتھر کی طرح ساکت ہو گیا۔ انہوں نے نفرت و حقارت سے راجکمار کو دیکھا اور فیصلہ کر دیا کہ راجکمار کو قید کر دیا جائے۔ اگر راجکمار باز آ جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے اس جرم میں پھانسی دی جائے گی۔ مہاراج نندراج کو سپاہی قید خانے میں لے گئے اور بس میں اسی دن سے ان کی تاک میں لگ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ میں نے اپنے آدمی دریا پار پہنچائے۔ اور قید خانے کی طرف چل پڑا۔ قید خانے پہنچ کر میں نے تمام محافظوں کو ہلاک کر دیا اور نندراج مہاراج کو لے کر یہاں آ گیا۔"

"اوہ، تم نے محافظوں کو ہلاک کر دیا؟"

"ہاں۔"

"مم مگر۔ مگر۔" گوپی ناتھ جی کے چہرے پر تفکر کے آثار تھے۔

"مگر کیا؟"

"یہ اچھا نہیں ہوا ارجن۔"

"کیوں؟"

"میں یہ نہیں کہتا کہ نندراج جی کو رہا نہیں کرایا جانا چاہئے تھا۔ بھگوان کی سوگند اگر اس سلسلے میں میری جان بھی چلی جاتی تو اس سے بڑی خوشی میرے لئے اور کوئی نہیں ہوتی۔ مگر مگر کہیں دوسرے اچھوتوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

"نندراج جی سے بات کر لیتے ہیں۔ نندراج جی اگر چاہیں تو ایک آزاد حکومت کا اعلان کر سکتے ہیں، جس میں شودر ان کی رعایا ہوں گے۔"

"اوہ۔ مگر یہ بغاوت کہلائے گی۔"

"جو کچھ بھی کہلائے گوپی ناتھ جی، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ بغاوت تو ہونی ہی ہے اگر نندراج مہاراج جی اس میں قدم نہ اٹھاتے تو بھیل ارجن تو اپنی کوششوں میں لگا ہوا ہی تھا۔ یہ اب بڑی بات ہے کہ ہمارے ساتھ ایک اونچی ذات کا راجکمار بھی موجود ہے اور ہم اس کے نام کے ساتھ اپنے کام کا آغاز کر سکتے ہیں۔"

"ہوں۔" گوپی ناتھ جی کی گردن جھک گئی۔ اور ارجن پرخیال انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔

دوسری طرف چمپاکلی اور نندراج بیخودی کے عالم میں ایک دوسرے سے چپکے ہوئے تھے۔ چند ساعت کے بعد جب دونوں کو احساس ہوا تو وہ پانی پانی ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے قریب ہی ارجن داس اور گوپی ناتھ کھڑے ہوئے ہیں۔ نندراج نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ چمپاکلی بھی چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی اور پھر ان دونوں کو نہ پا کر وہ حیران ہو گئے۔

"ارے ارے یہ لوگ کہاں چلے گئے۔" نندراج بولا۔

"کون۔" چمپاکلی کی کانپتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"مم میرا مطلب ہے ارجن داس اور تمہارے پتا جی۔"

"پتہ نہیں۔" چمپاکلی نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا اور دونوں ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ بیٹھک میں دیئے کی لو لرزتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ نندراج آہستہ آہستہ اس جانب بڑھا۔ اندر دونوں کو محو گفتگو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر اس کی آنکھوں سے تشکر کے جذبات ابل پڑے۔

گوپی ناتھ جی کو کتنا اعتبار تھا اس کے اوپر۔ انہوں نے اپنی جوان بیٹی کو اس کی تحویل میں دے دیا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ چمپاکلی بھی متجسس نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی پھر اس نے پوچھا۔

"کیا۔ کیا وہ دونوں وہاں ہیں؟"

"ہاں بیٹھے ہوئے ہیں آرام سے باتیں کر رہے ہیں۔"

"اوہ۔" چمپاکلی کی آنکھوں میں شرم کے آثار پھوٹ پڑے پھر وہ متحیرانہ انداز میں نندراج کی طرف دیکھ کر بولی۔ "لیکن۔ لیکن نندراج تم۔ تم۔"

"ہاں چمپاکلی میں تمہارے پاس آ گیا۔"

"مگر مگر میں نے تو کچھ اور سنا تھا۔"

"یہی نا کہ تمہارا نندراج قید کر دیا گیا۔"

"ہاں۔"

"اچھا چمپاکلی کیا تم مجھے یاد کر رہی تھیں؟"

"ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو نندراج۔"

"کیوں"؟

"تم خود نہیں سوچ سکے کیا تم مجھے یاد نہیں کر رہے تھے؟"

"بہت زیادہ۔ بھگوان کی سوگند بہت زیادہ۔"

"اور میں تم سے زیادہ تمہیں یاد کر رہی تھی۔ جتنی بڑی پراتھنا میں کی تھی میں نے تمہارے لئے۔ میں نے کہا تھا دیکھو بھگوان ہمارا مندر تو نہیں ہے مگر تم ہمارے مندر میں تو ہو۔ ہمارے نندراج جی کو۔۔۔ آزادی دلادو۔ میں نے بڑی سے پراتھنا کی تھی تمہارے لئے۔ اور پھر میرے من نے کہا تھا کہ تیرا نندراج ضرور آزاد ہو جائے گا۔"

"تیرے من نے کہا تھا۔"

"ہاں۔"

"تو پھر شاید یہ تمہارے من کی ہی پکار تھی جس نے مجھے آزادی دلادی۔" نندراج مسکراتا ہوا بولا۔

"نندراج تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں دی گئی۔"

"نہیں۔ جب تم بھگوان سے میرے لئے پراتھنا کر رہی تھیں تو پھر مجھے بھلا کون تکلیف دے سکتا تھا۔"

"تم نے نندراج ہمارے لئے راج پاٹ اپنے ماتا پتا سب کو چھوڑ دیا۔"

"ہاں چمپا کلی میں نے تمہارے لئے یہ راج پاٹ چھوڑ دیا ہے۔ مگر تم تم یہ سوال کیوں کر رہی ہو۔"

"نندراج تم نے بڑا احسان کیا ہم پر۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ تم راج پاٹ کی بات کر رہی ہو۔ بھگوان کی سوگند اگر تم مجھے ایک اشارہ کرو تو میں تمہارے لئے یہ سنسار بھی چھوڑ سکتا ہوں۔"

"اتنا پریم کرتے ہو مجھ سے۔"

"ہاں۔"

"لیکن نندراج ایک بات کہوں۔"

"ہاں کہو۔"

"میں اس سے بھی زیادہ پریم کرتی ہوں تم سے۔"

اچھا۔" نندراج مسکرانے لگا۔

"تم یہ بتاؤ سنسار چھوڑنے سے منش کو کوئی تکلیف ہوتی ہے۔"

"نہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی اگر سنسار کسی کے لئے چھوڑا جاتے تو۔" نندراج نے جواب دیا۔

"اچھا تو پھر یہ بتاؤ آنکھوں کی روشنی کسی کو دیدی جائے تو کیا مطلب۔؟"

"منش اندھا ہو کر تو سکھی نہیں رہ سکتا۔"

"ہاں بالکل نہیں رہ سکتا۔"

"مر جائے تو دوسری بات ہے ہے نا۔" چمپا کلی بولی۔

"ہاں بالکل ٹھیک کہتی ہو۔"

"تو بھگوان کی قسم میں تمہیں اپنی آنکھوں کی روشنی دے سکتی ہوں۔ میں اندھی بن کر تمہیں یاد کر سکتی ہوں۔"

"بھگوان نہ کرے۔" نندراج نے مسکرا کر اس کے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ دیا۔ اور چمپا کلی نے اس کا ہاتھ چوم لیا۔

"نندراج دعا کرو بھگوان ہم دونوں کو موت کے بعد بھی ایک دوسرے سے جدا نہ کرے۔"

"میری بھگوان سے یہی دعا ہے چمپا کلی۔"

"سنو نندراج اگر میں ماری گئی تو جنم جنم تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔"

"میں بھی چمپا کلی۔" نندراج نے جواب دیا۔

"اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہیں رہا کس نے کرایا۔"

"اس شخص نے جس کا نام ارجن ہے۔"

"اوہ۔ میں اس کے بھی چرن چھو لوں گی۔ وہ۔ وہ میرا بڑا بھائی ہے اس نے میرے نندراج کو قید سے رہائی دلائی ہے۔ مگر نندراج تمہارے پتا جی تمہاری بات نہیں مانے۔"

"ہاں چمپا کلی مسند گرا دیا گیا۔ اور میرا پتا جی سے ہمیشہ کے لئے ناطہ ختم ہو گیا۔"

"اب تم ان کے پاس کبھی نہیں جاؤ گے نندراج۔"

"نہیں کبھی نہیں جاؤں گا۔"

"یہاں رہو گے۔؟"

"ممکن ہے چمپا کلی مجھے یہاں رہنا بھی نصیب نہ ہو سکے۔"

"کیوں۔"؟

"اس لئے کہ بدراج جی اب میرے دشمن ہو جائیں گے جب انہیں یہ بات معلوم ہوگی کہ میں قید خانے سے بھاگ گیا ہوں تو وہ مجھے باغی قرار دیدیں گے۔ لیکن کوئی بات نہیں ہے چمپا کلی میں ان سے جنگ کروں گا اور اچھوتوں کا حق ان سے لے کر رہوں گا۔"

"تو تم اپنے پتا سے جنگ کرو گے۔"

"ہاں۔ میرا اب کوئی پتا نہیں ہے۔ تم ہی لوگ میرے سب کچھ ہو۔ گوپی ناتھ جی میرے پتا جیں اور تم میرا جیون ہو۔" نندراج نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور چمپا کلی اس کی باہنوں میں سمٹ آئی۔ دو جیون یکجا ہو گئے تھے۔ اور کمرے میں بیٹھے

ہوئے گوپی ناتھ اور بھیل ارجن آپس میں محو گفتگو تھے۔

***

بدراج کا سکون غارت ہو چکا تھا۔ درشنی دن رات روتی رہتی تھی۔ دو دن سے اس نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ بہت بری حالت تھی اس کی۔ وہ بدراج سے یہی کہہ رہی تھی کہ لعنت ہے ایسی گدی پر اور ایسے راج پاٹ پر۔ جس سے ہم اپنی اولاد کو بھی سکون نہ دے سکیں۔ بدراج اس سے کافی گفتگو کر چکا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ "درشنی نندراج نے وہ کام کیا ہے جو کبھی کسی نے نہیں کیا۔ صدیوں میں کسی نے نہیں کیا۔ اگر کوئی چھوٹا جرم ہوتا تو راجہ کی حیثیت سے میں اسے سزا بھی نہیں دیتا لیکن اب ایسا ہے کہ اگر میں نے اس کی پردہ پوشی کی اور کسی طور اس سے آنکھ چرائی تو یہ راج گدی بھی ہمارے پاس نہ رہ سکے گی اور میں نہیں جانتا کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو۔"

"راج گدی جائے بھاڑ میں، مجھے نہیں چاہیئے مجھے میرا بیٹا دے دو۔ میں اپنے نندراج کو لے کر کہیں دور چلی جاؤں گی، ہم کبھی تمہارے پاس نہیں آئیں گے۔ ہم دونوں ماں بیٹے کو یہاں سے نکل جانے دو۔"

"اور میں کیا کروں گا درشنی۔" بدراج نے پریشانی سے پوچھا۔

"تم۔ تم راجہ ہو بدراج مہاراج اور راجہ دل کی آنکھوں سے نہیں دیکھتے بلکہ عقل کی آنکھوں سے دیکھتے اور سوچتے ہیں وہ اپنی راج گدی بچانے کے لئے اپنے بیٹوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں، لیکن میں ماں ہوں اور مجھے راج گدی نہیں چاہیئے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو درشنی مجھے راج گدی نہیں چاہیئے، مجھے بھی کچھ نہیں چاہیئے۔ لیکن مجھے بتاؤ تو سہی میں کیا کروں۔ کیا میں گھنشیام داس کی دشمنی مول لے لوں۔"

"مردا دو اس بڈھے کو۔ ہمیں اس سے کیا لینا ہے۔"

"نہیں نہیں وہ بہت بڑے گیانی ہیں درشنی، ان کے بارے میں ایسی باتیں مت کرو۔ بھگوان نہ کرے ہم کسی آفت کا شکار نہ ہو جائیں۔"

"میں کسی گھنشیام کو نہیں مانتی، بس تم میرے نندراج کو اس قید خانے سے نکال کر میرے حوالے کر دو، ہم دونوں ماں بیٹے کو سرحدوں سے باہر نکال دو۔ ہم پھر کبھی یہاں نہیں آئیں گے۔"

"نہیں درشنی مجھے سوچنے دو۔ اس طرح پریشان مت کرو مجھے۔ میں کوئی ایسی ترکیب نکالنا چاہتا ہوں کہ نندراج میری کسی بات کو سمجھ کر ہی اس حرکت سے باز آ جائے۔ مجھے سوچنے دو درشنی، پریشان مت کرو۔"

"کب تک سوچو گے تم۔"

"بس دو چار دنوں میں کوئی فیصلہ کر لوں گا۔"

"اور ان دو چار دنوں میں میرا نندراج مجھ سے دور پتھروں کی قید میں رہے گا۔"

"ہاں اس کا وہاں رہنا ہی بہتر ہے۔ اگر وہ واپس آ گیا درشنی تو نہ جانے کیا ہو جائے گا۔" بدراج نے کہا اور درشنی سسکیاں لیتی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی۔

بدراج سخت پریشان تھا۔ آج نندراج کی قید کو چوتھا دن تھا۔ صبح ہوئی تھی۔ لیکن ان تینوں دنوں میں اس نے سکون کا ایک لمحہ بھی نہیں گزارا تھا۔ اس وقت بھی وہ اسی پریشانی میں تھا کہ باہر سے کسی کے آنے کی اطلاع ملی۔

"کون ہے۔"؟ بدراج نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"مہاراج منتری جی آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

"کیوں ملنے آئے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد تو میں دربار میں آنے ہی والا تھا۔"

"کوئی ضروری کام ہے مہاراج۔ وہ چاہتے ہیں فوراً آپ کے چرنوں میں آ جائیں۔"

"بھیج دو۔" بدراج نے کہا اور چند ساعت کے بعد منتری جی گھبرائے گھبرائے داخل ہوئے۔

"مہاراج غضب ہو گیا ہے۔"

"کیا ہوا۔"؟ بدراج نے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔

"نندراج جی قید خانے سے فرار ہو گئے۔"

"ایں۔" بدراج اچھل پڑا۔

"جی ہاں مہاراج وہ قید خانے سے فرار ہو گئے۔"

"کیسے۔"؟

"بھگوان جانے۔ باہر تقریباً بارہ یا تیرہ محافظ مرے پڑے ہیں۔"

"کیا کہا۔۔؟ بدراج کھڑا ہو گیا۔

راجہ بدراج کی آنکھوں میں حیرت کے شدید آثار تھے، کافی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا، لیکن کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ تب اس نے مہامنتری کی طرف دیکھا منتری جی سر جھکائے خاموش کھڑے تھے۔

"لیکن یہ ہوا کیسے منتری جی۔؟ یہ کیسے ہوا۔ کیسے فرار ہوگیا وہ، کس نے قتل کیا قید خانے کے محافظوں کو۔ کیا نندراج نے قید خانے میں بیٹھ کر ان سب کو مار ڈالا؟" راجہ بدراج غصیلے لہجے میں بولا۔

"بھگوان جانے مہاراج وہ کون تھا۔ مجھے تو کچھ اور ہی بات نظر آتی ہے۔"

"کیا نظر آتی ہے۔"؟

"سازش۔ کوئی سازش۔"

"کس نے کی یہ سازش۔"؟

"اچھوتوں نے صرف اچھوتوں نے مہاراج" مہامنتری نے کہا اور بدراج کا چہرہ تصویر حیرت بن گیا۔

"اچھوتوں نے کیا اچھوتوں کی اتنی ہمت ہوگئی کہ وہ راجہ بدراج کے قید خانے پر حملہ کر کے کسی قیدی کو نکال لیں۔"

"بھگوان جانے مہاراج۔ صدیوں سے تو ایسا نہیں ہوا۔ لیکن اب ایسا ہوگیا ہے جس کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔" مہامنتری نے کہا۔

"تم کیسے کہہ سکتے ہو مہامنتری کہ یہ کام اچھوتوں کا ہے" بدراج نے مہامنتری کو گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے مہاراج کیونکہ نندراج جی اچھوتوں کی حمایت کر رہے تھے۔" مہامنتری نے کہا اور بدراج کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"نہیں مہامنتری جی، اچھوتوں کے بارے میں یہ بات سوچنے سے پہلے ہمیں کچھ اور بھی سوچنا ہوگا۔"

"وہ کیا مہاراج۔"؟ مہامنتری جی ادب سے بولے۔

"تمہارے خیال میں کیا نندراج کا کوئی دوست نہیں ہے۔ کیا تمہارے خیال میں اس کے کوئی ایسے ساتھی نہیں ہوں گے جو کسی بھی طور اس کی قید یا موت برداشت نہیں کر سکتے ہوں گے۔"

"کیوں نہیں ہوں گے مہاراج۔"

"تو یہ کام ان کا بھی ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے مہاراج، مگر کسی کی یہ مجال نہیں کہ وہ پہرے داروں کو قتل کر دے کیونکہ اسے یہ احساس ضرور ہوگا کہ پہریداروں کی موت کا حساب ضرور طلب کیا جائے گا۔" مہامنتری نے دانش مندی سے کہا اور راجہ بدراج کا دل پھر ڈانوا ڈول ہونے لگا۔ اس کا من سخت پریشان تھا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر اچھوتوں نے نندراج کو قید خانے سے نکالا ہے تو پھر یہ تو ایک باقاعدہ جھگڑا چل جائے گا، اچھوتوں نے اگر اتنی ہمت کی ہے تو کسی بل بوتے پر کی ہوگی۔ ورنہ آج تک کبھی ان کی یہ مجال نہیں ہوئی کہ راج کے کاموں میں دخل دے سکیں یہ کون ہو سکتا ہے۔ اچھوت ہیں تو پھر کیا ان کے خلاف تلوار نہ اٹھانی پڑ جائے گی، اور اگر ان کے خلاف تلوار اٹھائی تو کیا نندراج ان کی مدافعت نہیں کرے گا۔ گویا اس طرح۔ اس طرح نندراج ایک باغی کی حیثیت سے سامنے آئے گا اور باغی کی سزا موت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتی۔

مہامنتری بدراج کے چہرے کو بغور دیکھ رہے تھے، جب بدراج کافی دیر تک کچھ نہ بولا۔ تو مہامنتری نے کہا۔

"مہاراج آپ کیا سوچ رہے ہیں۔"

"یہ سوال کرنے کی ضرورت رہ گئی ہے مہامنتری جی، کیا نندراج ہمارے لیے ایک بہت بڑا سوال بن کر نہیں رہ گیا ہے۔ ؟ کیا مہامنتری ہونے کی حیثیت سے آپ ہمیں صحیح راستہ نہیں دکھا سکتے۔"

"بھگوان کی سوگند مہاراج میری پران حاضر ہے آپ کے لیے۔ لیکن یہ معاملہ ہی اتنا الجھا ہوا ہے کہ خود میری سوچ بھی مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ بھلا یہ بتائیے کہ نندراج مہاراج کی بات کیسے مان لی جائے۔ اور اگر مان بھی لی جائے تو دوسری طرف گھنشیامی داس جی بھی ہیں۔ بدراج مہاراج آپ یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ گھنشیامی مہاراج آپ کے لیے کیسی فضا تیار کر رہے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ نندراج مہاراج کی بچکانہ ضد بہت انوکھی ہے۔ برہمن یا چھتری اپنی زندگی میں ان کی اس ضد کو کبھی پورا نہ ہونے دیں گے۔ لیکن اس کے باوجود گھنشیامی داس جی کو آپ کے خلاف ایسی مہم نہیں چلانی چاہیے تھی۔ وہ بڑے پجاری ہیں ہمارے سرپرست ہیں، سرپرست ہو کر انہیں کوئی صحیح راہ نکالنی چاہیے تھی تاکہ وہ آپ کے خلاف عجیب عجیب باتیں کر رہے ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہیں وہ۔" راجہ بدراج نے پوچھا۔

"ان کا کہنا ہے کہ بدراج کو چاہیے اپنے بیٹے کو موت کی سزا دے دے۔ اور اگر بدراج اپنے بیٹے کو موت کی سزا دینے پر تیار نہ ہو تو اسے گدی سے اتار دیا جائے۔"

"ہوں گھنشیامی جی یہ باتیں کر رہے ہیں"؟

"ہاں مہاراج۔"

"انہیں کسی نے ان باتوں سے نہیں روکا۔"

"انہیں کون روک سکتا ہے، آپ بتائیے۔ برہمنوں کے خلاف تو کوئی بھی ذرا سا بھی قدم اٹھانے کو تیار نہیں ہوگا۔ اس طرح ہم بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔"

"مجھے احساس ہے مجھے احساس ہے منتری جی، گھنشیامی جی بھی جو کچھ کر رہے ہیں اپنے دھرم کے جذبات سے مغلوب ہو کر کر رہے ہیں وہ نہ کسی کے بیٹے ہیں نہ کسی کے باپ۔ وہ کیا جانیں محبت کیا ہوتی ہے شفقت کسے کہتے ہیں انہیں تو صرف مندروں میں پتھروں کے سامنے اپنے گیان سے کام ہے۔"

"پھر بھی کوئی اُپائے سوچنا ہوگا مہاراج۔ آخر ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔"

"اس کے علاوہ اور کیا ہوگا منتری جی کہ اچھوتوں کی بستی کو گھیرے میں لے لیا جائے اور وہاں نندراج کو تلاش کیا جائے نندراج کو گرفتار کر کے پیش کرنا بے حد ضروری ہے۔"

"تو پھر کیا آگیا ہے مہاراج۔"

"یہی کیا جائے۔ یہی کیا جائے۔ راتوں رات دریا پار کر لو اور صبح ہی صبح اچھوتوں کی بستیوں کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لو۔ راستے اس طرح بند کر دو کہ کوئی نکل کر جانے نہ پائے۔ اور اس کے بعد صبح کی روشنی میں نندراج کو تلاش کرو۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے مہاراج۔ لیکن اس کے لئے سیناپتی کو حکم دینا ہوگا۔"

"تم سیناپتی کو ہمارے پاس بلا کر لاؤ" بدراج نے کہا اور مہامنتری نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ الٹے قدموں واپس چلا گیا۔

بدراج کی پریشانی عروج پر تھی، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ درشنی کو اگر بلا لیتا تو اس وقت وہی فضول قسم کی جذباتی باتیں سننے کو ملتیں۔ راج خطرے میں پڑ چکا تھا دھرم خطرے میں پڑ چکا تھا اور دونوں میں سے کوئی بھی چیز چھوڑے جانے کے قابل نہیں تھی۔ اور نہ ہی تیسری چیز چھوڑے جانے کے قابل تھی اور وہ تھا اس کا اپنا بیٹا نندراج۔"

بدراج سوچتا رہا لیکن کوئی صحیح فیصلہ نہ کر پایا۔ چنانچہ پریشانی سے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور اسی وقت مہامنتری جی سیناپتی کو لے کر اندر داخل ہوئے۔ سیناپتی نے گردن جھکائی اور تلوار نکال کر راجہ بدراج کے سامنے رکھ دی۔

بدراج نے گردن اٹھا کر انہیں دیکھا پھر بولے۔ "کیا خیال ہے سیناپتی، ہماری پریشانی مہامنتری نے تمہیں بتا دی ہوگی۔"

"جی مہاراج۔"

"تو پھر تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے۔"؟

"جو آگیا مہاراج کی۔" سیناپتی نے مودب لہجے میں کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے جاؤ۔ فوجیں لے جاؤ۔ اور رات کی تاریکی میں دریا پار کے اچھوتوں کی بستی کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لو۔ اس کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔"

"ایک آگیا لینا چاہتا ہوں مہاراج۔"

"ہاں ہاں کہو۔"

"اگر اچھوت ہمارے اس کام میں مداخلت کریں، اور مہاراج نندراج کو ہمارے حوالے کرنے پر تیار نہ ہوں تو کیا ان سے جنگ کی جائے۔" سیناپتی نے کہا۔ اور بدراج پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا مسئلہ الجھتا ہی جا رہا تھا۔ کافی دیر تک وہ اس بات کے پہلوؤں پر غور کرتا رہا۔ پھر ٹھوس لہجے میں بولا۔

"ہاں ان سے جنگ کی جائے کسی بھی قیمت پر اچھوتوں کو اتنی اجازت نہیں ملنی چاہیے کہ وہ برہمن یا چھتری کو آنکھ سے آنکھ ملا کر دیکھ سکیں۔ تم ان سے جنگ کر سکتے ہو اس سلسلے میں تم سے کوئی بازپرس نہیں کی جائے گی۔"

"اور اگر خود مہاراج نندراج بھی اس جھگڑے میں شریک ہو جائیں تو۔"

"تو بھی اسے گرفتار کیا جائے۔ اس وقت اس کے ساتھ کوئی رعایت ہمارے لیے سخت نقصان دہ ہوگی۔" بدراج نے کہا اور سیناپتی نے گردن جھکا دی۔

"تب پھر میں آگیا چاہتا ہوں مہاراج۔"

"ہم تمہارا انتظار کریں گے سیناپتی، اور اس خوشخبری کے منتظر رہیں گے۔"

"بھگوان ہم لوگوں کی رکھشا کرے۔" سیناپتی نے کہا اور بدراج سے آگیا لے کر مہامنتری کے ساتھ باہر نکل گیا۔

*

بھیل ارجن کامیابی سے اپنے علاقوں میں ڈاکہ زنی کر رہا تھا اور ریاست کے راجہ کو اس نے پریشان کر کے رکھ دیا تھا چنانچہ

وہ اتنا بیوقوف نہیں تھا کہ نند راج کو قید خانے سے اغوا کرنے کے بعد یہاں آکر سکون سے بیٹھ جاتا۔ اگر نند راج چمپا کلی سے ملنے کا خواہشمند ہوتا تو شاید وہ یہاں رُکتا بھی نہیں بلکہ پہاڑوں میں جاکر دم لیتا۔ لیکن اس نے اپنی ذہانت سے اندازہ لگا لیا تھا کہ نند راج چمپا کلی کو بے حد چاہتا ہے اور اس کے قُرب کا خواہشمند ہے۔

چنانچہ ارجن نے سوچا تھا کہ کچھ وقت یہاں گزار لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی معلوم کر لینا چاہتا تھا کہ نند راج کے فرار کے بعد راجہ بدراج کے کیا رنگ ہوتے ہیں۔ ارجن فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر راجہ بدراج نے اچھوتوں کے خلاف کوئی سخت قدم اٹھایا تو وہ اس کی مدافعت کرے گا۔ چنانچہ وہ منتظر تھا لیکن بے خبر نہیں تھا۔

ارجن کے آدمی چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے اور پل پل کی خبریں رکھ رہے تھے۔ دریا پار کے حالات کا نگاہ میں رکھنا ضروری تھا۔ چنانچہ ان میں بہت سے دریا کے قرب و جوار میں ٹیلوں کی آڑ میں چھپے بیٹھے دوسری طرف کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے اور ارجن کا خیال غلط نہ نکلا۔

ارجن کے ساتھیوں نے راجہ بدراج کی سیناؤں کے ایک بہت بڑے گروہ کو دریا میں اترتے دیکھا۔ سپاہی گھوڑوں پر سوار تھے اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ گو یہ رات کا آخری پہر تھا۔ مگر ہوشیار محافظوں نے سیناؤں کو اچھی طرح دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ فوری طور پر چند آدمی ارجن کی طرف دوڑا دیئے گئے۔

ارجن اس وقت گوپی ناتھ کے مکان میں گہری نیند سو رہا تھا جب وہ وہاں پہنچے۔ اگر کوئی اور وقت ہوتا تو شاید وہ ارجن کو جگانے کی کوشش نہ کرتے لیکن اس وقت اسے ہوشیار کرنا بہت ضروری تھا۔

چنانچہ چند ساعت کے بعد ارجن جاگ گیا۔ دروازہ گوپی ناتھ نے کھولا تھا۔ لیکن ارجن کے ساتھیوں کو دیکھ کر انہوں نے انہیں ارجن کے پاس پہنچا دیا۔ وہ خود بھی ان کے ساتھ ارجن کے پاس آگئے تھے۔

"مہاراج سمے آگیا ہے" ارجن کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔

"کیسا۔ کیسا سمے۔" ارجن جو ابھی نیند سے بیدار ہوا تھا آنکھیں ملتا ہوا بولا۔

"راجہ بدراج کی سینائیں دریا پار کر رہی ہیں۔"

"اوہ کیا وہ اس طرف آرہی ہیں۔"

"جی مہاراج۔"

"ہوں، کتنی دور ہیں ابھی وہ یہاں سے؟"

"ابھی ابھی وہ لوگ دریا میں اترے ہیں اور ظاہر ہے دریا پار کرنے میں کچھ وقت تو لگے گا۔"

"گویا بدراج اچھوتوں کی بستی پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔" ارجن نے دانت پیس کر کہا۔

"ہاں مہاراج ایسا ہی لگتا ہے۔"

"سیناؤں کی تعداد کتنی ہے؟"

"صحیح اندازہ نہیں ہو سکا مہاراج لیکن کافی ہیں۔"

"اچھا۔ گوپی ناتھ جی کیا کہتے ہیں۔" ارجن نے انہیں دیکھا۔

"میں۔ میں کیا کہوں بھائی۔ میں کیا کہوں؟"

"کچھ تو کہیں گوپی ناتھ جی۔ اچھا یہ بتائیں کیا آپ کی بستی کے اچھوت گوپی ناتھ جی راجہ بدراج کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔"

"ناممکن ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ وہ سارے کے بزدل ہیں۔ تمہاری بات دوسری ہے ارجن داس جی۔ تم ان لوگوں کے خلاف بہت پہلے آواز بلند کر چکے ہو لیکن بستی کے لوگ ابھی تک وہی کے وہی ہیں جیسے وہ صدیوں سے رہتے چلے آئے ہیں۔ وہ مقابلہ تو نہیں کر سکیں گے البتہ آسانی سے مر ضرور جائیں گے۔"

"تو پھر میں یوں کرتا ہوں اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر یہاں سے تھوڑے فاصلے پر قیام کرتا ہوں۔ میں حالات دیکھوں گا اگر راجہ بدراج نے اچھوتوں کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں خاموش نہ رہ سکوں گا اگر آپ لوگوں سے پوچھا جائے تو آپ یہی کہیں کہ بھیل ارجن داس مہاراج نند راج کو لے کر یہاں آیا ضرور تھا لیکن اب وہ یہاں سے آگے بڑھ گیا ہے۔ اگر آپ عدم تشدد ہی چاہتے ہیں تو پھر اپنی بستی کے ایک ایک گھر کی تلاشی دینے میں گریز نہ کریں اور بدراج کی سیناؤں سے تعاون کریں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ جیسے معصوم لوگوں میں سے ایک بھی آدمی زندگی سے ہاتھ دھوئے۔"

"یہ تو بھگوان پر ہے۔ ارجن داس ممکن ہے ہمیں اس بات کی سزا دی جائے کہ ہم نے ارجن داس کو یہاں سے گزرنے کیوں دیا۔" گوپی ناتھ نے کہا۔

"آپ اس کی فکر نہ کریں گوپی ناتھ جی، دیکھا جائے گا جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔" ارجن داس نے کہا پھر اپنے آدمیوں سے بولا۔ "سب لوگوں کو جمع کر کے جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل چلو۔ تمہارا رُخ جنگل کی طرف ہونا چاہئے اور یہ کام جتنی پھرتی سے ہو اتنا ہی بہتر ہے، لیکن زیادہ دور نہیں، ہمیں اس بات کا اندازہ کرنا ہوگا کہ بدراج کی فوجیں کہاں کہاں ڈیرے ڈالتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے مہاراج۔" اس کے آدمی نے کہا اور پھر اس کے آدمی برق رفتاری سے دوڑ گئے۔

وہ سیناؤں کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی اپنا کام مکمل کر لینا چاہتا تھا۔ تب ارجن داس نے گوپی ناتھ سے کہا۔

"گوپی ناتھ جی آپ جائیں اور نند راج مہاراج کو جگا دیں۔" نند راج جو سنجانے رات کے کس سمے تک چمپا کلی کے ساتھ رہا تھا، اب اس کی ہدایت پر سونے کے لئے لیٹ گیا تھا ان لوگوں کے جگانے پر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"کیا بات ہے۔ کیا ہو گیا۔"

"آپ کے پتا جی کی سینائیں دریا پار کر رہی ہیں مہاراج۔" ارجن داس نے کہا۔

"اوہ۔" نند راج گردن جھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔ پھر اس نے سینہ تان کر کہا۔

"آنے دو ارجن داس آنے دو۔ دیکھوں گا پتا جی کی فوجیں ہمارا کیا بگاڑتی ہیں۔"

"نہیں نند راج جی میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ آپ یہاں رُک کر ان سیناؤں کا انتظار کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔"

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ وہ آپ کو گرفتار کر کے لے جائیں گے۔ اگر مہاراج بدراج آپ کے ساتھ کوئی رعایت برتنا چاہتے تو وہ رعایت دربار ہی میں برتی جا سکتی تھی لیکن انہوں نے آپ کو قید خانے میں ڈلوا دیا اور اب کئی آدمیوں کی ہلاکت کے بعد آپ یہاں تک پہنچے ہیں۔ اس کے بعد آپ کو صرف ایک باغی کی حیثیت دی جائے گی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں میری خواہش ہے نند راج جی آپ میرے ساتھ جنگلوں میں چلیں۔ تھوڑے سے فاصلے پر رُک کر ہم اس بستی کے ساتھ ہونے والے سلوک کا انتظار کریں گے۔ اگر بدراج جی کی سیناؤں نے بستی والوں کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو پھر ہم سے خاموش نہ رہا جائے گا نند راج جی۔" بھیل ارجن داس نے کہا۔

"ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو میں آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔" نند راج نے کہا۔

"تو پھر چلیں۔" ارجن داس نے کہا۔

"ایک بات یہ بھی ہے ارجن کہ میں بستی سے زیادہ دور نہیں جاؤں گا۔ اور اگر بستی والوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی ہوئی تو پھر بدراج جی کا اور میرا کوئی ناطہ نہیں رہے گا اس کے بعد ہم دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے آئیں گے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ میں آپ کے اس جذبے کو پرنام کرتا ہوں۔" ارجن داس نے کہا۔ اور نند راج جلدی جلدی تیار ہو گیا۔ چمپا کلی بھی جاگ گئی تھی۔ جب وہ چلنے لگا تو چمپا کلی اس کے پاس آئی اور غمزدہ لہجے میں بولی۔

"پھر کب آؤ گے نند راج؟"

"بہت جلد چمپا کلی بہت جلد۔"

"نند راج میرا من بے کل رہے گا۔"

"نہیں پگلی ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہئے تو چنتا مت کرنا۔ جب تک میں زندہ ہوں تمہارا خیال میرے ذہن سے نہیں نکل سکے گا۔ میں ہر قیمت پر تمہیں پانے کی کوشش کروں گا چمپا کلی۔ اب تم آرام کرو۔ اور ہاں بھگوان سے میرے لئے پراتھنا کرنا۔"

"ٹھیک ہے۔" چمپا کلی نے گردن ہلا دی۔ گوپی ناتھ نے انہیں رخصت کیا اور رات کی تاریکی میں ارجن داس اپنے جنگجو بہادروں کو ساتھ لے کر جنگلوں کی جانب نکل گیا۔ لیکن وہ زیادہ دور تک نہیں گیا تھا۔ اس نے اپنے طور پر اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر سیناؤں نے بستی کو گھیرا تو بستی سے کتنے فاصلے پر ہوں گے۔ اس سے کچھ فاصلہ زیادہ دے کر اس نے اپنا پڑاؤ ڈال لیا تھا اور اپنے آدمی درختوں پر چھپا دیئے تاکہ وہ دور دور تک نگاہ رکھیں۔

☆

فوجوں نے بستی کے گرد گھیرے ڈال دیئے اور چاروں طرف کی ناکہ بندی کر دی تاکہ بستی سے کوئی بھی آدمی نکل کر نہ جا سکے۔ اس کے بعد سپہ سالار اور دوسرے چند افراد نند راج کی تلاش میں نکل پڑے۔

انہیں اس سلسلے میں خصوصی ہدایات دی گئی تھیں،

چنانچہ ان ہدایات کے تحت سب سے پہلے سرکردہ افراد نے گوپی ناتھ کے گھر کا ہی رُخ کیا تھا۔ گوپی ناتھ کے مکان کو بھی چاروں طرف سے گھیر لیا گیا اور پھر سپہ سالار وغیرہ گھر کے دروازے پر پہنچ گئے۔

دروازے پر دستک دی گئی اور دروازہ گوپی ناتھ نے کھولا۔ سپہ سالار اور دوسرے افراد گوپی ناتھ سے کوئی بات کئے بغیر اندر داخل ہو گئے۔

چمپاکلی ایک کمرے میں موجود تھی، سپہ سالار اور اس کے ساتھیوں نے اس کو کوئی اہمیت دیئے بغیر گھر کے چپے چپے کو دیکھ ڈالا اور پھر چمپاکلی کو پکڑ کر باہر لے آئے۔

"ارے ارے یہ۔۔۔ یہ کیا کرتے ہو بھائی۔" گوپی ناتھ عاجزی سے بولا۔

"چپ رہ کتے، ہم جو کر رہے ہیں ٹھیک ہی کر رہے ہیں۔" سپہ سالار کا ایک ساتھی بولا۔

"یہ۔۔ یہ۔۔" یہ بوڑھا گوپی ناتھ پھر بھی باز نہ رہ سکا اور بولا۔ "مہاراج یہ میری بیٹی ہے، معصوم بچی ہے، بے نردوش ہے۔ آپ ہی بتائیں اس نے کیا دوش کیا ہے۔" گوپی ناتھ ان کے سامنے گڑگڑانے لگا۔ لیکن کسی نے اس کی اس بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ تب سپہ سالار نے کہا۔

"نندراج کہاں ہے بڈھے۔" اس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"کون نندراج۔۔؟"

"تو نہیں جانتا ملیچھ۔" سپہ سالار کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"ن۔ نہیں۔ میں نہیں جانتا۔"

"اچھا تو ایسے نہیں مانے گا۔" سپہ سالار نے اسے گھورا، اور ایک تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا۔ بوڑھا گوپی ناتھ اس تھپڑ کے ساتھ ہی گھوم گیا تھا۔

"م م میں۔۔ میں نہیں جانتا۔"

"تو نہیں جانتا۔۔ میں راجکمار نندراج کو پوچھ رہا ہوں۔"

"وہ راجکمار۔۔ راجکمار یہاں کہاں بھائی۔ یہ اچھوت کا گھر ہے اچھوت کے گھر راجکماروں کا کیا کام۔"

"تو ایسے نہیں مانے گا بڈھے، تو میرے ساتھ مکاری کر رہا ہے، بتا نندراج کہاں ہے۔ کس نے اسے قید خانے سے آزاد کرایا ہے۔ تجھے اس کے بارے میں ضرور معلوم ہوگا۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ اور اگر تمہیں یہ وشواش ہے کہ اس کے بارے میں مجھے کوئی بات معلوم ہے تو مجھے گرفتار کر لو یا سیدھا مار کر ہلاک کر دو۔ تم لوگوں کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔" گوپی ناتھ نے کسی قدر ناگوار لہجے میں کہا اور سپہ سالار اسے گھورنے لگا۔

"تو کیا سمجھتا ہے ملیچھ ہم تجھے چھوڑ دیں گے۔"

"ارے میں کب کہتا ہوں تم مجھے چھوڑ دو۔ راجہ کے ساتھی ہو جو من چاہے کر سکتے ہو، تمہارا کیا جائے گا۔ مگر مجھے ہلاک کرنے کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہونی چاہئے۔ اور اگر نہیں ہے تو جیسی تمہاری مرضی۔"

"ایک بار پھر کہتا ہوں آرام سے بتا دو ورنہ پچھتائے گا بڈھے، نندراج کہاں ہے؟"

"میں نے کہہ دیا ہے میں نہیں جانتا۔"

"سوچ لے گوپی ناتھ اگر وہ گرفتار ہو گیا اور ہمیں یہ پتہ چل گیا کہ تجھے اس کے بارے میں معلوم تھا تو پھر تمہاری اور تمہاری بیٹی کی زندگی ممکن نہیں ہے۔"

گوپی ناتھ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

"ہماری زندگیاں تو وہ ویسے بھی پانی کے بلبلوں کی طرح ہیں جب چاہو لے لو۔ ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

گوپی ناتھ کی بات سن کر وہ سب باہر نکل آئے۔ اور پھر بستی کے ایک ایک گھر کی تلاشی ہونے لگی۔ جب پوری بستی چھان ماری گئی اور لوگ اس تلاشی میں ناکام ہونے لگے تو پھر دوسری کاروائی کا آغاز ہوا۔

اچھوتوں کی بستی کے تمام سرکردہ افراد کو گرفتار کر لیا گیا اور پھر ان پر تشدد کیا جانے لگا تاکہ وہ نندراج کے بارے میں بتا دیں۔ حالانکہ بدراج نے سپہ سالار کو جنگ کی اجازت دی تھی لیکن صرف اسی وقت جب نندراج خود کو گرفتاری کے لئے پیش نہ کرتا اور راجہ کی فوجوں سے بغاوت کرتا لیکن راجہ بدراج نے ہدایت دیتے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ تم اچھوتوں پر بھی ظلم کر سکتے ہو، یا ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جائے اور مار مار کر ان کی بُری کیفیت کر دی جائے۔ لیکن راجہ بدراج کے حواری ضرورت سے زیادہ ہوشیاری دکھانے پر تلے ہوئے تھے۔

ابھی انہیں زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً بائیں طرف شور بلند ہوا اور چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ بستی میں بکھرے ہوئے بدراج کے سپاہی حیران رہ گئے کہ یہ شور و ہنگامہ کیسا ہے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد انہیں

سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بستی کے گلی کوچوں میں اپنے چہروں پر ڈھاٹے باندھے ہوئے گھڑ سوار گھس آئے تھے اور راجہ بدراج کے سپاہیوں کو بے دریغ قتل کر رہے تھے۔ نجانے یہ کون لوگ تھے اور کہاں سے آ گئے تھے۔ لیکن سپاہی چونکہ بکھرے ہوئے اور غیر منظم تھے اس لئے ان کا شکار ہو رہے تھے۔ بائیں سمت جدھر سے حملہ کیا گیا تھا وہاں لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور۔۔۔۔ اچھوتوں کی بستی کے گلی کوچے سپاہیوں کی لاشوں سے بھرنے لگے۔ بچ جانے والے سپاہی دریا کی جانب بھاگ نکلے، حالانکہ ان کی تعداد کافی تھی اگر وہ منظم ہوتے تو ان گھڑ سواروں سے با آسانی نبٹ سکتے تھے۔ لیکن منتشر تھے اور پھر اچانک حملہ سے بدحواس ہو گئے تھے۔ اسی لئے ان میں سے زیادہ تر تعداد ماری گئی تھی۔ بہت کم تھے جو دریا میں کود کر جان بچانے میں کامیاب ہو سکے تھے۔ اور پھر وہ دریا پار کر گئے۔

گھڑ سواروں نے بچے کھچے سپاہیوں کا خاتمہ کر کے ان کی لاشیں بستی سے نکالیں اور دریا کے کنارے ایک جگہ ڈھیر کر دیں اس کے بعد وہ جنگلوں میں گھس گئے تھے، جاتے سمے وہ ان سپاہیوں کے ہتھیار لینا نہیں بھولے تھے۔

گھڑ سوار تو جنگلوں میں گھس گئے، لیکن بیچارے اچھوتوں کا بُرا حال تھا۔ ان کے دل بُری طرح کانپ رہے تھے، وہ جانتے تھے ان کی گلیوں میں بہنے والا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ بدراج ضرور کوئی ایسی سخت کاروائی کرے گا جس سے ان کی زندگیاں ممکن نہیں رہیں گی۔

دہشت زدہ اور سہمے ہوئے لوگ انتظار کرتے رہے۔ دوسری جانب بچے کھچے لوگوں نے جن کے ساتھ سپہ سالار اور دوسرے بڑے سپاہی بھی تھے۔ راجہ بدراج کے سامنے اس واردات کو نہایت بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ اور بدراج کی آنکھوں سے خون اُبلنے لگا۔

"کیا وہ اچھوت تھے۔؟"

"ظاہر ہے مہاراج، اچھوت ہی ہوں گے۔ لیکن ایک بات ہے ان کا تعلق اس بستی سے نہیں تھا۔" سپہ سالار نے ایک سچی بات کہی اور راجہ بدراج کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے وہ کون ہو سکتے ہیں۔"

"یہ ہم نہیں جانتے مہاراج۔ لیکن اچھوتوں کو اس جنگ کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ پوری بستی ہمارے سامنے تھی ہمیں اندازہ ہے اس بستی میں کتنے لوگ ہیں اور پھر سارے بوڑھے جوان اور بچے ہمارے سامنے تھے ہم سب کو دیکھ رہے تھے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی راجہ بدراج کی فوجوں پر حملہ کرنے کا باعث نہیں بنا تھا، وہ لوگ بھی حملہ آوروں کو دیکھ رہے تھے۔

"تو پھر وہ کون لوگ تھے کہاں سے آ گئے۔ کیا آکاش سے اُترے تھے وہ سب کے سب۔ یا زمین سے اُگ آئے تھے۔؟" بدراج نے خونخوار لہجے میں پوچھا۔

"بھگوان جانے مہاراج ہمیں ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" سپہ سالار نے کہا۔

"بستی والوں کو ان کے بارے میں ضرور معلوم ہوگا۔" راجہ بدراج نے کہا۔

"ہاں ممکن ہے بستی والے ان کے بارے میں کچھ بتا سکیں۔"

"تو جاؤ یہاں سے، اپنی ناکامی کا ڈھنڈورا پیٹنے کیوں آ گئے کیا میری صورت دیکھنے آئے ہو۔ جاؤ جا کر معلوم کرو۔ کتنے افراد گئے تھے تمہارے ساتھ۔"؟

"تقریباً سو آدمی تھے مہاراج۔"

"اور واپس کتنے آئے ہو۔"

"تقریباً پچیس افراد مہاراج۔"

"گویا پچھتر آدمی مارے گئے۔"

"جی مہاراج۔"

"اور تم اپنے آدمیوں کے مارے جانے کے بعد اونٹ کی طرح گردن اٹھائے یہاں آ گئے تم سپہ سالار ہو یا کیا ہو۔ تمہیں اپنے فرائض کی ادائیگی صحیح طور پر انجام دینی ہے یا نہیں، یا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہیں اس عہدے سے معزول کر دیا جائے۔ آج چند نامعلوم لوگوں نے تمہارے پچھتر سپاہیوں کو ختم کر ڈالا اور تم ان کو تلاش کئے بغیر واپس آ گئے کل اگر کوئی بڑی ریاست ہم پر حملہ کر دیتی ہے تو تم کیا کرو گے۔" بدراج نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں مہاراج ایسی بات نہیں ہے۔" سپہ سالار نے ہکلا کر کہا۔

"تو پھر کیا بات ہے؟ آخر یہ سب کیا ہے؟ کیا ہو رہا ہے سب۔۔؟" راجہ بدراج کا غصہ ختم نہیں ہوا تھا۔

"مہاراج یہ سب تو غیر متوقع طور پر ہوا ہے کیا آپ نے ہمیں اتنا ہی کمزور پایا ہے۔"

"میں کوئی فضول بکواس سننا نہیں چاہتا، جاؤ اور جا کر اس

سلسلے میں معلومات حاصل کرو کہ وہ کون لوگ تھے۔ اس کے علاوہ نندراج کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے یہ کام میں کچھ گھنٹوں کے اندر اندر چاہتا ہوں۔"

"جو آگیا مہاراج — بستی کے اچھوتوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے گی۔" سپہ سالار نے کہا اور اسی وقت مہامنتری نے درمیان میں دخل دیا۔

"سپہ سالار جی اگر آپ بستی سے اچھوتوں کو گرفتار کرنے کے لئے جانا چاہتے ہیں تو اپنے ساتھ سینا کتنی لے جائیں گے؟"

"کیا مطلب۔" سپہ سالار کے بجائے راجہ بدراج نے پوچھا۔

"مہاراج سو آدمی گئے تھے۔ ٹھیک ہے بستی کے اچھوتوں نے کوئی کاروائی نہیں کی، مگر جن لوگوں نے کاروائی کی ہے ان میں سے کچھ تر آدمیوں کو قتل کر دیا تو کیا وہ اب ان سے دور ہوں گے۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو منتری جی۔" بدراج کا غصہ اب کسی قدر دھیما پڑ گیا۔

"یہی کہ اس سلسلے میں کوئی کاروائی کرنے کے لئے بڑی فوج کا انتظام کیا جائے — ان لوگوں کو نظر انداز تو نہیں کیا جا سکتا جنہوں نے سپاہیوں پر حملہ کر کے انہیں قتل کیا ہے صرف اچھوتوں کو گرفتار کر لینے سے کام نہیں چلے گا۔ ان لوگوں کی گرفتاری بھی تو ضروری ہے جنہوں نے ہمارے سپاہیوں کو ہلاک کیا ہے"

بدراج نے کہا اور بدراج کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اور پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"ٹھیک ہے سیناپتی، تم ایسا کرو سیناؤں کو تیار کرو، دریا پار کرو اور قرب و جوار کے جنگلوں میں پھیل جاؤ اور ان سب بدمعاشوں کو تلاش کر کے لاؤ جنہوں نے ہمارے سپاہیوں کو قتل کیا ہے اور اس کے ساتھ راجکمار نندراج کو بھی — جاؤ سیناپتی تیاریاں کرو، اس کام میں اگر دیر ہو گئی تو ٹھیک نہ ہوگا۔" راجہ بدراج نے شدید انتشار کے عالم میں کہا اور سیناپتی اور مہامنتری گردن جھکا کر وہاں سے واپس چل پڑے۔

بھیل ارجن نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کے نتائج سے پوری طرح واقف تھا۔ اب اس کے بعد ایک بڑی جنگ کے امکانات ناگزیر تھے لیکن اس کے عزائم بلند تھے سب سے بڑی بات یہ تھی کہ نندراج اس سے بھرپور تعاون کر رہا تھا۔ اس کے اندازے میں اب ذرا بھی لچک نہیں تھی بستی میں اپنے آدمیوں کو پھیلا کر انہوں نے بستی والوں کے تاثرات معلوم کر لئے تھے بستی والے شدید خوفزدہ تھے۔ اور ان کے چہرے خوف سے زرد پڑے ہوتے تھے ان کی گلیوں میں سرکاری خون بہہ رہا تھا اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے انہیں اس خون کا خراج دینا ہوگا۔ اس کے نتیجے میں ان سب کی زندگی لینے کی کوشش کی جائے گی۔ اور شاید کسی اچھوت کو زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ لیکن جب نندراج کی بات ان کے سامنے آئی تو ان کے حوصلے بلند ہو جاتے۔ راجکمار نندراج نے ان کے لئے راج پاٹ سب چھوڑ دیا تھا اور جنگلوں میں چھپ کر اپنے باپ کی فوجوں کے ساتھ جنگ کر رہا تھا تو پھر وہ اتنے بزدل کیوں بن رہے ہیں۔"

بستی کے کچھ لوگوں نے بھیل ارجن کو اپنی شمولیت کی پیشکش بھی کی۔ لیکن ارجن نے اسے قبول نہ کیا۔

"تم بدراج کی رعایا میں سے ہو — میں نہیں چاہتا کہ بدراج کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ بستی کے لوگ بھی لڑنے والوں میں شامل تھے اور اس کے بعد وہ تم لوگوں کے خلاف انتقامی کاروائی کرے۔ ہم راجہ کی فوجوں سے لڑیں گے ہم انہیں یہ احساس دلا دیں گے کہ اچھوتوں کا بھی کوئی ہے۔ تم لوگ آرام سے رہو اور بھگوان سے صرف یہ پرارتھنا کرتے رہو کہ ہمیں ہمارے مشن میں کامیابی نصیب ہو۔"

نندراج بھی بستی میں آیا تھا اور بستی والوں نے اسے دیکھ کر نندراج کی جے جے کار کی تھی۔ لیکن خطرہ ابھی ٹلا نہیں تھا۔ ایک بار پھر دریا کے کنارے بدراج کا لشکر نمودار ہوا اور آندھی اور طوفان کے انداز میں دریا پار کرنے لگا۔ ارجن اور اس کے ساتھی تیار ہو گئے تھے۔

لشکر دو حصوں میں بٹ گیا۔ اس کا ایک آدھا حصہ بستی کی طرف چل پڑا۔ اور باقی جنگلوں کی جانب۔ جہاں تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کا مقابلہ چہرہ چھپائے ہوئے گھوڑے سواروں سے ہو گیا۔ گھمسان کی جنگ ہونے لگی، نندراج بھی اس جنگ میں چہرہ ڈھکے شامل تھا۔

ابتدائی وقت میں تو ارجن کے سپاہیوں نے بڑی ہی دیدہ دلیری اور ہمت سے راجہ بدراج کی فوجوں کا مقابلہ کیا اور ان پر حملے کئے اور ان کے سپاہیوں کو اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ حملہ آوروں کی تعداد کیا ہے اور یہ کہ وہ چاروں طرف پھیلے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ان کی جتنی بھی تعداد ہے یہی ہے اس بات سے ان کے حوصلے بلند ہو گئے اور وہ جم کر جنگ کرنے لگے۔

دوسری جانب جب دریا پار اس جنگ کی اطلاع پہنچی تو راجہ بدراج غصے سے بھر گیا۔ اس نے مزید فوجوں کو تیار کیا اور انہیں لے کر خود دریا پار چل پڑا۔ یہ جنگ کسی ریاست سے نہیں ایک باغی سے تھی۔ لیکن اس باغی کو اتنی مہلت نہیں دی جا سکتی تھی کہ وہ راجہ کی فوج کو اپنے حواریوں سے قتل کراتا پھرے۔

راجہ بدراج کی آمد سے فوجوں کی ہمت بہت بڑھ گئی تھی اور انہوں نے ارجن کے سپاہیوں کے گرد گھیرے ڈال دیئے اور پھر یہ گھیرا تنگ ہونے لگا۔

نندراج بھی بڑی استقامت سے جنگ کر رہا تھا لیکن جنگ کرتے کرتے اس کا چہرہ کھل گیا تھا اور شاید یہی اس کی زندگی کی ضمانت بن گئی تھی۔ ورنہ چہرہ ڈھکے ہوئے لوگوں کو بے دریغ قتل کیا جا رہا تھا۔

راجہ بدراج کا مقابلہ پہلے بھیل ارجن سے ہوا۔ بھیل ارجن بلاشبہ ایک بہادر جنگجو تھا لیکن بدراج کے مقابلہ پر وہ نہ ٹک سکا اور بالآخر اس کا خاتمہ بدراج کی تلوار سے ہوا۔ اس کے بعد بدراج اس دوسرے لڑکے کی جانب متوجہ ہو گیا جو ابھی تک لوگوں کی گرفت میں نہیں آیا تھا۔ لیکن جب اس کا سامنا بدراج سے ہوا تو وہ ساکت ہو گیا۔

وہ راجکمار نندراج تھا — دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور نندراج کی آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے۔ راجہ بدراج آہستہ آہستہ اپنا گھوڑا بڑھا کر اس کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بدراج کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"جے ہو نندراج مہاراج کی۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"نہیں راجہ بدراج — جے ہو راجہ بدراج کی۔"

"حملہ کرو راجکمار۔"

"آپ حملہ کریں مہاراج۔ میں — میں۔"

"میں حملہ نہیں کروں گا۔ جیون میں پہلی بار میں نے نندراج کو تلوار لئے دشمن کے سامنے دیکھا ہے۔"

"حملہ کریں مہاراج۔"

"تم حملہ کرو نندراج۔ اگر میں نے حملہ کر دیا تو تمہارا جیون ممکن نہ ہوگا۔ اور میں یہ نہیں چاہتا۔"

نندراج نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اس کے بعد وہ دوسروں سے جنگ کرنے لگا۔

لیکن راجہ بدراج نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ اس نے پھر گھوڑا اکدایا اور دوبارہ نندراج کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے اپنی تلوار سامنے کر دی تھی۔

"کیا چاہتے ہو پتا جی۔؟"

"پتا جی — ؟ مجھے یاد آگیا نندراج کہ میں تیرا پتا ہوں۔"

"میں پوچھتا ہوں کیا چاہتے ہو۔؟"

"پتا جی کہتا ہے تو تلوار پھینک دے۔ اور اگر پتا جی نہیں کہتا تو مجھ سے جنگ کر۔" بدراج نے کہا۔

"میں تم سے جنگ نہیں کروں گا!"

"کیوں۔؟"

"بس میں نہیں کروں گا۔!"

"تو تلوار پھینک دے۔" بدراج بولا۔ اور نندراج اسے گھورتا رہا۔ پھر اس نے تلوار پھینک دی۔

تب راجہ نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ "باغی نندراج کو گرفتار کر لیا جائے۔" اور دوسرے ہی لمحے سپاہیوں نے نندراج کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ نندراج کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔

بھیل ارجن مارا گیا۔ اس کے بچے کھچے ساتھی نندراج کی گرفتاری کے ساتھ ہی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ سپاہیوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں ہلاک کیا پھر بھی ان میں سے چند جانیں بچا کر بھاگ گئے تھے۔

اس بار نندراج کو راج محل کی ایک جیل میں ہی رکھا گیا تھا اور اس کے ساتھ بھاری پہرہ لگا دیا گیا تھا۔

راجہ بدراج محل واپس آیا تو درشنی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں زمانے بھر کا کرب سمٹ آیا تھا۔ اس نے کرب زدہ نگاہوں سے بدراج کو دیکھا۔ اور بولی۔

"کیا ہوا مہاراج۔ کیا ہوا۔؟"

"جو کچھ ہوا درشنی ہم اس پر خوش نہیں ہیں۔"

"ہوا کیا — یہ تو بتاؤ۔ یہ تو بتاؤ۔؟" درشنی نے بے چینی سے پوچھا اور راجہ گہری سانس لے کر ایک تخت پر بیٹھ گیا۔

"مہاراج بھگوان کے لئے مہاراج مجھے بتاؤ تو سہی۔ کیا — کیا میرا نندو — میرا کمار — مہاراج —" درشنی کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔

"نہیں نہیں درشنی ایسا نہیں ہوا — ایسا نہیں ہوا۔" مہاراج بدراج نے کہا۔

"پھر کیا ہوا مہاراج — کیا وہ بھاگ گیا۔"

"نہیں —"

"بتاؤ گے نہیں مجھے مہاراج بتاؤ گے نہیں؟"

"ہمارے نندراج کو شکست ہو گئی ہے" راجہ بدراج نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا۔ کیا مطلب؟"

"باغی تھا۔ بغاوت پر اُتر آیا تھا، پکڑا گیا، ہار گیا" راجہ نے جواب دیا۔

"مگر۔ مگر اسے زخم تو نہیں آئے، کوئی گھاؤ تو نہیں لگا اُسے" ماں نے بے چینی سے کہا۔

"نہیں بھگوان کا شکر ہے ہمارے بیٹے کو کوئی گھاؤ نہیں لگا" راجہ بدراج نے کہا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو بدراج، کبھی اسے بیٹا کہتے ہو کبھی دشمن، کبھی باغی۔ آخر یہ سب کیا ہے۔ کیا ہے یہ سب کچھ" ورشنی چیخ پڑی۔

"ورشنی دھیرج رکھ دھیرج۔ یہ سب میرا کھیل نہیں ہے، یہ سب تقدیر کا کھیل ہے۔ ہمارے بیٹے نے حرکت ہی ایسی کی ہے۔ بیٹا باغی بن کر باپ کے سامنے آ گیا۔ اس سے بڑی بُرائی اور کیا ہو سکتی ہے۔ تاریخ میں ہمارا نام کتنے بُرے الفاظ سے لکھا جائے گا۔"

"نادان ہے، بیوقوف ہے بھٹک گیا تھا۔ مگر اس کے ساتھیوں کا کیا ہوا؟"

"جنہوں نے اسے جنگ پر اُکسایا تھا وہ سب بے دریغ قتل کر دیئے گئے۔ بہت کم بچ کر بھاگ سکے ہیں ان میں سے اور اس کا سب سے بڑا ساتھی مارا گیا۔"

"وہ کون تھا؟"

"بھیل ارجن۔"

"کون ہے؟"

"سرحد پار کا باغی۔ ڈاکو تھا۔ نجانے کیسے نندراج کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔"

"وہ مارا گیا۔"

"ہاں۔"

"بھگوان کا شکر ہے اب نندراج کو بہکانے والا کوئی نہیں ہے" ورشنی نے کہا۔ اور راجہ بدراج عجیب سے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"تم تو ورشنی یوں سمجھ رہی ہو جیسے نندراج کی یہ حرکت کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی، جبکہ میں تو ابھی تک آنے والے خطرات سے نمٹنے کے لئے ترکیبیں سوچ رہا ہوں۔"

"کیسے خطرے مہاراج؟"

"تمہیں پتہ ہے نندراج کو باغی کی حیثیت سے پکڑا گیا ہے۔ اس نے ہماری سینا سے جنگ کی ہے۔ اگر انصاف طلب کر لیا گیا تو مجھے بڑی مشکل پیش آئے گی۔"

"کیا مطلب۔ کیسی مشکل مہاراج؟"

"ظاہر ہے نندراج میرا بیٹا ہے میں اسے کس دل سے موت کی سزا دے سکتا ہوں، سوائے اس کے میں راج گدی چھوڑ دوں، اس کے سوا کوئی ترکیب نہیں ہے۔"

"نہیں مہاراج نہیں آپ ایسا نہیں کریں گے۔"

"اگر ایسا نہیں کروں گا ورشنی تو پھر مجھے تخت پر بیٹھ کر انصاف کرنا پڑے گا۔"

"مہاراج میں آپ کو ایک بات بتائے دیتی ہوں اگر آپ نے جذباتی ہو کر گدی چھوڑی اور تخت سے اُتر گئے تو نندراج کے دشمن اُسے جیتا نہ چھوڑیں گے، آپ کو اپنی اولاد کے لئے اپنی سطح سے گر کر سوچنا ہو گا۔ سوچ لیں مہاراج سوچ لیں۔" ورشنی نے کہا اور راجہ بدراج کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

❋

دوسری طرف گھنشیام مہاراج کی باچھیں خوشی سے کھلی ہوئی تھیں۔ نندراج کو شکست ہوئی تھی۔ مندر ٹوٹ گیا تھا۔ اچھوتوں کی تحریک ناکام ہو گئی تھی اور برہمنوں نے پھر فتح پالی تھی۔ بھلا برہمن کب یہ پسند کر سکتے تھے کہ اچھوت کم ذات نیچ ذات ان کے برابر آ کھڑے ہوں یہ بات تو کسی طور گوارہ نہیں کی جا سکتی تھی۔

اس وقت گھنشیام مہاراج اپنے بھکشوؤں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور بھکشو گھنشیام مہاراج کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"تم لوگوں کو علم ہے کہ کیا ہو چکا ہے۔"

"ہاں مہاراج۔ جو کچھ ہوا ہے بہت بُرا ہوا ہے۔"

"بھرت تو اس کی تاریخ میں ایک کالا دھبہ پڑ گیا ہے اور اس دھبے کو مٹانا ہو گا بھائیو، اس دھبے کو مٹانا ہو گا۔"

"وہ کیسے مہاراج؟" بھکشوؤں نے پوچھا۔

"کچھ اپائے کرنا ہو گا۔ ضرور کچھ اپائے کرنا ہو گا۔"

"ہمیں کچھ آگیا دیں۔" بھکشو بولے۔

"نہیں ابھی نہیں۔ ہم اپنے ہاتھوں سے کچھ نہیں کریں گے۔ سمے کا انتظار کرو۔ سمے خود راستہ بنائے گا۔"

"لیکن مہاراج نندراج کا کیا ہو گا؟"

"جو باغیوں کا ہوتا ہے۔"

"یعنی؟"

"موت کی سزا۔ باغیوں کو موت کی سزا دی جاتی ہے اس لئے نندراج کو بھی موت کی سزا ہو گی۔"

"مگر اس طرح تو مہاراج کی نسل ہی مٹ جائے گی۔"

"انسان کرموں کا پھل بھوگتا ضرور ہے۔"

"بدراج کا تو کوئی دوش نہیں تھا۔"

"اس کا دوش سب سے بڑا ہے۔ اس کا تو دوش ہے۔"

"ہمیں بھی اس کا دوش بتائیں مہاراج۔"

"اس کا سب سے بڑا دوش یہ ہے کہ اس نے نندراج جیسے سانپ کو جنم دیا ہے۔ اس کی پرورش کی۔ یہ اس کا دوش ہے۔"

"مطلب مہاراج کی۔ تو نندراج کو پھانسی دی جائے گی۔"

"ہاں۔"

"اور یہ پھانسی کون دے گا۔"

"خود بدراج۔"

"کیا بدراج مہاراج ایسا کر سکیں گے؟"

"اسے کرنا ہو گا۔ اسے ضرور کرنا ہو گا۔"

"اگر وہ نہ کریں تو؟"

"تو پھر۔ اسے گدی سے اُترنا ہو گا۔ جو راجہ انصاف نہ کر سکے اسے راجہ رہنے کا کیا حق ہے؟ میں بدراج سے ملوں گا۔ اور اس سے بات کروں گا۔" گھنشیام نے کہا۔

"اور۔ پھر گھنشیام مہاراج بدراج سے ملے۔ وہ خود ہی بدراج کے پاس پہنچ گئے تھے۔ بدراج ان کے سواگت کے لئے دوڑ گیا۔

"آیئے مہاراج۔ آپ نے کیوں کشٹ اُٹھایا۔ مجھے بلوا لیا ہوتا۔"

"کام ہی ایسا تھا بدراج۔"

"کہیں مہاراج؟"

"وہی نندراج۔ اب اس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"مجھے گھنشیام مہاراج کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"غلط ہے بدراج۔ راج نیتی سے بھلا برہمن کا کیا کام۔ تم راجہ ہو اس بات کا فیصلہ تم خود کرو گے۔"

"میں بہت پریشان ہوں مہاراج۔"

"تاریخ میں ایسے موڑ بھی آتے ہیں بدراج جب انسان کو بڑے مشکل فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔ تم کیا فیصلہ کرو گے؟"

"آپ میری مدد نہیں کریں گے مہاراج؟"

"اس بارے میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

"تب ٹھیک ہے میں سوچوں گا کہ کیا فیصلہ کر سکتا ہوں۔"

"اس میں سوچنے کی کوئی بات بھی ہے بدراج۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"کچھ نہیں۔ بس یہ کہنا چاہتا ہوں کہ راجاؤں کا انصاف مجروح نہ ہو ورنہ پرجا کا اعتبار اُٹھ جائے گا۔"

"وہ میرا بیٹا ہے۔"

"ہاں مگر باغی ہے۔"

"اسے بغاوت پر اُکسایا گیا تھا۔"

"کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے بدراج۔ مگر ہوئے کا نتیجہ بُرا ہوتا ہے۔" گھنشیام داس نے کہا۔

"رحم کریں مہاراج۔ رحم کریں۔"

"ایک بات بتاؤ بدراج۔"

"جی مہاراج۔"

"اچھوتوں کے خلاف تم نے کیا کیا؟"

"انہیں قتل کر دیا گیا ہے مہاراج۔"

"کیا دریا پار کی بستی خالی ہو گئی۔ کیا وہاں اب کوئی زندہ نہیں ہے؟" گھنشیام نے پوچھا۔

"دریا پار کی بستی۔"

"ہاں۔ اچھوتوں کی بستی۔"

"مگر ان اچھوتوں نے جنگ تو نہیں کی تھی۔"

"اچھوت سب اچھوت ہوتے ہیں۔ جنگ تو دریا پار ہی لڑی گئی۔"

"مگر وہ اچھوت تو نردوش ہیں مہاراج" بدراج نے کہا۔ اور گھنشیام داس ہنسنے لگا۔

"تو بڑا بھولا ہے بدراج۔ بھگوان ہی تیری مدد کرے۔ اور میں کیا کہہ سکتا ہوں" وہ اُٹھ گئے۔

"مجھے آپ کی ضرورت ہے گھنشیام مہاراج۔ مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ بیٹھئے مہاراج۔"

"کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مجھے راستہ دکھائیں گھنشیام جی مہاراج۔ مجھے راستہ دکھائیں۔"

"تو سنو۔ گوپی ناتھ۔ اور اس کی بیٹی کو گرفتار کر لو، اس ساری خرابی کی جڑ وہی ہیں۔ جب نندراج پر مقدمہ چلے گا تو وہ

مجرم ہوں گے کیونکہ اس ساری بُرائی کی جڑ وہی ہیں۔"

"میں ایسا ہی کروں گا مہاراج۔ لیکن...؟"

"بس یدراج میری مدد چاہتے ہو تو وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔"

"ان دونوں کو آج ہی گرفتار کر لیا جائے گا مہاراج۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے بعد کی باتیں بعد میں ہی بتاؤں گا۔" گھنشیامی داس نے کہا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ "اب مجھے آگیا دو۔"

"جے ہو مہاراج کی۔" یدراج نے پریشان لہجے میں کہا اور گھنشیامی داس مہاراج باہر نکل گئے۔

٭٭٭

گھنشیامی ایک بار پھر بھکشوؤں کے درمیان بیٹھے مسکرا رہے تھے اور ان کے چیلے انہیں عقیدت سے دیکھ رہے تھے۔

"آپ یدراج مہاراج سے ملے گھنشیامی مہاراج؟"

"ہاں بھائیو، مل لیا۔"

"کیا کہتے ہیں یدراج مہاراج؟"

"وہی جو ایک پتا اپنے بیٹے کے بارے میں کہہ سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ راجہ یدراج راجہ ضرور ہے مگر نندراج کا باپ بھی ہے بھلا وہ اپنے بیٹے کے خلاف ایسی کارروائی کیسے کر سکتا ہے۔"

"مگر یہ تو انصاف نہیں ہوا مہاراج، یہ تو انصاف کے خلاف بات ہو گی۔"

"ہاں ہو گی۔"

"تو پھر آپ کیا کہتے ہیں مہاراج۔"

"میں انصاف کراؤں گا۔"

"وہ کیسے؟"

"اس کے لئے مجھے دوسرے راستے اختیار کرنا پڑیں گے۔"

"کیا مطلب مہاراج؟"

"دیکھو نندراج سزا کے قابل ہے، اسے موت کی سزا دی جانی چاہئے۔ وہ ہر طرح سے دھرم کے لئے ایک خطرہ ہے، اس کے منہ سے یہ ناپاک بات نکلی ہے کہ اچھوت اور برہمن برابر کا درجہ رکھتے ہیں، جس انسان کے منہ سے ایسی کوئی بات نکل جائے اس انسان کو سنسار میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ نندراج اگر جیتا رہ گیا تو ظاہر ہے یدراج کے بعد وہی راجہ بنے گا اور اگر وہ راجہ بن گیا تو اپنا مقصد ضرور پورا کرے گا۔ دوسری طرف راجہ یدراج ہے جو بہر حال اپنے بیٹے کو موت کی سزا نہیں دے گا۔ چاہے اس کے لئے اُسے پجاریوں سے جھگڑا مول لینا کیوں نہ پڑے۔ لیکن میں اسے ایسے نہیں چھوڑوں گا۔ میں تمام ریاستوں کے راجاؤں کو آواز دوں گا اور اپنا اپدیش ریاست سے باہر بھی پہنچا دوں گا۔ تمام لوگ دوڑ پڑیں گے اور یدراج کو قتل کر دیا جائے گا۔ یوں ریاست راجہ یدراج کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ اتنی خونریزی ہو کیونکہ اس خونریزی میں برہمن اور چھتری بھی مارے جائیں گے تو پھر میں ایسا کام کیوں نہ کروں کہ ایک بھی آدمی مارا نہ جائے اور کام بھی ہو جائے۔" گھنشیامی داس نے مسکراتے ہوئے کہا اور بھکشو تعجب سے انہیں دیکھنے لگے۔ چند ساعت وہاں خاموشی رہی۔ پھر ایک بھکشو نے کہا۔

"ایسی کوئی ترکیب ہے مہاراج؟"

"ہاں ہے۔" گھنشیامی نے جواب دیا۔

"وہ کیا؟"

"بتاؤں گا بتاؤں گا، میں اسے چل چکا ہوں۔"

"ہمیں بھی بتایئے مہاراج۔"

"میں نے یدراج کو مشورہ دیا ہے کہ وہ گوپی ناتھ اور چمپا کلی کو گرفتار کر کے لے آئیں، کیونکہ نندراج چمپا کلی سے پریم کرتا ہے اور اس اچھوت لڑکی کے پریم میں ہی اسے یہاں تک پہنچایا ہے کہ وہ برہمنوں کے خلاف کھڑا ہو گیا ہے۔ اگر ان دونوں کو سزائے موت دی جائے تو پتہ ہے کیا ہو گا۔"

"کیا ہو گا مہاراج؟"

"یہ ہو گا کہ نندراج اس سزا کو کبھی قبول نہیں کرے گا وہ اس کے خلاف سخت قدم اٹھائے گا اور اگر راجہ یدراج اسے معاف بھی کر دے گا تو نندراج اپنی حرکت سے باز نہیں آئے گا۔ وہ یدراج کے خلاف ایک بار پھر کھڑا ہو جائے گا اور اس کے نتیجے میں یدراج کو نندراج کو بھی پھانسی دینا پڑے گی۔ کیوں کیسی ہے میری ترکیب۔" گھنشیامی نے بھکشوؤں سے پوچھا۔

"اوہ۔" بھکشو حیرت زدہ رہ گئے۔

"تم لوگ سمجھتے ہو نا کہ میں راجہ یدراج کی براہ راست مخالفت مول نہیں لے سکتا، بہر حال وہ راجہ ہے اگر بگڑنے پر آمادہ ہو جائے تو بھکشوؤں کے خلاف بھی کوئی کارروائی کر سکتا ہے، باپ اور بیٹے کا رشتہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن میں اس سے یہی کہوں گا کہ نندراج کو معاف کر دیا جائے۔ لیکن پاپیوں سے گن گن کر بدلے لئے جائیں، چمپا کلی اور اس کے پتا کو

موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے۔ اس طرح میری مخالفت بھی نہیں رہے گی اور راجہ یدراج یہ بھی نہیں سوچے گا کہ میں نے اس کے بیٹے کو مارنے میں ایک بڑا کردار انجام دیا ہے۔ البتہ وہ کام بھی خود بخود ہو جائے گا جو میں چاہتا ہوں۔ یعنی نندراج کی موت، اسے مرنا ہی پڑے گا۔"

"یہ بات تو آپ نے بالکل ٹھیک کہی مہاراج۔" بھکشوؤں نے کہا اور پھر وہی ہوا۔

٭

گوپی ناتھ اور چمپا کلی کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ یہ قید خانہ محل سے کافی دور تھا۔ نندراج محل ہی کے ایک قید خانے میں قید تھا۔ پھر ریاست میں اعلان ہو گیا کہ نندراج کے مقدمے کا فیصلہ کیا جانے والا ہے۔ اور بڑی بڑی دُور سے لوگ آ کر دربار میں جمع ہو گئے۔ دربار کے اندر تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ راجہ یدراج انصاف کے تخت پر براجمان تھا۔ اور گھنشیامی ان کے قریب ہی دھرنا مارے بیٹھا تھا۔ تب مقدمے کی کارروائی کا آغاز ہو گیا۔

راجہ کے ایک سمت راجکمار نندراج کو لا کر کھڑا کر دیا گیا اور دوسری طرف چمپا کلی اور گوپی ناتھ کو۔

جب یہ دونوں دربار میں گرفتار کر کے لائے گئے تو نندراج کی حالت غیر ہو گئی۔ وہ آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے چیخ کر کہا۔

"ان دونوں کو کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟"

"دربار کے آداب کا خیال رکھا جائے۔" مہامنتری نے کہا۔

"میں پوچھتا ہوں ان دونوں کا کیا دوش ہے؟"

"اس کا فیصلہ مہاراج کریں گے تم خاموش ہو جاؤ۔"

"انہیں چھوڑ دیا جائے، انہیں چھوڑ دیا جائے۔"

"نندراج۔ دربار کے آداب کا خیال رکھو۔"

"میں اس دربار کو نہیں مانتا۔"

"کیوں؟"

"میں اس راج کو نہیں مانتا۔" نندراج چیخ کر بولا۔

"یہ بغاوت ہے۔"

"ہاں میں باغی ہوں۔"

"تب انہیں زبردستی خاموش بھی کرایا جا سکتا ہے۔"

"پتا جی۔ بھگوان کی سوگند اسے چھوڑ دو۔ چمپا کلی کو چھوڑ دو۔ یہ نردوش ہے، اس نے تو تمہارے خلاف بغاوت نہیں کی ہے۔"

"اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔" مہامنتری نے کہا۔ "تم خاموش ہو جاؤ۔"

"فیصلہ کیا جائے۔ لیکن میں اس فیصلے کو نہیں مانوں گا۔" نندراج نے کہا اور دربار میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ یہ کھلی بغاوت تھی۔ دربار کے آداب کو توڑنے والے کی معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

بہر حال باقاعدہ کارروائی کا آغاز ہو گیا۔ مہامنتری نے کہا۔

"واقعہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب اچھوتوں کا ایک لڑکا رتھ کے سامنے آ گیا تھا اور اسے ہلاک کر دیا گیا تھا۔"

"ہاں۔ واقعہ اسی وقت سے شروع ہوتا ہے۔"

"پوری بات بیان کی جائے۔"

"ہلاک ہونے والا لڑکا گوپی ناتھ کا بیٹا تھا۔"

"ہاں پھر...؟"

"اسی جگہ سے گوپی ناتھ کے دل میں انتقام کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اور اس نے ایک گہری چال چلنے کا فیصلہ کیا۔"

"چال کیا تھی؟"

"گوپی ناتھ کی بیٹی چمپا کلی جو آپ کے سامنے موجود ہے بے حد سندر ہے۔ گوپی ناتھ نے اس کے ذریعہ راجکمار نندراج پر جال ڈالا۔ اور نندراج اس جال میں پھنس گیا۔ وہ چمپا کلی سے پریم کرنے لگا۔ مقصد یہی تھا کہ نندراج کو اس طرح اچھوتوں کے حق میں کیا جائے اور اس طرح بغاوت ہو جائے۔"

"اس سے گوپی ناتھ کو کیا فائدہ حاصل ہوتا؟"

"جس طرح یدراج کے سپاہیوں نے گوپی ناتھ کے بیٹے کو چھینا تھا اسی طرح راجہ سے اس کا بیٹا بھی چھن جائے۔"

"تو یہ سازش تھی۔"

"ہاں کھلی سازش۔"

"اس بات سے ثابت ہوا کہ نندراج گہری چال میں پھنسا ہے۔ وہ باغی نہیں ہے بلکہ اسے چالاکی سے باغی بنایا گیا ہے۔"

"یہی بات ہے۔"

"پورے حالات راجہ یدراج کے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ اب فیصلہ مہاراج کے ہاتھ ہے۔" منتری نے کہا۔

"نہیں منتری جی۔ ابھی فیصلہ نہیں ہو گا۔" نندراج نے چیخ کر کہا۔ "میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو نندراج؟"

"یہ دونوں نردوش ہیں۔ ان کا کوئی دوش نہیں ہے۔"

"اب تم ایک بات بتاؤ نندراج۔" اس بار گھنشیامی داس نے براہِ راست دخل دیا۔

"پوچھو پجاری جی۔"

"کیا تم چمپاکلی سے پریم کرتے ہو؟"

"ہاں۔ میں اس سے پریم کرتا ہوں۔"

"کیا تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ زندہ رہا تو اسے ریاست کی رانی بناؤں گا۔"

"ایک اچھوت لڑکی کو؟"

"ہاں۔ اچھوت لڑکی کو۔ اس لئے کہ میں انہیں کم ذات نہیں سمجھتا۔"

"اسے برہمنوں کے برابر کا درجہ دیتے ہو؟"

"اس سے بھی آگے کا۔"

"تم اس کے لئے صدیوں کی ریت توڑ دو گے؟"

"میں اس جھوٹی ریت کو نہیں مانتا۔"

"یہ بغاوت ہے نندراج۔"

"میں اعلان کرتا ہوں کہ میں باغی ہوں۔"

"اگر تمہیں معاف کر دیا جائے تو؟"

"چمپاکلی کو بھی معاف کیا جائے۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔"

"تب میں اس کے لئے دوبارہ جنگ کروں گا۔ میں اس کا انتقام لینے کے لئے سارے سنسار سے جنگ کروں گا۔"

"سمجھے بدراج۔ اب فیصلہ کرو۔"

"بڑے پجاری کیا کہتے ہیں؟" بدراج سخت عذاب میں گرفتار تھا۔

"صدیوں کی ریت اگر زندہ رکھی جائے تو۔ نندراج کو، چمپاکلی کو اور گوپی ناتھ کو پھانسی دی جائے۔" گھنشیامی نے کہا۔ اور راجہ کی گردن جھک گئی۔ پورے دربار میں نندراج نے جو باتیں کہی تھیں اس کے بعد اس کی زندگی کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔ چنانچہ — بدراج نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"راجکمار نندراج، چمپاکلی اور گوپی ناتھ کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔ چمپاکلی اور گوپی ناتھ کو قید خانے میں موت کی سزا ان کے قید خانے میں دی جائے گی اور نندراج کو راج محل کے پھانسی گھر میں۔"

فیصلہ ہو گیا۔ اور سپاہی ان لوگوں کو لے کر چل پڑے۔

❋

رانی درشنی نے یہ فیصلہ سنا اور اس کی دلدوز چیخیں محل کے در و دیوار سے ٹکرانے لگیں۔ وہ نیم دیوانی ہو گئی — اور دیواروں سے سر ٹکرانے لگی۔ "کہاں ہیں راجہ بدراج کہاں ہیں۔ میں ان سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ کہاں ہیں وہ؟"

رانی کی خراب حالت کی خبر بدراج کے کانوں میں پڑی۔ اور وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ حالت اس کی بھی خراب تھی لیکن مجبور تھا۔ کیا کر سکتا تھا۔ کوئی ترکیب نہیں رہ گئی تھی۔

بہرحال رانی درشنی خود ہی اس کے پاس پہنچ گئی۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ بدراج نے اسے دیکھ کر گردن جھکا لی۔

"فیصلہ ہو گیا بدراج جی۔" درشنی کی آواز میں طنز تھا۔

"ہاں درشنی فیصلہ ہو چکا۔"

"کیا فیصلہ کیا آپ نے اپنے بیٹے نندراج کے لئے مہاراج؟"

"تمہیں معلوم ہو گا درشنی۔"

"جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ تو ٹھیک نہیں ہے مہاراج" درشنی عجیب سے لہجے میں بولی۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں آپ کا فیصلہ نہیں مانتی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو درشنی۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں مہاراج، جیون بھر کی بات ہے آج کی بات تو نہیں ہے میں آپ کی پتنی ہوں، لیکن میں نے اس لئے آپ سے وِواہ نہیں کیا تھا کہ آپ میری کوکھ اجاڑ دیں۔ مجھے بیٹے کی محبت سے محروم کر دیں میرے من کو ایسی نرکھ میں جھونک دیں جہاں مجھے کبھی چین نہ ملے۔"

"درشنی تم بیٹے کی محبت میں پاگل ہو رہی ہو۔"

"ہو نہیں رہی مہاراج ہو چکی ہوں، اس لئے کہ نندراج کو میں نے اپنی کوکھ سے جنم دیا ہے۔"

"میں اس کا پتا ہوں۔"

"میں نہیں مانتی۔"

"کیوں؟"

"پتا بیٹوں کو جیون دیتے ہیں ان سے ان کا جیون نہیں لیتے۔" درشنی نے کہا۔

"پرنتو وہ باغی ہے درشنی۔"

"کس کا باغی؟"

"ریاست کا۔"

"ریاست کس کی ہے؟"

"ہماری ہے۔"

"ہوں، تو آپ اپنی ریاست کی حفاظت کے لئے میری کوکھ اجاڑ رہے ہیں، کیوں، یہی بات ہے نا۔"

"درشنی، درشنی تم میرے سامنے ہو۔ میں تمہیں صرف اس لئے معاف کر سکتا ہوں کہ تم بیٹے کی محبت میں پاگل ہو رہی ہو لیکن یہ باتیں ٹھیک نہیں ہیں درشنی۔"

"مہاراج میں سورگباشی دھیرج ناتھ کی بیٹی ہوں، آپ نے جب میرے ساتھ لگن منڈپ کے پھیرے کئے تھے اس وقت آپ نے یہ اقرار کیا تھا کہ مجھے ایک باعزت مقام دیں گے۔ میری بات مانیں گے کیونکہ میں خود بھی ایک راجہ کی بیٹی ہوں، اس باعزت مقام کے ساتھ آپ نے یہ بھی پنڈت کے سامنے کہا تھا کہ میری اولاد بعزت تو اس کی حقدار ہو گی میرا ایک ہی بیٹا ہے اور آپ اسے راجہ بنانے کی بجائے باغی قرار دے کر موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتے ہیں۔ میں آپ کی اس بات کو نہیں مانتی اور اپنا حق مانگتی ہوں، کیسر ناتھ میرا بھائی ہے اور اگر میرے بیٹے نندراج کو جیون کا خطرہ پیش آیا تو میں اپنے بھائی سے کہوں گی کہ وہ میری مدد کرے اور راجہ بدراج سے جنگ کر کے میرے بیٹے کو قید سے نکال لے۔ مجھے یہ دھیکار آپ کو دینا ہو گا مہاراج کہ میں کیسر ناتھ کے پاس جا سکوں اس لئے کہ میری اولاد خطرے میں ہے۔"

"درشنی۔ درشنی تم پاگل ہو گئی ہو۔ تم بالکل پاگل ہو گئی ہو۔" مہاراجہ بدراج نے کرخت لہجے میں کہا۔

"بالکل پاگل نہیں ہوئی ہوں مہاراج، ابھی میری ممتا میرے دل و دماغ میں زندہ ہے، آپ سو گئے ہیں مگر میں جاگ رہی ہوں۔ اور اگر میرے بیٹے پر کوئی آنچ آئی تو درشنی اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا کاٹ لے گی۔"

"درشنی تو مجھے کیوں پریشان کر رہی ہے۔"

"میرا جیون جا رہا ہے اور آپ اپنی پریشانی کی بات کر رہے ہیں مہاراج۔ نندراج کو پھانسی پر لٹکاتے ہوئے آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے۔"

"مگر میں کیا کروں درشنی۔"

"راج پاٹ چھوڑ دو، جنگلوں میں نکل چلو اور اپنے بیٹے کی سہائتا کرو۔"

"لیکن ابھی تو تم نے خود ہی کہا تھا کہ راج پاٹ نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اس طرح تمہارا بیٹا خطرے میں پڑ جائے گا۔"

"ہاں کہا تھا لیکن اب تو اس کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب راج پاٹ کیسا۔"

"بھگوان کے لئے مجھے پریشان مت کرو۔ میں کیا کروں، ہے بھگوان میں کیا کروں۔" راجہ بدراج بے بسی سے بولا۔

اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس نے اداسی سے درشنی کو دیکھا۔ اور درشنی اس کے پاس پہنچ گئی۔

"میرا بیٹا مجھے دیدو بدراج۔ میں نے جیون بھر تمہاری خدمت کی ہے۔" وہ روتی ہوئی بولی۔ اور بدراج اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"جاؤ۔ مجھے سوچنے دو۔" اس نے کہا۔

"فیصلہ بدلنا ہو گا بدراج۔ فیصلہ بدلنا ہو گا۔ اس بات کو یاد رکھنا۔" درشنی نے کہا اور وہاں سے نکل گئی۔

❋

دوسری صبح نندراج کو پھانسی گھر لے جایا گیا۔ وہ بالکل خاموش اور مطمئن تھا۔ اس کے چہرے پر سکون تھا۔ پھانسی کا پھندا بنا کر تیار کر لیا گیا۔ ایک سینت گرو گھنشیامی داس جی کھڑے اشلوک پڑھ رہے تھے۔ راجہ بدراج کی آمد کا انتظار تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بدراج پھانسی گھر پہنچ گیا۔

اس کا چہرہ رنج و غم کی تصویر بنا ہوا تھا۔ جلاد آگے بڑھا۔ اور اس نے بدراج کے سامنے گردن جھکا دی۔

"کیا آ گیا ہے مہاراج؟"

"ادھر آؤ جلاد۔ میں ایک حکم دینا چاہتا ہوں۔" نندراج نے کہا۔ اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ نندراج مسکرا رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔

"پتا جی۔ میں راجکمار ہوں۔ اس سے کہو میری بات مانے۔ کیا میری یہ بات بھی نہیں مانی جا سکتی۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو نندراج؟" بدراج نے بمشکل تمام کہا۔

"میں اسے خود اپنی پھانسی کا حکم دینا چاہتا ہوں جب میں چھوٹا سا تھا پتا جی تو آپ کہتے تھے کہ مجھے بڑے ہو کر راجہ بننا ہے۔ احکامات دینے ہیں۔ یہ تو نہ ہوا مہاراج، میں تھوڑی دیر کے لئے راجہ بننا چاہتا ہوں۔ پھانسی کے پھندے پر ہی ہی بس ایک حکم دوں گا تاکہ حسرت نہ رہ جائے۔"

نندراج نے کچھ اس انداز میں کہا کہ راجہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ سارے لوگ رو پڑے تھے صرف ایک گھنشیامی تھا جس کی آنکھوں میں آگ جل رہی تھی۔ نندراج سے اُسے

سخت نفرت تھی۔ بھلا نیچی اور اونچی ذاتوں کو یکجا کرنے کے خواب دیکھنے والا نندراج بھی زندہ رہنے کے قابل تھا۔

تب راجہ بے قابو ہوگیا۔ اس کی گرجدار آواز ابھری "راجکمار کی جے۔ راجکمار نندراج کی جے۔"

اور وہاں موجود لوگوں نے دوسری بار راجہ کے ساتھ نعرہ لگایا۔ لیکن گھنشیامی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"راجہ بدراج کی جے۔ بھرت نواس کے راجہ نندراج کی جے۔ اور پھر اس نے حکم دیا۔ "نندراج کی سزائے موت ملتوی کی جاتی ہے۔"

"راجہ بدراج کی جے۔" اس بار لوگ بولے۔ گھنشیامی داس مہاراج خاموشی سے وہاں سے کھسک گئے تھے۔

نندراج کو پھانسی کے پھندے سے اتار لیا گیا تھا۔ اور راجہ بدراج نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا۔ "پتا جی۔۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"میرا بیٹا۔ میرا نندو۔" راجہ نے اسے بھینچ لیا۔

"پتا جی۔ وہ۔ وہ چمپاکلی۔ اس کی بھی جان بخشی کر دیں۔"

"ہاں۔ ہم نے اس کی سزا بھی ملتوی۔"

"پتا جی۔" نندراج خوشی سے دیوانہ ہوگیا۔ "کیا اچھوتوں کو عزت سے زندہ رہنے کا حق بھی ملے گا۔"

"ہاں۔ ان کا ایک نمائندہ راج میں ہوگا۔"

"دریا پار سندر رہنے لگا۔!"

"میں بنواؤں گا۔" بدراج نے کہا۔

"راجہ بدراج کی جے۔" نندراج نے نعرہ لگایا۔ اور پھر راجہ کے پاؤں چھو کر بولا۔ "مجھے ایک اور آگیا دی جائے مہاراج۔"

"چمپاکلی کی رہائی کا سندیس لے کر میں جانا چاہتا ہوں۔"

"جاؤ۔ اسے محل میں لے آؤ۔" بدراج نے کہا۔ اس نے اپنی زندگی کے لیے سارے خطرے مول لے لیے تھے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔!

نندراج بے اختیار باہر دوڑ پڑا۔

*

شری گھنشیامی داس چار گھوڑوں کے رتھ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ چار بھکشو تھے۔ اور رتھ بان گھوڑوں کو چابک پر چابک مارے جا رہا تھا۔ گھنشیامی داس غرا رہے تھے۔

"جلدی کرو۔ جلدی کرو، دیر نہ ہو جائے۔ جلدی کرو۔"

رتھ کا رخ قید خانے کی طرف تھا جہاں چمپاکلی اور گوپی ناتھ قید تھے۔ آج ہی کے دن انہیں بھی پھانسی دی جانے والی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد رتھ قید خانے پہنچ گیا۔ گرو سبھاری کو دیکھ کر تمام محافظ ان کے سامنے جھک گئے۔

"چمپاکلی اور گوپی ناتھ کو باہر نکالو۔" گھنشیامی داس نے حکم دیا۔ اور محافظوں نے تعمیل کی۔ تب گھنشیامی داس بولے۔

"پہلے چمپاکلی کو پھانسی دیدو۔"

"جو حکم مہاراج۔" محافظوں نے کہا اور چمپاکلی کو پھانسی کے پھندے کے پاس لے جایا گیا اور چمپاکلی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"گھنشیامی داس جی۔" وہ بولی۔

"کہو اچھوت لڑکی۔"

"مجھے مار کر تم سمجھتے ہو کھیل ختم ہو جائے گا۔"

"کیا ہوگا پھر۔؟"

"میں پھر آؤں گی گھنشیامی جی۔ میں دوسرا جنم لوں گی۔ اور اس کے بعد نندراج کو اپنا لوں گی۔"

"اس جنم میں، میں بھی تیرے قریب ہوں گا چمپاکلی بے فکر رہ۔ میں اس جنم میں تجھ سے دور نہ ہوں گا۔ میں اس میں بھی تجھے روکوں گا۔ اور تیری خواہش پوری نہ ہونے دوں گا۔"

"جنم جنم کا یہ کھیل تو جاری رہے گا گھنشیامی مہاراج آپ آتے رہیں۔ میں بھی اپنا کام کرتی رہوں گی۔ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ سلسلہ جنم جنم چلتا رہے گا مہاراج اور مجھے یقین ہے کہ میں اس میں کامیاب ہو جاؤں گی۔"

"نہیں چمپاکلی تو کامیاب نہیں ہوسکے گی، اچھوت اور براہمن رہتے سنسار تک ایک نہیں ہوسکیں گے۔ براہمن براہمن ہے، اچھوت اچھوت ہیں۔ یہ آپس میں کبھی نہیں مل پائیں گے۔"

"دیکھا جائے گا مہاراج۔ میں آپ کے اس جھگڑے میں نہیں پڑتی مگر میرا نندراج ایک نہ ایک دن ضرور ملے گا۔"

"ہاں دیکھا جائے گا چمپاکلی۔" گرو گھنشیامی داس نے کہا اور جلاد کو حکم دیا۔ جلاد نے چمپاکلی کی گردن میں پھانسی کا پھندہ ڈالا اور اسے پھانسی پر لٹکا دیا۔

گوپی ناتھ دہاڑیں مار مار کر رونے لگا تھا۔ چند ساعت چمپاکلی کا بدن تڑپتا رہا اس کے بعد ساکت ہوگیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ گھوڑے کی ٹاپوں کی آوازیں ابھریں اور چند ساعت کے بعد نندراج چیختا ہوا اندر داخل ہوا۔

"چمپاکلی کو رہا کر دو۔ چمپاکلی کو چھوڑ دو۔ یہ مہاراج بدراج کا حکم ہے۔ مہاراج بدراج نے چمپاکلی اور گوپی ناتھ جی کی جان

بخشی۔۔۔۔۔" اس کے منہ سے اتنا ہی نکلا تھا کہ اس کی نگاہ چمپاکلی کی لاش پر پڑی جو پھانسی گھر میں لٹک رہی تھی، دوسرے لمحے وہ گھوڑے سے نیچے کود آیا۔

"چمپاکلی۔ چمپاکلی گئی۔" اس نے وحشیانہ انداز میں کہا اور دوڑ کر اس کے قدموں سے لپٹ گیا۔

"نہیں چمپاکلی نہیں۔ تو نہیں جائے گی چمپاکلی تو نہیں جائے گی۔ مہاراج۔ مہاراج بدراج دیکھو یہ کیا ہوگیا۔ دیکھو تمہارے محافظوں نے اسے مار ڈالا۔ میں نے تو چمپاکلی تیری جان بخشی کرا دی تھی۔ میں تو تجھے چھڑانے آیا تھا۔ چمپاکلی۔ پرنت، پرنت یہ کیا ہوا۔ تو نے تو نے میرا انتظار نہیں کیا۔" نندراج اس کے قدموں سے لپٹ کر بلک بلک کر رونے لگا۔ تب ہی گوپی ناتھ اس کے قریب آگیا اور کہنے لگا۔

"چمپاکلی کا کوئی دوش نہیں ہے نندراج اس کی آنکھیں تو تمہارے انتظار میں لگی ہوئی تھیں، لیکن گھنشیامی داس مہاراج کے حکم سے اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔" گوپی ناتھ جی نے کہا۔

نندراج نے خونی نگاہوں سے گھنشیامی داس کو دیکھا اور بولا۔ "آپ کو اس سے کیا دشمنی تھی گرو مہاراج۔ آپ نے ایسا کیوں کیا۔؟ آپ نے ایسا کیوں کیا۔؟"

"صدیوں کی ریت کبھی نہیں ٹوٹے گی۔" گھنشیامی داس پروقار انداز میں بولے

"لیکن گھنشیامی داس میں اس ریت کو ابھی اور اسی سمے توڑتا ہوں، چمپاکلی میری ہے اور بھگوان کی سوگند میں اچھوت ملیچھ ہونے میں فخر محسوس کرتا ہوں، میں بھی اچھوت ہوں، چمپاکلی میری ہے۔" اس نے چمپاکلی کو پھانسی کے پھندے سے نکال لیا اور اسے لے کر اپنی گود میں بیٹھ گیا۔ تب اس نے اپنا رخسار چمپاکلی کے رخسار پر رکھ دیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

نجانے کتنی دیر اسی استغراق کے عالم میں گزر گئی۔

تب گھنشیامی داس نے محافظوں کو حکم دیا۔

"نندراج کو اٹھا کر رتھ میں بٹھا دیا جائے۔" محافظ نندراج کے پاس پہنچے اور ششدر رہ گئے۔

"مہاراج۔ مہاراج۔" ان کی لرزتی ہوئی آواز نکلی۔

"کیا بات ہے۔؟"

"نندراج مہاراج۔ نندراج مہاراج۔"

"کیا کہہ رہے ہو جلدی کہو۔" گھنشیامی داس تیز لہجے میں بولے۔

"نندراج مہاراج مر چکے ہیں۔" محافظوں نے کہا اور گھنشیامی داس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

گوپی ناتھ آہستہ آہستہ ایک جانب بڑھا اور پتھروں کے اوپر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے پتھر سے اپنا بازو کچلا اور اس میں سے خون نکال کر پتھر کے ڈبے میں اپنا خون بھرنے لگا۔ پھر اس نے جلاد کی طرف دیکھا اور بولا۔

"کیا تم مجھے اپنا یہ خنجر دو گے۔" اس نے کہا اور جلاد نے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے اپنا خنجر اس کے حوالے کر دیا۔

گوپی ناتھ نے اپنی ایک انگلی کاٹی اور خون میں ڈبو دی۔ پھر انہوں نے پتھروں کی رگڑ سے شعلہ پیدا کیا اور اس کے بعد وہاں موجود لوگوں نے حیرت سے دیکھا انگلی کا اگلا سرا روشن ہوگیا ہے۔ اس سرے سے سرخ روشنی نکل رہی تھی۔ تب گوپی ناتھ مسکرائے۔

"گھنشیامی ادھر دیکھیں۔ میں گوپی ناتھ یہ بات کہہ رہا ہوں اور بڑے مان سے کہہ رہا ہوں۔ یہ میرا مان ہے گھنشیامی داس جی، یگ یگ بیتے رہیں گے صدیاں چلتی رہیں گی۔ مگر میرا یہ مان زندہ رہے گا۔ جب تک یہ چراغ جلتا رہے گا گھنشیامی داس جی آپ وشواش کر لیں میرا یہ مان بھی جلتا رہے گا۔ اور ایک دن ایسا آئے گا جب سنسار سے اچھوت اور براہمن کا کھیل ختم ہو جائے گا۔ اونچ نیچ کا چکر آخر دم توڑ دے گا اور سنسار کے سارے انسان ایک ہو جائیں گے۔ یہ کھیل جنم جنم کا کھیل بن گیا ہے۔"

گوپی ناتھ نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ گھنشیامی کے چہرے پر نفرت کے آثار تھے۔ محافظوں نے قریب آ کر گوپی ناتھ کو دیکھا ان کا بدن بھی اکڑ چکا تھا۔ وہ مر چکے تھے۔

گھنشیامی داس کی آنکھوں میں آگ روشن تھی۔ انہوں نے اپنے چیلوں سے کہا "چلو رتھ واپس موڑ دو۔" اور پھر وہ رتھ میں جا بیٹھے۔

رتھ واپس چل پڑا۔ لیکن وہ آبادی کی طرف نہیں گیا تھا گھنشیامی داس نے اسے پہاڑیوں کی طرف چلنے کا حکم دیا تھا اور پھر وہ ایک چٹانی غار کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور اپنے چیلوں سے بولے۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔"

"جی مہاراج۔"

"یہ چٹان دیکھ رہے ہو۔"

"جی مہاراج۔" چیلے بولے۔

"جب میں اس غار میں داخل ہو جاؤں تو تم یہ چٹان اس کے منہ پر ڈھک دینا اور یہاں سے چلے جانا۔"

"مگر مہاراج ۔۔؟"

"یہ میرا بھی سمان ہے۔ میں ان آتماؤں کی نگرانی کروں گا اور یہ جب بھی جنم لیں گی میں ان کے بیچ آ جاؤں گا۔ یہ کھیل ختم نہیں ہوگا! یہ کھیل کبھی ختم نہیں ہوگا" اگردجی غار میں داخل ہو گئے۔

اور اب ۔۔ صرف ایک دیا جل رہا تھا۔ جس میں خون بھرا ہوا تھا۔!

بھرت نواس اب قدیم کھنڈرات میں بدل چکا تھا۔ لیکن وہ دیا روشن تھا۔! اور دفعتاً پہاڑوں میں ایک دلدوز چیخ لہرا گئی۔

"نندو۔ میرا نندو۔ میرا نند راج ۔۔ آہ میرا نند راج" یہ آواز رانی شردھا کی تھی۔

درشنا نے اسے سنبھالا اور جھنجھوڑنے لگی "رانی ماں۔ رانی جی ۔۔ ہوش میں آیئے رانی جی"

"اِیں ۔۔؟" شردھا خلاء میں ہاتھ مارنے لگی۔ درشنا بیٹی درشنا۔" وہ تعجب سے بولی۔

"خود کو سنبھالیں رانی شردھا۔"

"یہ ۔۔ یہ سب کیا تھا درشنا"

"جنم جنم کی کہانی ۔ میری کہانی۔ آپ کی کہانی"

"ہماری کہانی ۔"

"ہاں آپ کی کہانی"

"میں کون ہوں۔" شردھا عجیب سے لہجے میں بولی۔

"درشنی ۔۔ رانی درشنی"

"مگر میں تو ۔۔ میں تو شردھا ہوں"

"اس جنم میں ۔ پچھلے جنم میں آپ کندھاری تھیں"

"مگر میرا نند راج ۔"

"وہ آپ کا تلک چند ہے"

"کہاں ہے وہ۔ کہاں ہے میرا تلک چند۔"

"محفوظ ہے۔ حفاظت سے ہے۔ آپ سے ملے گا اوش ملے گا۔"

"اور ۔۔ تو درشنا تو کون ہے"؟

"چمپا کلی" درشنا نے جواب دیا۔

"تو ۔۔ تو تو تم ہے ۔ صرف روح ہے تو"؟

"نہیں رانی ماں ۔۔ میں بھی اس جنم میں موجود ہوں اور گھنشیامی بھی ۔"

"گھنشیامی ۔ ؟ کہاں ہے وہ پاپی"

"گرو گردھاری لال کو بھول گئیں رانی ماں"

"گردھاری لال"

"ہاں پاپی گھنشیامی لال گردھاری لال کے روپ میں موجود ہے ۔"

"ہے بھگوان ۔"

"رانی ماں ۔ اب میں آپ سے تقدیر کا فیصلہ چاہتی ہوں"

"کیسا فیصلہ"؟

"جنم جنم کا یہ کھیل ابھی جاری رہے گا"

"نہیں چمپا کلی ۔ اب یہ کھیل جاری نہیں رہے گا"

"آپ وچن دیں رانی جی ۔ آپ وچن دیں کہ میرا دواہ تلک چند سے کر دیں گی" چمپا کلی بولی۔

"تجھے وچن دیتی ہوں میں چمپا کلی"

"آہ ۔ کاش ایسا ہو جائے"

"آؤ چلیں رانی ماں ۔ آؤ واپس چلیں" درشنا نے شردھا کا ہاتھ پکڑا اور پورن محل واپس چل پڑی۔

تلک چند نے نہایت کامیابی سے اپنا یہ مشن پورا کر دیا تھا۔ اور پوجا اور بھان متی اپنی ناپاک سازش کا شکار ہو چکی تھیں۔ دونوں موت کے گھاٹ اتر چکی تھیں ۔

ریاست میں ایک ماہ تک سوگ منایا گیا۔ اور اس کے بعد ہری راج کو ریاست کا راجہ بنا دیا گیا۔ تمام لوگوں نے اس سے وفاداری کا عہد کیا تھا۔

راجہ ہری راج نے نوعمر ہونے کے باوجود جس طرح عنانِ حکومت سنبھالی تھی اس پر بڑے بڑے لوگ حیران رہ گئے تھے اس نے قرب و جوار کے سارے لوگوں کو اکٹھا کر لیا اور پھر ایک بڑی فوج کی تیاری کرنے لگا۔

تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے ایک بڑی فوج تیار کر لی اور ابھی اس نے اپنا مقصد کسی کو نہیں بتایا تھا۔

پھر ایک رات اس نے مہامنتری اور سینا پتی کو بلایا اور خاموشی سے ان سے ایک میٹنگ کی۔

"آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ مہاراج کید دراج کے دل میں کیا حسرت تھی"؟

"کونسی حسرت کی بات کر رہے ہیں مہاراج"

"کیا کید دراج مادھولال کی ریاست پر قبضہ کرنا نہیں چاہتے تھے ۔"

"ہاں ۔ یہ ان کی آرزو تھی"

"کیا ہم اس آرزو کو پورا نہیں کریں گے"؟

"آپ کیا چاہتے ہیں مہاراج۔"

"یہی کہ کید وراج کی یہ خواہش پوری کریں"

"آپ مادھولال پر حملہ کرنا چاہتے ہیں"

"ہاں۔ ہماری فوجیں اب اتنی مضبوط ہیں کہ مادھولال کی فوجوں کو ادھیڑ کر رکھ سکتی ہیں"

"ٹھیک ہے مہاراج۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں"

"میں آج آپ لوگوں کو ایک بڑے راز کی بات بتانا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا مہاراج"؟

"آپ کو علم ہے کہ طویل عرصہ قبل ایک بار کید وراج جی نے جے چند کے دورِ حکومت میں اس کی ریاست پر حملہ کرنے کی سوچی تھی ۔"

"ہاں مہاراج"

"اور اس کے بعد کید وراج میلے میں گئے تھے"

"معلوم ہے ۔"

"میلے میں ان کی ملاقات جے چند مہاراج سے ہوئی تھی۔ اور دونوں کے درمیان ایک سمجھوتہ ہو گیا تھا"

"کیسا سمجھوتہ"؟

"جے چند اس بات پر تیار ہو گئے تھے کہ دونوں ریاستوں کو ایک کر دیا جائے مگر مادھولال نے ادھر ہی کھیل کھیلا"

"وہ کیا مہاراج"؟

"مادھولال نے رات کو خیموں میں ڈاکے مارے اور لوٹ کا مال لے کر پہاڑوں میں چھپ گیا۔ اس طرح کید وراج جی پر ایک الزام آ گیا تھا"

"ہمیں یاد ہے مہاراج" مہامنتری حیرت سے بولے۔

"اس طرح دونوں ریاستوں کا ایک ہونا کچھ روز کے لئے رک گیا لیکن اس بات پر جے چند کو بہت افسوس تھا"

"وہ کیوں"؟

"اس لئے کہ ان دونوں کی دوستی مادھولال کی وجہ سے خراب ہو گئی تھی"

"اوہ۔ پھر کیا ہوا مہاراج"

"انہوں نے مادھولال کی یہ سازش منظرِ عام پر لانی چاہی لیکن مادھولال نے چالاکی سے انہیں ختم کر دیا۔ اور خود راجہ بن بیٹھا"

"بڑی انوکھی کہانی سنائی ہے آپ نے۔ اور حالات بالکل سچ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر یہ باتیں آپ کو کہاں سے معلوم ہوئیں"

"کاش مہاراج زندہ ہوتے اور مجھے اپنے ہاتھوں سے راجہ بناتے"

"تو کیا ہوتا مہاراج"؟

"جس بات کا انکشاف میں کر رہا ہوں وہ مہاراج کرتے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں جے چند کا بیٹا تلک چند ہوں۔ اس انکشاف پر سارے لوگ دنگ رہ گئے تھے"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے مہاراج"؟

"یہی ہوا۔ مادھولال راجہ بن گیا اور اس نے مجھے اور میری ماں کو بھیڑیوں کے ایک غار میں بند کر دیا تاکہ ہم لوگ وہیں پر سسک سسک کر مر جائیں۔ مگر کسی طرح کید وراج کو میرے بارے میں پتہ چل گیا اور انہوں نے دوستی نبھانے کے لئے مجھے تلاش کر کے نکال لیا۔ انہوں نے مجھے ایک ایسی جگہ پہنچا دیا جہاں ایک کمہار رہتا تھا۔ اس بات کی گواہی بہت سے لوگ دیں گے کہ کید وراج جی مجھے کمہار کے پاس سے لائے تھے۔ انہوں نے میرا نام بدل کر مجھے پروان چڑھایا۔ ان کا خیال یہی تھا کہ جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو وہ مجھے راجہ بنا دیں گے اور اس بات کا اعلان کر دیں گے لیکن افسوس ان کی موت نے اس بات کی مہلت نہیں دی۔ اور یہ انکشاف مجھے خود کرنا پڑا"

"تو آپ جے چند کے بیٹے ہیں"

"ہاں میں راجہ تلک چند کا بیٹا تلک چند ہوں"

"اور جے چند کی رانی کہاں ہیں"

"بھگوان جانے، میں نہیں جانتا"

"ہم انہیں تلاش کریں گے"؟

"ہاں ضرور۔ لیکن مادھولال کو شکست دینے کے بعد"

"ہم سب آپ کے ساتھ ہیں مہاراج تلک چند" منتری نے کہا اور تلک چند کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے وہ سب سے مشکل مرحلہ سر کیا تھا جس کے لئے اس کے دل میں بڑے وسوسے بڑی پریشانیاں تھیں، لیکن اس کی رہنما اس کی ساتھی وہ آواز ہمیشہ اس کی رہنمائی کرتی تھی۔ وہ پُراسرار روح جس سے تلک چند کو بے پناہ عقیدت تھی اور جس سے وہ بے انتہا محبت کرتا تھا۔ کاش ۔ کاش وہ اصلی شکل میں اس کے سامنے آئے اور وہ اس کے چرنوں میں سر جھکا دے۔ لیکن ایسا نجانے کب ہوگا۔ نجانے کب ۔

فوجوں کی تیاریاں بڑے زور شور سے شروع ہو گئیں لیکن یہ بات صرف چند لوگوں کو معلوم تھی کہ فوجوں کا رخ کس طرف ہوگا۔ ابھی اس بات کا برسرِ عام اعلان بھی نہیں ہوا تھا کہ ہری راج دراصل راجہ جے چند کا بیٹا تلک چند ہے ۔

اور پھر فوجیں خاموشی سے چل پڑیں ان کا رخ مادھولال کی طرف تھا۔

مادھو لال بڑی بوکھلا گیا تھا۔ وہ طویل عرصے سے حکومت کر رہا تھا اور اس دورِ حکومت میں اسے کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی کسی سے اس کی کوئی دشمنی بھی نہیں تھی۔ پھر یہ مصیبت کہاں سے نازل ہو گئی۔ اس کے مخبروں نے اطلاع دی تھی کہ ایک زبردست لشکر اس کی طرف آ رہا ہے۔ یہ کس کا لشکر ہے اور اسے مادھو لال سے کیا دشمنی ہے یہ بات ابھی تک صیغۂ راز میں تھی۔ اطلاع ملتے ہی اس نے مہامنتری کو طلب کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی فوج کے سالار اور دوسرے افراد بھی بلوا لیے گئے۔ ان لوگوں کو بھی اس لشکر کے آنے کی اطلاع ہو گئی تھی۔ مہامنتری جی نے کہا۔

"مہاراج ابھی تک یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ وہ کون پاپی ہے۔ تاہم لشکر کے بارے میں بُری خبریں مل رہی ہیں۔"

"یہ آپ کا کام تھا مہامنتری جی کہ آپ اس سلسلے میں معلومات حاصل کرتے۔ میں خود جا کر پوچھوں کہ کون ہے۔ اور یہاں کیوں آ رہا ہے۔ آپ لوگ عیش پرست ہو گئے ہیں میں نے جتنی آپ کو چھوٹ دی آپ نے اتنا ہی اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔" مادھو لال غصیلے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ درباریوں کے سر جھکے ہوئے تھے پھر سالار نے کہا۔

"بہرحال مہاراج پر یہ بُری آپڑی ہے تو اب اس سلسلے میں ہم آپ کے منتظر ہیں۔"

"کیا حکم دوں، کیا حکم دوں۔ بتاؤ، میں کیا حکم دوں۔ میں جا کر لڑوں اُن سے۔ جان دے دوں، یہی چاہتے ہو نا تم لوگ؟" مادھو لال نے پریشانی سے کہا۔ اور درباریوں کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایک بوڑھے درباری نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ہاں مہاراج اگر لشکر کسی بُرے ارادے سے آیا ہے تو راجہ ہونے کی حیثیت سے یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ رن میں جائیں اور دشمن کو شکست دیں۔"

"آئے۔ آئے۔ ہائے کس مزے سے کہہ دیا کہ رن میں جائیں اور دشمن کو شکست دے دیں۔ جیسے دشمن موم کا بنا ہوا ہے۔ دیکھو درباریو! مہامنتری اور سپہ سالار۔ ہم سے جنگ نہیں ہو سکتی۔ ہم امن پسند ہیں۔ ہم شانتی پرچار کیا کرتے ہیں اور تم ہم سے جنگ کی کہہ رہے ہو۔ نہیں بھائی نہیں۔ یہ ہم سے نہیں ہو سکے گا۔ تم یوں کرو مہامنتری جی بہت سا سونا، زیورات، چاندی وغیرہ لے کر اس لشکر کے سردار کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ بھائی کیوں عقل خراب ہوئی ہے تیری جو لڑائی پر تُلا ہوا ہے۔ مادھو لال تجھ سے ہر شرط پر صلح کرنے کو تیار ہے۔ آخر تیرا جھگڑا کیا ہے اس سے۔ ذرا بتا تو آخر تیرا کیا جھگڑا ہے۔؟ دیکھو مہامنتری جی یہ بات کان کھول کر سن لو کہ اگر جنگ ہوئی تو صرف تم لوگوں کو رن میں آگے رہنا ہو گا ہم نہیں جائیں گے۔ ہاں۔" مادھو لال پریشانی سے ناچ رہا تھا سپہ سالار نے مہامنتری کو دیکھا۔ اور مہامنتری نے درباریوں کی طرف۔ بھلا ایسا راجہ بھی کہیں حکومت سنبھال سکتا ہے۔ جو دشمن کو دیکھتے ہی اس قدر خوفزدہ اور بدحواس ہو جائے۔ ان کے ذہنوں میں مادھو لال کے لیے نفرت کی ایک لہر جاگ اٹھی۔ مادھو لال کو جس طرح حکومت ملی تھی یہ بات بھی وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ ٹھیک ہے کہ مادھو لال کے دورِ حکومت میں ان لوگوں نے بہت عیش کیے تھے۔ لیکن اس کے باوجود راجاؤں کی کچھ ریت ہوتی ہے۔ محلوں میں بلاشبہ عیش کوشی کی جاتی ہے لیکن میدانِ جنگ میں بھی راجہ کو اسی طرح سینہ سپر رہنا لازمی ہے جبکہ مادھو لال ان تمام صفات سے عاری تھا۔ بہرحال راجہ تھا راج مکٹ اُس کے سر پر رکھا ہوا تھا۔ اس لیے وہ اس کی بات سے انحراف نہیں کر سکتے تھے۔ راجہ کے حکم پر ایک چھوٹا سا دستہ ترتیب دیا گیا اُسے مہامنتری کی سرکردگی میں روانہ کر دیا گیا۔ دستے کے ساتھ بہت سے غلام تھے جو اپنے ساتھ سوغاتیں اٹھائے ہوئے تھے۔ اس طرح یہ دستہ کوچ کرتا ہوا بالآخر اُس لشکر کے سامنے پہنچ گیا جو اب مادھو لال کی ریاست سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ مہامنتری نے لشکر کے سامنے جا کر اپنے مقصد کا اظہار کیا۔

"میں اس لشکر کے سردار سے ملنا چاہتا ہوں میں مادھو لال کا ایلچی ہوں مجھے اُس کے پاس جانے کی اجازت دو۔" اُس نے کہا۔ اور سپاہی ایک دوسرے سے چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ ان میں سے ایک بڑے افسر نے آگے بڑھ کر کہا: "ابھی تمہیں مہاراج کے پاس جانے کی آگیا نہیں دی جا سکتی۔ پہلے ہم اُن سے معلوم کریں کہ وہ تم سے ملنا بھی چاہتے ہیں یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے بھائی معلوم کر لو ہمیں اپنا پیغام ضرور پہنچانا ہے۔" مہامنتری جی نے گردن جھکا کر کہا۔ اور سپاہی تلک چند کے پاس پہنچ گئے۔ تلک چند نے مادھو لال کے وزیر کی آمد کی اطلاع سُنی تو اُس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا چاہتا ہے وہ۔؟"

"مادھو لال کا کوئی پیغام لایا ہے۔ مہاراج۔"

"ٹھیک ہے اُس سے کہو کہ اُس پر حملہ کرنے کا ارادہ کسی طور ترک نہیں کیا جا سکتا۔ مادھو لال اپنی فوجیں لے کر رن کے میدان میں آئے اور تلوار سے مقابلہ کرے۔ ہمیں سونے کے یہ خوان نہیں چاہئیں۔ ہم مادھو لال سے جنگ کر کے اُس کی گردن قلم کرنا چاہتے ہیں۔"

"تو پھر آپ اس سے نہیں ملیں گے مہاراج؟"

"کہہ جو دیا۔ جاؤ۔ جو حکم دیا ہے جا کر مہامنتری سے کہہ دو۔" اور سپاہی واپس چلے گئے۔ مہامنتری کو یہ جواب ملا تو وہ بہت پریشان ہوا۔ پھر اُس نے عاجزی سے پوچھا۔ "یہ تو بتا دو بھائی کہ یہ لشکر کس کا ہے۔ کہاں سے آیا ہے اور اُس کی مادھو لال سے کیا دشمنی ہے؟"

"یہ بات اب معلوم نہیں ہو سکتی مہاراج۔ اگر ہمارے مہاراج کو یہ بات منظور ہوتی تو وہ پہلے ہی آپ کو اطلاع کرا دیتے۔ مجبوری ہے۔ جائیے۔ مادھو لال سے کہیے کہ اپنی فوجیں لے کر میدانِ جنگ میں آئے اور جنگ کرے۔"

مہامنتری یہ جواب لے کر واپس چل پڑا۔ مادھو لال اور اُس کے حواری بے چینی سے جواب کے منتظر تھے لیکن مہامنتری نے جو جواب دیا اُسے سُن کر مادھو لال کے حواس گم ہو گئے پورے بدن سے پسینہ بہہ نکلا۔ اور وہ اپنے تخت پر نیم دراز ہو گیا۔

"ہائے رام جی۔ یہ کیسی مصیبت پڑ گئی ہمارے سر پر اور کون ہے وہ پاپی کیوں لڑنا چاہتا ہے۔ آخر کیا دشمنی ہے ہم سے۔ کیا کرے گا ہماری گردن کا۔ اب تو ہم بوڑھے ہو چکے ہیں۔ ہماری گردن تو اب ہمیں اپنے شانوں پر بھی بھاری لگتی ہے مگر ہم اس طرح تو اسے نہیں کٹوائیں گے۔ کیا کریں مہامنتری بتاؤ کیا کریں۔ آخر کس دن کے لیے ہم نے تمہیں وزیر بنایا تھا۔ جواب دو سالار۔ ارے سپہ سالار۔ ارے بتا بھی کیا کریں جنگ کریں ہم۔ تو ایسا کر سپہ سالار فوجیں لے کر یا ہر جا۔ اور اُن لوگوں کو تو وہاں روک۔ ہم پچھلے دروازے سے کہیں دور بھاگ جائیں گے" مادھو لال نے کہا۔ اور سپہ سالار کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو گیا۔ اُس نے گرجدار لہجے میں کہا۔

"ایسی باتیں نہ کریں مہاراج۔ جنتا آپ سے باغی ہو جائے گی۔ جنتا کو اگر راجاؤں کا سہارا نہ ہو تو پھر ایسی ریاستیں بیکار ہوتی ہیں۔ اگر لشکر جنگ کرنے آیا ہے تو آپ کو تلوار کا جواب تلوار سے دینا ہو گا۔ آپ کو جنگ کرنا ہو گی مہاراج۔ ورنہ یہ گدی چھوڑ دیں کسی اور کو راجہ بنا دیں۔"

"ارے بھائی۔ ارے بھائی۔ تو بھی ناراض ہو گیا۔ مہامنتری جی سمجھاؤ نا اسے۔ ہم جنگ کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ ہم سے جنگ میں نہیں جایا جائے گا۔" مادھو لال نے کہا۔

"تو مہاراج۔" سپہ سالار نے دوسری بات بھی تو کہی ہے۔

ہیں۔"

آپ گدی چھوڑ دیں۔ یوں بھی آپ پچھلے دروازے سے نکل کر کہاں جائیں گے۔؟"

"جائیں گے کہاں بس کہیں چھپ جائیں گے۔ اگر جنگ جیت لی گئی تو پھر واپس آ جائیں گے۔ اور اگر ہار گئے تو پھر بھگوان ہی تمہاری رکھشا کرے۔" مادھو لال نے کہا۔

"اس طرح آپ کو نہیں چھوڑا جائے گا مہاراج۔ آپ کو اس لشکر سے فیصلہ کر کے جان بچانا ہو گی۔ اگر آپ نے میدانِ جنگ میں نکل کر بہادری سے جنگ نہ کی تو ہم آپ کو محل میں قتل کر دیں گے۔" اور مادھو لال کا منہ بھاڑ کی طرح کھل گیا۔

"تم قتل کر دو گے ہمیں یہیں۔ اسی محل میں۔" مادھو لال نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں مہاراج۔ ہمیں یہ بات کہنے کے لیے مجبور ہونا پڑا ہے۔"

"اور اگر میں خود تمہاری گردن اُتار دوں تو؟"

"آپ ایسا ضرور کریں مہاراج کم از کم اتنا کام ہی کر لیں ہم نے آپ کے خلاف بغاوت کی بات کی ہے۔ سب سے پہلے آپ ہماری گردنیں اُتار دیں اور پھر میدانِ جنگ میں جا کر دشمنوں کی گردنیں اُتار دیں۔"

"پھر ایسی باتیں ہی کیوں کہہ رہے ہو۔ ہیں۔ بتاؤ میں تو تم سے صرف یہی کہہ رہا ہوں نا کہ کسی طرح اس جنگ کو ٹال دو۔ میں جنگ نہیں کرنا چاہتا۔ میں جنگ نہیں کر سکتا۔"

"آپ کو کیا ہو گیا ہے مہاراج۔ پہلے تو آپ ایسے نہ تھے۔ مادھو لال ایک حیثیت رکھتا تھا۔ اس عرصے میں آپ کتنے بدل گئے۔"

"ہم کیا بدل گئے بھائی۔ وقت نے بدل دیا ہے۔ اب بتاؤ یہ سوکھے سوکھے ہاتھ تلوار اُٹھائیں گے۔ ہم سے تو تلوار اُٹھائی بھی نہ جا سکے گی۔ ہمیں کتنا عرصہ ہو گیا ہے تلوار اُٹھائے ہوئے۔ تاہم اب تم سب ہی ہمارے خلاف ہو گئے ہو۔ تو ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ ہمارے بھاگ ہم سے روٹھ گئے ہیں۔ ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی جنگ کی کہتے ہو جنگ کریں گے مر گئے تو کہیں سمادھی بنا دینا۔" مادھو لال نے بیچارگی سے کہا۔ سپہ سالار اور مہامنتری بھرے دربار میں ایسی باتیں کہہ گئے تھے جس کا انہیں افسوس بھی تھا اور خوف بھی۔

بہرحال مادھو لال راجہ تھا ابھی اس کی حکومت تھی۔ اگر وہ حکم دیتا تو مہامنتری اور سپہ سالار کی گردن اُڑا دی جاتی لیکن مادھو لال اتنا بزدل ہو گیا ہے۔ یہ بات اُن کے تصور میں بھی

نہ تھی۔ دوسری جانب مادھو لال دربار برخاست کر کے اندر محل میں گھس گیا تھا۔ اپنا کمرہ بند کر لیا تھا اور پریشانی کے عالم میں ادھر اُدھر ناچ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں کوئی ترکیب نہیں آرہی تھی۔ ہر خیال اُسے ناممکن ہوتا تھا کہ کیسے اس مصیبت سے جان بچاؤں وہ سوچ رہا تھا اور سوچتے سوچتے اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ ہی گئی۔ وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ اور اُس نے اپنے دستۂ خاص کے سالار کو طلب کر لیا تھا۔ یہ سالار اُس کا خاص وفادار تھا۔ لیکن صورتحال سے وہ بھی باخبر ہو چکا تھا۔ اور اُس کے چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔

"جی۔ مہاراج۔" یہ کہہ کر اُس نے گردن جھکا دی۔

"تم نے دیکھا سنت لال۔ تم نے دیکھا کہ سارے کے سارے ہمارے خلاف ہو گئے ہیں۔ سارے کے سارے یہ چاہتے ہیں کہ ہم میدانِ جنگ میں جائیں اور جنگ کریں۔ مگر ہم یہ نہیں چاہتے کسی طرح کوئی اُپائے کرو۔ کوئی ترکیب سوچو۔"

"جو مہاراج حکم دیں۔ میں تیار ہوں۔" سنت لال نے کہا۔

"ایک ترکیب آئی ہے ہمارے ذہن میں لیکن یہ سر نہیں مانیں گے۔ یہ ہمیں مروا کے چھوڑیں گے۔ ارے ہم نے اسی دن کے لئے انہیں منتری رکھا تھا۔ بھگوان کی سوگند اگر اس مصیبت سے ہماری جان بچ گئی۔ تو سب سے پہلے ہم اپنے سپہ سالار اور منتری کو قتل کروا دیں گے۔ اس کی جگہ کسی دوسرے آدمی کو رکھیں گے۔ بلکہ میں یوں کروں گا سنت لال کہ میں تمہیں سالار بنا دوں گا۔ یا اگر تم بننا چاہو تو مہامنتری بن جانا۔ سالار کسی دوسرے کو بنا لیں گے۔ بس یہ خطرہ ٹل جائے۔"

"یہ ساری باتیں بعد میں سوچنے کی ہیں سرکار۔ پہلے یہ بتائیے کہ کیا کیا جائے۔"

"ہاں۔ ہاں وہی تو بتا رہا ہوں۔ وہی تو بتا رہا ہوں۔ تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔"

"دستۂ خاص کے آدمی سرکار۔" سنت لال نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہاں انہی کی بات کر رہا ہوں۔"

"پانچ سو آدمی ہیں مہاراج۔" سنت لال نے جواب دیا۔

"تو پھر سنت لال یوں کرو۔ راتوں رات نکل جاؤ۔ ہماری ریاست میں جہاں جہاں باغ پھیلے ہوئے ہیں وہاں سے سارے پھول توڑ لاؤ اور راتوں رات ان کے ہار بنوا لو۔ باقی کام ہم تمہیں صبح کو بتائیں گے مگر یہی شرط ہے کہ جو کچھ ہم کہیں وہی ہونا چاہیئے۔ تم چار چار آدمیوں کو منتری اور سالار پر مقرر کر دینا۔ اگر وہ کوئی گڑبڑ کریں تو وہیں اُن کی گردن اُتار دی جائے۔ بولو کرو گے ایسا۔"؟

"مہاراج کا حکم ہے تو کیوں نہ کروں گا مہاراج۔ اگر منتری اور سالار کے قتل سے سینا ہی بگڑ گئی تو کیا ہوگا۔"

"جو ہوگا دیکھا جائیگا۔ ایک کھیل تو کھیلنا ہی ہے۔ سینا اگر بگڑ گئی تو زیادہ سے زیادہ یہی کریں گی کہ ہمیں مار دیں گی۔ ارے رن میں تو نہ مرنا پڑیگا۔ اُس میں تو بڑی گڑبڑ ہوتی ہے۔ بس تم یوں کرو۔ مگر ذرا ہوشیاری سے۔ اگر بات بن گئی تو تمہیں اتنا انعام ملے گا سنت لال کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"جو حکم مہاراج۔ میں جاتا ہوں اور یہ کام کر لیتا ہوں۔" سنت لال نے جواب دیا۔ اور خفیہ طور سے اپنے دستے کو تیار کر کے وہ مہم شروع کی جس کا مادھو لال نے حکم دیا تھا۔ راتوں رات حملہ آور لشکر نے قلعے کے سامنے پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ تاحدِ نگاہ فوجیں ہی فوجیں پھیلی ہوئی تھیں۔ مادھو لال نے فصیل پر چڑھ کر ان فوجوں کو دیکھا اور بے ہوش ہوتے ہوتے بچا۔ بھلا ایسے ٹڈی دل لشکر سے ان سے لڑنا کوئی آسان کام تھا۔ منتری اور سالار تو پاگل ہو گئے ہیں۔

مہامنتری اور سالار نے اندازہ کر لیا تھا کہ جنگ ناگزیر ہے چنانچہ وہ بھی لشکر کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ فی الوقت تو انہوں نے یہی کیا تھا کہ فوجوں کو منظم کر کے قلعے میں جمع کر لیا تھا۔ ان کا خیال یہی تھا کہ قلعہ بند ہو کر جنگ کی جائے۔ لیکن صبح کو مادھو لال کی جانب سے حکم ملا کہ قلعے کے دروازے کھول دیئے جائیں اور سیناؤں کو ہتھیاروں سے لیس کر کے قلعے سے باہر نکالا جائے۔ یہ حکم سالار اور منتری کے لئے تعجب خیز تھا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مادھو لال بدن پر زرہ بکتر سجائے جنگ کے لئے تیار ہے تو ان کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں۔ مادھو لال کو دیکھ کر یقین نہیں آرہا تھا۔ لیکن یہ ایک حقیقت تھی۔ مادھو لال نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اُس کا گھوڑا لایا جائے۔ اور فوجوں کو محل کے دروازے سے باہر نکالا جائے۔"

چنانچہ فوراً اس کی اس بات پر عمل شروع ہو گیا اور مادھو لال سینا کے سب سے پہلے دروازے سے برآمد ہوا۔ اس کے پیچھے سیناؤں کا ٹڈی دل باہر نکل آیا۔ حسبِ پروگرام دستے کے سالار نے چار چار آدمیوں کو مہامنتری اور سپہ سالار کے پیچھے لگا دیا تھا۔ اس کے بعد دوسری کاروائی پر عمل شروع ہو گیا۔ یعنی وہ گاڑیاں لائی گئیں جن میں پھولوں کے ہار بھرے ہوئے تھے۔ چھکڑے کے چھکڑے باہر نکالے گئے۔ سب لوگ اِن چھکڑوں کو دیکھ کر حیران

رہ گئے تھے۔ مہاراج مادھو لال کی جانب سے حکم ملا کہ یہ پھول سیناؤں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ سیناؤں کو حکم دیا گیا کہ ہر سپاہی پھولوں کے ہار لے کر آگے بڑھے اور تلواریں جھکا لے۔ دوسری فوجوں کے سپاہی جب جنگ کرنے آگے آئیں تو ان سے جنگ کرنے کے بجائے ان کی گردنوں میں پھولوں کے ہار ڈال دیں۔ یہ عجیب و غریب حکم سُن کر سپاہی حیران رہ گئے تھے۔ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آئی۔ مہامنتری اور سپہ سالار نے جب یہ حکم سنا تو ان کے چہرے غضبناک ہو گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر مہامنتری کی آواز ابھری۔

"میں سیناؤں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ مہاراج مادھو لال ....." ابھی اُس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً اُس کے گرد کھڑے ہوئے سپاہیوں نے اپنی تلواروں کی نوک اُس کی گردن پر رکھ دی۔ اور کہا "منتری جی اگر ایک لفظ بھی تمہاری زبان سے نکلا تو گردن اُتار دی جائے گی۔" انہوں نے کہا اور منتری نے خوفزدہ نگاہوں سے سالار کی جانب دیکھا۔ لیکن سالار خود اسی کیفیت کا شکار تھا۔ دونوں سپاہیوں کی تلواروں کی نوکوں پر تھے۔ ان کی ذرا سی جنبش انہیں زندگی سے محروم کر سکتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے خاموشی میں عافیت سمجھی۔ اور تلواریں نیچے گرا دیں۔ سیناؤں نے جب یہ دیکھا کہ مہامنتری اور سالار اس بات پر آمادہ ہیں جس کا حکم مادھو لال نے دیا ہے تو سب ہی نے پھولوں کے ہار اپنے ہاتھوں میں لے لئے۔ سامنے والے لشکر میں تحریک پیدا ہوئی ایک جیالا جوان تلوار ہلاتا ہوا آگے بڑھتا نظر آیا۔ اُس کے پیچھے پیچھے اُس کا محافظ دستہ تھا۔ شاید یہی جوان اس لشکر کا راجہ یا سپہ سالار تھا۔ جوان کے چہرے پر ایک سیاہ نقاب پڑی ہوئی تھی جس سے اُس کے خدوخال عام لوگوں کی نگاہوں سے معدوم تھے۔ محافظ دستے کے نرغے میں گھرا ہوا وہ بالآخر وہاں پہنچ گیا جہاں مادھو لال۔ مہامنتری اور سپہ سالار اور دوسرے بڑے لوگ موجود تھے۔ مادھو لال گھوڑے سے نیچے اُتر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں بھی پھولوں کا ہار تھا۔ وہ ہار لئے کر دانت نکالے آگے بڑھا۔

"جے ہو مہاراج کی۔ جے ہو۔ جنگ کرنے آئے ہیں مگر ہم شانتی کے پجاری ہیں۔ ہم آپ کی گردنوں میں پھول ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ ہماری گردنیں ہمارے شانوں سے اُتار ہی کیوں نہ دیں۔ ہم جنگ کرنے نہیں آئے مہاراج اور نہ یہ سینائیں جنگ کرنے آئی ہیں۔ بلکہ ہم سب آپ پر پھول نچھاور کرنے نکلے ہیں۔" مادھو لال نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔ حملہ آور فوجیں حیران رہ گئی تھیں۔ نوجوان ٹکٹکی باندھے مسکراتی آنکھوں سے مادھو لال کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک حقارت آمیز نگاہ لشکریوں پر ڈالی۔ اور گرجدار آواز میں بولا۔

"بھگوان کی قسم۔ مہاراج جے چند کے جیون میں یہ لشکر اتنا بزدل نہیں تھا۔ مہاراج جے چند بہادر آدمی تھے اور جب تک وہ حکمران رہے انہوں نے کبھی کسی دشمن کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیا۔ لیکن آج میری نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ تلوار پکڑنے والے ہاتھ پھولوں سے کھیل رہے ہیں۔ وہ جنگ کرنے پر آمادہ نہیں ہیں اور جو فوجیں جنگ نہ کر سکیں انہیں زندہ رہنے کا کوئی ادھیکار نہیں ہے۔ میں مادھو لال سے نہیں ان فوجوں سے پوچھ رہا ہوں کہ جے چند کی موت کے بعد وہ اتنے بزدل کیوں ہو گئے۔ مجھے میری بات کا جواب دیا جائے۔" مادھو لال کے فوجیوں کی آنکھوں میں آگ روشن ہو گئی تھی۔ ان سب نے پھولوں کے ہار پھینک کر تلواریں نکال لیں۔ اور پھر ان میں سے ایک چھوٹا فوجی افسر آگے نکل کر بولا۔ "خاموش ہم بزدل نہیں ہیں۔ ہم سے تلواریں چھین کر ہمارے ہاتھوں میں پھول تھما دیئے گئے ہیں۔ ہم آج بھی اتنے ہی بہادر ہیں جتنے مہاراج جے چند کے دور میں تھے۔ اور نوجوان شخص تو اپنے آپ کو بہت دلیر سمجھتا ہے۔ اس وقت ہم مادھو لال کی سرکردگی میں تجھ سے نہیں لڑ رہے بلکہ مہاراج جے چند کے نام پر تجھ سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی فوجوں کو اپنے دستے کے پیچھے جا اور جنگ کے لئے تیار ہو جا۔" چھوٹے سے بہادر افسر کے یہ الفاظ پوری فوج کے لئے تازیانہ ثابت ہوئے تھے۔ چاروں طرف جے جے کار گونجنے لگی اور مادھو لال کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"سارے ہی پاگل ہیں۔ سارے ہی پاگل ہیں۔ تم بھی پاگل معلوم ہوتے ہو نوجوان۔ آخر تم ہو کون۔ خواہ مخواہ تم نے میرے آدمیوں کو جوش دلا دیا۔ میں نے بڑی محنت سے انہیں اس بات کے لئے راضی کیا تھا کہ وہ جنگ نہ کریں۔ مگر تم بھی سرپھرے ہی معلوم ہوتے ہو۔ بھائی تمہارے آدمی بھی تو کٹیں گے۔ تم سب بھی تو مرو گے ہم کوئی اکیلے تھوڑی مریں گے کیوں جنگ کر رہے ہو۔ واپس لوٹ جاؤ۔ یا پھر یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

نوجوان کی آنکھوں میں مسکراہٹ تھی اُس نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "بھگوان کی سوگند یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوا تھا کہ مہاراج جے چند کے سپاہی بزدل ہو گئے ہیں لیکن اب سارا کرودھ مادھو لال کی طرف منتقل ہو گیا۔ مگر مادھو لال جی تمہیں ان سپاہیوں کی سرداری کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ جے چند کے سپاہی تھے۔ ہیں۔ اور ہیں

گے۔ میری لڑائی صرف تم سے ہے ان سپاہیوں سے نہیں۔ دیکھنے والوں۔ مادھولال کو دیکھو سادھو اسے اچھی طرح پہچان لو شاید تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ یہ مہاراج جے چند کا قاتل ہے۔ اس نے دھوکے سے مہاراج کو شکارگاہ میں قتل کیا تھا۔ صرف اس لئے کہ یہ راجہ بن جائے۔ اس کے بعد اس نے مہاراج کے بیٹے تلک چند کو پتھروں کے غار میں قید کر دیا اور رانی شردھا کو بھی دھوکہ دیکر اسی غار میں لے گیا۔ دونوں ماں بیٹو کو یہ غار میں بند کر آیا اور غار کے دہانے پر پتھر کی ایک بہت بڑی چٹان رکھ دی گئی۔ تاکہ وہ دونوں بھوک و پیاس کی تاب نہ لا کر وہیں موت کے منہ میں چلے جائیں۔ مگر بھگوان نے ان کی سہائتا کی۔ وہ وہاں سے نکل آئے مگر رانی شردھا اپنے بیٹے تلک چند سے بچھڑ گئی تھی۔ وہ کہاں گئی یہ میں نہیں بتا سکتا۔ لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ تلک چند کہاں ہے۔"

مادھولال کی تقدیر ہی خراب تھی۔ سارے کام الٹے ہوتے جا رہے تھے۔ یہ تلک چند کا قصہ کہاں سے نکل آیا۔ اور یہ جوان اس کے بارے میں اتنی تفصیل سے کیسے جانتا ہے۔ یہ باتیں اس کی سمجھ سے باہر تھیں۔ مہامنتری اور سپہ سالار کو جن لوگوں نے اپنی تلواروں کی نوکوں پر محصور کر رکھا تھا یہ تمام باتیں سن کر ان کی تلواریں بھی نیچے ہو گئیں اور مہامنتری اور سپہ سالار گھوڑا دوڑاتے ہوئے آگے نکل آئے۔ ان کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا انہوں نے مادھولال کو دیکھ کر نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔

"یہ راجہ ہے۔ یہ راجہ بننے کے قابل ہے۔ لیکن نوجوان شخص تم نے جو اس پر الزام لگایا ہے اس کا کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس؟"

"ہاں ثبوت ہے میرے پاس۔"

"کیا ثبوت ہے؟"

"ہمیں بتاؤ۔ ابھی ہم سب سے جنگ نہ کرو۔ اگر مہاراج واقعی جے چند کا قاتل ہے تو میدان جنگ میں جو فیصلہ ہوگا وہ کچھ اور ہی ہوگا۔" مہامنتری نے کہا۔

"تمام سینا مادھولال کے خلاف ہو گئی تھی۔ اور اسے نفرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ تب تلک چند نے اپنے چہرے سے وہ سیاہ نقاب ہٹا دیا جس نے اس کا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔

"پہچان سکتے ہو منتری جی تو اپنی بوڑھی آنکھوں سے جے چند کے بیٹے تلک چند کو پہچانو۔ ہاں میں ہی تلک چند ہوں۔ مادھو لال نے میرے پتا کو قتل کیا تھا۔ اور مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر بھگوان نے میرا جیون بچا لیا اور آج اس نے مجھے اتنا بڑا ابھیمان دیا کہ میں سیناؤں کو لے کر مادھولال سے اپنے پتا کا بدلہ لوں۔ مجھے اس ریاست سے کوئی دشمنی ہے۔ یہ میری اپنی ریاست ہے۔ یہ میری اپنی سینائیں ہیں۔ لیکن مادھولال کو میں جیون بھر نہیں چھوڑ سکتا۔ بھگوان کی سوگند میں اپنے پتا کا بدلہ ضرور لوں گا۔ کھڑا ہو جا مادھولال تو میرا چچا ہے مگر میں خون کے اس رشتے کو نہیں مانتا تو نے میرے پتا کو قتل کیا۔ میں تجھے جیتا نہیں چھوڑوں گا۔ بول تو مجھے غار میں لے گیا تھا یا میں جھوٹ بول رہا ہوں" تلک چند نے اپنی تلوار مادھولال کی گردن پر رکھ دی۔ اور مادھولال کے حواس جواب دینے لگے۔ وہ بوڑھا ہو گیا تھا اور بڑھاپے نے اس کی عقل کسی حد تک خبط کر دی تھی۔ ادھر ادھر دیکھ کر اس نے آوازیں لگائیں۔

"او پاپیو۔ او نمک حراموں ذرا سی دیر میں بدل گئے۔ میں راجہ ہوں میری بات مانو۔ جے چند کے بیٹے کی بات مان رہے ہو قتل کر دو اسے۔ گھیر لو چاروں طرف سے۔ یہ پاپی جلنا کیسے بچ گیا۔ یہ غار سے نکل کیسے بھاگا۔" وہ خوفزدہ لہجے میں اپنی فوجوں کو مخاطب کر کے بولا۔

اور مہامنتری اور سپہ سالار اپنی جگہ سے ہٹ کر اس کے نزدیک آ گئے تھے۔ انہوں نے اسے گریبان سے پکڑ کر آگے کیا۔ اور تلک چند کے آگے اپنی تلواریں جھکا کر بولے۔

"تمہارا مجرم حاضر ہے تلک چند سے جے چند مہاراج کے خون کا بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ ہم آج بھی جے چند مہاراج کے وفادار ہیں۔ اور مادھولال کو راجہ نہیں مانتے۔ یہ تمہارے سامنے ہے مہاراج تلک چند۔ اس کی گردن اتار دو۔ ہم اس کے خون کے پیاسے ہیں" تلک چند نے مادھولال کو تلوار کی نوک کے زور پر کھڑا کیا اور مادھولال تھر تھر کانپنے لگا "مجھے چھوڑ دے۔ پاپی ہتیارے مجھے چھوڑ دے۔ ہائے تو جوان کیسے ہو گیا۔ میں نے تو تیرا خطرہ ہی مٹا دیا تھا۔ پرے۔ پرے ہے بھگوان یہ کیا کیا تو نے" مادھولال اپنا سر پیٹنے لگا۔ اور تلک چند کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ایسے نہیں مادھولال۔ ایسے نہیں۔ میں تجھے ایسے نہیں ماروں گا۔ پاپی کتے۔ تو نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا اب تجھے اس کا پورا پورا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ اسے گرفتار کر لو۔ اور محل میں لے چلو۔ میری سینائیں یہیں قیام کریں گی۔ اور میں مادھولال کا قصہ پاک کر کے یہاں سے جاؤں گا" تلک چند نے کہا۔ اور اس کی ہدایت پر سپہ سالار اور اس کے ساتھیوں نے مادھولال کو گرفتار کر لیا۔

وہ ان کی گرفت میں اچھل کود مچا رہا تھا تلک چند بڑے

کروفر کے ساتھ اس محل میں داخل ہوا جہاں اس نے جنم لیا تھا۔ اور جہاں وہ پروان چڑھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ ایک ایک چیز اسے یاد آ رہی تھی۔ رانی شردھا۔ مہاراج جے چند اور سنجانے کیا کیا۔ مہامنتری اور سپہ سالار بڑے احترام کے ساتھ اسے درباریوں کے ساتھ محل کے اندر لے گئے تھے اور اندر محل کے کمرۂ خاص میں اس کے لئے نشست کا بندوبست کیا گیا۔ وہ سب اس کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے مادھولال رسیوں میں جکڑا ہوا ایک جانب کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں سے خوف و ہراس ٹپک رہا تھا۔ تب مہامنتری نے پوچھا۔

"مادھولال کے لئے کیا حکم ہے مہاراج تلک چند؟"

"ابھی اسے قید کر دیا جائے۔ اس کا فیصلہ میں ایک آدھ دن میں کروں گا۔"

"جو حکم مہاراج۔" مہامنتری نے کہا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ مادھولال کو قید خانے میں ڈال دیا جائے۔ اور اس کی کڑی نگرانی کی جائے۔"

پھر مہامنتری نے تلک چند سے کہا۔ "یہ تو بتائیے مہاراج یہ سینائیں یہ لشکر کس کا ہے اور آپ سے ان کا کیا ناطہ ہے؟"

"میں ان کا راجہ ہوں۔ میں غار سے نکل کر انتہائی مشکل اور تکلیف کی زندگی گزارتا ہوا بالآخر کیدوراج تک پہنچ گیا۔ اور کیدوراج کی آغوش میں، میں نے ایک اور نام سے پرورش پائی۔ جبکہ میں جانتا تھا کہ وہ مادھولال کا دوست اور مہاراج جے چند کا دشمن ہے۔ لیکن میں نے دشمن ہی کی گود میں پرورش پا کر بالآخر اس کی حکومت حاصل کر لی۔ اور اب میں کیدوراج کی سلطنت کا راجہ ہوں۔ میں وہاں راجہ ہری راج کے نام سے حکومت کرتا ہوں لیکن میرا مشن اصل میں یہی تھا کہ کسی طرح اپنے پتا جے چند کے قتل کا بدلہ لوں۔ اور آج بھگوان نے میری یہ خواہش پوری کر دی ہے۔" تلک چند نے جواب دیا ——

مہامنتری اور دوسرے درباری اس کی رام کہانی پر حیران رہ گئے تھے۔ مہامنتری نے درخواست کی کہ "مہاراج تلک چند آپ کی اصل ریاست تو یہی ہے۔ مادھولال پاپی جے چند کو قتل کرنے کے بعد کچھ دیر تک راجہ ضرور رہا۔ لیکن بھگوان کی سوگند یہ راج گدی آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ اب تو آپ آ گئے ہیں مہاراج۔ تو اس راج گدی کا کوئی اور مالک نہیں ہو سکتا۔ ہماری آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہم پر حکومت قبول کر لیں۔ اور کل صبح دربار عام میں مہاراج جے چند کا تاج آپ کے سر پر رکھا جائے۔" تلک چند کی آنکھوں کے آنسو اس کے گالوں پر ڈھلک آئے تھے۔ اس نے کسی قدر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کاش آج ہماری ماتا جی بھی یہ منظر دیکھنے کے لئے زندہ ہوتیں۔ کاش وہ بھی مہاراج جے چند کے قاتل کو اپنی آنکھوں سے کیفر کردار تک پہنچتے ہوئے دیکھ سکتیں لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں۔"

"آپ آ گئے ہیں۔ مہاراج۔ ہم رانی شردھا کی تلاش میں زمین و آسمان ایک کر دیں گے۔ اور انہیں تلاش کر کے ہی دم لیں گے" مہامنتری نے کہا۔

"اگر تم ایسا کرو۔ تو تمہارا ہم پر بڑا احسان ہوگا۔ مہامنتری جی۔ میں چاہتا ہوں کہ مادھولال کو ماتا جی کے سامنے ہی سزا دوں۔ تاکہ ان کا من بھی ٹھنڈا ہو سکے میں نے اب تک ان کی تلاش کی بہت خفیہ کوششیں کی ہیں۔ لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ پر میرا من کہتا ہے کہ ماتا جی زندہ ہیں۔ اور جیون میں میں پہلی بار من کی بات مان رہا ہوں میرے ساتھیو اور مہامنتری جی اگر تم لوگ رانی شردھا کو تلاش کر کے میرے حوالے کر دو تو میں جیون بھر تمہارا احسانمند رہوں گا۔"

"یہ ہمارا فرض ہے مہاراج۔ بھگوان نے آج یہ خوشی کا دن دکھایا ہے۔ ہم اس سلسلے میں اپنی پوری پوری کوششیں کریں گے آپ چنتا نہ کریں۔ رانی شردھا ضرور مل جائیں گی۔ تب تک پاپی مادھولال کو قید رکھا جائے گا۔" مہامنتری نے کہا۔

ساری ریاست میں دھوم مچ گئی تھی۔ لوگوں کے غول کے غول سڑکوں پر کھڑے چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ جنگ جس کے خیال نے ریاست کے لوگوں کو پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔ اب ایک خوشی میں بدل گئی تھی۔ جنگ نہیں ہوئی تھی۔ اور تلک چند کی سینائیں باہر کھڑی ہوئی خوشی کے شادیانے بجا رہی تھیں۔ بغیر جنگ کے اتنا بڑا معرکہ سر ہو گیا تھا اور یہ بات کم خوشی کی نہ تھی۔ جشن کی تیاریاں جاری تھیں اور لوگ راتوں رات جشن منانے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ ہر شخص خوشی میں مست تھا۔ سب کو اس بات پر حیرت تھی کہ کس طرح جے چند کا بیٹا لاپتہ ہو کر ایک طویل عرصے کے بعد اپنی ریاست واپس آیا۔ اور بالآخر ریاست کا راجہ بن بیٹھا۔ دوسرے دن مہامنتری نے دربار عام برپا کیا —— سارے معززین دربار میں جمع ہو گئے جو افواہ کل گردش کر رہی تھی۔ وہ آج حقیقت کے روپ میں موجود تھی۔ مادھولال کو بھی قیدی کی حیثیت سے سامنے لایا گیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور راتوں رات میں اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ باہر ریاست کے

عوام نعرے لگا رہے تھے کہ مادھو لال کو اُن کے سامنے سُولی پر لٹکایا جائے۔ اِن کا جوش و خروش دیکھنے کے قابل تھا۔ تلک چند کی تاجپوشی کے انتظامات ہو رہے تھے۔ تلک چند کی آنکھوں میں اب بھی نمی تھی۔ اُس کے ذہن میں بار بار رانی شردھا کا خیال آ رہا تھا۔ کاش آج وہ یہ سب کچھ دیکھنے کے لیے اِس کے ساتھ موجود ہوتی۔ اور پھر راج مکٹ تلک چند کے سر پر رکھ دیا گیا۔ اور چاروں طرف خوشی کے نعرے بلند ہونے لگے "تلک چند کی جے مہاراج تلک چند کی جے۔"

*

دل تو آج رانی شردھا کا بھی بہت خوش تھا۔ لیکن چمپا کلی کا تبسم دشمن کر وہ اُس کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے ورشنا بڑی خوش نظر آ رہی ہے تو؟" رانی شردھا نے پوچھا۔

"ہاں ماتا جی سمے آ گیا ہے۔ سمے آ چکا ہے بس تھوڑا سا انتظار۔ بہت تھوڑا سا انتظار۔" ورشنا نے کہا۔ اور رانی شردھا تعجب سے اس کی صورت دیکھنے لگی۔

"کس کا انتظار کیسا انتظار۔ صاف صاف بتا ورشنا۔ کیا کہہ رہی ہے تو۔ میں تو اتنی اُلجھ کر رہ گئی ہوں کہ بس جب بھی تیرے منہ سے کچھ سُنتی ہوں خوفزدہ ہو جاتی ہوں۔"

"مگر بات اب خوف کی نہیں ہے۔ بلکہ۔ بلکہ سمجھ لیں کہ بس آپ کی خوشیاں پھر بھگوان نے لوٹا دی ہیں۔"

"مگر ہو کیا گیا مجھے بتا تو سہی۔"

"بہت تھوڑا سمے رہ گیا ہے ماتا جی۔ جب ہم وہیں واپس چلے جائیں گے جہاں سے آئے تھے۔ بہت ہی تھوڑا سمے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ بس وہ آنے ہی والا ہے۔"

"کون ہے؟" رانی شردھا کے سانس تیز ہو گئے۔ اُس کے چہرے پر ساری جہان کی محبتیں اور ممتا سمٹ آئی تھی۔

"ورشنا تجھے بھگوان کا واسطہ۔ مجھے بتا تو سہی تو کیا کہنا چاہتی ہے۔"

"بس ماتا جی۔ وہ دیکھو۔ وہ دیکھو۔ دروازے کے باہر کون ہے؟" چمپا کلی پُراسرار لہجے میں بولی۔ اور رانی شردھا کا چہرہ دروازے کی طرف گھوم گیا۔ پورن لال اُسی دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اندر آ کر اس نے رانی شردھا کے پاؤں چھوئے۔ اور سیدھا ہو کر بولا۔

"آپ کے لیے ایک بہت بڑی خوشخبری لایا ہوں۔ رانی جی۔"

"بھگوان تمہیں سُکھی رکھے پورن لال۔ کیا خوشخبری ہے میرے لیے۔ بتا نے کیا کہہ رہے ہو تم سب کے سب۔"

"حالانکہ آپ نے ہم سے بہت کچھ چھپایا تھا۔ مگر رانی جی لیکن بھگوان میری گردن اونچی کرنا چاہتا تھا۔ یہ بڑا کام میرے ہاتھوں انجام پانا تھا۔ اور مجھے بے حد مسرت ہے کہ مجھے آپ کی سیوا کرنے کا فخر حاصل رہا ہے۔ تیار ہو جائیے رانی شردھا آپ کا بیٹا تلک چند اپنے پتا جے چند کے تخت پر تخت نشین ہو چکا ہے۔"

"کیا؟" جیسے رانی شردھا کا کلیجہ حلق سے باہر نکل آیا۔ اور اس کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ وہ نیم دیوانی سی ہو گئی تھی۔ وہ ہنس رہی تھی، رو رہی تھی۔ بلک بلک کر رو رہی تھی۔ اور حلق پھاڑ پھاڑ کر ہنس رہی تھی۔ "تم سچ کہتے ہو۔ کیا تم سچ کہتے ہو؟ کیا واقعی ایسا ہو گیا؟ کیوں میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو۔ ایسے میں ایسی ہو گئی ہوں کہ اب کوئی مذاق بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ مجھے سچ سچ بتا دو۔ تمہیں بھگوان کا واسطہ مجھے سچ سچ بتا دو۔"

"ہاں رانی جی یہ ساری باتیں سچ ہیں۔" پورن لال نے کہا۔

"تو مجھے لے چلو اُس کے پاس۔ جلدی سے چلو۔ بھگوان کے لیے جلدی سے چلو۔ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ بھگوان نے میرے دن کیسے پھیر دیئے۔" رانی شردھا بے چین لہجے میں بولی۔ اور پورن لال نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"انتظامات ہو رہے ہیں۔ بہت جلد میں آپ کو آپ کے بیٹے کے پاس لے چلوں گا۔ اس نے خود آپ کی تلاش میں آدمی چاروں طرف دوڑا رکھے ہیں۔ مجھے بھی تھوڑی دیر پہلے اس کی اطلاع ملی ہے۔" پورن لال نے جواب دیا۔ پھر وہ رانی شردھا سے اجازت لے کر باہر نکل گیا اور رانی شردھا نے چمپا کلی کو گلے لگا لیا۔

"ورشنا۔ ورشنا کیا تو مجھے اس خوشخبری کی اطلاع دے رہی تھی۔ تو کیا مجھے اس بارے میں بتا رہی تھی۔" اس نے بے اختیار ورشنا کو بھینچتے ہوئے کہا۔

"ہاں رانی جی میں آپ کو اسی بات کی اطلاع دے رہی تھی اور یہ اطلاع دیتے ہوئے میرے من میں بہت سے خیالات جاگ رہے تھے رانی جی۔ کیا آپ کو ان خیالات سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔"

"تیرا من چاہے تو بتا دے۔ میں تو اس وقت اپنے تلک

چند کے سوا کچھ نہیں سوچ رہی۔"

"رانی جی آپ کو بھگوان کا واسطہ۔ آپ میرے لیے بھی ضرور سوچنا۔ اپنے تلک چند میں گم ہو کر چمپا کلی کو مت بھول جانا۔ کیونکہ اب اس کی ساری کہانی تمہارے کانوں تک پہنچ گئی ہے آئندہ اس بارے میں، میں کچھ اور نہ کہوں گی رانی جی۔ جو کچھ سوچو، جو کچھ کرو۔ سب تمہارا کام ہے۔" جواب میں رانی شردھا نے چمپا کلی کو اور زور سے بھینچ لیا تھا۔

خوبصورت رتھ میں چمپا کلی رانی شردھا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ بہت سے گھوڑے پیچھے تھے بہت سے آگے۔ اور ان سب کی قیادت خود پورن لال کر رہا تھا۔ جب وہ جے چند کی ریاست کے قریب پہنچے۔ تو جے چند کے چند ہرکارے دوڑتے ہوئے ان کے قریب آ گئے۔ راجہ پورن لال جانی پہچانی شخصیت تھی۔ یہ شک نہیں تھا کہ جس پر خیال ہوتا کہ پورن لال نے ریاست پر چڑھائی کی ہے۔ تھوڑے سے گھوڑے تھے اور راجہ پورن لال ان کے ساتھ تھا۔ نزدیک آنے والوں نے گھوڑوں سے اُتر کر پورن لال سے اس کی آمد کی وجہ پوچھی۔ اور راجہ پورن لال نے کہا۔

"مہاراج تلک چند کو بدھائی دینے آیا ہوں اور اُن کے لیے ایک مہان بھینٹ لایا ہوں۔ اس بھینٹ کے بارے میں پورن لال نے اُن لوگوں کو کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی۔

بہر صورت ہرکارے واپس دوڑ گئے۔ اور تلک چند کو راجہ پورن لال کے آنے کی اطلاع دی۔ تلک چند نے ازراہِ اخلاق قلعے کے دروازے سے باہر آ کر راجہ پورن لال کا سواگت کیا تھا۔ راجہ پورن لال نے اُسے گلے لگایا اور اپنے باپ کی سلطنت حاصل کرنے کی بدھائی دی پھر بولا۔

"مہاراج اس خوشی کے موقع پر آپ کے لیے کوئی ایسی ہی بھینٹ لائی گئی جس کو آپ کو سویکار کرنے میں اتنی خوشی ہو جتنی مجھے بھینٹ کرنے میں۔ مہاراج یہ مہان بھینٹ میں آپ کو پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"تمہارا آ جانا ہی ہمارے لیے خوشی کا باعث ہے راجہ پورن لال۔ جو کچھ تم لاتے ہو اُسے ہم نے خوشی سے سویکار کیا۔ میرے ساتھ قلعے میں ساتھ چلو۔ ہمارے مہمان بنو۔"

"ایسے نہیں مہاراج تلک چند۔ میں اپنی حیثیت بہت بڑھانا چاہتا ہوں۔ میں اپنا وقار آپ کی نگاہوں میں اتنا بلند کرنا چاہتا ہوں کہ دوسرا اس کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہ سکے۔ اور یہ سب کچھ تبھی ہو گا جب آپ میری [illegible] کو د[illegible] گے۔"

"اگر تمہاری یہی خواہش ہے پورن لال [illegible] نہیں اس میں اعتراض نہیں ہے۔ تم جس پریم سے ہمارے پاس آئے ہو وہی ہمارے لیے بڑا مہان ہے۔ آؤ دکھاؤ۔ کیا دکھانا چاہتے ہو۔" تلک چند نے کہا اور اپنا گھوڑا آگے بڑھا دیا۔

پورن لال نے اس کے گھوڑے کی باگیں پکڑ کر کہا "نہیں مہاراج گھوڑے پر نہیں۔ جو بھینٹ میں آپ کو دینا چاہتا ہوں وہ اتنی مہان ہے کہ اس کے آگے آپ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اگر آپ گھوڑے پر سوار ہو کر اس تک پہنچے تو اس کا اپمان ہو گا۔ گھوڑے سے نیچے اُتر آئیں تب میں آپ کو اپنا تحفہ دکھا سکتا ہوں۔" پورن لال کے الفاظ عجیب تھے لیکن تلک چند نے انہیں محسوس نہ کیا اور دونوں دوستوں کی طرح ٹہلتے ہوئے آگے بڑھے اور رتھ کے قریب پہنچ گئے۔ پھر تلک چند کے دل کی دھڑکنیں نجانے کیوں تیز ہو گئیں تھیں۔ پورن لال نے رتھ کا پردہ ہٹا دیا۔ رانی شردھا سامنے ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ اور تلک چند اور رانی شردھا آمنے سامنے ہو گئے تو دونوں کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ دوسرے لمحے رانی شردھا نے ایک زوردار چیخ ماری۔ اور رتھ سے چھلانگ لگا دی۔ تو بھی تلک چند نے اُسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا تھا۔ اس کے بعد کے مناظر بے حد رقت انگیز تھے۔ دونوں اپنا صبر و سکون کھو بیٹھے تھے۔ سارے سپاہی کچھ دور کھڑے ماں اور بیٹے کا یہ محبت بھرا ملاپ دیکھ رہے تھے۔ تلک چند ماں کے قدموں میں بیٹھ گیا اور اپنا سر اس کے قدموں میں رکھ دیا اور اپنے آنسوؤں سے اس کے قدم دھونے لگا۔ رانی شردھا نے اُسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھا لیا تھا۔

"میرا بیٹا۔ میرا راجہ بیٹا۔" اور اُسے پھر سینے سے لگا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں کو ہوش آیا۔ پورن لال پیچھے کھڑا ہوا مسکرا رہا تھا۔ تلک چند اس کی جانب بڑھا اور اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں سے لگا لیے۔

"پورن لال بھگوان کی قسم۔ اس سے بڑھ کر بھینٹ پورے سنسار میں کوئی نہ ہو گی۔ تم سچ کہتے تھے، حالانکہ تمہارے الفاظ بہت عجیب تھے لیکن اب مجھے پتہ چلا کہ تم نے یہ سب کچھ کیوں کہا تھا۔ پورن لال تلک چند جب تک جیتا ہے، تمہارے اس احسان کو فراموش نہیں کرے گا۔"

"نہیں تلک چند مہاراج، پورن لال کا بھی اتنا ہی فرض تھا جتنا آپ کا۔ رانی جی آپ ہی کی نہیں میری بھی ماتا ہیں۔ میں نے اِن کی جو کچھ بھی سیوا کی۔ مجھے اس پر بڑا مان ہے۔ بہر صورت یہ میری خوش قسمتی تھی کہ رانی شردھا میرے ساتھ رہیں۔ اور میں اِن کی سیوا کر سکا۔ نجانے میں ان کے

ساتھ کوئی اچھا سلوک کر بھی سکا یا نہیں۔"

"آؤ۔ پورن لال آؤ۔ اب محل میں چل کر ہی باتیں ہوں گی۔" تلک چند نے پورن لال کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اور دوسرے ہاتھ سے ماں کا ہاتھ تھامے رتھ کی طرف بڑھ گیا۔ ماں کو رتھ میں بٹھایا اور پھر خود گھوڑے کی باگیں پکڑ کر پیدل چلنے لگا۔ پورن لال اس کے ساتھ تھا۔ قلعے میں ان لوگوں کا داخلہ عجیب منظر پیش کر رہا تھا۔ رعایا کو بھی یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ یہ برسوں کے بچھڑے ملے ہیں۔ اس لئے ساری خوشیاں ایک ساتھ جمع ہو گئی تھیں۔ جو ہنگامے نہ ہوتے کم تھا۔ دوسری طرف پورن لال نے بھی اپنی ریاست میں ہرکارے دوڑا دیئے تھے کہ آٹھ روز تک وہی جشن منایا جائے جو تلک چند کی ریاست میں منایا جا رہا ہے۔ اس طرح دو راجہ ایک ہو گئے تھے۔ اور تلک چند کو رانی شردھا مل گئی تھی۔ چمپا کلی بیچاری کی طرف کسی نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ اس کی طرف تو کسی نے دیکھا بھی نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے رانی شردھا کے ساتھ اس کے محل میں چلی گئی اور ایک کونے میں بیٹھ کر اپنی تقدیر کے فیصلے کا انتظار کرنے لگی۔ ماں اور بیٹے سالہا سال بعد ملے تھے آپس کی محبتیں ہی ختم نہ ہوتی تھیں جو چمپا کلی کا خیال ذہن میں آتا۔ چنانچہ کافی دن تک چمپا کلی اور رانی شردھا کی ملاقات نہ ہو سکی۔ چمپا کلی اپنے دل ہی دل میں گھٹ رہی تھی اور انتظار کر رہی تھی کہ دیکھیں اس کی تقدیر کا ستارہ کب چمکتا ہے۔ کافی دنوں کے بعد یونہی ایک بار رانی شردھا کو اس کا خیال آیا اور اس نے سامنے بیٹھے ہوئے تلک چند سے پوچھا۔

"ارے ورشنا کہاں ہے؟"

"کون ورشنا ماتا جی۔"

"ورشنا۔ ارے۔ اوہو۔ ورشنا۔ میرا بھی کیسا دماغ پھر گیا ہے۔ ارے وہی جو ہمارے ساتھ آئی تھی۔ کہاں ہے بیٹا کہاں رکھا ہے اسے۔"

"آپ کے ساتھ آئی تھی ماتا جی۔ مجھے تو یہ بات نہیں معلوم۔"

"توبہ۔ توبہ۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ وہ بیچاری پہلے ہی اپنے من میں اس خدشہ کا اظہار کر چکی تھی کہ میں کہیں محل میں جا کر اسے بھول ہی نہ جاؤں۔ بڑی بھول ہوئی ہے مجھ سے۔"

"شما کر دو۔ شما کر دو۔ ارے پاپیوں دیکھو تو سہی ورشنا کہاں ہے۔" رانی شردھا نے دروازے کے سامنے کھڑے چوبداروں سے کہا۔ اور چوبدار دوڑ گئے۔

"مگر ماتا جی یہ ورشنا کون ہے۔ اور آپ کے ساتھ کہاں سے آئی ہے۔"

"ورشنا کی کہانی بہت لمبی ہے۔ میں تجھے اطمینان سے سناؤں گی۔ مجھے تو بس یہ افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے اس سے اتنی لاپرواہی کیوں برتی۔ کیسا خود غرض ہوتا ہے انسان۔ جس بچی نے اتنے عرصے میری دلجوئی کی، میری خدمت کی۔ میں اسے اس طرح بھول گئی۔ بڑا ہی برا ہوا۔ میں کیسے اس کے سامنے سر اٹھا سکوں گی۔"

"تعجب ہے ماتا جی مجھے تو ایسی کسی لڑکی کے بارے میں معلوم ہی نہ ہو سکا۔" تلک چند بھی حیرت سے بولا۔

اور پھر اس نے باہر نکل کر دوسرے لوگوں کو بھی ورشنا کی تلاش کی ہدایت کر دی۔ لیکن ورشنا کو تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ لوگوں کو معلوم تھا کہ وہ کہاں ہے۔ چنانچہ وہ تھوڑی دیر کے بعد دو چوبداروں کے ساتھ رانی شردھا کے کمرے میں پہنچ گئی۔ تلک چند اس سے دروازے کے باہر ہی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے جو اس قتالِ عالم کو آتے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ ایسا حسین چہرہ ایسا حسین وجود اس نے چشمِ تصور سے بھی نہ دیکھا تھا۔ اس کے من میں تو بس ایک آواز بسی ہوئی تھی۔ وہ آواز جو اس کی زندگی کی ساتھی تھی۔ اور جس نے اسے اب تک سہارا دیا تھا وہ اسی آواز کا پجاری تھا۔ لیکن یہ وجود۔ یہ وجود نجانے کیوں اس کے شریر میں سردی پیدا کر رہا تھا۔ وہ بت کی طرح ساکت کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ چمپا کلی کی حسین آنکھوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کی بلائیں لیں۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکان ابھری اور پھر وہ سر جھکائے رانی شردھا کے پاس پہنچ گئی۔ رانی شردھا اٹھی۔ آگے بڑھی اور پھر اس نے چمپا کلی کو گلے لگا لیا۔ چمپا کلی کی شکایت بھری آواز ابھری۔

"میں آپ کو یاد آ گئی ماتا جی۔" اور رانی شردھا نے گردن جھکا دی۔

"بھگوان کی سوگند بڑی بھول ہوئی تھی مجھ سے ورشنا۔ بڑی ہی بھول ہوئی تھی کہ میں اتنے دن تک تجھ سے نہ مل سکی تھی۔ شما کر دے۔ مجھے میری بچی۔ مجھے شما کر دے۔"

"ارے نہیں ماتا جی۔ میں نے اس لئے یہ باتیں تھوڑی کہی تھیں۔ آپ تو مجھے شرمندہ کرنے لگیں۔ بھگوان کے لئے ایسی باتیں نہ کریں۔ میں آپ کے قدموں کی خاک ہوں۔" ورشنا نے کہا۔ لیکن تلک چند پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ اس

کی آنکھوں میں ایک عجیب سی روشنی پھوٹنے لگی تھی۔ آواز جو ورشنا کے ہونٹوں سے نکل رہی تھی وہی آواز تو تھی جو آج تک اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

"نہیں۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "یہ نہیں ہو سکتا محترم سب کے دوست میرے سامنے آ۔ میرے کانوں میں بول۔ میں۔ میں۔ یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ جو کچھ دیکھ رہا ہوں یہ میرے کانوں کا قصور ہے یا تو نے کوئی شریر اپنا لیا ہے۔" اس نے من ہی من میں سوال کیا۔ وہ جو ہمیشہ اس کے من کو شانت کرنے آ جاتی تھی۔ آج اس کے من کو شانت کرنے نہ آئی۔ کوئی آواز نہ ابھری تو تلک چند نے بے چینی سے کہا۔

"میں تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے جواب دے۔ جواب دے۔ میں مر جاؤں گا۔ بھگوان کی سوگند میں یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتا۔ سنسار میں میرے لئے تیرے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ میں تیرا پجاری ہوں۔ تجھے چاہتا ہوں کسی اور کو میرے نزدیک نہ آنے دے۔ سہانا کر۔ ہمیشہ کی طرح سہانا کر۔ تو میرے کانوں میں بول۔ یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ کیا ہے دل اس کی طرف کیوں جا رہا ہے۔ میں کسی دوسرے کو اپنا من نہیں دے سکتا۔" وہ اپنے کانوں میں کسی جانی پہچانی گونج کا منتظر تھا۔ لیکن وہ آواز اس کے کانوں میں نہ گونجی۔ البتہ چمپا کلی اس کی طرف مڑ کر مسکراتی ہوئی بولی تھی۔

"ماتا جی۔ یہ راجکمار۔ میرا مطلب ہے راجہ جی کیا من میں باتیں کیا کرتے ہیں۔"

"ایں۔" رانی شردھا چونک پڑی۔ "تلک چند کس سے باتیں کر رہا ہے۔ بیٹے۔ آ نزدیک آ۔ دیکھ یہ ورشنا ہے۔" رانی شردھا کی آواز پر بھی تلک چند کے حواس نہ جاگے۔ وہ پاگلوں کی طرح کھڑا اسے گھورتا رہا۔ رانی شردھا نے خود ہی آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑا۔ اور بولی تو وہ چونک پڑا۔

"ارے کیا سوچ رہا ہے تو۔ میں بلا رہی ہوں تجھے اور تو نے میری آواز ہی نہ سنی۔"

"نہیں ماتا جی۔ نہیں۔ میں۔ میں نہیں آؤں گا آپ کے پاس۔ یہ۔ یہ کون ہے؟"

"ارے کیا بھوت پتنی یا چڑیل لگتی ہے تجھے۔ یہ ورشنا ہے۔ جس نے بچپن سے اب تک میری سیوا کی۔ تیری جدائی کا غم کاٹنے میں میری بہت مدد کی۔ ورنہ نجانے کیا ہو گیا ہوتا میرا۔ اور تلک چند تو اسے نہیں پہچان سکے گا۔ اسے پہچاننے کے لئے تو تجھے من کی آنکھیں کھولنا ہوں گی۔" رانی شردھا نے کہا،

اور چمپا کلی نے اسی وقت اس کا بازو پکڑ لیا۔

"بس بس ماتا جی۔ اس سے آگے کچھ نہ کہیں۔ نجانے مہاراج کا کیا حال ہو۔"

"ماتا جی۔ ماتا جی۔ نہیں ماتا جی یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ نہیں ہے۔ وہ نہیں ہو سکتی۔ بس۔ میں باہر جا رہا ہوں۔" تلک چند نے کہا اور بدحواس سا باہر نکل گیا۔

"کیا ہو گیا اسے اچانک۔ کیوں بھاگ گیا باہر۔ ایسا تو نہیں کرتا وہ۔"

"ماتا جی۔ ابھی آپ کو اس سارے پھیروں میں نہیں پڑنا چاہئے۔ کچھ سمے انتظار کر لیں۔ آہستہ آہستہ اپنے کام کریں۔ بھگوان کی دیا ہے کہ آپ کو میں یاد آ گئی۔ ورنہ میرا تو نہ جانے کیا بنتا۔"

"نہیں ری۔ جو وچن میں نے تجھے دیا ہے اس کا پالن میں ضرور کروں گی۔ تو چنتا مت کر۔"

"ٹھیک ہے ماتا جی۔ مگر ابھی نہیں کچھ سمے انتظار کر لیں۔" چمپا کلی نے کہا اور رانی شردھا نے گردن ہلا دی۔ وہ چمپا کلی کی اس بات پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئی تھی۔

*

مادھو لال قید خانے میں تھا۔ قیدیوں کی سی زندگی اس نے پہلی بار گزاری تھی۔ پیدا ہوا تھا جب سے بھائی کے زیرِ سایہ عیش کرتا رہا۔ اور اس کے بعد اپنی سازشوں سے جے چند کو مروا کر خود گدی پر قابض ہو گیا۔ راجہ بننے کے بعد اس نے کوئی ایسا اہلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا تھا سوائے عیش کوشی کے۔ اور یہ حقیقت تھی کہ اپنے دورِ حکومت میں اس نے وزرا اور امرا کو بھی عیش کروایا تھا۔ سلطنت ہر طرح کے خزانوں سے مالا مال تھی۔ کوئی پریشانی نہیں تھی۔ کسی نے حملہ بھی نہیں کیا تھا۔ اس لئے وہ ناکارہ اور عیش پرستی کی زندگی گزار رہا تھا۔ لیکن بیچارے قید خانے میں اسے زندگی گزارنا دوبھر ہو رہی تھی۔ دن رات وہ اپنی تقدیر کو کوستا رہتا تھا۔ دہائیاں دیتا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ موت کے غار سے دونوں ماں بیٹے کیسے بچ گئے۔ قید خانے کے محافظوں سے اس نے بار بار یہ سوال کئے تھے۔ محافظ نفرت سے مسکرا کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے اس سازشی کو جواب دینا بھی پسند نہیں کیا تھا جس نے ان کے راجہ کو قتل کرایا تھا۔

یہ رات اس پر بڑی بھاری تھی شام ہی سے اس کے پیٹ میں گڑبڑ شروع ہو گئی تھی۔ اور رات کا کھانا بھی اس نے

نہیں کھایا تھا۔ اس وقت بھوک بھی لگ رہی تھی۔ اور پیٹ میں درد بھی ہو رہا تھا۔ پتھریلے فرش پر پڑا وہ زور زور سے کراہ رہا تھا کہ کسی کے قدموں کی چاپ اُس کے کانوں میں گونجی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ یہی سمجھا ہوگا کہ شاید پہرے دار کھانا لایا ہوگا۔ اس لئے اُس نے آنکھیں نہ کھولیں۔ چند ساعت کے بعد چاپ اس کے نزدیک آ کر رک گئی۔ پھر جب دیر تک کوئی آواز نہ سنائی دی تو اس نے خود ہی جھنجھلا کر آنکھیں کھول دیں۔ ایک اجنبی شکل اُس کے سامنے تھی۔ لیکن یہ پہرے دار کی شکل نہ تھی۔ سادھو کا لباس پہنے جنیو ڈالے کوئی اور ہی تھا۔ مادھولال چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے سادھو کو دیکھا۔ اور پھر تھوڑی دور پر بند نظر آنے والے قید خانے کے دروازے کو۔ دروازہ جوں کا توں بند تھا۔ پھر یہ سادھو کہاں سے آ گیا۔ سہمے ہوئے انداز میں وہ پیچھے ہٹا تو سادھو کا زوردار قہقہہ غار میں گونجنے لگا۔ مادھولال کے حلق سے دہشت بھری آوازیں نکلنے لگی تھیں۔ تب سادھو نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"سادھوؤں سے ڈرتا ہے پگلے۔ ہم سے ڈر رہا ہے جو صرف تیرے لئے یہاں آئے ہیں۔"

"م۔ میرے۔ لئے مہاراج۔ مگر آپ۔ آپ ہیں کون؟" مادھولال نے بمشکل تمام پوچھا۔

"گردھاری لال ہے نام ہمارا۔ اور سنسار تیاگ چکے ہیں۔ تو نہیں جانتا کہ ہم کون ہیں۔ ہم یہاں صرف تیرے لئے آئے ہیں۔ تیرے کارن ہم نے اتنا کشٹ اٹھایا ہے۔ سنبھل کر بیٹھ ہم سے باتیں کر۔ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اسے غور سے سن۔" سادھو نے کہا۔ اور مادھولال کی آنکھوں میں کسی قدر سکون کے آثار نمودار ہو گئے۔ گردھاری لال کا نام اس کے کانوں میں پہلے بھی پڑ چکا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ آج تک ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ تاہم اب وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"بیوقوف مادھولال تو شروع ہی سے غلط راستوں پر چل رہا تھا۔ تو نے اپنے بھائی کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا۔ یہ کوئی اچھی بات تو نہ تھی۔ راج گدی حاصل کرنے کے اور بھی راستے تھے۔ اس کے بجائے تلک چند کو قتل کر دیتا تو یہ گدی تجھے ہی ملتی۔ مگر جو بیتی سو بیتی۔ اب اس کے بارے میں ہم کوئی بات نہ کریں گے۔ جو کچھ اب ہم کہہ رہے ہیں اسے غور سے سن۔"

"جی۔ جی مہاراج کہا گیا ہے۔ کیا حکم ہے آپ کا۔" مادھولال نے لرزتے ہوئے کہا۔

"تو کیا چاہتا ہے کیا اس قید خانے میں جیون کی آخری سانسیں پوری کرے گا۔ یا یہاں سے نکلنے کا دل بھی چاہتا ہے۔"

"یہاں میں اپنی مرضی سے تھوڑی آیا ہوں مہاراج قید کر دیا گیا ہے مجھے۔ تلک چند پاپی نہ جانے کیسے بچ کر یہاں پہنچ گیا۔ اور اس نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔ وہ سمے جو میرے آرام کا تھا۔ قید خانے میں گزارنا پڑے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تلک چند رانی شردھا کے مل جانے کے بعد مجھے ہلاک ہی کر دے۔ نام اس دن کے خیال سے تو میرا من ہی رونے لگتا ہے۔ جی چاہتا ہے ان دیواروں سے سر ٹکرا ٹکرا کر مر جاؤں۔" "تو سدا کا بزدل ہے مادھولال۔ کوشش کیوں نہیں کرتا۔ یہاں سے نکلنے کی اچھا کیوں نہیں ہے تیرے من میں۔"

"من میں تو ہے مہاراج۔ من میں تو بہت کچھ ہے۔ من میں تو یہ بھی ہے کہ تلک چند کی گردن دبا کر مار ڈالوں۔ مگر من کی باتیں پوری کب ہوتی ہیں ـــــ وہ تو راجہ ہے میری کیا حیثیت ہے اب۔ رعایا میرے خلاف ہو گئی ہے۔ ایک بھی سسرا ایسا نہیں ہے جو میرے کارن آگے بڑھ کر کچھ بولے۔ بتاؤ مہاراج یہاں سے نکلنے کی کیسے سوچوں۔ بس میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ عقل خراب ہو گئی ہے میری تو۔" مادھولال دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"سُن مادھولال۔ تیری یہ اچھا میں پوری کئے دیتا ہوں۔ میں تجھے کہتا ہوں کہ یہاں سے باہر نکل۔ نہ صرف تجھ سے کہتا ہوں بلکہ تیری سہائتا بھی کرنے کو تیار ہوں۔ اب کیا کہتا ہے۔" گردھاری لال نے غور سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔ مادھولال جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

"کیا ایسا ہو سکتا ہے مہاراج۔ بھگوان آپ کو جیتا رکھے۔ آپ نے کم از کم ایسی بات تو کی۔ مگر مہاراج ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ باہر پہرے دار موجود ہیں یہ جو سسرے کل تک میرے نمک خوار تھے میرا نمک کھاتے تھے اور میری جے جے کار کرتے تھے آج اتنی حقارت سے ہنستے ہیں میرے اوپر کہ من کھول کھول جاتا ہے۔ لیکن کچھ کر نہیں سکتا ان سسروں کا۔ پہرے نہیں رہے۔ نہیں رہے نہ یہ پہرے۔" مادھولال نے سادھو سے سوال کیا؟

"بیوقوف تو نے یہ بات نہیں سوچی کہ ہم ان پہریداروں کی نظر بچا کر تیرے پاس کیسے آ گئے۔" سادھو گردھاری لال نے کہا۔

"ارے۔ ارے ہاں یہ تو ہے۔ ہاں یہ تو ہے۔ آپ کدھر سے آ گئے مہاراج۔ یہ دروازہ بھی بند ہے۔ مگر اے بھگوان آپ کہاں سے آ گئے۔" مادھولال نے پریشان لہجے میں پوچھا۔ اور گردھاری لال ہنسنے لگا۔

"جس طرح ہم یہاں آ گئے ہیں اسی طرح تو یہاں سے باہر جا سکتا ہے۔"

مادھولال نے گردھاری لال کی بات پر غور کیا اور دوسرے لمحے وہ لپک کر گردھاری لال سے لپٹ گیا۔

"بچالو بھگوان۔ بچالو۔ بچالو بھگوان۔ مہاراج مجھے بچالو۔ بھگوان کے لئے مجھے بچالو۔ یہاں سے باہر لے چلو۔"

"ارے نردوئی۔ پیچھے تو ہٹ کیا میری کمر سے لپٹ گیا ہے۔ عورتوں کی طرح بین کر رہا ہے۔ مردوں کی سی بات کر۔ مردوں کی سی بات کر۔ تو یہاں سے نکل سکتا ہے پر۔ اس کے لئے ایک شرط ہوگی۔ ایک ایسی شرط جسے اگر تو نے پورا نہ کیا تو بھگوان کی سوگند تیرے پورے بدن میں کیڑے ہی کیڑے ہوں گے۔ وہ حشر کر دوں گا تیرا کہ لوگ تجھے دیکھیں گے اور آنکھیں بند کر کے وہاں سے گزر جائیں گے۔ ہفتوں کھانا نہ کھا سکیں گے تجھے دیکھ کر۔ اس بات کو کان کھول کر سن لے۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر تو تیار ہے اسے کرنے پر تو میں تجھے یہاں سے نکال دوں گا۔"

"بھگوان کی سوگند اس بات سے اگر میں پھروں تو میرے بدن میں بیشک کیڑے پڑ جائیں جو کچھ آپ کہیں گے کروں گا مہاراج۔ میرا جیون بچا لیجئے۔ میں یہاں سے چلا جاؤں گا اتنی دور کہ پھر پلٹ کر اس طرف نہیں آؤں گا۔ مگر ایک بار بچا لیجئے۔"

"ایسے نہیں مادھولال تجھے ایک وچن دینا ہوگا۔ اور یہ وچن ہی تیری رہائی کا باعث بن سکتا ہے۔"

"میں وچن دیتا ہوں مہاراج جو کچھ آپ کہیں گے سو میں کروں گا۔"

"سوچ لیا تو نے اچھی طرح۔"

"ہاں مہاراج۔"

"تو پھر سن۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد تو میرے ساتھ باہر نکل چلے گا۔ میں تیرے چھپنے کا بندوبست کر دوں گا۔ اور صبح کو دربار عام لگے گا۔ میں تجھے ایک تیر کمان دوں گا۔ اس تیر کمان سے تو بھرے دربار میں تلک چند کو ہلاک کرے گا۔ تیری یہ کوشش ضرور کامیاب ہوگی مادھولال اور یہ بات بھی سن لے کہ تیرے علاوہ اور کوئی یہ کام نہ کر سکے گا۔ اور اگر تو نے وچن سے پھرنے کی کوشش کی تو وہی ہوگا جو میں کہہ چکا ہوں۔"

"تلک چند کو قتل کرنا ہے بھرے دربار میں۔" مادھولال کے لہجے سے خوف ٹپک رہا تھا۔

"ہاں۔ اس کے بنا تیری رہائی ممکن نہیں ہے۔"

"مگر۔ مگر مہاراج پھر میرا کیا ہوگا۔ کیا تلک چند کے آدمی مجھے گرفتار نہ کر لیں گے۔"

"ان ساری باتوں کو تو اس سمے نہ سوچ۔ جب میں تیرے ساتھ ہوں تو چنتا کیسی ہے۔" گردھاری لال نے کہا۔

"مگر آپ مجھے یہاں سے نکال سکتے ہیں نا۔" مادھولال نے کہا۔

"ہاں اگر تو میری باتوں پر عمل کرنے کا وچن دے تو۔"

"میں وچن دے چکا ہوں مہاراج۔ مجھے یہاں سے نکال دو۔ جو آپ کہیں گے وہی کروں گا۔" مادھولال نے کہا۔ اور گردھاری لال نے مسکرا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آنکھیں بند کر۔" انہوں نے کہا۔ اور مادھولال نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر دوبارہ گردھاری لال کی آواز گونجی۔ "اور اب آنکھیں کھول دے۔"

مادھولال نے آنکھیں کھولیں تو حیرت سے اچھل پڑا۔ اُسے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھانا پڑا تھا۔ لیکن اب وہ قید خانے میں نہیں تھا۔ یہ کوئی مکان تھا۔ کسی مکان کا ایک کمرہ تھا یہ۔ مادھولال حیرت زدہ انداز میں منہ اور آنکھیں پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"اب بیکار باتوں کی ضرورت نہیں ہے رات کو آرام سے سو جا۔ وہ دیکھ بستر لگا ہوا ہے۔ صبح کو تیار ہو جانا۔ میں تجھے تیر و کمان دے دوں گا۔ لیکن یہ سوچ لے تیرا نشانہ خالی نہیں جانا چاہیئے۔ اگر تیرا نشانہ خالی گیا تو تلک چند کے آدمی تجھے ضرور مار ڈالیں گے۔"

"میں نے بہت دن سے تیر کمان نہیں چلایا ہے مہاراج۔ اب تیر کمان چلاؤں گا۔ پھر بھی مجھے یقین ہے کہ میرا نشانہ خالی نہیں جائے گا۔ کبھی میرا نشانہ بہت اچھا تھا۔ آپ چنتا نہ کریں۔ آپ چنتا نہ کریں۔" مادھولال نے کہا۔ اور گردھاری لال آہستہ آہستہ کمرے سے باہر نکل گئے۔ ان کے باہر جاتے ہی مادھولال نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اور آرام سے وہ پلنگ پر بیٹھ کر تھر تھر کانپنے لگا۔ قید خانے سے تو رہائی مل گئی تھی لیکن گردھاری لال نے جو کچھ کہا تھا اگر ایسا نہ کیا تو پھر جیون سے بھی رہائی نہ مل سکے گی۔ اور جیون بھی ایسا گزرے گا کہ دیکھنے والے پسند بھی نہ کریں

گے۔ پھر اب کیا کروں۔ بھرے دربار میں تلک چند کو قتل کرنے کی کوشش کروں۔ یہ مجھ سے کیسے ہو سکے گا۔ وہ سوچنے لگا۔ پھر اس نے خود سے کہا۔

"یہ گردھاری لال تو میرے ساتھ ہیں۔ وہ میری سہائتا ضرور کریں گے۔ جو کچھ کیا ہے سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے مادھولال۔ ایک بار پھر اپنی تقدیر آزماؤ۔ اور تلک چند مر گیا تو پھر میرا جیون تو شانت ہو جائے گا۔ میرا من تو شانت ہو جائے گا۔ میں ضرور یہ کوشش کروں گا۔ اب اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں سوچنا چاہئے۔" وہ مسہری پر دراز ہو گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ نیند آئی یا نہ آئی۔ یہ اسے معلوم نہیں تھا۔ بہر صورت صبح ہوئی تو اس کی آنکھ خود بخود کھل گئی۔ اور گرو گردھاری لال کی آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگی۔ وہ پریشان اور متفکر ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ تب تھوڑی دیر کے بعد دروازے پر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اور پھر گرو گردھاری لال کا چہرہ نظر آیا۔ ان کے ہاتھ میں تیر کمان نظر آ رہا تھا۔ خاموشی سے یہ تیر و کمان انہوں نے اس کے نزدیک رکھ دیا اور بغور دیکھتے ہوئے بولے۔

"جاؤ مادھولال۔ منہ ہاتھ دھو کر کچھ کھا پی لو۔ پھر اس کے بعد اپنے کام کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"اچھا مہاراج۔" مادھولال نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر وہ گرو جی کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ اس کے ہاتھ پاؤں بے جان ہو رہے تھے۔ لیکن وہ سب کچھ کرنا تھا جس کا وعدہ کر کے رہائی نصیب ہوئی تھی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک ڈھیلے ڈھالے لباس میں ملبوس تھوڑا سا بھیس بدلے جس سے اسے پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ تیر کمان کپڑوں میں چھپائے وہ دربار کی طرف چل پڑا۔ اس کا ایک ایک قدم من من بھر کا ہو رہا تھا۔ اور گرو گردھاری لال کی آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دونوں میں سے ایک کام تو ہونا ہی ہے یا تو تلک چند مارا گیا تو گردھاری لال جی کا سہارا مل جائے گا۔ اور اگر بچ گیا تو کم از کم میں نے جو وچن دیا ہے وہ تو پورا ہو ہی جائے گا۔ باقی گرو جی جانیں اور ان کا کام۔ بھاگ جاؤں گا کہیں۔ کیسے پکڑیں گے شسرے مجھے۔ یہ ساری باتیں سوچتا ہوا وہ چلتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد دربار پہنچ گیا۔ آج دربار عام لگا ہوا تھا۔ اور تلک چند اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے آنے والا تھا۔ دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ مادھولال بھی ایک کونے میں جا کھڑا ہوا۔ اس نے جیسا لباس بدلا ہوا تھا اس کی وجہ سے کوئی اسے پہچان نہ سکا۔ یوں بھی لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ بلکہ راجہ تلک چند کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ مادھولال نے ایک ایسی جگہ منتخب کر لی جہاں سے وہ راجہ کے سینے کا نشانہ با آسانی لے سکتا تھا۔ تیر کمان اس کے لباس میں چھپا ہوا تھا اس پوشیدہ جگہ سے وہ اپنا کام بخوبی کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر گزری تو راجہ کی آمد کا اعلان ہوا۔ تلک چند بڑے کروفر اور شان کے ساتھ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا تخت کی طرف آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تخت پر فروکش ہو گیا۔ مہامنتری نے اس کے سامنے مقدمات پیش کرنا شروع کر دیئے۔ اور تلک چند اس کے فیصلے کرتا رہا۔ وہ مصروف تھا۔ اور مادھولال اپنے کام میں مصروف تھا۔ تمام لوگوں کی توجہ اس وقت راجہ کی طرف تھی۔ وہ آہستہ آہستہ راجہ تلک چند کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ مادھولال نے موقع دیکھ کر اپنے لباس میں چھپے ہوئے تیر و کمان کو نکالا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے لیکن وہ اپنی تمام تر قوت ارادی سے یہ کام کرنا چاہتا تھا۔ پھر اس کی نگاہ ایک طرف اٹھ گئی اور اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ گرو گردھاری لال بھی اس سے زیادہ دور نہیں تھے اب اس کے اندر ایک اعتماد سا پیدا ہو گیا۔ جو مہان سادھو اسے اس طرح قید خانے سے نکال کر لا سکتا ہے وہ یقیناً اس کی سہائتا کرے گا۔ اگر لوگوں نے دیکھ بھی لیا اور لوگوں نے پکڑنے کی کوشش کی تو گرو جی اسے غائب کر دیں گے۔ اس نے مسکرا کر گردن ہلائی اور تیر کو چلے پر چڑھا لیا۔ پھر وہ تلک چند کا نشانہ لینے لگا۔ آن کی آن میں خوفناک تیر سنسناتا ہوا کمان سے نکلا اور تلک چند کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ تلک چند کے حلق سے ایک دلدوز آہ نکلی تھی اور دوسرے لمحے بھگدڑ مچ گئی۔ مادھولال کو تیر چلاتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا۔ تیر کمان پھینک کر اس نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن بپھرے ہوئے لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ اور اس کا تمام لباس نوچ کر پھینک دیا۔

"ارے یہ تو مادھولال ہے۔ اوہ۔ یہ تو پاپی مادھولال ہے۔ غاصب۔ کمینہ۔ کتا۔" لوگوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ اور مادھولال چلانے لگا۔

"بچاؤ گرو جی۔ بچاؤ۔ بھگوان کے لئے بچاؤ۔"

"گرو جی کے بچے تو نے مہاراج جے چند کو قتل کیا۔ اور اب ہمارے تلک چند مہاراج کو بھی گھائل کر دیا۔ ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے سالے گھٹیا بدتمیز۔" لوگ اس پر اس طرح پل پڑے تھے کہ چند ہی ساعت کے بعد اس کا بدن قیمہ قیمہ ہو گیا۔ اس کے پورے بدن پر نیل کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ آنکھیں پھوٹ

گئی تھیں۔ سر کی ہڈی کے کئی ٹکڑے ہو گئے تھے۔ ہاتھ پاؤں سب توڑ دیئے گئے تھے۔ اس کی لاش تک اب بھی نوچے کھسوٹے جا رہے تھے۔ لیکن ان باتوں سے اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اور تلک چند کی حالت بہت خراب تھی۔ کسی نے آگے بڑھ کر تیر اس کے سینے سے نکال لیا تھا۔ چند ساعت کے بعد وہ سب اسے لئے ہوئے اندرونی کمرے میں داخل ہو گئے۔ محل میں ہاہاکار مچ گئی تھی۔ سب باندیاں کنیزیں اور ملازمین بھاگے ہوئے تلک چند کے کمرے میں جا رہے تھے۔ چوبدار انہیں روک رہے تھے۔ لیکن ان کے پریشان چہرے دیکھ کر ان کی بھی کچھ ہمت نہ پڑ رہی تھی۔ لوگ ان سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ "تلک چند مہاراج کیسے ہیں۔ ہمیں بتاؤ ہمیں جواب دو۔" اندر تلک چند زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ رانی شردھا کو اطلاع ملی تو وہ ایک چیخ مار کر وہیں بیہوش ہو گئی۔ وہ تلک چند کے پاس نہ پہنچ سکیں۔ لوگ انہیں اٹھا کر تلک چند کے پاس لائے۔ اور انہیں ہوش میں لانے کی ترکیبیں کرنے لگے۔ چمپاکلی بھی وہاں آ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک سوگوار سی خاموشی چھا گئی۔ عجیب سی پراسرار خاموشی تھی۔ وہ سنسنی خیز نگاہوں سے تلک چند کو دیکھ رہی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ تلک چند کے نزدیک پہنچ گئی۔ اور پھر اس کی آواز سرگوشی کے انداز میں گونجی "نندراج۔ نندراج۔" اور اس کی آنکھیں خود بخود کھل گئی تھیں۔ تلک چند نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن آواز ہونٹوں سے نہ نکل سکی۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنی قوت کو مجتمع کیا اور بولا۔

"تم۔ تم کون ہو؟"

"چمپاکلی ہوں تیری نندراج۔"

"چمپاکلی۔"

"چمپاکلی۔ تم۔ تم۔ بھگوان کی سوگند مجھے یقین نہیں آ رہا میں نے پہلی بار بھی تمہاری آواز سنی تھی اور میرے کانوں کو دھوکا ہوا تھا۔ لیکن تم۔ کیا یہ تم ہی ہو؟"

"ہاں نندراج میں ہی ہوں۔ بھول گیا سب کچھ۔ دیا پار کی باتیں بھول گیا۔ یہ بھی بھول گیا کہ تو دیودھن تھا اور میرا تیرا بیاہ ہونے والا تھا۔ یہ بھی بھول گیا کہ مہاراج یدراج نے ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا تھا۔ مت بھول نندراج مت بھول میں تو تجھے ہمیشہ یاد رکھتی ہوں تجھے یاد ہوگا۔ تیرے کانوں میں میری آواز سدا گونجتی رہتی تھی۔ یہ ہونا ہی تھا نندراج یہ ہونا ہی تھا۔ پاپی گھنشیامی ابھی تک ہمارے راستے میں ہے لیکن اس بار اس سے چوک ہو گئی ہے۔ نندراج بھگوان کی سوگند اگلے جنم میں گھنشیامی مارا جائے گا۔ گھنشیامی اگلے جنم میں اپنا وار نہ کر سکے گا۔ یہ میرا وچن ہے تجھے۔ اس سے ایک بھول ہو گئی ہے۔ اس بار اس نے میرے بجائے تجھ پر وار کیا ہے۔ یہ اسی کی بھول ہے۔ میں بھی جانتی ہوں نندراج۔ میں بھی جانتی ہوں۔"

"چمپاکلی۔ چمپاکلی۔ مجھے سب کچھ یاد آ گیا ہے۔ مجھے سب کچھ یاد آ گیا ہے۔ میں مر جاؤں گا۔ کیا میں تجھے حاصل نہ کر سکوں گا۔ آہ چمپاکلی تو نے مجھے پہلے سب کچھ کیوں نہ بتایا۔ اتنی دیر کیوں کر دی چمپاکلی۔"

"بھگوان کی یہی اچھا ہے نندراج۔ لیکن۔ لیکن تم دیکھ لینا نندراج اب تم دیکھ لینا۔ اگلے جنم میں یہ سب کچھ نہ ہوگا۔ اگلے جنم میں حالات بدل جائیں گے۔ جو ہونا تھا بس ہو چکا ہے۔ بس ہو چکا ہے نندراج۔"

آہستہ آہستہ تلک چند کی آواز ڈوبتی جا رہی تھی۔ رانی شردھا کو ہوش آ گیا۔ اور وہ چیختی ہوئی تلک چند کے پاس آ گئی۔

"میرے بچے۔ میرے بیٹے میرے لعل۔"

اور تلک چند نے اس کی آغوش میں دم توڑ دیا۔ رانی شردھا پھر چیخ مار کر بیہوش ہو گئی تھی۔

ابھی چند روز قبل یہ ریاست خوشیوں سے دوچار ہوئی تھی۔ اور یہ خوشیاں ابھی ختم بھی نہیں ہوئی تھیں کہ غم کے تاریک بادل چھا گئے۔ ریاست میں صف ماتم بچھ گئی تھی۔ ہر طرف آہوں اور آنسوؤں کے سوا اور کچھ نہیں رہا تھا۔ ہر آنکھ غم کے آنسو بہا رہی تھی۔

گرو گردھاری لال پہاڑوں میں ایک گپھا کے پاس اپنے عقیدت مندوں میں گھرے ہوئے بیٹھے تھے۔ عقیدت مندوں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ اور وہ گرو کی نام کی مالا جپ رہے تھے۔ ان کے کان گرو جی کی آواز کے منتظر تھے۔ گرو جی نے انہیں ایک اپدیش دینے کے لئے بلایا تھا۔ اور وہ طویل سفر کر کے یہاں تک پہنچے تھے۔ کافی دیر کے بعد گرو جی کی آواز ابھری۔

"سنو۔ میں نے یہاں تمہیں کیوں بلایا ہے۔ کیا تم یہ بات جانتے ہو۔"

"نہیں گرو مہاراج۔ یہ کوئی ایسا ہی گیان ہوگا۔ جو ہمارا جیون سپھل کر دے۔ ہم آپ کا اپدیش سننے کے منتظر ہیں۔"

"میرا کوئی اپدیش نہیں ہے بھائیو۔ صدیوں پہلے کی

بات ہے۔ یُگ یُگ بیت گئے۔ ایک چھوٹی سی کہانی نے جنم لیا تھا۔ اور یہ کہانی سنانے کب سے میں ان لوگوں کو سُناتا آیا ہوں جو اس سے ناواقف تھے۔ میرے بھائیو۔ برہما کی کتاب وید میں لکھا ہے کہ جب بھارت ورش میں تبدیلیاں ہوئیں اور سمجھداروں نے چار طبقے بنائے تو ان میں سے ہر طبقے نے اپنا اپنا کام بانٹ لیا۔ طویل عرصے تک ان کے بیچ کوئی ایسی بات نہ ہوئی جو پریشانی کا باعث بنتی۔ چاروں طبقے اپنا اپنا کام کرتے رہے۔ برہمن بھگوان کی پوجا کرتے رہے اور سب سے بڑی ذات کہلاتے چھتری دیشوں پر حکومت کرتے رہے اور ان کے کام میں بھی کسی نے دخل نہ دیا۔ ویش کھیتی باڑی کرتے رہے۔ اور اچھوت ان سب کی سیوا کرتے رہے۔ سب کا ایک مقام تھا۔ سب اپنے اپنے کام کرتے تھے۔ کسی کو کسی سے کوئی شکایت نہ ہوئی۔ پرنتو۔ بُرائیاں ہر یُگ میں جنم لیتی ہیں۔ بُرے کرموں کا پھل بُرائیوں کی شکل میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ سو۔ راجہ بدراج کے دور میں ایک بُرائی نے سر اُٹھایا۔ اور اس کا نام تھا چپاکلی۔ چپاکلی ایک اچھوت لڑکی تھی۔ لیکن اُس نے چھتری راجہ بدراج کے بیٹے نندراج کو اپنی محبت کا شکار بنا لیا۔ اور نندراج کو اس بات پر تیار کر لیا کہ وہ راجہ بن کر اچھوتوں کو برہمنوں کے برابر مقام دے گا۔ چھتری دیش، برہمن اور اچھوت سب ایک ہو جائیں گے۔ آپس میں شادیاں کریں گے اور ساتھ ساتھ مل جُل کر رہیں گے بھائیو نندراج پریم جال میں پھنس چکا تھا۔ اُس کے من میں تو یہ بات نہ آئی کہ یہ سب کچھ تو جگ میں بھونچال لانے کے لیے کافی ہے۔ برہمنوں کا کام یہ تھا کہ اس بُرائی کو ختم کریں اور میں نے اپنا کام پورا کیا بھائیو۔ میں نے اُس یُگ میں اس بات کے خلاف آواز اٹھائی۔ نندراج مارا گیا۔ چپاکلی قتل کر دی گئی۔ اور اس خیال کے تحت کہ آنے والے سمے جب یہ دونوں پھر سے جنم لیں گے برہمنوں چھتریوں اور ویشوں کے لیے دکھ سے ہوگا جس میں ان کا اُٹھائے پھریں گے۔ اس کا بھانے کو روکنے کے لیے میں نے آتم ہتھیا کر لی۔ اور اُس یُگ کے رکھنے کے لیے میں نے خود کو تیار کر لیا۔

جس میں مجھے ان کے ساتھ آنا تھا۔ تب نندراج دریو دھن کے روپ میں آیا۔ میں بھی اُس کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اب چپاکلی ہمارے بیچ موجود تھی پر میں نے یہ سب کچھ نہ ہونے دیا۔ اور ان دونوں کو ان کے بُرے ارادے کے ساتھ پھر سے مرنا پڑا۔ اگر میں چاہتا تو جیتا رہتا اور یہ سوچ لیتا کہ آنے والا سمے خود اپنا کام کرلیگا۔ مگر میں نے دھرم کی رکھشا کے لیے پھر سے اپنی بھینٹ دی۔ اور اس دور میں بھی نندراج ملک چند کے روپ میں موجود تھا اور میں گردھاری لال کے روپ میں موجود ہوں۔ تم نے دیکھا کہ میری کوششوں سے ملک چند مارا گیا اور وہ خطرہ ٹل گیا کہ اچھوت اور برہمن برابر برابر بیٹھ کر جیون بتائیں گے۔ لیکن دیش سیوا کو یہ خطرہ اب بھی باقی ہے۔ آنے والے ہزاروں سال کے بعد چپاکلی پھر سے جنم لے گی۔ نندراج پھر جاگے گا اور اُس وقت میرا موجود نہ ہونا دھرم کے لیے خطرہ بن جائے گا۔ چنانچہ میں نے آپ لوگوں کو اس لیے جمع کیا ہے کہ آج میں آپ لوگوں سے رخصت ہو رہا ہوں۔ میں پھر اس یُگ کے لیے اپنے آپ کو تیاگ رہا ہوں جس میں چپاکلی اور ملک چند ہوں گے۔ اگر میں نہ ہوا تو ان لوگوں کو جاننے والا، کوئی نہ ہوگا۔ چنانچہ اب میں آپ لوگوں سے شما چاہتا ہوں۔"

"مہاراج۔ مہاراج۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج۔ آپ کو ہمارے درمیان رہنا ہوگا۔ ہم آپ کے بنا جیون کیسے بتائیں گے مہاراج۔" عقیدت مند دہاڑیں مار مار کر رونے لگے تب گردھاری لال نے مسکرا کر اپنا ایک ہاتھ اٹھایا۔

"دیکھو بھائیو۔ ٹھیک ہے تمہارے من میں میرے لیے پریم ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ جیون بتانا چاہتے ہو۔ یہ جیون بیت جائے گا۔ جتنی لکھی ہے پوری ہو جائے گی۔ اور آنے والے سمے کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اچھوتوں کا ناپاک منصوبہ کامیاب ہو جائے چپاکلی اپنا وہ درجہ حاصل کرے جس کے لیے اس نے بھی خود کو تیاگ رکھا ہے۔ اگر وہ اتنی ہی بڑی دھرماتما ہے تو گھنشیام بھی گھس کھڑا نہیں ہے۔ میں انہیں روکوں گا اور اس طرح دھرم کی سیوا ہوگی۔ اس میں تم سب کی دعائیں بھی میرے ساتھ شامل ہوں گی۔ بس اب میں چلتا ہوں۔ میں اس گپھا میں گھس جاؤں گا تم اس کے اوپر یہ بڑا پتھر رکھ دینا جو میں نے اسی مقصد کے لیے تیار کیا ہے۔ اور سنو لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ میں یہاں گہری نیند سو رہا ہوں۔ اگر لوگوں کو پتہ چل گیا تو میرے ساتھ بُری ہوگی اور میرا مقصد پورا نہ ہو سکے گا۔"

"مہاراج۔ مہاراج ہم آپ کو اس بڑے کام سے نہیں روک سکتے۔ ہم پیاسے رہ جائیں گے مہاراج۔"

"تمہاری پیاس صدیوں کی پیاس بجھائے گی۔ چنتا مت کرو۔ جے رام جی کی۔" گرو نے کہا اور گپھا میں داخل ہو گئے عقیدت مند دیر تک روتے رہے اور سب نے اجتماعی قوت سے وہ بڑا پتھر دھکیل کر گپھا کے منہ پر رکھ دیا جیسے تنہا ایک انسان

کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کے بعد بھی وہ چالیس دن تک گپھا کے باہر بیٹھے رہے کہ ممکن ہے گروجی اپنا ارادہ بدل دیں اور باہر آنے کی کوشش کریں۔ اس سے وہ گروجی کی مدد کریں گے۔ پھر چالیس دن کے بعد جب انہیں پتہ چل گیا کہ گروجی بھوک اور پیاس سے پرلوک سدھار گئے ہوں گے۔ تو وہ گردن لٹکائے وہاں سے واپس آ گئے۔

☆

مادھولال مارا جا چکا تھا۔ ملک چند کو قتل کر دیا گیا تھا۔ ریاست بغیر راجہ کے تھی۔ مہامنتری اور سالار نے مل کر عنانِ حکومت سنبھال لیا تھا۔ رانی شردھا بسترِ مرگ پر پڑی تھی۔ کوئی نگاہ میں نہ تھا جسے راجہ بنا دیا جاتا۔ صورتحال بیحد خراب ہو گئی تھی۔ اور مادھولال کے حواری شور مچا رہے تھے کہ راجہ مادھولال ہی تھا اور اب کسی باہر کے آدمی کو راجہ نہ بنایا جائے۔ رانی شردھا کو ہمارے حوالے کیا جائے۔ طرح طرح کی بہت سی باتیں۔ بغاوتیں چاروں طرف سر اٹھا رہی تھیں۔ مہامنتری اور سیناپتی اس انتظار میں تھے کہ رانی شردھا کی حالت کچھ بہتر ہو تو وہ اس سے پوچھیں کہ راجہ کسے بنایا جائے۔ فوج کو جگہ جگہ لڑنا پڑ رہا تھا۔ حکومت کا کاروبار سنبھالنے میں بڑی مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ رانی شردھا کی حالت کچھ سنبھلی۔ مہامنتری اور سیناپتی اس کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ نئے راجہ کے لیے کیا کیا جائے۔ شردھا گہری غور و فکر میں ڈوب گئی تھی۔ پھر اُس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"پورن لال کہاں ہے؟"

"مہاراج پورن لال موجود ہیں رانی شردھا جی۔"

"تو سنو مہامنتری جی تم اس بات کو نہیں سمجھو گے میں تمہیں صرف ایک بات بتانا چاہتی ہوں کہ پورن لال بھی میرا ہی بیٹا ہے بلاشبہ وہ ایک ریاست کا راجہ ہے۔ لیکن جس طرح آنے والے سمے میں ملک چند کیدوراج کی حکومت اور یہاں کی حکومت سنبھالنا چاہتا تھا اسی طرح پورن لال اب یہ تینوں حکومتیں سنبھالے گا۔ یہ سارا علاقہ مل کر ایک ہو جائے گا اور پورن لال اس کا حکمراں ہوگا اگر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو بتاؤ۔ دوسری شکل میں یہی ہوگا کہ ہمارے دشمن سر اٹھائیں گے۔ پھر ان میں سے کوئی نہ کوئی ریاست پر قبضہ کرے گا۔ اس کے بعد انتقامی کارروائیاں ہوں گی اور یہ چند کا دیش بھسم ہو کر رہ جائے گا۔"

"مجھے بتاؤ مہامنتری اور سیناپتی تمہیں تو اس بارے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"نہیں رانی ماتا۔ آپ کا کہا پورا کرنے کے لیے ہم اپنا جیون وار دیں گے۔"

"تو پھر پورن لال کو بلاؤ۔" رانی شردھا نے کہا۔ اُس کی طلبی پر پورن لال اس کے پاس پہنچ گیا۔ درحقیقت پورن لال، رانی شردھا سے بیحد عقیدت رکھتا تھا۔ حالانکہ اُس نے رانی شردھا کو ڈاکوؤں کے چنگل سے چھڑایا تھا۔ اور بس یونہی نیکی کے کام کے طور پر اس کی خدمت کرنے لگا تھا۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ رانی شردھا کون ہے۔ اور اس کی اس خدمت سے اُسے کیا صلہ ملنے والا ہے۔ لیکن نیکیاں رائیگاں نہیں جاتیں۔ بے لوث خدمت کا صلہ ضرور ملتا ہے۔ پورن لال اس وقت بھی اس ارادے سے رانی شردھا کے پاس نہیں گیا تھا۔ کہ وہ اُسے کچھ دے گی۔ بس یہ حادثات ہو چکے تھے جس کی بنا پر وہ غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور ریاست جانے کا اُس کا جی نہیں چاہا تھا۔ اس ریاست کو اس طرح سے بے یار و مددگار چھوڑ کر جانا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ نیک انسان کا دل اس بات سے مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔ رانی شردھا نے پیار سے اُسے اپنے پاس بٹھایا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولی۔

"پورن لال تم میرے بیٹے کی طرح ہو۔"

"ہاں ماتا جی اگر آپ سمجھیں تو بات اس سے الگ نہیں ہے۔" پورن لال نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم نے میری بڑی سیوا کی ہے پورن لال۔"

"وہ میرا فرض تھا ماتا جی۔"

"وہ تمہارا فرض تھا۔ میں بھی اپنا ایک فرض پورا کرنا چاہتی ہوں۔" رانی شردھا نے کہا۔

"آپ کا فرض؟" پورن لال نے کہا۔

"ہاں پورن لال میں تمہاری اس سیوا کے بدلے میں تمہیں کچھ دینا چاہتی ہوں۔"

"نہیں ماتا جی۔ میں نے جو آپ کی سیوا کی اس کا صلہ مجھے نہیں چاہیے۔ ایک اچھی نیت سے میں نے آپ کی سیوا کی تھی۔ اور بھگوان کی قسم میری آتما کو بڑی شانتی ملی ہے بس اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"لیکن ماتا تمہیں کچھ دینا چاہتی ہے۔"

"ماتا کا دیا ہوا میرے سر آنکھوں پر۔ مگر کسی بات کا صلہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"اچھا یونہی سہی۔ سنو پورن لال میں تمہیں اس ریاست کی حکومت سونپ رہی ہوں۔ ملک چند اب اس سنسار میں

نہیں رہا۔ بھگوان نے اسے واپس لے لیا۔ راجہ کپدوراج کی حکومت اور راجہ جے چند کی حکومت دونوں بے راج ہیں۔ تم اپنی حکومت کے ساتھ ساتھ اِن دونوں حکومتوں کو بھی سنبھالو گے۔ تمہارا علاقہ تمہاری ریاست سے لے کر کپدوراج کی ریاست تک ہوگا۔ یہ تمہاری ماتا کا حکم ہے۔ اور اِس حکم کی خلاف ورزی ابھی نہ ہوگی ہے۔"

"ماتا جی۔ ماتا جی۔ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" پورن لال حیرت سے بولا۔

"جو کچھ کہہ رہی ہوں اچھی طرح سوچ سمجھ کر کہہ رہی ہوں پورن لال۔ جنتا اولاد کی مانند ہوتی ہے اگر اِس پر برے لوگ مسلط ہو جائیں اور جنتا کا چین حرام ہو جائے تو ماتا کی روح بھی سکون نہیں پا سکتی۔ اِن ریاستوں کے لئے تم جیسے راجہ کی ضرورت ہے۔ باغیوں کو کچل دینا۔ دوستوں کے ساتھ انصاف کرنا۔ خبردار انصاف کا کوئی سرا چھوٹنے نہ پائے مجھے وشواش ہے کہ تم جو کچھ کرو گے اچھا ہی کرو گے۔"

"مم۔ مگر ماتا جی۔ ماتا جی۔"

"اگر مگر کی گنجائش نہیں ہے پورن لال، کیونکہ تم نے میری یہ بھینٹ سویکار کر لی ہے۔"

"میں اِس قابل تو نہیں ہوں ماتا جی۔ پر ماتا کا دیا ہے اس لئے ٹھکرا بھی نہیں سکتا۔" پورن لال نے گردن جھکا کر کہا۔ اور رانی شردھا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایک پھیکی سی مسکراہٹ جس میں غم واندوہ کی جھلکیاں تھیں۔ اُس نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے پورن لال کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بھگوان تمہاری عمر بڑی کرے۔ اور سنسار میں تمہیں کوئی ایسا دکھ نہ ملے جو تمہاری آتما کو مضطرب کر دے۔ کل صبح میں اپنے ہاتھ سے راج مکھٹ تمہارے سر پر رکھوں گی۔ اور اعلان کر دوں گی کہ پورن لال اب تین ریاستوں کا راجہ ہے۔"

پورن لال کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ ریاست مل جانے کی خوشی سے نہیں۔ بلکہ تلک چند کے جدا ہو جانے کے غم سے۔ کہ اگر وہ جیتا رہتا تو ایک دوست ایک بھائی ایک ساتھی کی حیثیت سے جیون گزارتا۔ ریاستیں تو پھر بھی ایک ہو جاتیں ایک دوسرے کے معاملے میں پوری توجہ پوری دلچسپی لی جاتی مگر اب تلک چند کا بوجھ بھی اُسے ہی سنبھالنا پڑ رہا تھا۔

دوسرے دن رانی شردھا کے حکم پر مہامنتری نے دربار عام لگایا۔ سارے امراء اور معززین جمع ہو گئے۔ رانی شردھا کو بھی ایک پالکی میں بٹھا کر راج دربار لایا گیا۔ اور رانی شردھا نے پورن لال کے راجہ ہونے کا اعلان کیا۔ چاروں طرف سے بھینبنا ہٹیں جاگ اٹھی تھیں لیکن سیناپتی، مہامنتری اور دوسرے تمام امراء نے اپنی تلواریں نیام سے نکال کر رانی کے چرنوں میں رکھ دیں۔ گویا اس کے حکم پر سر جھکا رہے تھے۔ پھر کس کی مجال تھی کہ کوئی چوں کرتا۔ جو چوں کرنے کی کوشش کرتا اُس کی گردن اُس کے کاندھوں پر نہ رہتی۔ چنانچہ سب خاموش ہو گئے۔ اور راج مکھٹ رانی شردھا نے پورن لال کے سر پر رکھ دیا۔

اس تقریب میں چمپا کلی بھی موجود تھی۔ اُس کے دل میں نجانے کیسے کیسے طوفان اُٹھ رہے تھے۔ لیکن برداشت کرنا تھا۔ سو برداشت کرتی رہی۔ رانی شردھا کی حالت کچھ بہتر ہوتی جا رہی تھی۔

ایک شام جب غم سے نڈھال ماں جو اِس دنیا میں بے سہارا رہ گئی تھی اور محل کے ایک حصے میں بیٹھی ہوئی تھی تو چمپا کلی اس کے پاس پہنچ گئی۔ شردھا نے آنکھیں اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ اور چمپا کلی کا اُداس اور سوگوار چہرہ دیکھ کر اُسے اپنا بیٹا یاد آ گیا۔ اس نے چمپا کلی کا ہاتھ پکڑا اور اپنے پاس بٹھا لیا۔

"ورشنا تو بھی بن موت ماری گئی۔" وہ بولی۔

"نہیں ماتا جی۔ جو کچھ ہوا میری توقع کے خلاف نہیں تھا۔ یہ آج کی بات نہیں۔ یگ یگ کی بات ہے۔ آپ اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ چکی ہیں۔ اُس کے بعد بھی آپ ایسی باتیں کر رہی ہیں۔ ماتا جی سب کچھ برداشت کرنا ہوگا۔ اور نجانے کب تک یہ پھیر جاری رہے۔"

"کب تک۔" رانی شردھا نے کہا۔

"میں نے کہا نا ماتا جی۔ گھنشیامی سے اِس دفعہ ایک بھول ہو گئی ہے۔ پتہ نہیں پاپی کو اِس کا احساس ہے یا نہیں۔ وہ بڑا ہی چالاک بڑا ہی مکار ہے۔ لیکن ماتا جی میرا گیان یہی کہتا ہے کہ گھنشیامی اِس بار چکر کھا ہی گیا۔ سو اب جب ہم نے سنسار میں جائیں گے تو گھنشیامی کو بڑا سخت مقابلہ کرنا پڑے گا ہم سے ماتا جی میں نہیں کہہ سکتی کہ حالات کیا ہوں۔ لیکن اب میں آپ سے اپنی آخری خواہش بیان کر دینا چاہتی ہوں۔"

"آخری خواہش۔" شردھا نے درد بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ماتا جی آخری خواہش۔"

"تیری آخری خواہش کیا ہے ورشنا۔"

"پہلی تو یہ کہ آپ مجھے ورشنا نہیں چمپا کلی کہیں جو میرا اصل نام ہے۔"

"ٹھیک ہے چمپا کلی۔ کیا خواہش ہے تیری آخری۔"

"ماتا جی تمہیں وہ سمادھی یاد ہے جہاں تم نے ایک رات قیام کیا تھا۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"تب پھر مجھے وہیں لے چلو۔ ماتا جی۔ تمہیں شاید یاد نہ ہو۔ لیکن وہ سمادھی تم نے ہی بنوائی تھی۔" ورشنا نے کہا۔

"میں نے۔" شردھا چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔

"ہاں ماتا جی تم نے۔ یگ یگ پہلے کی بات ہے جب تم دریودھن کی ماں گندھاری تھیں۔ اور پاپی گھنشیامی اپنے نیک روپ میں اُسی طرح تم پر مسلط تھا جس طرح وہ گرو گردھاری بن کر تمہارے ساتھ رہا ہے۔ گھنشیامی کی چالیں کامیاب ہوئیں اور مجھے اِس سمادھی میں چنوا دیا گیا۔ ماتا جی وہی تاریخ دوبارہ دہرائی ہے۔ ایکبار پھر تمہیں سب کچھ وہی کرنا ہوگا جو تم پہلے کر چکی ہو۔"

"یہ تو کیا کہہ رہی ہے چمپا کلی۔" شردھا تعجب سے بولی۔

"یہ ضروری ہے ماتا جی۔ ضروری ہے۔ بھگوان کی سوگند یہ ضروری ہے۔ اگر یہ ضروری نہ ہوتا تو میں تم سے یہ کبھی نہ کہتی۔"

"مگر کرنا کیا ہوگا۔"

"وہ سمادھی تڑوا دو۔ اور اُسے ایکبار پھر تعمیر کراؤ۔"

"مگر اِس سمادھی میں کون ہوگا۔" رانی شردھا نے پوچھا۔

"میں۔" چمپا کلی پُراسرار لہجے میں بولی۔ اور رانی شردھا اُسے پاگلوں کی طرح دیکھنے لگی۔

"تو اِس میں کیسے ہوگی چمپا کلی۔"

"بس ماتا جی بھگوان کی یہی اچھا ہے۔ حالات یہی کہتے ہیں اور یہ سب کچھ ہمیں کرنا ہی ہوگا۔"

"مگر۔ مگر چمپا کلی تو تو جیتی ہے۔ میں تجھے جیتی کیسے دفن کرا دوں۔"

"میں نے کہا نا۔" رانی شردھا۔ ایک بار پھر میں اِس سنسار میں آتا ہے۔ اور گھنشیامی جی کے اُن ارادوں کو ناکام بنانا ہے دیکھو ماتا جی تم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہو۔ تمہیں وہی کرنا چاہئے جس میں ہمارا بھلا ہو۔" چمپا کلی نے کہا اور رانی شردھا پریشان نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی۔

"نہیں۔ میں یہ نہیں کر سکتی۔ میں تجھے زندہ قبر میں نہیں چنوا سکتی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ چمپا کلی یہ سوچ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"جیسے بھی ہو ماتا جی تمہیں یہ کرنا ہی ہوگا۔ اگر تم نے یہ نہ کیا تو میں تمہارے سامنے سر پھوڑ پھوڑ کر مر جاؤں گی۔ میرا اتنا بڑا مان نہ توڑو ماتا جی۔ جو کچھ بھگوان نے ہمارے بھاگ میں لکھ دیا ہے وہ ہونا ضروری ہے۔" چمپا کلی نے کہا اور رانی شردھا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ہے بھگوان یہ میں کیسے کروں گی۔ میں کیسے کروں گی یہ۔ تو نے میرے سارے اپنے چھین لئے۔ میرا تلک چند گیا۔ میرا پتی جے چند مارا گیا۔ وہ جس نے بچپن میرے ساتھ بتایا میرے ہی ہاتھوں مارا جائے گا۔ پھر میں جی کر کیا کروں گی۔ چمپا کلی میرا کیا ہوگا۔ میں تم لوگوں کے درمیان کیسے پہنچوں گی۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہی رہنا چاہتی ہوں چمپا کلی۔ بھگوان کی سوگند میں بھی تمہارے ساتھ ہی رہنا چاہتی ہوں۔" شردھا نے کہا۔ اور چمپا کلی کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ تو ہوگا ماتا جی شاید تمہیں معلوم نہیں کہ نندراج تمہاری ہی کوکھ سے جنم لے گا۔ تم کیا ہو گی، میں کیا ہوں گی اور نندراج کیا ہوگا یہ بھگوان جانے۔ چلو ماتا جی۔ چلو۔ دیر نہ کرو جس کام کے لئے ہم نے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے اُسے پورا ہونا ہی چاہئے۔"

رانی شردھا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ چمپا کلی کا اصرار اسے مجبور کئے دے رہا تھا۔ نجانے کس دل کے ساتھ وہ اُٹھی اور مہامنتری کو بلا کر کچھ احکامات صادر کئے۔ اصل صورتحال اُس نے کسی کو نہیں بتائی تھی۔

* * *

دریا کی لہروں پر ایک کشتی رواں دواں تھی۔ اِس میں چمپا کلی، رانی شردھا کچھ معمار اور دوسرے ایسے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ جو رانی شردھا کے اشارے پر سب کچھ کرنے کو تیار تھے۔ ایک ایسا کھیل ہونے جا رہا تھا جس کا تصور بھی ممکن نہ تھا۔ اور اِس کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم بھی نہ تھا۔

کشتی اپنا سفر کرتی رہی اور پھر اُس چھوٹے سے جزیرے کے کنارے جا لگی۔ جہاں صدیوں پہلے ایک انوکھا واقعہ رونما ہوا تھا آج پھر تاریخ اپنے آپ کو دہرانے لگی تھی۔ پہلی سے وہ سب خشکی پر اُترے۔ خوبصورت علاقے سے گزرتے ہوئے اُس سمادھی کی جانب بڑھنے لگے۔ جس کا رنگ سیاہ ہو چکا تھا اور کائی نے اِس کے اصل رنگ سے محروم کر دیا تھی اور دور سے دیکھنے پر وہ جگہ بیحد ویران نظر آتی تھی۔ رانی شردھا ڈوبتے دل کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ چمپا کلی کے ہونٹوں پر ایک پُرعزم مسکراہٹ تھی۔ وہ اپنے آپ کو بلیدان کرنے جا رہی تھی۔ اُس سمے کے لیے جب اِس کا محبوب نندراج اُس کی آغوش میں

ہوگا۔ ممکن ہے اس کے لیے اُسے ایسے کئی جنم اور اپنانے پڑیں۔ سمادھی میں داخل ہوکر چمپاکلی نے شردھا کی جانب دیکھا اور پھر شردھا نے مزدوروں کو حکم دیا کہ سمادھی توڑ دی جائے۔ مزدور ہتھوڑے اور کدالیں لے کر سمادھی کو توڑنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جگہ صاف ہوگئی۔ نئی اینٹیں لائی گئیں اور اس کے بعد مزدوروں کو ایک نیا حکم ملا جس پر وہ حیرت سے رانی شردھا کا منہ دیکھنے لگے۔

"جو کچھ کہا جا رہا ہے وہی کرو۔" رانی شردھا نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

رانی کا حکم تھا اور مزدور جانتے تھے کہ راجہ اور رانیاں ایسے ہی احکامات صادر کرتے ہیں۔ لیکن چمپاکلی کی حسین جوانی پر انہیں ترس آ رہا تھا۔ لیکن اپنی زندگیاں بھی عزیز تھیں۔ چمپاکلی کو درمیان میں کھڑا کر دیا گیا اور اُس کے گرد اینٹیں چنی جانے لگیں۔ رانی شردھا آنسو بھری نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھیں۔ اور رانی شردھا کو دیکھنے والے حیران تھے کیسی انوکھی بات تھی کہ ایک ظلم بھی ہو رہا تھا اور اس پر رویا بھی جا رہا تھا۔ اینٹیں چمپاکلی کے سینے تک پہنچ گئیں۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ رانی شردھا آہستہ آہستہ اُس کے نزدیک پہنچی۔ اور آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی۔

"تو اکیلی نہیں جائے گی چمپاکلی۔ میں بھی تیرے ساتھ ہی چلوں گی۔ دیکھ میں نے بھی انتظام کر رکھا ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے ایک انگوٹھی سامنے کر دی جس میں ہیرا جڑا ہوا تھا۔

"میں۔ میں نہیں سمجھی ماتا جی۔"

"تو سمجھنے کی کوشش بھی نہ کر پگلی۔ تو کیا سمجھتی تھی کیا میں اتنی ناسپاس ہوں کہ تیری ان خدمتوں کا صلہ تجھے یہ دوں۔ میں تیرے ساتھ چلوں گی چمپاکلی۔ میں تیرے ساتھ چلوں گی۔ اور سن لو۔ تم لوگ چمپاکلی کو دیوار میں دفن کرنے کے بعد چلے جانا۔ کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے بس خاموشی اختیار کر لینا۔" رانی شردھا نے کہا اور ہیرے کی انگوٹھی دانتوں سے چبالی۔

چمپاکلی پُرسکون نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی پھر اس کے ہونٹوں سے آخری آواز نکلی۔

"یہی ہونا تھا۔ بھگوان کی سوگند یہی ہونا تھا۔"

بہت سی ملیں تھیں۔ کارخانے تھے ہزاروں ملازم تھے۔ جو ملوں اور کارخانوں میں کام کرتے تھے۔ دولت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ خود سیٹھ امی چند نہیں کہہ سکتے تھے کہ ان کے پاس کتنی دولت ہے۔ شہر کی سب سے خوبصورت حویلی میں رہتے تھے جو قدیم و جدید طرز تعمیر کا امتزاج تھی۔ سب کچھ دیا تھا بھگوان نے پرمیتا نہیں دیا تھا صرف ایک بیٹی تھی۔ بڑے مانن اور منتوں سے پیدا ہوئی تھی۔ نام تھا اُس کا رادھا امی چند۔ شاید یہ ماتا پتا کا لاڈ پیار تھا کہ رادھا کی شخصیت ایک عجیب رُخ پر چل پڑی۔ وہ بہت خودسر اور مغرور تھی۔ کسی سے بھی بات کرنا پسند نہیں کرتی تھی۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ وہ حسین بھی تھی۔ اتنی حسین کہ دیکھنے والا ایک بار اسے دیکھ کر دوبارہ دیکھنے کی آرزو کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسکول سے کالج میں گئی لیکن ناز و نخروں کا وہی عالم تھا۔ بس جو دل چاہتا پڑھتی اور جو دل نہ چاہتا تو مجال ہے کوئی اُسے پڑھا دے۔ اتنے بڑے باپ کی بیٹی تھی کہ ایگزامنر اس کے سادہ کاغذوں کو بھی اعلیٰ نمبر دیا کرتے تھے۔ اور وہ ہمیشہ پاس ہو جاتی تھی۔ ہاں اگر اُسے کوئی شوق تھا تو دو چیزوں سے۔ قدیم ھندو تاریخ اُسے ازبر تھی۔ بڑے بڑے مہاتما اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھارت کی تاریخ میں اُس کے مقابلے پر نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ اس کا مظاہرہ کئی بار ہو چکا تھا۔ وہ تاریخ کو اس طرح بیان کرتی جیسے سب کچھ اُس کی آنکھوں کے سامنے بیتا ہو۔ اور ھندو علم ششدر رہ جاتے تھے۔ بار بار اُس کا امتحان لیا گیا تھا اور وہ اس امتحان میں پوری اُتری تھی۔ یہ بات اُسے اور مقبول کئے ہوئے تھی۔ اس کا دوسرا شوق مصوری تھا۔ مصوری میں اُس نے کسی سے ایک لکیر کھینچنا بھی نہیں سیکھا تھا لیکن حویلی کے مغربی حصے میں ایک بہت بڑا نگارخانہ قائم تھا جہاں رنگ برش اس طرح بکھرے رہتے کہ اگر انہیں سنبھالنے کی کوشش کی جاتی تو ہفتوں لگ جاتے۔ بڑی بڑی قیمتی تصاویر دیواروں پر آویزاں تھیں۔ اور اس نگارخانے میں کسی کو داخلے کی اجازت نہیں تھی جو کچھ اُس نے آج تک بنایا تھا۔ وہ اس کے سوا سب کی آنکھوں سے پوشیدہ تھا۔ حالانکہ مصوری کے شائقین نے اس کی تاریخی ذہانت سے متاثر ہوکر بارہا یہ فرمائش کی تھی کہ وہ اپنے نگارخانے کی سیر کرائے۔ لیکن اُس نے نہایت نخوت سے ان کی اس فرمائش کو ٹال دیا تھا۔

اور کہا تھا کہ میرا شوق صرف میری اپنی ذات کے لیے ہے میں اپنی تصویروں کو کسی دوسرے کی نگاہوں سے گندہ نہیں کر سکتی لوگوں کے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں تھا کہ اُس کی ان تصاویر کو دیکھ سکتے۔ پھر ایک بار ایک غیر ملکی وفد وہاں آیا۔ اس وفد میں بہت سے مصور بھی تھے۔ اخبارات میں ان مصوروں کے بارے میں کافی تفصیلات درج تھیں۔ اور اُن میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ اُس نے قدیم ھندومت پر بڑی ریسرچ کی ہے۔ اور اس سے متعلق تصاویر بنائی ہیں جنہیں وہ اپنے ساتھ لایا ہے اور ان کی نمائش کا خواہشمند ہے۔ سرکاری طور پر اُسے اجازت مل گئی اور ایک بہت بڑے ہال میں اس کی تصاویر کی نمائش کا بندوبست کر دیا گیا۔ غیر ملکی مصور نے بلاشبہ قدیم ھندوستان پر بہت ریسرچ کی تھی۔ آریاؤں کے دور سے لے کر مغلوں کے دور تک کی اس نے تصویر کشی کی تھی۔ اور اپنی دانست میں ھندو تاریخ کو نہایت سلیقے سے بیان کیا تھا۔ پنڈت دھنی رام جی نے خاص طور سے رادھا کے سامنے اُس غیر ملکی مصور کی تعریف کی تھی۔ کھانے کی میز پر انہوں نے سیٹھ امی چند سے کہا۔

"آپ ایک بار اُس نمائش کو دیکھیں تو سہی مہاراج۔"

"انگریز ہمارے دھرم پر اتنی گہری نگاہ رکھتے ہیں اور اس سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔ آپ کو معلوم ہے مہاراج کہ رادھے کرشنا تحریک یورپ میں کس قدر پھیل چکی ہے۔ سب ھندومت سے متاثر ہو کر کیا گیا ہے۔ اور اس انگریز مصور کی تصاویر دیکھ کر تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جیسے ھندومت اب ھندوستان سے نکل کر یورپ پہنچ گیا ہے۔ ایسی حسین تصاویر بنائی ہیں اور ایسے ایسے حوالوں کے ساتھ کہ بس دیکھتے رہو۔" دھنی رام نے کہا اور دوسرے لمحے سالن کا ڈونگا تڑاک سے میز پر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ اس میں بھرا ہوا سالن کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کے لباس پر پھیل گیا تھا۔ رادھا غصے سے کھڑی ہوگئی وہ پنڈت دھنی رام کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"دھنی رام چاچا۔ دو اور دو چار کا حساب کرنے کرنے مصوری پر بھی باتیں کرنے لگے۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ اس منحوس بوڑھے منہ سے ھندو مصوری کی بات کرتے ہوئے۔ وہ انگریز تمہارا باپ لگتا ہے۔ بیشک پچھلے دنوں میں وہ تمہارا باپ ہی ہوگا۔ اور ایک سپوت اپنے باپ کی جس قدر تعریف کرے کم ہے سچ مچ پتک بیج سب لوگ جان لو کہ دھنی رام ایک انگریز کا بیٹا ہے۔" رادھا زہریلے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ اور سیٹھ امی چند سہمے بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی کی مجال نہیں تھی جو اس سلسلے میں بولتا۔ پھر شری جی نے ہی پنڈت دھنی رام جی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا دماغ بالکل خراب ہوگیا ہے دھنی رام جی بٹیا کے سامنے اُلٹی سیدھی باتیں کرنے سے کتنی بار منع کیا ہے تمہیں۔ اور پھر ہندو مصوّری کی باتیں کر رہے ہو۔ ارے یہ انگریز ہمارے دھرم کے بارے میں کیا جانیں۔ جتنی تحریکیں اُنہوں نے چلائی ہیں وہ سب کی سب ان کے سرپھرے ہونے کی دلیل ہیں۔ رادھے کرشنا تحریک میں تم کیا سمجھتے ہو کیا ہندو مت کی پذیرائی کی گئی ہے۔ چرس اور بھنگ پی کر جس دھرم کا پرچار کیا جائے۔ وہ دھرم باعزت ہوتا ہے۔ یہ لوگ تو ہمارے دھرم کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ اپمان کر رہے ہیں اور بٹیا نے ٹھیک ہی تو کہا ہے کہ دوا اور دو چار کا حساب کرتے کرتے تم مصوّری کی باتیں کرنے لگے۔ کان کھول کر سُن لو دھنی رام جی۔ تم امی چند مہاراج کے منہ چڑھے مزدور ہو گے، لیکن اگر تم نے ایسی ویسی باتیں کیں تو یہاں تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔"

"ارے ارے سنو تو سہی رادھا کی ماں۔ پنڈت جی پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ کھرے برہمن ہیں۔ ان کے ساتھ ایسی باتیں کرنا اچھی بات نہیں۔ بٹیا کی دوسری بات ہے۔ یہ کب کسی دوسرے کو خاطر میں لاتی ہے مگر تم ان کا اپمان نہ کرو۔"

"اپمان نہ کرو۔ میں بھی کرتی ہوں ان کا مان۔" رادھا نے پلیٹ اُٹھائی اور دھنی رام جی کرسی چھوڑ کر بھاگے۔ کھانے کی بھری ہوئی پلیٹ ان کی پشت پر پڑی تھی۔ اور ان کی ساری قمیض خراب ہوگئی۔ رادھا نے دوسری پلیٹ اُٹھائی اور یہ پلیٹ ان کے سر پر پڑی۔ چشمہ ان کی ناک سے نیچے گر گیا۔ چشمہ اُٹھانے جھکے تو کانچ کے ٹکڑے پر پاؤں پڑا اور اوندھے منہ گر پڑے۔ کھانے کی میز پر بھگدڑ مچ گئی تھی۔ سب اُٹھ کر کھڑے ہوگئے کوئی اِدھر بھاگا کوئی اُدھر بھاگا۔ امی چند جی پنڈت جی کو اُٹھانے کے لئے لپکے تھے۔ لیکن پلیٹوں کی بارش میں اُن تک نہ پہنچ سکے۔ اور ان سے بچنے کے لئے ایک طرف ہٹ گئے۔ سب منہ پھاڑے کھڑے تھے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ رادھا کو روکے۔ سارا کھانا اِدھر اُدھر بکھر پڑا تھا۔ جب آخری پلیٹ بھی رادھا کے ہاتھ سے نکل گئی تو وہ پاؤں پٹختی ہوئی اپنے کمرے کی جانب چلی گئی۔ ہال میں ایک سوگوار سی خاموشی چھا گئی تھی۔ پنڈت جی ہال میں ابھی تک اپنا چشمہ تلاش کر رہے تھے۔ وہ ایک بھاری بھرکم اور بُردبار سے آدمی تھے۔ لیکن اس وقت اُن کی جو دُرگت بنی ہوئی تھی دیکھنے کے قابل تھی۔ مشکل تمام سالن میں ڈوبا ہوا چشمہ ان کے ہاتھ لگا تو انہوں نے یونہی اپنی ناک پر رکھ لیا۔ بغیر چشمے کے شاید انہیں صحیح طور پر نظر نہیں آتا تھا اس لئے یہ بھی نہ دیکھ سکے کہ چشمہ سالن میں ڈوبا ہوا ہے اور اس کے بعد کے جو نتائج تھے وہ بڑے سنسنی خیز تھے سالن پنڈت جی کی آنکھوں میں لگ گیا اور اس کے بعد وہ دہاڑیں مارنے لگے۔ رادھا چونکہ اب باہر نکل گئی تھی اس لئے اب سب ہی ان کی غمگساری کے لئے دوڑ پڑے۔ ان کی آنکھیں دُھلائی گئیں چشمہ صاف کیا گیا اور پھر پنڈت جی کو سہلا دلا کر ان کے کمرے میں لے جایا گیا۔ پنڈت جی کے چہرے پر ایک عجیب سا سکوت چھایا ہوا تھا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر انہوں نے سیٹھ امی چند سے کہا۔

"ٹھیک ہے امی چند جی آپ لوگ آرام کریں۔ میں لباس تبدیل کر لوں گا۔"

"جو کچھ ہوا دھنی رام۔ وہ۔ وہ" امی چند نے کہا۔

"نہیں مائی باپ ایسی کوئی بات نہیں۔ دھنی رام آپ کا نوکر ہے بس ایک غلط بات منہ سے نکل گئی تھی جس کا نتیجہ بھی بھگت لیا۔ آپ چنتا نہ کریں سب ٹھیک ہے۔" پنڈت جی نے کہا۔

اور امی چند شرمندہ سے کمرے سے نکل آئے۔ وہ دل ہی دل میں پنڈت جی کی بہت عزت کرتے تھے۔ خود ذات کے اچھے تھے۔ اس لئے اعلیٰ ذات کے لوگوں کو پسند کرتے تھے بارہ سال سے پنڈت دھنی رام اُن کے ساتھ تھے۔ کہاں سے آئے تھے کیا کرتے تھے اس بارے میں کچھ پوچھنا امی چند نے مناسب نہ سمجھا۔ بس پنڈت جی کی شخصیت ہی ایسی تھی کہ امی چند پورا پورا بھروسہ کر بیٹھے۔ کاروبار کے بہت سے اصول دھنی رام کے حوالے کر دیئے گئے۔ ایک اچھے آدمی کی حیثیت سے امی چند نے انہیں اپنے ساتھ ہی رکھ لیا تھا۔ اس کے بعد سے پنڈت جی گھر کے ایک فرد بنے ہوئے تھے کوئی بھی انہیں نوکر نہیں سمجھتا تھا۔ سب ہی جانتے تھے کہ پنڈت جی امی چند کے کوئی رشتہ دار ہیں۔ اور سیٹھ امی چند خود بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔

* * *

اودھے شنکر بہت غریب آدمی تھا۔ پانچ بیٹے تھے اس کے جو ابھی بہت چھوٹے تھے۔ چار پائیوں کے بان بُن کر زندگی گزار رہا تھا۔ بیٹوں کے بڑے ہونے کا انتظار بھی تھا تاکہ وہ اس کے بازو بنیں۔ لیکن اجے شنکر جوان کیا ہوا اترا ہی گیا۔ اپنی اوقات بھول گیا۔ بانوں کو ہاتھ لگانا وہ کسرِ شان سمجھتا تھا۔ صاف صاف اُس نے اپنی ماتا سے کہہ دیا۔

"دیکھ ماتا میں اچھوت ضرور ہوں پر بان نہیں بُنوں گا۔ اور یہ ذات پات کی باتیں اس گاؤں میں ہی سب سے زیادہ ہیں۔ آخر شہروں میں بھی تو انسان بستے ہیں اُن میں اچھوت بھی ہوں گے۔ برہمن بھی ہوں گے سب ہی ہوں گے۔ پر وہ اس طرح ایک دوسرے سے بیر نہیں رکھتے۔ ماتا میں نہیں مانتا کہ اچھوتوں میں کوئی بُرائی ہے بس تو یہ سمجھ لے میں اپنے آپ کو اچھوت سمجھنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوں میں شہر جاؤں گا وہاں نوکری کروں گا اور اپنی حیثیت منواؤں گا۔ ارے واہ یہ اچھی رہی کہ اچھوت اُس کنوئیں سے پانی نہ بھریں جس سے برہمن پانی بھرتے ہیں۔ بھلا کیا بگڑ جاتا ہے ان کنوؤں کا۔ ہمارے ہاتھ ان سے زیادہ صاف ہوتے ہیں۔ یہ نہ کرو۔ وہ نہ کرو۔ برتن نہ چھوؤ۔ اس جگہ نہ جاؤ۔ اُس جگہ نہ جاؤ۔ یہ کوئی رہنے کی جگہ ہے۔ ماں تو میرا بندوبست کر دے میں شہر جاؤں گا۔ اور اگر تو نے میرا بندوبست نہ کیا تو سوچ لے کہ کسی دن خاموشی سے شہر نکل جاؤں گا۔" اجے شنکر ماں سے کہتا تھا اور بیچاری ماں گھبرا جاتی تھی۔

"تو تو پاگل ہے۔ دیکھ بیٹا یہ آج کی بات تو نہیں ہے۔ ذات۔ ذات ہی ہوتی ہے۔ کچھ ذاتیں بھگوان نے اونچی بنائی ہیں کچھ نیچی بنائی ہیں۔"

"ذاتیں ایک ہی ہیں۔ یہ سارا چکر ان پنڈتوں نے چلایا ہے۔ میں بس۔ میرا بس نہیں چلتا۔ ورنہ ان کی چوٹی اکھاڑ کر ان کے ہاتھ پر رکھ دوں۔"

"رام رام کیسی باتیں کرتا ہے تو ہوش کی سی۔ دیکھ اجے شنکر میرے لئے مصیبت نہ بن۔ جیسا ہم جیون گزارتے آئے ہیں ایسا ہی تجھے بھی گزارنا پڑے گا۔ ایسی ویسی باتیں کرے گا تو گاؤں والوں کو دشمن بنائے گا۔"

"ارے تو ان کے ساتھ رہنا کون ہے۔ میں تو شہر جا کر رہوں گا۔ میں نے تجھ سے کہہ دیا میرا انتظام کر دے۔" ماں بیچاری ان باتوں سے پریشان ہو جاتی تھی۔ تیسرے چوتھے دن اجے شنکر یہی رٹ لگائے رہتا تھا۔ باپ کے کانوں میں بھنک پہنچی تو وہ چراغ پا ہوگیا مگر ماں نے سمجھا دیا۔ "جوان بیٹا ہے اودھے جی۔ ایسی ویسی بات ہوگئی تو برادری والے تھوکیں گے ہم پر۔ شہر جا رہا ہے اُسے جانے دو۔"

"واہ واہ جانے دو۔ ایک بیٹا جوان ہوا تو اس کے دماغ اس طرح خراب نکل گئے اب میں ان چاروں کو پھر پالتا رہوں پھر بڑا کروں۔ تاکہ اس کے بعد دوسرا بھی شہر نکل جائے پھر تیسرا بھی نکل جائے۔ واہ بھئی اودھے شنکر تم تو بڑے اچھے رہے سارا جیون بان بُنتے رہو۔ بیٹے بڑے ہو کر گھر سے بھاگتے رہیں۔ اجے کی ماں۔ اب کی بار اس کمبخت نے اگر شہر جانے کا نام لیا تو میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔"

"تم بھی نادانوں کی سی باتیں کرنے لگے اودھے جی۔ بھلا جوان بیٹے کی ٹانگیں توڑی جاتی ہیں۔ اور پھر شہر جا کر وہ کچھ نوکری کرے گا ہمیں بھی کچھ بھیجے گا۔ تمہارا ہاتھ بٹ جائے گا۔ گاؤں میں بان بُنتے بُنتے وہ بھی اسی طرح جیون بِتا دے گا۔ جس طرح تم نے بِتا دیا ہے۔ کیا ملتا ہے اس میں۔ وہی دو چار روٹیاں۔ جن میں نہ تن ڈھکتا ہے نہ پیٹ بھرتا ہے۔ وہ شہر نکل جائے گا تو یہاں سے تو زیادہ ہی کمائے گا ہمیں اس کی اگیّا کا پالن کرنا چاہئے۔ اس کا مان پورا کرنا چاہئے۔ ممکن ہے شہر جا کر وہ کوئی اچھی نوکری تلاش کرے اور اپنے باقی بھائیوں کو بھی سنبھال لے۔"

اودھے شنکر سوچ میں پڑ گیا تھا۔ بات کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آ رہی تھی۔ واقعی بان تو وہ خود بھی بُنتا تھا لیکن اُن کی کھپت ہی مشکل سے ہوتی تھی۔ اگر شنکر بھی بان بُننا شروع کر دے تو وہ اس چھوٹے سے گاؤں میں بکیں گے کہاں۔ تباہی مصیبت آ جائے گی۔ اور اگر بیٹا کہیں باہر نکل جائے تو اس میں حرج کیا ہے۔ اُسے نرم پا کر اجے کی ماں نے مزید اس سلسلے میں کچھ گفتگو کی اور بالآخر اودھے شنکر تیار ہوگیا۔

"مگر اُسے شہر بھیجنے کے لئے پیسے بھی ہیں تیرے پاس؟" اُس نے پوچھا۔

"پچیس روپے جوڑ کر رکھے ہیں پورے۔ بھگوان نے کتنے عرصے میں۔ اگر میرے بیٹے کے کام آ جائیں تو اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔"

"مگر سُنا ہے کہ شہروں میں تو پچیس روپے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔" اودھے شنکر پریشانی سے بولا۔

"اس کے علاوہ ہم کچھ کر بھی تو نہیں سکتے۔"

"دیکھا جائے گا بھگوان کا نام لے کر ہم اُسے بھیجیں تو سہی۔"

"میری مانو اودھے شنکر تو ہمت کر ہی جاؤ۔ دو چار دن میں اُسے شہر روانہ کر دو۔" پھر جب ماں نے اجے شنکر کو شہر جانے کی خوشخبری سُنائی تو وہ ساری رات اپنے دوستوں اور ملنے والوں میں بھاگتا رہا تھا۔ معصوم سا نوجوان تھا۔ اچھوت کے گھر پیدا ہوا تھا لیکن بھگوان نے رنگ و روپ ایسا دیا

تھا کہ بڑے بڑے اونچی ذات کے اُس سے جلتے تھے۔ یہ چوڑا سینہ۔ گھونگھریالے بال۔ حسین آنکھیں گورا رنگ دیکھنے اور دکھانے کے قابل شخصیت تھی۔ اُس کی۔ بس ایک ہی دھبّہ تھا اُس کی ذات پر کہ وہ اچھوت تھا۔ اونچی ذات کی لڑکیاں پنگھٹوں پر پانی بھرتے ہوئے اسے دیکھتیں تو اُن کے سینوں میں ہوک سی اُٹھنے لگتی اور ایک دوسرے کی جانب ترسی ہوئی نگاہوں سے دیکھتیں اور پھر مرے مرے لہجے میں کہتیں۔

"اچھوت ہے پاپی۔" شاید یہ پاپی اچھوت بس سے اُتر کر جب شہر میں داخل ہوا تو لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ بہت لوگوں نے اُسے دیکھا اور پسند کیا۔ لیکن ظاہر ہے کوئی کسی کے معاملے میں دخل نہیں دیتا۔ وہ شہر کی سڑکوں پر مارا مارا پھرنے لگا۔ ہر چیز انوکھی تھی۔ ہر چیز دلچسپ تھی۔ اُس کے ماں باپ نے ہدایت کی تھی کہ دیکھو بیٹا اپنی ذات کو مت بھولنا۔ اچھوت ہو۔ اچھوت ہی رہنا۔ کسی کو برہمن کہہ کر اپنی ذات نہ بتانا۔ یہ لڑکے کے لئے گالی ہوتا ہے۔ اور بھلا اجے شنکر اپنے ماں باپ کے لئے کیوں گالی ثابت ہوتا۔ دو تین دن تو شہر کی سڑکوں پر مارے مارے پھرتے گزار دیئے۔ جہاں رات ہوتی وہیں پڑ کر سو جاتا۔

کسی نے اُس سے نہیں پوچھا تھا۔ اُسے شہر کی یہی ادا پسند تھی۔ ہر کوئی اپنے رنگ میں مست تھا۔ کسی کو چنتا نہیں تھی۔ جہاں دل چاہے بیٹھو۔ جہاں دل چاہے سو۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ پھر اُس نے سوچا کہ پیسے ختم ہو رہے ہیں کہیں نوکری تلاش کر لینی چاہئے۔ شہر کی رونقیں تو یونہی کی یونہی رہیں گی۔ اگر پیسے نہیں ہوا تو ساری رونقیں ختم ہو جائیں گی۔ چنانچہ اُس نے نوکری کی تلاش شروع کر دی۔ نوکری مانگنا اُسے نہیں آتا تھا۔ بس کچھ خیالات تھے ذہن میں۔

پھر ایک دن وہ ایک بزاز کی دکان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ بزاز نے اُسے دیکھا اور دلچسپی سے بولا۔

"آؤ مہاراج کیا چاہئے۔ کپڑا لینا ہے۔ کیسا کپڑا لوگے۔"

"نہیں بھائی کپڑا نہیں چاہئے۔ نوکری چاہئے۔"

"نوکری چاہئے۔" بزاز نے اُسے تعجب سے دیکھا۔

"نوکری۔ ہوں۔ دیہات سے آئے ہو؟"

"ہاں ہاں۔ تمہیں کیسے معلوم۔" اجے شنکر نے حیرت سے پوچھا۔

"شکل سے لگ رہے ہو۔"

"اچھا۔ اوہو۔ اوہو۔" اجے شنکر احمقانہ انداز سے ہنسنے لگا۔

"کیا نوکری کرو گے۔" بزاز نے پوچھا۔

"بس مہاراج جو بھی مل جائے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ گھروں میں کام کر سکتا ہوں۔ مال کا کام بھی جانتا ہوں دوکان پر کپڑا بیچ سکتا ہوں۔ سب کچھ کر سکتا ہوں۔"

"ہوں۔ اچھا ذات کیا ہے تمہاری۔ برہمن ہو۔"

"نہیں بھائی۔ بھگوان [illegible] سے اچھوت ہوں۔"

"کیا۔" بزاز غصے سے کھڑا ہو گیا۔

"تو اچھوت ہے۔ ارے پاپی اُٹھ یہاں سے نکل چل نیچے۔" وہ نفرت بھرے انداز میں بولا۔ اور اجے شنکر جلدی سے نیچے اُتر آیا۔

"کیوں کیا ہو گیا تمہیں۔"

"میں بتاؤں کیا ہو گیا مجھے۔ ساری دوکان خراب کر دی دھلوانا پڑے گی۔ لوبان جلانا پڑے گا۔ اچھوت ہو کر اوپر چڑھ آیا شرم نہ آئی تجھے۔"

"بھلا اچھوت ہونا بھی کوئی شرم کی بات ہے بھائی۔ جیسے تم ہو ویسا ہی میں ہوں۔ تو پھر یہ ذات پات۔ یہ سب پنڈتوں کا چلایا ہوا چکر ہے۔ کوئی اچھوت نہیں ہے سب انسان ہیں تم ویش ہو۔ کھتری ہو سب کے سب انسان ہی تو ہیں۔ تم کیوں ان بیکار باتوں میں پڑ رہے ہو۔"

"جا جا۔ بھاگ جا یہاں سے تیرا دماغ خراب ہے۔" بزاز نے کہا۔ اور اجے شنکر وہاں سے چلا آیا۔ پھر اُس کے بعد اُسے بیشتر تلخ تجربات ہوئے۔ ہر جگہ اُس کی ذات آڑے آئی۔ کئی جگہ نوکری ملتے ملتے اس لئے رہ گئی کہ وہ اچھوت تھا۔

اجے شنکر سخت پریشان ہو گیا تھا۔ اُسے احساس ہو رہا تھا کہ یہ اُس کا خیال تھا کہ گاؤں والے ہی ذات پات کے چکر میں پڑے رہتے ہیں۔ شہر والے تو اِن سے بھی چار جوتے آگے تھے۔ پریشانی کے عالم میں ایک فٹ پاتھ پر پڑا وہ یہ سوچ رہا تھا اور شام جھکی جا رہی تھی اور رات کی تاریکیاں اُس کے ذہن پر چھا رہی تھیں۔

رادھا پر جنون طاری ہو گیا تھا۔ وہ خود بھی مصوّری کی وہ نمائش دیکھنے گئی۔ اور نمائش میں پہنچ کر اُس نے ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا۔

"یہ تصویریں ہیں تم انہیں تصویریں کہتے ہو۔ یہ لوگ تو ولایت سے آئے ہیں۔ اور یہ ولایتی بچے ہماری تہذیب اور ہمارے مذہب کو کیا سمجھیں۔ لیکن مجھے تم لوگوں پر حیرت ہے تم ان تصویروں کو دیکھ رہے ہو اور انہیں اپنے دھرم کی تصویریں

کہتے ہو۔ لعنت ہے تم سب پر۔" اُس نے ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر کہا۔

اور لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ بہت سوں نے اس کی باتوں پر قہقہے لگائے۔ اور بہت سوں نے اظہار ناراضگی کیا۔ پنڈت امی چند بھی اس نمائش میں موجود تھے۔ وہ بیچارے بوکھلائے لوگوں کو سمجھاتے پھر رہے تھے کہ اُس کی باتوں کا خیال نہ کرنا۔ بس ذرا تیز دماغ کی لڑکی ہے۔ دراصل ہندوستان کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ اس لئے ضرورت سے زیادہ ہی بولنے لگتی ہے۔ آپ لوگ شما کر دیں اس کو۔"

"کیا فضول باتیں کر رہے ہو پتا جی۔ میں شما نہیں مانگتی۔ ان تصویروں کو چیلنج کرتی ہوں یہ تصویریں ہندومت سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ اگر تم لوگ ہندومت کی صحیح تصویر دیکھنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ ان تمام تصاویر کو اس ہال کی ایک دیوار پر لگا دو۔ اور کل میں کچھ تصویریں یہاں نمائش کے لئے بھیجوں گی۔ پھر موازنہ کر لینا اور اپنا سر پیٹ لینا یا گندی نالی میں منہ دے دینا۔"

رادھا یہاں بھی اپنی تند مزاجی سے باز نہیں آئی تھی ہال کے منتظمین نے اس چیلنج کو بخوشی قبول کر لیا۔ اگر امی چند کا معاملہ نہ ہوتا تو شاید بات پولیس تک پہنچ جاتی۔ اس نے لوگوں سے جس انداز میں بات کی تھی اس سے بہت سے لوگ بگڑ گئے تھے۔ اور مرنے مارنے پر آمادہ نظر آنے لگے تھے امی چند ایک ایک کی خوشامد کرتے پھر رہے تھے۔ نہ صرف وہ بلکہ اُن کے چند ملازمین بھی اِن میں شامل ہو گئے تھے۔ اور اس طرح بات رفع دفع ہو گئی۔ منتظمین نے اس چیلنج کے بارے میں اخبارات کو خبر دے دی تھی۔ اور اخبارات نے اس خبر کو جلی سُرخیوں کے ساتھ چھاپا تھا۔

گھر آ کر رادھا نگار خانے میں گھس گئی۔ وہ ان تصویروں کا انتخاب کرنا چاہتی تھی جنہیں نمائش میں بھیجنی۔ اخبارات میں کافی لے دے ہو چکی تھی اس لئے دوسرے دن صبح ہی سے ہال میں لوگوں کا تانتا لگ گیا۔ تصاویر دیواروں پر آویزاں کی جا رہی تھیں۔ بڑے بڑے حسین فریموں میں ہندومت کی تاریخ کی تصویر کشی کی گئی تھی۔ اور صبح ہی صبح دیکھنے والے انگشت بدنداں رہ گئے تھے۔ شری کرشن کے دور سے کر اس دور تک کی جو خوبصورت عکاسی کی گئی تھی۔ وہ کوئی انسانی کارنامہ معلوم نہیں دیتا تھا۔ اجنتا اور ایلورا میں جو مجسمے تراشے گئے تھے انہیں اس دور کی عظیم تخلیق کہا جاتا تھا۔

لیکن یہ تصاویر اِن سے بہت آگے تھیں۔ ایک ایک نقش ایک ایک پیکر کو اس طرح نمایاں کیا گیا تھا کہ پوری کہانی بن گئی تھی۔ ایک ایک کردار کو اس طرح اجاگر کیا گیا تھا کہ کوئی بھی دیکھ کر دھرم کی ان باتوں کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ جو شاستروں میں لکھی ہوئی تھیں۔ باہر سے ملکوں اور محققین کا ایک گروہ ان تصاویر کو دیکھنے آیا۔ اس کے بعد اس نے جو فیصلہ کیا وہ سب ہی کے لئے قابل قبول تھا۔ بیشک یہ تصویریں دُنیا کا بہترین فن قرار دی جا سکتی تھیں۔ فن مصوّری میں انہیں ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔ اخبارات نے اُدھم مچا دیا فوٹوگرافروں نے اُتنی تصاویر لیں کہ رادھا گھبرا گئی اور اُس نے گھر ہی بھاگ جانے میں عافیت سمجھی۔ لیکن اُسی شام اُس نے تمام تصاویر اپنے نگار خانے میں واپس منگوا لیں تھیں۔

حالانکہ منتظمین نے دست بستہ درخواست کی تھی کہ ان تصاویر کو دو چار دن تک آرٹ گیلری میں رہنے دیا جائے۔ تاکہ وہ رادھا کے فن کے بارے میں لوگوں کو مدعو کر کے اُن کے خیالات حاصل کر سکیں۔ لیکن رادھا نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ اور اپنے آدمی بھیج کر اپنی تصاویر منگوا لیں۔ انہیں بھیجتے ہوئے اُس نے کہا تھا کہ اگر وہ لوگ زیادہ گڑبڑ کریں تو ہال میں آگ لگا دینا۔ اور وہ تصاویر اُٹھا لینا۔ خیر ہال میں آگ تو کون لگاتا ہاں تصاویر واپس آ گئیں۔ لیکن ان کے چرچے مقبول رہے تھے یا رادھا کے شب و روز یونہی چلتے رہے۔ پھر ایک صبح وہ اپنی حویلی سے باہر آ رہی تھی۔ تو اُس نے ایک دیہاتی کو حویلی کے دروازے کے باہر کھڑے دیکھا۔ دیہاتی کچھ ایسا عجیب سا تھا کہ رادھا رک گئی۔ اور اپنی جگہ کھڑے ہو کر اُسے دیکھنے لگی۔

پھر وہ چند قدم آگے بڑھ آیا۔ "کس ذات کی ہو بی بی جی" دیہاتی نے اُس سے پوچھا۔

لہجے میں ایک ایسا اکھڑپن اور عجیب سا احساس نمایاں تھا کہ رادھا اپنی تند مزاجی کے باوجود اُسے ناپسند نہ کر سکی وہ خاموشی سے وہیں کھڑی اُسے دیکھتی رہی تو دیہاتی تھوڑا اور آگے بڑھ آیا۔

"بہری ہو کیا۔ میں نے پوچھا تھا کس ذات کی ہو۔" دیہاتی بولا۔

"تم کس ذات کے ہو۔" رادھا نے اُس سے سوال کیا۔

"اچھوت ہیں ہم اچھوت۔ کیا سمجھتی ہو۔ برہمن ہو گی تو اپنے گھر کی ہو گی۔ ہم کا اس سے کیا۔" وہ منہ ٹیڑھا کر کے بولا۔

"ارے تو میں تم سے کیا کہہ رہی ہوں۔ کیا میں کہہ رہی

ہوں کہ تم سے بڑی ہوں۔" رادھا بولی۔

"نہیں ہو۔" وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ "تو پھر یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی اچھوت ہی ہو۔"

"بھگوان نہ کرے۔ میں اچھوت کیوں ہوتی۔ میں اونچی ذات کی ہوں۔ پنڈت ہیں میرے باپ۔ پنڈت امی چند۔" رادھا نے فخریہ انداز میں کہا۔

"ہوں۔ ہوں پنڈت امی چند۔ ارے اس شہر میں سارے ہی پنڈت گھسے ہوئے ہیں۔ کہیں کوئی اچھوت بھی ہے۔" دیہاتی نوجوان منہ بگاڑ کر بولا۔ اور رادھا کو اس کے انداز پر ہنسی آ گئی۔

"تمہیں کیا کرنا ہے اچھوتوں کا۔"

"بس انسانوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ مگر یہاں تو سارے کے سارے پنڈت ہی ملتے ہیں۔" دیہاتی نے منہ بنا کر کہا۔ اور واپس مڑ گیا۔

رادھا کو اس کی باتوں سے دلچسپی محسوس ہوئی تھی، چنانچہ وہ چند قدم آگے بڑھی اور زور سے بولی۔

"ارے رکو تو سہی۔ رک جاؤ۔ یہ کیا فضول بکواس کرکے جا رہے ہو تم۔"

"دیکھو بی بی۔ بکواس واس ہم نہیں کر رہے۔ منہ سنبھال کر بات کر لو۔ ہم اچھوت ہیں ذات کے۔ پکے اچھوت۔"

"ٹھیک ہے مگر لڑ کیوں رہے ہو۔"

"ہم لڑ رہے ہیں۔ یہ شہر والے سب ہم سے لڑ رہے ہیں جس کے پاس جاؤ وہ کہتا ہے اچھوت ہو۔ یہاں سے ہٹ جاؤ دھرم بھرشٹ ہو جائے گا۔ جان نکل جائے گی۔ سسروں کی۔ دھرم بھرشٹ ہو جائے گا۔ جیسے ہم انسان ہی نہ ہوں۔"

رادھا بغور اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے احساس ہوا کہ اس نوجوان میں کوئی ایسی خوبی ہے جو دل کو کھینچتی ہے ایک عجیب سا احساس ذہن کے گوشوں میں جاگ رہا تھا۔ پھر وہ بولی۔

"کہاں سے آئے ہو تم۔"

"اپنے گاؤں سے آئے ہیں اور کہاں سے آئے جیں۔"

"کس لئے۔"؟

"ارے آئے تو نوکری کرنے تھے وہاں رہتے تو بان بنتے بٹتے۔ اور سارا جیون بس چکر چلاتے چلاتے ختم ہو جاتا سوچ کے آئے تھے کہ شہر میں نوکری کریں گے۔ پر سسرا یہ شہر ہے۔ یہاں کے لوگوں کی آنکھوں میں تو سور کا بال ہے۔ ہمارے ہاں کے برہمن تو پھر بھی ذرا اچھے تھے۔ یہاں آ کر احساس ہوا کہ شہری اور دیہاتی برہمنوں میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ برا ہو ان سب کا۔" وہ پھر واپس مڑا لیکن رادھا اس کے سامنے آ گئی۔

"سنو۔ تم نوکری کرنے آئے تھے۔"

"تو اور کیا۔ ؟ جھک مارنے آئے تھے یہاں۔"

"میں اگر تمہیں نوکری دلوا دوں تو۔" اس نے کہا اور نوجوان چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"دلوا دو۔ بی بی۔ دلوا دو۔ بڑی مہربانی ہوگی تمہاری۔ بڑا ہی مان مانیں گے ہم تمہارا۔ احسانمند رہیں گے۔ اگر یونہی خالی ہاتھ گاؤں لوٹ گئے تو گاؤں والے جینا حرام کر دیں گے۔ اور بتا جی۔ وہ تو بس یہی کہیں گے کہ چلا تھا شہری بابو بننے کے لئے آ گیا۔ تا اپنا سا منہ لے کر۔ ہم یہ سننا نہیں چاہتے بی بی۔ اگر نوکری دلوا سکتی ہو تو دلوا دو۔ بڑی مہربانی ہوگی بی بی تمہاری۔"

"تو بس یوں سمجھ لو۔ تمہیں نوکر رکھ لیا گیا۔"

"ارے کہاں رکھ لیا گیا۔ ہم تو یہیں کھڑے ہیں۔" وہ بولا۔

"آ جاؤ اندر آ جاؤ۔ میرے ساتھ۔"

"مار دیں گے تو نہیں اندر والے۔ گھر تمہارا ہی ہے نا۔" نوجوان نے پوچھا۔

اور رادھا ہنس پڑی۔

"ہاں ہاں میرا ہی گھر ہے۔ اندر آ جاؤ۔" رادھا اسے ساتھ لے کر حویلی کے اس حصے میں پہنچ گئی جہاں اس کا نگار خانہ تھا۔ اس نے نگار خانے کے قریب پہنچ کر کہا۔

"دیکھو تمہاری ذمہ داری بس یہ ہے کہ یہاں رہا کرو۔ اس کمرے کے باہر۔ اور کوئی اگر اس کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو لاٹھیاں مار مار کر اس کے پاؤں توڑ دینا۔ کوئی بھی اندر نہ جانے پائے۔"

"تو بی بی۔ کیا نوکری تو نے ہی دیدی۔ پیسے ویسے ملیں گے ہمیں۔"

"ہوں۔ بیوقوف آدمی پیسوں کی کیوں پرواہ کرتے ہو۔ جتنے جی چاہے لے لینا۔ جتنی تمہاری ضرورت ہو میں دیدیا کروں گی۔ تم پریشان مت ہو۔"

"اچھا بی بی۔ تیری مہربانی۔ اور کھانے دانے کا کیا ہوگا۔" اس نے پوچھا۔

"مل جائے گا تمہیں۔ بس تم اپنی ڈیوٹی ابھی سے شروع کر دو۔ یہ کرسی ہے یہاں پر بیٹھ جاؤ۔ اور دیکھو یہ سامنے والا کمرہ تمہارا ہے اس میں آرام سے سونا بیٹھنا اس جگہ کا خیال رکھنا۔ یہاں تالا لگا ہو گا کسی کو اندر مت جانے دینا۔ اور خود بھی کبھی اندر جانے کی کوشش مت کرنا۔"

"ارے ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے نوکری کرنے آئے ہیں تو جہاں کہے گی وہیں پڑے رہیں گے۔ بس ہمیں تو نوکری ملنی چاہیئے تھی۔ سو مل گئی۔ بڑی کرپا تیری بی بی تیری بڑی کرپا۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔"

"اچے شنکر۔"

"اچے۔" رادھا نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کہا۔

"اور تیرا نام کیا ہے بی بی۔"

"رادھا۔"

"مگر سنو۔ یہ تیرا نہیں کہتے۔ تمہارا کیا نام ہے کہتے ہیں۔"

"چلو چلو ٹھیک ہے۔ اب آئندہ ایسا ہی کہیں گے تمہیں کوئی شکایت نہ ہوگی ہم سے۔" اس نے کہا اور رادھا نے گردن ہلا دی۔

نگار خانے کے باہر اس دیہاتی کو دیکھا گیا۔ اور لوگ چونک پڑے۔ ملازموں نے اس سے آ کر سوال کیا تو اس نے ٹھینگا اٹھا لیا۔

"ٹانگیں توڑ دیں گے اگر اس دہلی کے پار قدم رکھا تو۔"

"مگر تم ہو کون۔"؟

"کوئی بھی ہیں جا کر اس بی بی سے پوچھو جس نے ہمیں ملازم رکھا ہے۔" اور رادھا کا نام سن کر ملازم وہاں سے کھسک گئے۔

رادھا نے انہیں ہدایت کر دی کہ نگار خانے کے باہر بیٹھے ہوئے شخص کو باقاعدگی سے کھانا پہنچایا جائے۔ صبح کا ناشتہ اور اس کی ضروریات کی چیزوں کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ ملازموں نے گردن جھکا دی تھی پھر ان کی کیا مجال تھی کہ رادھا کے حکم کی تعمیل نہ کرتے۔ البتہ شام کو جب بات امی چند جی تک پہنچی تو انہوں نے رادھا سے سوال کیا۔

"میں نے ملازم رکھا ہے۔ اپنے نگار خانے کی حفاظت کے لئے۔ اسے باقاعدہ تنخواہ دینی ہوگی اور میں اسے ایک اچھی تنخواہ دینا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے بیٹی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے ہاں وہ تم سے کچھ کہنا تھا۔" امی چند بولے۔

"کیا کہنا تھا۔"؟

"وہ کچھ اخباری نمائندے تم سے ملاقات کرنے آ رہے ہیں انہوں نے تمہارا نگار خانہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔" امی چند نے دبے دبے لہجے میں کہا۔ اور رادھا بپھر کر کھڑی ہو گئی۔

"کیا دماغ خراب ہوا ہے ان کا ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گی جس نے بھی میرے نگار خانے میں قدم رکھنے کی کوشش کی۔ میں آپ سب لوگوں کو اچھی طرح جانتی ہوں اور میں نے اس کا معقول بندوبست کر لیا ہے۔ بھیج دیں ان اخباری نمائندوں کو لیکن ان کے ساتھ جو کچھ ہوگا اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے پتا جی۔"

"ارے ارے۔ نہیں بیٹی۔ میں نے ان سے وعدہ نہیں کیا ہے۔ یہ کہہ دیا ہے کہ رادھا سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ تم نہیں چاہتیں تو میں منع کر دوں گا۔ اس طرح تمہاری تصویر کشی کا کیا فائدہ۔ کہ کسی کو پتہ بھی نہ چل سکے۔ اب دیکھو نا چند تصاویر تم نے نمائش کے لئے پیش کی تھیں تو کتنی تعریفیں ہوئیں ان کی۔ آج تک اخبارات ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔"

"مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے پتا جی۔ بس میں نہیں چاہتی کہ کوئی ان تصویروں کو دیکھے۔ وہ تو بس میں جذباتی ہو گئی تھی۔ ورنہ میں ان تصویروں کو کسی کی نگاہوں میں لا کر گندہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔" رادھا نے آخری لہجے میں کہا۔

لیکن وہ اس دیہاتی کو نہ روک سکی۔ ایک شام وہ اپنے نگار خانے میں کام کر رہی تھی۔ اندر تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا برش کینوس پر چل رہا تھا اور وہ ایک تصویر بنا رہی تھی۔ تو اس نے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنی۔ ہر چند کہ وہ محویت کے عالم میں تھی لیکن اس چاپ نے اسے چونکا دیا۔

دیہاتی کو دیکھ کر اس کی تیوریاں چڑھ گئیں تھیں۔ لیکن دیہاتی کی حالت اس وقت عجیب نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ چاروں طرف گردن گھما گھما کر دیکھ رہا تھا۔ رادھا نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کی آواز بند ہو گئی۔ دیہاتی ایک تصویر کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اور پھر اس کے ہونٹوں سے آہستہ آہستہ ایک آواز نکلی۔

"چمپا کلی۔ چمپا کلی تو۔ تو۔"

اور رادھا کے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی۔ یہ لفظ، یہ نام اس کے ذہن میں ایک دھماکہ بن کر گونجا تھا۔ اور اس دھماکے کی بازگشت اس کے رگ وپے میں ابھی تک گونج رہی تھی۔

دیہاتی نوجوان اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ وہ تو اب بھی پاگلوں کے سے انداز میں اس تصویر کو گھور رہا تھا اور اس کے بدن میں تھرتھری دوڑ رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"اجے۔" اس نے خود کو سنبھال کر اسے آواز دی اور وہ چونک پڑا۔ اس نے سوئی سوئی نگاہوں سے رادھا کو دیکھا اور پھر اس کی سوئی آنکھیں جاگ پڑیں۔

"چمپا کلی۔ چمپا کلی تو آگئی۔ آخر تو آگئی چمپا کلی۔"

"اجے۔ اجے ہوش میں آؤ۔ میں۔ میں رادھا ہوں۔ میں امی چند کی بیٹی رادھا ہوں۔" رادھا نے کہا۔ لیکن اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ جھوٹ بول رہی ہو۔ زبان بک رہی ہو۔ سچے لفظ وہی ہیں جو اجے کی زبان سے نکل رہے ہیں۔

"میں ہوش میں ہوں رادھا۔ تو ہی ہوش کھو بیٹھی ہے۔ بھول گئی سب کچھ۔ نند راج کو بھول گئی۔ میں نند راج ہوں۔"

"نند راج۔" رادھا کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی۔ اور اجے نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا۔

"آخر ہم مل گئے چمپا کلی۔ ہم پھر مل گئے۔" اس نے وفور مسرت سے کہا اور رادھا کے بدن میں بجلیاں کوندنے لگیں۔ اجے کا لمس اسے اجنبی نہیں محسوس ہوا تھا۔ یہ بدن تو جانا پہچانا تھا۔ لیکن۔ لیکن یہ سب کیا ہے۔ اس کا دماغ چکرانے لگا۔ ایک بار اس نے پھر سنبھلنے کی کوشش کی اور اجے سے علیحدہ ہو گئی۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے اجے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیسی باتیں کر رہے ہو۔"

"جاگ گیا ہوں چمپا کلی۔ ہمیشہ تو جاگتی تھی اس بار میں جاگ گیا ہوں۔ لیکن تو بھول رہی ہے۔ تو بھی جاگ رہی تھی مگر تیرے من کی کھڑکیاں نہیں کھلی تھیں۔ ان بند کھڑکیوں کے پیچھے بھی تو یہ تصویروں کے کھیل کھیل رہی تھی۔ آ میں تجھے بتاؤں کہ تو کون ہے۔ آ۔"

اجے نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ایک تصویر کے پاس لے گیا۔

"دیکھ۔ یہ کون ہے۔ بتا یہ کون ہے۔"؟

"بدھ راج۔"

"میرا باپ۔ اور یہ تصویر کس کی ہے۔"

"یہ۔ یہ تو تمہاری ہے اجے۔"

"میں نے بنائی تھی یہ تصویر۔"

"نہیں۔" رادھا گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔ "میں نے ہی بنائی تھی۔"

"کیوں۔"؟ اجے نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔ بھگوان کی سوگند میں نہیں جانتی۔"

"ہٹو۔ اسے دیکھو۔ یہ کون ہے۔"؟

"یہ تو۔ یہ تو میں خود ہوں۔"

"یہ چمپا کلی ہے۔ وہ نند راج ہے۔ آؤ یہ دیکھو۔ یہ کون ہے۔ دیکھو چمپا کلی یہ گوپی ناتھ ہے اس کا سارا خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ یہ تو یگ یگ کی کہانی ہے چمپا کلی۔ میں نے یہ کہانی پڑھ لی ہے۔ دیکھو وہ پاپی گھنشیامی ہے۔ اور چمپا کلی اس تصویر کو دیکھ۔ وہ درلودھن ہے اور وہ میری ماں کندھاری۔ سب کچھ تو تو نے سامنے رکھ دیا ہے۔ یہ ساری تصویریں بیتے ہوئے سمے کی ہیں۔ یہ ہمارا نیا جنم ہے چمپا کلی۔ میں نند راج ہوں اور۔ اور۔"

چمپا کلی کے ذہن میں پن چکی چل رہی تھی۔ ایک ایک بات اسے یاد آ رہی تھی۔ پھر اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔

"ملک چند۔ نہیں نہیں درلودھن۔ نہیں نند راج میرے راجکمار۔"

"راجکمار نہیں رہی۔ اچھوت۔ اجے۔ تیرا اجے۔"

اجے نے دوبارہ اسے خود میں پیوست کر لیا ____

دونوں پریمیوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ انہوں نے جنم جنم کا ساتھ پہچان لیا تھا۔

نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ دونوں کو جب ہوش آیا تو وہ اسی طرح ایک دوسرے سے لپٹے کھڑے تھے۔ رادھا ہوش میں آ گئی۔ اس نے بڑے پیار سے اجے کو دیکھا اور پھر بولی۔ "ہوش میں آؤ اجے۔"

"پھر اجے۔ نند راج نہ کہے گی چمپا کلی۔"

"ہماری کہانی ابھی ہمارے بیچ ہے اجے۔ اسے چھپا رہنے دو۔ ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں لیکن سنسار کی آنکھیں بند رہنے دو۔"

"کیا اس جنم میں بھی ہمارا سمبندھ نہ ہو گا۔"؟

"ہو گا اوش ہو گا۔ لیکن سمے بدل گیا ہے۔ ہمیں ہوشیاری سے کام کرنا ہو گا۔ وہ پاپی گھنشیامی نہ جانے کہاں ہے۔"؟

"ان تصویروں میں وہ موجود ہے۔"

"اوہ ہاں۔ اوہ۔ اوہ۔ اجے۔ وہ۔ وہ تو ہمارے بالکل قریب موجود ہے۔ ہاں پاپی دھنی رام مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا

تھا۔ تو یہ بات تھی مگر سمے بدل چکا ہے اجے۔ سمے بدل چکا ہے۔ اگر اس گھنشیامی کے بچے کو کولہو کا بیل نہ بنا کر رکھ دوں تو رادھا نام نہیں۔ پچھلے سارے جنموں کے بدلے لے لوں گی اس سے۔ اب ہو گا اس سے مقابلہ اجے کمار۔ اب اس سے مقابلہ ہو گا۔" رادھا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے ہمیں بتاؤ کہاں ہے وہ۔" گردن مروڑ دیں گے اس کی۔" اجے بولا۔

"نہیں اجے۔ تقدیر نے اس بار وقت کی لگام میرے ہاتھ میں دی ہے۔ میں ان حالات کو کنٹرول کروں گی۔ میں سب کچھ دیکھ لوں گی اجے۔ تم چنتا مت کرو۔"

✻

امی چند اور ان کی دھرم پتنی سر جوڑے بیٹھے تھے۔ دونوں کے چہروں پر تفکر کے آثار تھے۔ وہ کسی خاص مسئلے پر غور کر رہے تھے۔

"مگر کریں کیا ناتھ۔"؟ دیوی جی بولیں۔

"یہی تو سوچ رہا ہوں۔" امی چند نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اس سے کہا تو غضب ہو جائے گا۔ برا حال کر دے گی کوئی اور ترکیب سوچو۔" دھرم پتنی نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"کیوں نہ ہم کسی ترکیب سے اس آدمی کو ہی یہاں سے بھگا دیں۔ اس سے بات کر لیں گے۔ میں دھنی رام جی کو بھی ساتھ لے لوں گا۔ لیکن یہ اس وقت کروں گا جب رادھا یہاں موجود نہ ہو۔" امی چند بولے۔

"ترکیب تو اچھی ہے کر دیکھو۔" امی چند کی دھرم پتنی نے بیچارگی کے انداز میں کہا۔ اور امی چند جی تیار ہو گئے۔

پنڈت دھنی رام کو تلاش کیا گیا اور پھر انہوں نے دھنی رام جی کو دل کی بات بتا دی۔

"بیٹی جوان ہے دھنی رام جی، باپ کتنا ہی جوان ہو لیکن بیٹیوں کی جوانی اس پر بوجھ ہوتی ہے۔ اور وہ پاگل لڑکی آج تک جس ناز و نعم میں پلی ہے اس نے اسے خود سر بنا دیا ہے۔ اب پتہ نہیں کہاں سے اس دیہاتی کو پکڑ لائی ہے اور اپنے نگار خانے کے دروازے پر چوکیدار بنا کر بٹھا رکھا ہے۔ جوان آدمی ہے۔ تنہائی میں دونوں رہتے ہیں۔ میں تو نہ سہی لیکن باہر والے دیکھیں گے تو ہزار باتیں بنائیں گے۔ اس سے کہتے بن نہیں پڑتی۔ میرا خیال ہے آئیں اس دیہاتی کو ہم یہاں سے بھگا دیتے ہیں۔"

"رام رام رام، ہم کیسے بھگائیں گے مہاراج۔" دھنی رام نے کہا۔

"کیوں۔"؟

"آپ نہیں جانتے وہ مجھ سے بہت ناراض رہتی ہے میری تو صورت ایک پل دیکھنا اسے گوارہ نہیں۔ اگر اسے پتہ چل گیا کہ میں نے بھی یہ حرکت کی ہے تو بھگوان کی سوگند میری تو شامت بھی ہو جائے گی، مجھے تو بھول کر بھی نہ چھوڑے گی وہ۔"

"اس کے باوجود بھی یہ کام کرنا ہے دھنی رام جی۔ آپ خود سوچیں کیا ہم یہ بدنامی مول لے سکیں گے۔"

"نہیں یہ بھی نہیں ہو سکتا۔"

"تو پھر آیئے ہمت کریں۔ آیئے۔"

"مم مگر رادھا کہاں ہے۔"؟

"اس وقت وہ شاید موجود نہیں ہے۔" امی چند نے کہا اور دھنی رام ان کے ساتھ چل پڑے۔

نگار خانے کے دروازے پر وہ حسب معمول موجود تھا، حسین چہرہ دیکھنے کے قابل تھا لیکن شکل و صورت سے دیہاتی پن برس رہا تھا، امی چند اس کے پاس پہنچ گئے، وہ انہیں دیکھ کر لاپرواہی سے بیٹھا رہا تھا۔

"کیا نام ہے تمہارا۔"

"کتنی بار پوچھو گے۔ بتا تو دیا اجے چند۔"

"کہاں کے رہنے والے ہو۔" اس بار دھنی رام نے پوچھا تھا۔

"روز روز نہیں بتاتے، ایک بار بتا دیا بس۔ جہاں بھی رہتے تھے خوش رہتے تھے۔ ہم میں یہی تو خوبی ہے، ہم کہیں بھی ناراض ہو کر نہیں رہتے۔"

"اور اب۔"

"اب بھی خوش ہیں بلکہ بہت خوش ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن مجھے افسوس ہے تمہیں یہاں سے جانا ہو گا۔"

"کہاں ٹھاکر صاحب۔" اس نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"اپنی بستی اپنے گاؤں۔ یہاں تمہارا رہنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن ہم تمہیں اس طرح نہیں بھیجیں گے۔ تم یہاں نوکری کرنے آئے تھے نا۔"

"فرض کرو آئے تھے۔ پھر۔"

"دولت کمانی ہو گی تمہیں یہاں سے۔"

"ہاں ہاں دولت تو کمائی تھی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"تو یوں کرو اچے، بجائے اس کے کہ یہاں چوکیدار بنے بیٹھے رہو، اپنے گاؤں واپس جاؤ، زمینوں پر کھیتی باڑی کرو، یہی تم لوگوں کے لئے بہتر رہتا ہے۔ میں تمہاری اتنی مدد ضرور کر سکتا ہوں کہ تمہیں ایک معقول رقم ضرور دے دوں تاکہ اس کے ذریعے تم اپنی بستی میں جا کر کچھ زمینیں بھی خرید سکو۔ اور اپنا کام بخوبی چلا سکو۔ دیکھو نا گھر سے دور رہنا تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ تمہارے ماتا پتا تو ہوں گے۔"

"وہ بھی ہیں بھائی۔ تم یہی کہو۔"

"بس میں اپنی کہہ چکا۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ زمینیں خریدو اور کھیتی باڑی کرو۔ اس کے لئے میں تمہیں کافی دولت دینے کے لئے تیار ہوں۔"

"رادھا بی بی سے پوچھ لیں گے پھر بتائیں گے۔" اس نے جواب دیا۔

"نہیں۔" امی چند سخت لہجے میں بولا۔ "تم اس سلسلے میں رادھا سے کچھ نہیں کہو گے۔"

"ارے واہ۔ اس سے نہ کہیں گے تو تم سے کہیں گے کیا۔ وہی تو ہمیں یہاں لائی ہے۔" اچے بولا۔

"اور یہی غلطی اس نے کی ہے جس پر اسے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔" امی چند غصیلے لہجے میں بولا۔

"تو جاؤ نا اس سے بات کرو۔ اگر وہ کہے گی کہ ہم یہاں سے چلے جائیں تو ہم چلے جائیں گے۔"

"میں کبھی یہ بات نہ کہوں گی۔" کمرے کا دروازہ کھلا اور رادھا باہر نکل آئی۔ اس کا چہرہ غصے سے لال بھبوکا ہو رہا تھا۔ امی چند اسے دیکھ کر غصے سے بغلیں جھانکنے لگے۔ ان کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"اوہ رادھا بیٹی تم۔ تم یہاں موجود تھیں۔"

"ہاں میں موجود تھی۔ اور آپ کی فضول گوئی بخوبی سن رہی تھی۔ کیوں اس بیچارے کے پیچھے پڑے ہیں آپ۔"

"رادھا۔ رادھا تم سمجھنے کی کوشش کرو۔" امی چند نے کہا۔

"ہاں ہاں کروں گی۔ آپ کی اس فضول حرکت کو سمجھنے کی کوشش ضرور کروں گی پتا جی، یہ جاننا ضرور چاہوں گی کہ آپ اس سیدھے سادھے شخص کے پیچھے کیوں پڑے ہیں۔ کیا تکلیف پہنچائی ہے اس نے آپ کو۔"

"تکلیف کی بات نہیں ہے رادھا۔" امی چند سنبھل کر بولے۔

"تو پھر کیا بات ہے؟"

"بس مجھے بھی اپنی عزت پیاری ہے۔"

"اچھا۔" رادھا طنزیہ انداز میں بولی۔ پھر تمسخرانہ انداز میں اس نے کہا۔ "مگر پتا جی یہ آپ کی عزت کو کہاں لے رہا ہے۔"

"تم نہیں جانتیں رادھا زمانہ کتنا برا ہے۔ کیا کیا باتیں بنائے گا وہ اس کے یہاں ہونے پر۔"

"زمانہ جتنا برا ہے اس کے بارے میں، میں صدیوں سے جانتی ہوں۔ یہ آج کی بات نہیں ہے صدیوں کی بات ہے۔ بھگوان کی سوگند صدیاں بیت گئیں۔ اور ان صدیوں کا تجربہ یہی ہے کہ زمانہ بہت برا ہے۔ ہمیشہ سے برا ہے یہ آج کی بات نہیں ہے۔ لیکن اب ہم نے اس برے زمانے کو اپنی مٹھی میں بند کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جو کام صدیاں نہ کر سکیں وہ ہم اس دور میں ضرور کریں گے۔ سن لیں پتا جی کان کھول کر سن لیں۔ اچے میری مانگ ہے۔ اچے سے صدیوں سے میرا سمبندھ ہے، یہ فاصلے جنم جنم نہیں ٹوٹے اور جنم جنم نہیں ٹوٹیں گے۔ میں اس سے دواہ کرنا چاہتی ہوں پتا جی اور بہت جلد میں اس سے دواہ کروں گی۔" دھنی رام نے چونک کر رخ بدل لیا تھا اور امی چند حیرت زدہ آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرے کے تاثرات بنتے بگڑتے رہے اور پھر ان کی قوت برداشت جواب دے گئی۔

"کیا بک بک کر رہی ہے تو۔ جتنا میں تجھے نظر انداز کرتا رہا ہوں اتنا ہی تو سر پر چڑھتی چلی جا رہی ہے۔ کس سے دواہ کرے گی تو۔ اس اچھوت سے اس گھٹیا سے آدمی سے۔"

"یہی تو بات ہے پتا جی۔ مزے کی بات تو یہی ہے۔ اس اچھوت سے اس گھٹیا سے آدمی سے میں دواہ کروں گی اور آپ کے منہ پر کالک لگاؤں گی، یہ آج کی بات نہیں ہے میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ جنم جنم ہمارے بیچ دیواریں کھڑی کی جاتی رہی ہیں۔ لیکن اس بار ہم اتنے مضبوط ہیں کہ ہر دیوار توڑ دیں گے۔ جائیے پتا جی جو میں نے کہا ہے وہ ضرور ہوگا۔ اور اوش ہوگا۔ آپ اسے کبھی نہ روک سکیں گے۔" رادھا نے بڑے اعتماد اور بڑے مضبوط لہجے میں کہا اور امی چند رادھا کی شکل دیکھتا رہا۔

امی چند غصے کی شدت سے کانپ رہا تھا۔ اور پنڈت دھنی رام کے ذہن میں عجیب سے دھماکے ہو رہے تھے۔ رادھا کی باتوں نے ان کے ذہن کی نہ جانے کونسی کھڑکیاں کھول دی تھیں۔ اور ان کھڑکیوں سے ماضی کی ہواؤں کے جھونکے آ رہے

تھے۔ ہر جھونکے میں ایک نئی تصویر تھی۔

امی چند نے رادھا سے سمجھانے کیا کہا۔ انہوں نے اس کے بعد کچھ نہیں سنا تھا۔ پھر جب امی چند پلٹے تو وہ بھی ان کے ساتھ چل پڑے۔ بس ماضی کی ہوائیں ان کے ذہن میں سرایت کر رہی تھیں۔ اور جنم جنم کے بند دروازے کھلتے جا رہے تھے۔ انہیں بہت کچھ یاد آ رہا تھا۔ بہت کچھ اور وہ بے چین ہوئے جا رہے تھے۔

⁂

"یہ اچھا ہوا اچے۔ یہ اچھا ہوا۔ ان لوگوں کو پتہ چل گیا ان لوگوں کو ہمارے ارادے معلوم ہو گئے۔ اب ہم آسانی سے اپنا کام کر سکیں گے۔ اگر پتا جی اس کے لئے تیار نہ ہوئے تو ہم خود سب کچھ کر لیں گے۔ مجھے کسی کی چنتا نہیں ہے مگر ایک بات بتاؤ اچے۔ کیا تمہارے ماتا پتا ہمیں سویکار کر لیں گے؟"

"کیوں نہ کریں گے چمپا کلی یہ جنم جنم کا ساتھ ہے۔ اس بندھن کو تو بھگوان نے بھی نہیں توڑا۔ ورنہ ہم ایک دوسرے کو بھول جاتے۔"

"بس تو ٹھیک ہے اگر یہاں ہمارے لئے جگہ نہ رہی تو پھر تمہارے گاؤں چلیں گے۔ اور وہاں آباد ہوں گے۔" رادھا نے کہا۔ اور اچے مطمئن ہو گیا۔

دوسری طرف امی چند کے ہاتھوں کے طوطے اڑے ہوئے تھے۔

"بھگوان کی سوگند رادھا کی ماں اگر ایسا ہوا تو بہت برا ہوگا۔ ہمیں کچھ کرنا ہوگا ضرور ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔ اگر ضرورت پڑی تو میں۔ میں اس سسرے کی ہتیا بھی کر دوں گا۔"

"نا نا۔ بھگوان کے لئے ایسا نہ کریں۔ کوئی ڈھنگ کی بات سوچیں۔ کوئی بھی ڈھنگ کی بات۔"

"ڈھنگ کی بات صرف ایک ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ اس اچھوت سے براہمن کی بیٹی کی شادی ہو جائے اور بس۔ اس کے علاوہ ڈھنگ کی کوئی اور بات نہیں ہو سکتی۔" امی چند نے بے بسی سے کہا اور گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔

ان لوگوں سے تھوڑے فاصلے پر پنڈت دھنی رام گہری فکر کا شکار تھا۔ رات گہری ہونے کے انتظار میں وہ بیٹھا ہوا تھا پھر جب پوری حویلی گہرے سناٹے میں ڈوب گئی تو وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکل آیا۔ چوروں کی طرح وہ حویلی کے دوسرے حصے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور پھر وہ مطلوبہ جگہ پہنچ گیا۔

یہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ دیو ہیکل چوکیدار بھی یہاں موجود نہ تھا۔ شاید لمبی گہری نیند سو رہا ہوگا پنڈت جی تیاریاں کر کے آئے تھے۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جیب سے چابیوں کا ایک گچھا نکال کر دروازے کے موٹے تالے پر طبع آزمائی کرنے لگے۔ اور ایک چابی اس تالے میں فٹ ہو ہی گئی۔ پنڈت جی نے دروازہ کھولا۔ اور تیزی سے اندر داخل ہو گئے۔ پھر دروازہ اندر سے بند کر کے انہوں نے روشنی کر دی۔ اور چاروں طرف دیکھنے لگے۔ ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔ جو خیال جو بھاؤ ان کے ذہن میں چرکے لگا رہا تھا اس کی عکاس تصویریں ان کے سامنے تھیں۔ وہ پاگلوں کی طرح ناچنے لگے۔ ایک ایک تصویر ماضی کے دریچے کھول رہی تھی۔ اور وہ کہانیاں انہیں یاد آتی جا رہی تھیں جو ان کے ذہن میں سو رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں کی چمک بڑھتی جا رہی تھی۔

آخری تصویر دیکھنے کے بعد ان کے حلق سے غراہٹ نکلی

"تو اس بار کھیل الٹ گیا ہے چمپا کلی۔ یعنی نند راج اچھوت کے ہاں اور نور برہمن کے یہاں پیدا ہوئی ہے۔ ٹھیک ہے چمپا کلی کھیل الٹا ہو گیا ہے لیکن بات وہی ہے۔ بھلا براہمن اور اچھوت کا ملاپ کہاں ہو سکتا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے چمپا کلی گھنشیام ابھی زندہ ہے۔ ہاں گھنشیام ابھی زندہ ہے۔" وہ خوفناک چہرہ لئے باہر نکل آئے۔ ان کے چہرے پر ان کے خوفناک ارادے رقصاں تھے۔ دروازہ بند کر کے انہوں نے تالا لگایا۔ اور باہر نکل آئے۔

⁂

رادھا کے ذہن میں نہ جانے کیا تھا۔ وہ اب بھی حسب معمول اپنے نگار خانے میں کام کرتی رہتی تھی۔ دروازے پر اچے موجود ہوتا تھا۔ اور جب بھی دل چاہتا وہ دونوں یکجا ہو جایا کرتے تھے۔

امی چند اور ان کی دھرم پتنی ہر کوشش کر چکے تھے لیکن لیکن رادھا ٹس سے مس نہ ہوئی تھی۔ وہ کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہ تھی بس ایک ہی رٹ تھی اس کی "ذات پات کچھ نہیں ہوتی پتا جی۔ سارے انسان ایک جیسے ہیں۔ کچھ مفاد پرستوں نے یہ ذاتیں بنائی تھیں۔ ان میں بھگوان کا کوئی دوش نہیں ہے۔ میں اچے سے شادی کروں گی۔ صرف اس سے شادی کروں گی۔"

اور اس کے اس اٹل فیصلے کے سامنے دونوں بے بس تھے۔

اس شام وہ پھر پنڈت دھنی رام سے ملے۔ "تم بھی تو کوئی ترکیب

سو چودھنی رام ۔"

"کس بارے میں مہاراج ؟"

"انجان بن رہے ہو دھنی رام ۔ میرے من کی بات نہیں سمجھ رہے ۔" امی چند نے پریشان لہجے میں کہا ۔ اور دھنی رام کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی ۔

"کیوں نہیں مہاراج کیوں نہیں ۔ آخر آپ کے نمک خوار ہیں، نمک کھاتے ہیں آپ کا ۔ جتنی چنتا آپ کو ہے اتنی ہی ہمیں بھی ہے لیکن ایک بات ہم آپ سے ضرور کہیں گے ۔"

"دھن وادھنی رام ۔ دھن وادھنی رام ۔ ہم تمہارا احسان زندگی بھر نہ بھولیں گے ۔ تم کہو کیا کہنا چاہ رہے تھے ؟"

"آپ کو ہماری ہر بات ماننا ہو گی امی چند جی ۔ آپ کو ہم پر وشواش کرنا ہو گا ۔ آپ کو وچن دینا ہو گا کہ آپ ہماری کسی بات کو غلط نہیں سمجھیں گے ۔"

"کہو دھنی رام جی ۔"

"بس اس کام کی طرف سے آپ بے فکر ہو جائیں ۔ ہم کچھ نہ کچھ ضرور کر لیں گے مہاراج ۔ اوش کر لیں گے ۔ آپ کو چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔" دھنی رام نے کہا اور امی چند کو کافی ڈھارس ہوئی تھی ۔

"میں آپ کو غلط سمجھتا تھا دھنی رام جی ۔ اس کا مقصد ہے کہ آپ واقعی بہت اچھے انسان ہیں ۔"

"کون کتنا اچھا انسان ہے یہ تو وقت آنے پر ہی معلوم ہو سکتا ہے امی چند جی ۔ پہلے سے کسی کو اس بارے میں کچھ بھی تو نہیں معلوم ہوتا ۔ کوئی کچھ نہیں جانتا اس بارے میں ۔ پر تم چنتا مت کرو مہاراج، جو ہو گا ٹھیک ہی ہو گا ۔ جو ہو رہا ہے وہ کبھی بھی نہ ہو گا ۔ ناممکن کبھی ممکن نہ ہو سکے گا ۔ اور اگر ایسا ہو گیا امی چند تو سمجھ لو کایا پلٹ جائے گی ۔ سنسار تلپٹ ہو جائے گا ۔ زمین اور آسمان مل جائیں گے ۔ اور برہمن دھنی رام کی زندگی میں یہ کبھی نہ ہو گا ۔ چاہے اس کے لئے کتنا ہی بلیدان کیوں نہ دینا پڑے ۔"

"بلیدان ۔" امی چند چونک پڑے ۔

"ہاں بلیدان ۔"

"مم ۔ مگر مہاراج میں جانتا ہوں کہ میری بیٹی کو کچھ نہ ہو ۔ ایک ہی تو بیٹی ہے میری آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اسے کتنے نازو نعم سے پالا ہے ۔"

"معلوم ہے امی چند ۔ اور وشواش رکھو اسے کچھ نہ ہو گا اس لئے کہ وہ تمہاری بیٹی ہے لیکن دوسرے کو کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا ۔"

"اوہ ۔" امی چند کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے

واقعی اسے احساس ہوا تھا کہ اجے بھی تو کسی کا بیٹا ہو گا جس طرح اسے اپنی بیٹی پیاری ہے اسی طرح اجے کے باپ کو اپنا بیٹا پیارا ہو گا جس طرح سے وہ خود اپنی بیٹی کے مستقبل کے بارے میں سوچتا رہتا ہے اسی طرح سے اجے کے ماں باپ بھی اس کے مستقبل کے بارے میں سوچتے ہوں گے ۔ بہرحال وہ کوئی فیصلہ نہ کر پایا تو سر جھکا کر وہاں سے چلا آیا ۔ دھنی رام کے ہونٹوں پر وہی پراسرار مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اور اس کی آنکھوں سے شیطنت جھانک رہی تھی ۔

اس رات وہ پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور خاموشی کے ساتھ حویلی کے دوسرے حصے کی جانب بڑھنے لگا ۔ شاید اس کے لئے اس نے پہلے سے تیاریاں کر لی تھیں ۔ صحیح جگہ کا انتخاب اور دوسرے ایسے کام ۔"

تاریک راہداریوں سے گزرتا ہوا وہ بالآخر اس کمرے تک پہنچ گیا جسے اس نے منتخب کیا تھا ۔ چابیوں کا گچھا اس کے پاس موجود تھا، اس کمرے کے تالے پر وہ تھوڑی دیر مصروف رہا اور تالا کھل گیا ۔ بے آواز دھنی رام اندر داخل ہوا ۔ اور اندر پہنچ کر اس نے دروازہ پھر بند کر لیا ۔ اندر داخل ہونے کے بعد اس نے روشنی کی اور دیوار پر لٹکی ہوئی بندوقیں دیکھنے لگا ۔ پھر اس نے ایک بندوق اتاری اور اس کی نال چیک کرنے لگا ۔

شاید اس جنم میں اس نے کبھی کوئی ہتھیار نہیں سنبھالا تھا ۔ اس سے پہلے بھی ہتھیاروں سے اس کا کوئی واسطہ نہیں رہا تھا ۔ یہ اس کی پہلی کوشش تھی ۔ لیکن جس مقصد کے تحت یہ کوشش کی جا رہی تھی وہ بہت بڑا تھا اور دھنی رام اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا ۔

چنانچہ اس نے بندوق کو اچھی طرح صاف کرنے کے بعد کارتوس تلاش کئے جو اسے جلد ہی مل گئے ۔ کارتوس اس نے بندوق میں بھرے اور پھر انہیں سنبھال کر نجانے کن خوفناک ارادوں کے ساتھ باہر نکل آیا ۔ باہر تاریک رات پھیلی ہوئی تھی وہ آہستہ آہستہ رادھا کے نگار خانے کی جانب بڑھنے لگا ۔

٭

اجے چند میٹھی نگاہوں سے رادھا کو دیکھ رہا تھا اور رادھا کے حنائی ہاتھ کینوس پر چل رہے تھے ۔ وہ اپنی زندگی کی آخری تصویر مکمل کر رہی تھی ۔ اور اس تصویر کی تکمیل کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر بڑی دلآویز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی ۔ اجے چند کی نگاہیں اس تصویر کے سحر میں ڈوبی ہوئی تھیں ۔ تصویر میں وہ

دولہا بنا ہوا تھا اور رادھا دلہن ۔ ان دونوں کے پلو بندھے ہوئے تھے اور وہ دونوں ہون کنڈ کے گرد پھیرے کر رہے تھے "یہ تھا جنم جنم کی اس کہانی کا انجام ۔" رادھا نے تصویر پر آخری نشان لگاتے ہوئے کہا ۔ اور اپنے دستخط کر دیئے ۔

"بھگوان کی سوگند بڑا ہی سندر انجام ہے ۔ جو کام جنم جنم نہ ہو سکا، بالآخر بھگوان نے اسے پورا کر دیا ۔" اجے چند نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

"بس اجے تھوڑی دیر اور پھر ہم یہاں سے نکل چلیں گے ۔ میں نے ساری تیاریاں مکمل کر لی ہیں ۔ حویلی میں ہمارا کام نہ ہو سکے گا ۔ اس کے لئے ہمیں کچھ اور ہی بندوبست کرنا ہو گا ۔"

"میں تیار ہوں چمپا کلی اس کے لئے، جیسا بھی تو کہے" اجے چند نے وارفتگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا ۔

"تم نے یہ تصویر دیکھی اجے ۔"

"ہاں چمپا ۔"

"آج میں اسے اسٹک دے رہی ہوں ۔ اس کے بعد کوئی تصویر نہ بناؤں گی ۔ میں صرف اور صرف تمہاری سیوا کروں گی ۔"

"اوش ۔ اوش ۔" اجے نے کہا اور رادھا نے وہ تصویر الٹ کر رکھ دی ۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہاتھ منہ دھو کر تیار ہو گئی ۔

"چلو اجے پچھلے حصے میں جیپ کھڑی ہوئی ہے ۔ ہم حویلی کی دیوار پھاند کر نکل چلیں گے ۔" رادھا نے کہا اور اجے نے گردن جھکا دی ۔

دونوں باہر نکل آئے ۔ لیکن جونہی انہوں نے دروازے سے باہر قدم رکھا ۔ پنڈت دھنی رام اچھل پڑے ۔ وہ جیب میں چابیاں تلاش کر رہے تھے تاکہ کمرے کا دروازہ کھول سکیں لیکن اچانک ہی وہ دونوں باہر نکل آئے تھے ۔ پنڈت جی کے ہاتھ میں بندوق اور چہرے پر عجیب و غریب تاثرات پھیلے دیکھ کر وہ دونوں ہی صورتحال سمجھ گئے تھے ۔ دوسرے لمحے پنڈت جی نے بندوق اٹھائی ۔ لیکن دیہاتی اجے اپنی بھرپور ہمت کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑا ۔

"گھنشیامی ہم نے کہہ دیا تھا کہ تیرا آخری وار ناکام ضرور ہو گا سمجھا ۔ تو غلطی کر گیا تھا گھنشیامی ۔ تو نہیں جانتا تھا کہ چمپا کلی کی بجائے تلک چند کی موت غلط ثابت ہو گی ۔ بھول تجھ سے ہوئی تھی گھنشیامی اور اب اس بھول کا مزا تجھے چکھنا پڑے گا ۔" اجے نے اسے دبوچتے ہوئے کہا ۔ اس کے بازوؤں میں اتنی قوت تھی کہ دھنی رام جی کی ہڈیاں کڑکڑا کر رہ گئیں بندوق ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی ۔ اور وہ گھٹے گھٹے سے سانس لینے لگے ۔

اپنے وجود کی پوری قوت کے ساتھ انہوں نے اجے کو ڈھکیلنے کی کوشش کی ۔

"ہٹ پاپی، اچھوت، ہتھیارے، برہمنوں کے بدن کو چھوتا ہے ۔ ہمارا دھرم بھرشٹ کر رہا ہے ۔ ہٹ جا میں کہتا ہوں چھوڑ دے مجھے ورنہ ورنہ ۔ ورنہ ۔"

"تمہارا گیان کہاں گیا گھنشیامی، تم تو بہت بڑے سادھو تھے، بہت بڑے گیانی تھے، تمہارا تو بہت شہرہ تھا لیکن اس جنم میں آ کر تمہیں کیا ہو گیا، تمہارا مہان کہاں چلا گیا ۔ کیوں گھنشیامی داس کیا تمہیں اس بات کا احساس ہے کہ کرموں کے پھل بھوگنا ہی ہوتے ہیں بھگوان انسان کو بہت کچھ دیتا ہے ۔ لیکن اگر انسان اس کا صحیح استعمال نہ کرے تو دوسرے جنم میں ہی سب کچھ ہوتا ہے جو تمہارے ساتھ ہو رہا ہے ۔ اس بار تم کچھ بھی نہیں ہو ۔ تم صرف برہمن کی اولاد ہو ۔ گیان دھیان کا تم سے کوئی واسطہ نہیں ۔ کوئی تمہیں مہان نہیں سمجھتا ۔ اس لئے کوئی ادھیکار نہیں تمہیں اس کا کہ تم ہم سے کچھ کہہ سن سکو ۔"

"آؤ اب اپنے گیان کا دوسرا رخ بھی دیکھ لو ۔ آ جاؤ گھنشیامی مہاراج ۔ آ جاؤ ۔" اجے نے ان کی گردن پر ایک گھونسہ رسید کیا اور گھنشیامی داس کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے ۔ وہ خلا میں ہاتھ مارتے ہوئے بیہوش ہو گئے تھے ۔ تب اجے چند نے رادھا کو دیکھا اور بولا ۔

"رادھا ہمیں ایک پنڈت کی بھی ضرورت تھی ۔ پھیرے کرانے کے لئے ۔"

"ہاں اجے یہ تو ٹھیک ہے ۔"

"تو بس فیصلہ ہو گیا ۔ ہم انہیں ساتھ لئے چلتے ہیں ۔" اور رادھا نے گردن ہلا دی ۔ پھر وہ بندھے ہوئے گھنشیامی کو لے کر باہر نکل آئے ۔ اور جیپ چل پڑی ۔

٭

دھنی رام کے ہاتھ پاؤں اکڑ کر رہ گئے تھے، وہ بندھے ہوئے زمین پر پڑے تھے اور سامنے ہی لکڑیاں جل رہی تھیں ۔ اپنی دانست میں ہون کنڈ بنا لیا گیا تھا ۔ دھنی رام نے چونک کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھے ہوئے ہاتھ پیروں کی وجہ سے بے بس ہو کر رہ گئے ۔ نجانے کونسی جگہ تھی

کمرے کا دروازہ کھلا اور اجے اور رادھا اندر داخل ہو گئے۔ انہیں دیکھ کر دھنی رام کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"ناممکن۔ ناممکن۔" دھنی رام خوف و دہشت سے چلائے۔ اور اجے چند کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ناممکن ممکن ہو گیا گھنشیامی۔ ناممکن ممکن ہو گیا۔ تو ہار گیا کتے۔ تو ہار گیا۔ ہزاروں سال سے تو جو کوششیں کر رہا تھا تو اس میں ناکام ہو گیا۔ دیکھ لے اب نندلال اور چمپاکلی تیرے سامنے ہیں۔ اور اب تجھے وہ کچھ کرنا ہوگا گھنشیامی، جو تو نے جیون بھر نہیں کیا اور نہ جس کے کرنے کا خیال تیرے من میں ہے۔"

"میں کچھ نہیں کروں گا، کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

"تجھے ہمارے پھیرے کرنے ہوں گے گھنشیامی، تجھے وہ کرنا ہوگا جو ہم چاہیں گے۔"

"یہ نہیں ہوگا۔ یہ نہیں ہوگا۔"

"یہ ہوگا گھنشیامی، یہ ہوگا۔ تو ہمارے لئے اشلوک پڑھ، ہمیں جنم جنم کے بندھن میں باندھ دے۔"

"یہ کام میں جیون بھر نہیں کروں گا، تجھے نہیں کروں گا۔"

"تو نہیں کرے گا تیری تو آتما کرے گی گھنشیامی داس۔" اجے چند نے ایک جلتی ہوئی لکڑی اٹھائی اور گھنشیامی داس کی طرف بڑھا۔ اس نے گھنشیامی کو اٹھا کر بٹھا دیا تھا، جلتی ہوئی لکڑی اب اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا رہی تھی۔

"ہمارے پلو باندھ گھنشیامی۔ اب میں تیرے ہاتھ کھول رہا ہوں۔" اجے چند نے کہا اور اس کے ہاتھ کھول دیئے۔ اجے چند کے تیور بڑے خطرناک نظر آ رہے تھے۔ تب اس نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"ہم تمہارے ساتھ انیائے کریں گے گھنشیامی کیونکہ تمہارا اصل شکار تو میں رہی ہوں۔" چمپاکلی آگے بڑھ کر بولی۔

"تم دونوں شیطان ہو پاپی ہو۔"

"ہاں ہاں ہم یہ پاپ تو کر ہی رہے ہیں لیکن سن لو اگر تم نے اور دیر لگائی تو پھر ہم دوسرا پاپ کرنے پر مجبور ہوں گے۔" چمپاکلی نے جلتی ہوئی لکڑی اجے چند کے ہاتھ سے لے لی۔ اور پھر اسے گھنشیامی داس کے پیروں کے نزدیک رکھ دیا۔

"یہ لکڑی ذرا سی اور قریب ہوگی تو تمہارے پیر جلنے لگیں گے۔" چمپاکلی نے لکڑی گھنشیامی داس کے پیروں کے نزدیک رکھ دی اور گھنشیامی کی چیخیں ابھرنے لگیں "اور اب بھی اگر تم نہیں مانو گے تو ہم تمہیں ہون کنڈ میں ڈال دیں گے سمجھے۔"

"ارے مر گیا۔ ارے ہٹاؤ پاپیو تمہارا ستیاناس۔" دھنی رام گڑگڑایا۔

"نہیں پہلے وچن دو ہمارا پوترا شلوک پڑھاؤ۔ تم تو براہمن ہو۔"

"ہٹاؤ اسے ہٹاؤ پاپیو۔ میرے پاؤں جل رہے ہیں۔" دھنی رام وحشت سے چیخ پڑا۔

دھنی رام خوف و دہشت کا شکار تھا۔ لیکن ان دونوں کے سفاک چہرے پر ہمدردی کے کوئی آثار نہ تھے۔ یہاں تک کہ جلتی ہوئی لکڑی ان کے پیروں کو چھونے لگی۔ اور دھنی رام کے حلق سے کربناک چیخیں بلند ہو گئیں۔

"ہٹاؤ۔ بھگوان کے لئے ہٹاؤ۔ ہٹا دو۔" وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا اور چمپاکلی اور نندلال مسکرا رہے تھے۔

لکڑی کی آگ اب اور آگے بڑھی اور دھنی رام کے پیروں پر آبلے پڑنے لگے۔ اس نے پاؤں سکیڑنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ جس انداز سے بیٹھا ہوا تھا اس میں مزید سکیڑنے کی گنجائش نہیں تھی۔ تب اس نے انتہائی تکلیف اور کرب کے عالم میں کہا۔

"میں تمہاری بات مان لوں گا۔ مان لوں گا تمہاری بات پاپیو۔ میرے پاؤں جل رہے ہیں۔ ہائے ہائے رام دیکھو تو سہی کیا ہو گیا۔ جلدی ہٹاؤ۔ بھگوان کے لئے اسے ہٹا لو۔" اور اجے چند نے آگے بڑھ کر لکڑی کو ٹھوکر مار دی۔ لکڑی دور ہٹ گئی تھی۔ لیکن آگ کی جلن اب بھی دھنی رام کے پورے بدن میں کرب کی لہریں پیدا کر رہی تھی۔ وہ آنکھیں بند کئے کراہ رہا تھا۔ پھر اس نے انتہائی افسردہ نگاہوں سے ان کو دیکھا اور بے چارگی سے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔

دونوں کے زرق برق لباس جو نجانے چمپاکلی نے کہاں سے حاصل کر لئے تھے ان کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ وہ کرنا پڑ رہا تھا جو جیون میں کبھی نہ سوچا تھا۔ یہاں تک کہ اسے ان دونوں کے پلو باندھنے پڑے۔ اور پلو باندھنے کے بعد ان دونوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ دھنی رام کا دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ آگ اٹھا کر ان لوگوں کے سروں پر رکھ دے۔ لیکن آشیرواد دینا پڑی۔ اس نے باری باری دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھا۔

اور وہ دونوں ہون کنڈ کے نزدیک جا پہنچے اور کانپتی آواز میں دھنی رام نے اشلوک پڑھنا شروع کر دیا۔ اور وہ لوگ آگ کے گرد چکر لگانے لگے۔ سات پھیرے پورے ہو گئے تو وہ رک گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں نجانے صدیوں کی کون کونسی باتیں ہو گئیں۔ اور پھر آہستہ آہستہ چمپاکلی کا سر نندلال کے سینے سے جا لگا۔ دھنی رام نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ مان جو صدیوں سے اس کے ذہن پر مسلط تھا آج ٹوٹ گیا تھا۔ اور اس نے ایک اچھوت اور ایک براہمن کو یکجا کر دیا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے۔ اپنی زبان سے۔ اس سے بڑا کرب اس کے لئے اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ اس آگ میں کود کر جان دیدے۔ لیکن جان دینا اتنا آسان تو نہیں ہوتا۔ پیروں کی اذیت جو تکلیف دے رہی تھی اسے ہی برداشت کرنا مشکل تھا اور اگر پورے بدن کو آگ میں ڈال دے تو نجانے کتنی تکلیف ہو۔ اس لئے اس نے خاموشی اختیار کر لی۔ وہ دونوں آگے بڑھے اور انہوں نے دھنی رام کے جلے ہوئے پاؤں چھو لئے۔

"جے ہو مہاراج کی۔ مہاراج نے جیون بھر اور اس جیون سے پہلے جو کچھ کیا تھا آج اس کی تلافی کر دی۔ ہم دونوں آپ کے احسان مند ہیں۔"

٭

دونوں ہی غائب تھے۔ اجے چند اپنی جگہ موجود نہ تھا۔ اور چمپاکلی بھی غائب تھی۔ لیکن ساتھ ہی چند چیزیں بھی جس کا انکشاف دھرم پتنی جی نے کیا تھا۔ ان پر غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ امی چند جی انہیں سمجھاتے سمجھاتے پریشان آ گئے تھے۔ پھر انہیں کچھ خیال آیا۔ پھر وہ دھرم پتنی جی کو اسی حال میں چھوڑ کر رادھا کے نگار خانے کی طرف بھاگے۔ نگار خانے کے دروازے میں بدستور تالا پڑا ہوا تھا۔ ایک بھاری پتھر سے انہوں نے تالے کو کوٹ کوٹ کر توڑا۔ اور روشنی کر کے انہوں نے چاروں طرف دیکھا وہ کسی ایسی چیز کی تلاش میں تھے جس سے ان دونوں کی کچھ نشاندہی ہو سکے۔ لیکن انہیں کوئی ایسی چیز نہ ملی۔ تب روشنی میں ان کی نگاہ ان تصویروں پر پڑی اور وہ مبہوت رہ گئے۔ حیران و پریشان وہ ان تصویروں کو دیکھنے لگے۔

اور پھر ان کے ذہن میں بھی عجیب سے خیالات آنے لگے۔ ماضی کی ہواؤں سے ان کا بھی تعلق تھا جنم جنم کے یہ بندھن ٹوٹتے تو نہیں ہیں۔ پھر وہ اس تصویر تک پہنچ گئے جہاں انہوں نے راجہ یدراج کو دیکھا ان کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔ اس کے بعد جوں جوں وہ تصویروں کے ساتھ آگے بڑھتے رہے جنم جنم کی کہانیاں انہیں یاد آتی رہیں۔ اور جب انہوں نے آخری تصویر کو پلٹ کر دیکھا تو ان کے چہرے پر خون ہی خون جما تھا۔ ساری کہانی انہیں یاد آ گئی تھی۔ ان کہانیوں میں ان کا کیا کردار تھا یہ البتہ انہیں یاد نہ آ سکا۔ سب کچھ وہی تھا۔ سب کچھ وہی تھا جو ان کے ذہن کی گہرائیوں میں پوشیدہ تھا۔ ذہن کے ویرانے بھی عجیب ہوتے ہیں۔ نہ جانے ان میں کیا بھرا ہوتا ہے۔ اتنے سے دماغ میں بھگوان نے بہت کچھ رکھ دیا ہے۔ وہ سوچتے رہے اور ان کے چہرے کے تاثرات بھی بدلتے رہے۔ پھر انہیں ایک سکون سا ہو گیا۔ فطرت ان کی رہنمائی کر رہی تھی۔ اندر واپس آئے اور ملازموں کو حکم دیا کہ گاڑی تیار کر دیں۔ ان کی دھرم پتنی اس سمے ہوش میں تھیں۔ اور ویران آنکھوں سے ان کی صورت دیکھ رہی تھیں۔

"چنتا نہ کرو رادھا کی ماں۔ میں جانتا ہوں وہ لوگ کہاں گئے ہیں۔ تم بالکل چنتا نہ کرو۔ میں انہیں پکڑ ہی لوں گا۔ یہ دھنی رام جی نہ جانے کہاں مر گئے۔ اگر یہ ہوتے تو کچھ آسانیاں ہو جاتیں۔ ان کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ خیر کوئی بات نہیں میں خود جا رہا ہوں۔" انہوں نے کہا اور باہر نکل آئے۔ دو ملازموں کو لے کر انہوں نے اس گاؤں کا رخ کیا جس کے بارے میں اجے چند نے انہیں بتا دیا تھا۔ خاصہ طویل سفر تھا۔ وہ بری طرح تھک گئے تھے لیکن ان کے اندر ایک انوکھا جذبہ پروان چڑھ رہا تھا۔ طویل سفر کے بعد بالآخر وہ اس گاؤں پہنچ گئے۔ چھوٹا سا گاؤں تھا۔ پہلے ہی آدمی سے اودھے شنکر کے گھر کا پتہ پوچھا تو اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"بس مہاراج سیدھے ہی چلے جائیے۔ لال پیلی جھنڈیاں لگی ہوں گی اس دروازے کے سامنے۔ وہی اودھے شنکر کا گھر ہے۔" سیدھے سادھے دیہاتی نے بتایا۔

"لال پیلی جھنڈیاں؟" امی چند نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں مہاراج۔ اجے چند بیاہ لایا ہے۔ گیا تھا شہر شہر نوکری کرنے۔ نوکری نہ ملی تو بہو لے آیا۔ وہ بڑی سندر

ہے مہاراج۔ آپ دیکھیں تو سہی جا کر۔"

امی چند نے پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ بہو کون ہے۔ اس کا مطلب ہے ان کا اندازہ بالکل درست تھا۔ لیکن اب انہیں انتہائی صبر و سکون سے کام لینا تھا۔ جو کچھ ہو چکا اب اس میں شامل ہونا ہی وقت کی ضرورت ہے۔ اور پھر ان کی گاڑی اودھے شنکر کے مکان کی جانب چل پڑی۔

دروازے پر نوبت رکھی ہوئی تھی۔ ایک آدمی نفیری بجا رہا تھا۔ دوسرا ڈھول پیٹ رہا تھا۔ وہ لوگ خوشیاں منا رہے تھے۔ سیدھی سچی خوشیاں۔ جس میں کوئی جھوٹ کوئی فریب نہیں تھا۔

امی چند جی گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ اور لوگ اس لمبی اور خوبصورت گاڑی کو دیکھ کر ساکت رہ گئے۔ نوبت رک گئی تھی۔ تب وہ آگے بڑھے اور بولے۔ "اودھے چند جی کہاں ہیں۔"؟

"اندر ہیں مہاراج بلواؤں انہیں۔" ایک لڑکے نے کہا۔

"ہاں بلاؤ۔" اور لڑکا اندر بھاگ گیا۔ چند ساعت کے بعد ایک دبلا پتلا سا دیہاتی باہر نکل آیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا اور امی چند کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"جے ہو مہاراج کی۔ ہم سے کوئی کام ہے۔"

"اودھے شنکر تم ہی ہو۔"

"جی آپ کا داس۔"

"اچھوت ہو تم لوگ۔"؟

"جی مہاراج بھگوان کی دیا سے ہم اچھوت ہیں۔" اودھے شنکر کے لہجے میں ایک تمکنت تھی۔

"ہوں تمہارا بیٹا جے چند کہاں ہے۔"؟

"اندر ہے۔ مہاراج۔ بلائیں اسے۔"

"اور اس کی پتنی رادھا۔"

"ہماری رادھا بٹیا کو آپ جانتے ہیں۔؟ اندر ہے بہت خوش ہیں دونوں۔" اودھے چند کے چہرے پر محبت کا نور پھیل گیا۔ اور امی چند کی آنکھیں جھک گئیں۔ کیا انسان تھا یہ کس قدر سادہ۔ اور معصوم۔ بیٹا بہو لے آیا تھا۔ پر وہ آشنا ہی خوش تھا چنانچہ امی چند نے اسے واپسی سے روکا۔ "تم مجھے جانتے ہو میں کون ہوں۔"؟

"میں نہیں جانتا سرکار۔ پر آپ کسی کام ہی سے آئے ہوں گے۔"

"ہاں میں تم سے ملنے آیا تھا۔"

"کہیں سرکار کیا بات ہے۔"؟

"میں تمہارا سمدھی ہوں۔ اودھے چند۔ اور رادھا میری بیٹی ہے۔" امی چند نے کہا۔ اور اودھے چند کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"آپ۔ آپ مہاراج۔ آپ رادھا بٹیا کے پتا ہیں۔"

"ہاں۔ جے چند کو بلاؤ۔" امی چند بولے۔ اور اودھے چند بھاگتا ہوا اندر گھس گیا۔ چند منٹ کے بعد جے چند بھی آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں باغیانہ چمک تھی۔ لیکن امی چند کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ کسی قدر نارمل ہو گیا۔ امی چند نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور لرزتی ہوئی آواز میں بولے۔

"بھگوان تم دونوں کو سکھی رکھے۔"

چاروں طرف پھول کھل اٹھے تھے۔ اجے چند ان کے قدموں میں بچھ گیا تھا۔ وہ ان کی ہر طرح خاطر و مدارات کر رہا تھا۔ تب رات کو امی چند نے کہا۔

"حالات تمہیں معلوم ہیں اودھے چند۔"

"ہاں مہاراج ہمیں معلوم ہیں۔"

"تو پھر میری لاج نہ رکھو گے۔"؟

"آپ کی لاج۔"؟

"ہاں۔ بارات لے کر میرے گھر آؤ۔ پھیرے کراؤ۔ اور اپنی بہو لے آؤ۔"

"آپ کا حکم ہے تو ایسا ہی ہوگا مہاراج۔ یہ اودھے چند کا وچن ہے۔"

"اس طرح میرا مان بھی پورا ہو جائے گا!" امی چند نے کہا۔ اجے چند کو بلایا گیا تو اس نے کہا۔

"ہمارے پھیرے ہو گئے ہیں مہاراج۔"

"ہو گئے ہیں۔"

"ہاں۔"

"پر کہاں۔ ؟ کس نے کرائے ہیں۔"

"پنڈت دھنی رام جی نے۔"

"دھنی رام۔ وہ کہاں ہے۔"؟

"گیان پور کے ڈاک بنگلے میں۔ پھیرے وہیں ہوئے تھے۔" اجے چند نے پوری تفصیل بتا دی اور امی چند چونک پڑے۔

"اوہ۔ جب سے وہ بھوکے پیاسے وہیں پڑے ہوں گے۔ مر نہ گئے ہوں کہیں۔ یوں کرو اودھے چند۔ تم ان دونوں کو لے کر شہر آؤ۔ رادھا جیپ چلا لے گی۔ میں ابھی جا رہا ہوں دھنی رام اگر زندہ ہوئے تو انہیں لے کر گھر چلا جاؤں گا۔ جلدی کرو اودھے چند یہ بہت ضروری ہے۔"

"جو آگیا مہاراج کی۔" اودھے چند نے کہا۔ اور امی چند اپنے نوکروں کے ساتھ چل پڑے۔ ان کی کار برق رفتاری سے گیان پور کے ڈاک بنگلے کی طرف جا رہی تھی۔ اور وہ رفتار بڑھانے کی ہدایت بار بار کر رہے تھے۔

ڈاک بنگلہ سنسان تھا۔ چاروں طرف ویرانی برس رہی تھی۔ امی چند نے زور زور سے آوازیں لگانی شروع کر دیں۔ اور کافی دیر کے بعد۔ انہیں ایک کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دی۔ کوئی انہیں متوجہ کرنے کے لئے دروازہ بجا رہا تھا۔ امی چند اس طرف دوڑ پڑے۔

*

نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ دھنی رام کوشش کے باوجود نہ اٹھ سکے تھے۔ ان کے پیروں کے آبلے انہیں کھڑا نہ ہونے دے رہے تھے۔ گھسٹتے ہوئے کمرے کے دروازے تک آئے تھے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن وہ اس سے زیادہ ہمت نہ کر سکے۔ وہ دونوں پاپی چلے گئے تھے۔ اور ان زخمی پیروں کے ساتھ چند قدم چلنا بھی دھنی رام کے لئے ممکن نہیں تھا۔

وہ بے سُدھ ہو کر دروازے کے قریب ہی پڑ گئے اور اب انہیں موت کا انتظار تھا۔ موت اور صرف موت۔ اس کے علاوہ اور کوئی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔ صدیوں کی کہانیاں ان کی ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔ انہیں سب کچھ یاد آ گیا تھا لیکن یہ یادیں ان کے لئے اذیت ناک تھیں۔ جو کچھ ہو گیا تھا اب لوٹ نہیں سکتا تھا۔ جس مان کے لئے وہ صدیوں سے جان کھوتے رہے تھے وہ ٹوٹ گیا تھا۔ اور خود ان کے ہاتھوں اس سے بڑے دکھ کی بات کوئی اور نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن ہونی ہو چکی تھی۔

بھوک پیاس کی شدت انہیں نڈھال کرنے لگی۔ ہون کنڈ کی آگ بجھ چکی تھی اور اب صرف راکھ اور لکڑیوں کی بو باقی تھی۔ چند لکڑیاں بجھ کر دھواں دے رہی تھیں۔ لیکن اب انہیں بجھانا دھنی رام کے بس کی بات نہیں تھی وہ اپنی جگہ پڑے رہے۔ صبح ہوئی اور پھر شام ہو گئی۔ یہ رات گزری دوسرا دن آیا۔ اور اب ان پر سکوت کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ موت آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔

رات کا نہ جانے کونسا پہر تھا کہ انہیں اپنے کانوں میں کوئی آواز گونجتی محسوس ہوئی۔ وہ چونک پڑے۔ کوئی انہیں اپنا نام پکارتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ دھنی رام کے وجود میں زندگی دوڑ گئی۔ انہوں نے زبان تر کر کے آواز کا جواب دینے کی کوشش کی۔ لیکن اس کوشش میں انہیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

بے بسی کے عالم میں انہوں نے ادھر ادھر دیکھا۔ اور پھر ان کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ ایک جلی ہوئی لکڑی انہوں نے کسی طرح اٹھا لی۔ پھر بدن کی آخری قوت انہوں نے لکڑی سے دروازہ پیٹنے میں صرف کر دی۔ پھر ان کے کانوں میں قدموں کی چاپ گونجی۔ اور کوئی اندر آ گیا۔

"دھنی رام جی۔" امی چند کی آواز ابھری۔ اور دھنی رام نے کمزور آواز میں جواب دیا۔

"میں ہی ہوں مہاراج" اور اس کے بعد وہ بیہوش ہو گئے۔

اور انہیں امی چند کی حویلی میں ہی ہوش آیا تھا۔ ناک میں نلکی چڑھی ہوئی تھی۔ اور ڈاکٹر نزدیک ہی موجود تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے۔ اب ان کی حالت خطرے سے باہر ہے۔" اس کے بعد وہ دھنی رام کو ایک انجکشن دے کر چلا گیا۔

"کیسے حال ہیں دھنی رام جی۔" امی چند نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیا ہے بھگوان کی۔"

"تین دن کے بعد ہوش آیا ہے آپ کو۔"

"بھگوان کرتا کہ میں کبھی ہوش میں نہ آتا۔ آپ کو ساری بات معلوم ہو گئی امی چند جی" دھنی رام اداس لہجے میں بولے۔

"ہاں جو رہ گئی ہے سو آپ بتائیں گے۔"

"ان ہونی ہو گئی۔ اچھوت اور برہمن کا سمبندھ ہو گیا۔ وہ ہو گیا جو کبھی نہ ہونا چاہیے تھا۔" دھنی رام بولے۔

"انہونی کبھی نہیں ہوتی دھنی رام جی۔ وہی ہوتی ہے جو ہونی ہے۔ اور ہونی ہو کر رہتی ہے۔"

"اچھوت اور برہمن کا ملن۔ اچھا ہے مہاراج۔"؟

"اچھا تو نہیں ہے دھنی رام جی۔ لیکن۔"

"یہ غلطی بتا دیں مہاراج۔ یہ مجھے بات کرنے سے روک

رہی ہے۔" دھنی رام بولے اور امی چند نے ان کے کہنے کے مطابق کیا۔

"اندر سے کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں اب تو۔ تو آپ کیا کہہ رہے تھے؟"

"میں کہہ رہا تھا پنڈت دھنی رام۔ کہ اب آپ کو زبان بند رکھنی پڑے گی۔ آپ کے ٹھیک ہونے کا انتظار تھا۔ بارات چڑھے گی اور رادھا اجے چند کی پتنی بن جائے گی۔ اب یہ بچے ہمارے آپ کے بس کے نہیں ہیں دھنی رام جی۔ نئے ذہن کی نئی سوچ ہے۔ ہم اس سوچ کو نہیں بدل سکتے بلکہ ہمیں خود کو اس سوچ میں ڈھالنا ہے۔ آج ایک گھر میں یہ ہوا ہے کل گھر گھر میں ہوگا۔ نئی روشنی پھیل گئی ہے پنڈت جی۔ اور اب اس روشنی میں ذات پات کے فرق مٹ رہے ہیں۔ ہمیں اس روشنی کا ساتھ دینا ہوگا آج نہ سہی کل۔"

"مگر یہ اچھا نہ ہوگا امی چند۔"

"برا بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ ہونی ہے۔"

اور ہونی تو ہو چکی تھی۔ اب کیا رہ گیا تھا۔ وہ خود دونوں کے پھیرے کرا چکے تھے۔ لیکن اس کے بعد بارات آئی۔ دوبارہ ہون کنڈ تیار ہوا۔ پھیرے ہوئے۔ لوگوں نے باباجیوں کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھائی۔ طرح طرح کی باتیں ہوئیں۔ لیکن امی چند اس کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے فراخدلی سے سب کچھ برداشت کیا۔ اور بیٹی کے ہاتھ پیلے کر دیئے۔ چمپا کلی سندراج کو مل گئی۔ اور دھنی رام آنکھ سے آنسو گرا کر خاموش ہو گئے۔

نگار خانے میں چمپا کلی اپنی تصویروں کو صاف کر رہی تھی۔ اور شہر کے سب سے بڑے میوزیم تک یہ تصاویر نمائش کیلئے پیش کر دی گئیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں ان کی دھوم مچ گئی۔

اچھوت برہمن سب ہی ان تصویروں کو دیکھنے آتے تھے۔ برہمنوں کی ناک چڑھ جاتی تھی اس آخری تصویر کو دیکھ کر لیکن اچھوت خوشی سے ناچنے لگتے تھے۔ انہیں اس صدیوں کی کہانی کا انجام بہت پسند تھا۔

ختم شد